جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والا تہلکہ خیز سلسلہ

مداری

PDFBOOKSFREE.PK

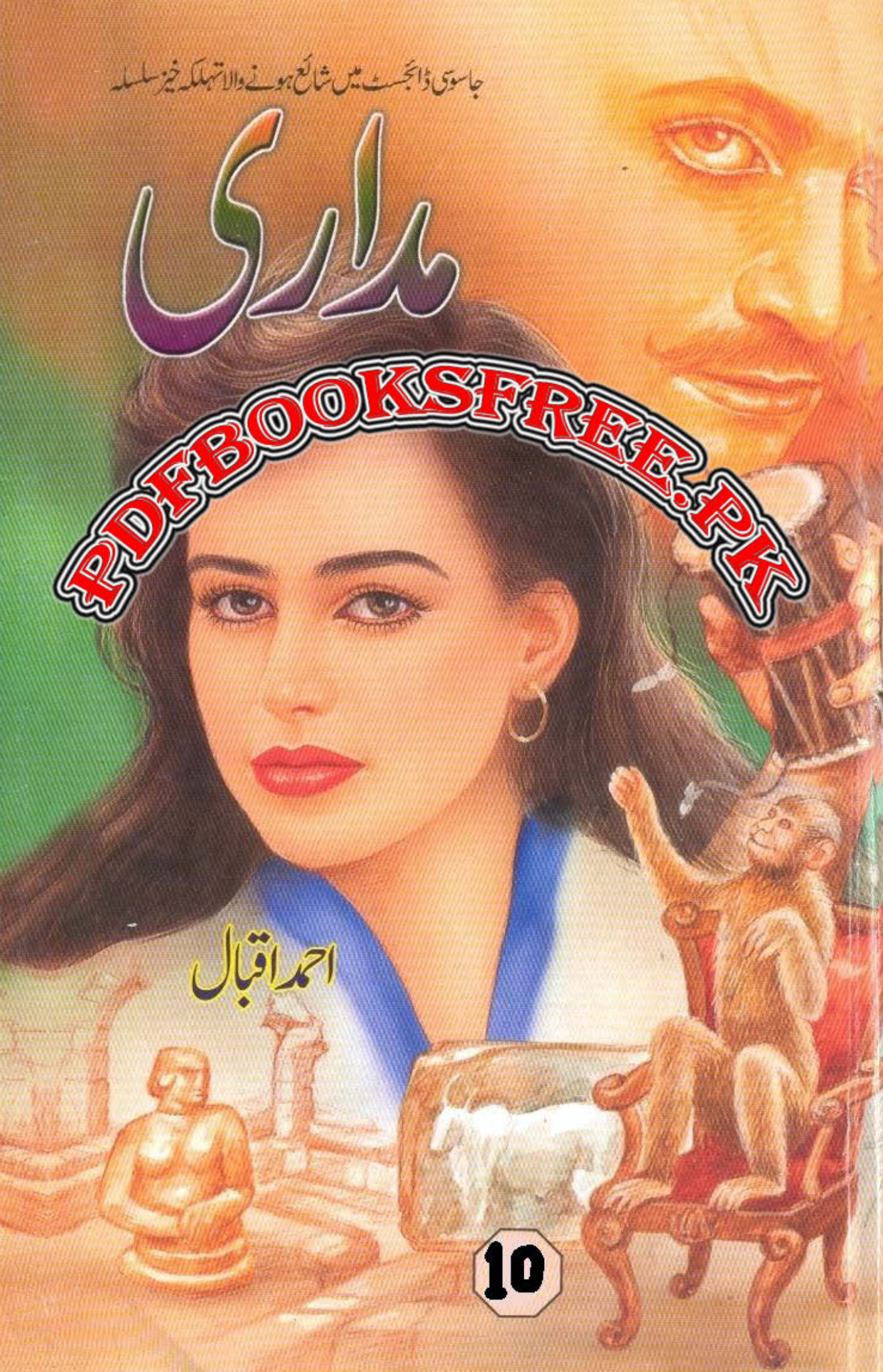

احمد اقبال

10

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

وطن عزیز کے پرآشوب حالات کے پس منظر میں لکھی جانے والی داستان

مداری

دسواں حصہ

احمد اقبال

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

باراوّل ـــــــــ ۲۰۰۴ء
مطبع ـــــــــ یو اینڈ می پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ ـــــ صوبا کمپوزنگ سنٹر، لاہور
قیمت ـــــــــ ۶۰ روپے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بسلسلت
علی بک سٹال
نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال لاہور

ہوٹل میں نیلم اور سونی میرا انتظار کرتے ہوئے دن بھر کی تھکن اتار رہی تھیں۔ ہم نے کھانا ساتھ کھایا اور پھر آدھی رات کے بعد تک باتیں کرتے رہے۔ نیلم کے لیے نہ لندن نیا تھا اور نہ لوکیشن شوٹنگ کا تجربہ۔ اس کے لیے یہ معمول کا بیزار کرنے والا کام تھا لیکن سونی بہت بے چین تھی۔ وہ باہر گھومنا چاہتی تھی۔ آزادی اس کے لیے ایک ایسی نعمت تھی جس کی وہ لاہور میں صرف آرزو کر سکتی تھی۔ وہاں تین مہینے اس نے نیلم کے گھر میں ایک قیدی کی طرح گزارے تھے۔ اس کے لیے فراغت اور عیش و عشرت کی زندگی بھی ایک سزا بن گئی تھی۔ دن رات کا ہر لمحہ اسے یہ احساس دلاتا تھا کہ وہ کس قدر غیر محفوظ ہے۔ وہ ایک ایسی مجرم ہے جس کے نام سے پولیس کے ریکارڈ میں ہر جرم منسوب ہے۔ براہ راست نہ سہی بالواسطہ طور پر وہ چوروں ڈاکوؤں کے ایک گروہ کے ساتھ ان گنت وارداتیں کر چکی تھی اور ان وارداتوں میں قتل بھی شامل تھے۔

ڈاکوؤں کا وہ گروہ تتر بتر ہو گیا تھا۔ کچھ جیل میں تھے۔ کچھ مارے گئے تھے اور کچھ روپوش ہو چکے تھے لیکن ان کے جرائم کا ریکارڈ نہ صرف یہ کہ محفوظ تھا بلکہ پولیس کے لیے ایک بلینک چیک بک کی طرح تھا۔ تفتیش کے نام پر وہ سانپ نکل جانے کے بعد لکیر کو پیٹنے میں مصروف تھے اور انہیں یہ آسانی حاصل ہو گئی تھی کہ وہ ختم ہو جانے والے اس گروہ کے کھانے میں مہاجن کے قرض کی طرح اضافہ کرتے جائیں۔ جہاں کسی ڈکیتی کی واردات کا سراغ نہ ملے یا ڈاکو سے مالیاتی معاہدہ ہو جائے وہاں یہ واردات بھی اس گروہ سے منسوب کر دی جائے۔ پولیس کاغذات میں اس گروہ کو بدستور فعال دکھا رہی تھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جس گروہ کا وجود ہی نہیں رہا' اس کا سراغ کہاں ملے گا' وہ ان سب کو اشتہاری قرار دلوا چکے تھے جو گروہ میں شامل تھے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ ان لوگوں میں جن کے سر پر انعام کی رقم لاکھوں تک پہنچ گئی تھی' کچھ نام ایسے بھی تھے جو خود پولیس کے ریکارڈ کے مطابق مارے جا چکے تھے۔

چنانچہ سونی بھی پولیس کے مطابق ابھی تک اس گروہ میں شامل اور خطرناک وارداتوں میں مصروف تھی۔ ان حالات میں کہ اس کا حلیہ اور تصویر انعامی اعلان کے ساتھ مشتہر ہو چکی تھی اور ذاتی وجوہ کی بنا پر رب نواز بھی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا' سونی کہیں بھی کسی بھی لمحے پکڑے جانے کے خطرے سے محفوظ نہ تھی۔

اس مسئلے کا کوئی قانونی حل بھی نہیں تھا۔ بڑے سے بڑا وکیل بھی اسے سزا سے نہیں بچا سکتا تھا اور بڑی سے بڑی عدالت اس کے حالات پر کتنا بھی ہمدردانہ رویہ رکھتی۔ اس کی عمر کا لحاظ کرتی' مجبوری کے عذر کو قبول کرتی اور اس کے تائب ہو کے شریفانہ زندگی گزارنے کے وعدے کو مانتی تب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی اس کی سزا کو ختم نہیں کر سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اس کی سزائے موت عمر قید میں بدل جاتی لیکن پولیس کی تفتیش' عدالتی کارروائی کے دوران' میں مجرمانہ تحویل اور سزا ہونے کے بعد جیل میں ہونے والے سلوک کا اندازہ کرتے ہوئے کہیں بہتر نظر آتا تھا کہ اسے قانون کے حوالے کرنے کے بجائے آسان موت قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

چنانچہ سونی کو باعزت زندگی جینے کا ایک موقع فراہم کرنے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہ تھا کہ وہ غیر قانونی طور پر قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک کے روپوشی اختیار کر لے۔ ہمیشہ کے لیے۔ وہ تقریباً دو سال سے چھپ چھپ کے ایک مسلسل خوف کے سائے میں فرار اختیار کر کے جی رہی تھی۔ وہ جینا سیکھ رہی تھی' جینا چاہتی تھی اور زندگی کی اصل خوبصورتی پہلی بار اس کے سامنے آئی تھی تو اس کی یہ خواہش ایک عزم بن گئی تھی مگر یہ عزم بھی خطرات کے تند و سفاک دریا کو کچے گھڑے پر تیر کے پار کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہ تھا۔

سونی کو نیلم نے عینی بنایا تو پہلی بار مجھے خیال آیا کہ سونی کے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو جانے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ آخر میں بھی تو دستاویزات اور حوالوں کے ساتھ دہری زندگی گزار رہا تھا اور شاہ عالم کے اپنی قبر میں ڈھانچا بن جانے کے باوجود دنیا کی نظر میں شاہ عالم کا جیتا جاگتا روپ تھا۔

سچ وہ جسے ثابت کیا جا سکے۔ میں اب شاہ عالم کی موت کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ عدالت میں اس کی موت کو ثابت کرنے والے سچے ہونے کے باوجود جھوٹے پڑ گئے تھے اور میں جھوٹ کے لیے سچ کی سند پا کے شاہ عالم قرار دیا گیا تھا۔ آج اس کے برعکس مجھے یہ ثابت کرنا تھا کہ شاہ عالم مر گیا ہے تو مجھے اس کی موت کے لیے گواہ اور ثبوت درکار تھے اور اس کے لیے مجھے پھر ایک ایسے جھوٹ کا ڈراما کرنا پڑ رہا تھا جو دیکھنے والوں کو حقیقی زندگی کا خالص سچ نظر آئے۔

شاید سونی کے لیے بھی نجات اور عافیت کا یہی راستہ ہو گا۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کسی لاوارث کی موت کو سونی کی موت ثابت کرنے کے لیے ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور پوسٹ مارٹم رپورٹ وغیرہ حاصل کرے۔ وہ دو سال سے روپوش ہے تو بس روپوش رہے۔ اس کی جگہ عینی مضبوط گواہوں اور ناقابل تردید ثبوتوں کے ساتھ آزادانہ جیے۔ بے خوفی سے جیے۔ قانون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جیے۔ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

نیلم سے کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میرے لندن آنے کا مقصد کیا ہے؟ روز اول سے وہ میری ہمدرد اور غمگسار ہی نہیں' میرا سہارا اور میری پناہ تھی۔ معلوم نہیں اس نے مجھ میں کیا دیکھا تھا اور اسے میری کیا بات اچھی لگی تھی کہ وہ مجھ لاوارث اور بے حیثیت نوجوان کے ساتھ خلوص اور اپنائیت کا رشتہ استوار کر بیٹھی تھی اور کسی حد تک یک طرفہ طور پر پوری نیک نیتی کے ساتھ مجھ پر مہربان رہی تھی۔ میں اس کے اعتماد پر ہمیشہ پورا اترا تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ میں نے اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ سارے احسانات اس کے تھے جن کا بار مجھ پر تھا اور بڑھتا جا رہا تھا۔

میں نے سونی کے بارے میں اپنے خیال کا اظہار کیا تو خلاف توقع نہ وہ حیران ہوئی اور نہ خفا۔ اس نے خاموشی سے میری بات سنی اور بولی "مسٹر افلاطون۔ یہ تم کون سی نئی بات سمجھا رہے ہو مجھے۔ ارے بھائی' جب میں اسے عینی بنا کے لائی ہوں تو کیا اس لیے کہ دو ہفتے بعد واپس جا کے اسے پھر سونی بنا دوں؟ اس کا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ جلا دوں؟"

میں نے خفت سے سر کھجایا۔ "کمال ہے۔ یہ تم نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ میں تو ابھی غور ہی فرما رہا تھا۔"

"غور فرماؤ اپنے مسائل پر۔ زیادہ لمبا بکھیڑا مت پھیلاؤ۔ یہاں جن معاملات میں تم نے خود کو ملوث کر لیا ہے' وہ ختم کرو۔"

میں نے کہا "ایسا ہی کر رہا ہوں میں۔"

"نہیں تم طول دے رہے ہو معاملات کو" وہ بولی۔

میں نے کہا "چندا کے ساتھ آنے سے کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ وہ میرے پروگرام میں شامل نہیں تھی۔"

"خیر وہ تو گئی واپس۔ اب تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

میں نے کہا "کچھ نہیں۔ بس اب دو چار دن کی بات ہے۔"

وہ بولی "اگر تم نے دو چار دن سے زیادہ لگائے تو معلوم ہے میں کیا کروں گی؟"

میں نے کہا "مجھے مرغا بنا دو گی؟ میرا سر دونوں کانوں کے بیچ میں کر دو گی؟"

"مذاق کی بات نہیں۔ میں لاہور جا کے چندا کو یہاں بھیج دوں گی کہ جاؤ اسے دیکھو۔ وہ کن چکروں میں پڑ گیا ہے۔ وہ آئے گی اور تمہیں پکڑ کے لے جائے گی۔"

"یا تمہارے ہاتھوں پیروں کی ہتھکڑی بن جائے گی۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے" سونی نے کہا "وہ تمہیں باندھ کے بھی لے جا سکتی ہے۔"

"اگر اتنا بھروسا ہے اس پر تو آزما لو۔ اس کی اور تمہاری سب خوش فہمی دور ہو جائے گی' ہاں" میں نے فرضی مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔

نیلم نے کہا "سچ ناصر۔ بس بہت ہو گیا یہ کھیل۔ اب تو مجھے بھی انتظار ہے اس دن کا جب تمہارے ساتھ میں بھی کچھ کروں۔ اداکاری کی اس مصنوعی' پُرفریب شہرت' کھوکھلی عزت' خوشامد پرستی اور منافقت والی زندگی سے بہت بیزار ہو چکی ہوں میں۔ بس میرے اعصاب بالکل ہی جواب دینے والے ہیں۔ کسی دن نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا میرا اور تم بھی سن لو گے کہ نیلم پاگل ہو گئی۔"

سونی نے کہا "باجی نیلم' کیوں کرتی ہیں ایسی باتیں؟"

"کیوں؟ تمہارے سامنے بھی سچ نہ کہوں۔ دل کی بات نہ بتاؤں۔ میں اب سکون چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی پر اپنا حق چاہیے۔ میں عام عورت کی طرح صرف اپنی مصروفیات کے دائرے میں رہنا چاہتی ہوں۔ وہ مصروفیات جن میں مجھے لطف محسوس ہو۔ خوشی کا احساس ملے۔"

میں نے کہا "میں پھر وہی کہوں گا نیلم' شادی کر لو۔"

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں "یا میرے خدا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ یہ شخص مجھے سمجھتا ہے۔ سب کچھ تو جانتے ہو تم ناصر۔ میں شادی ضرور کرنا چاہتی ہوں مگر بالکل اسی طرح جیسے چندا تم سے کرنا چاہتی ہے۔ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔ کسی خوف اور اندیشے کے بغیر۔ کوئی رسک لیے بغیر' جوا کھیلے بغیر۔"

میں نے کہا "تمہیں پاگل ہونے سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ تم پہلے ہی پاگل ہو۔ تمہارے آسمانی آئیڈیل کے لیے اللہ میاں سے خصوصی درخواست کرنی پڑے گی۔"

وہ ہنسنے لگی "اپنے آئیڈیل تو بہت ملے مگر وہ اپنے آئیڈیل لائف پارٹنر کی تلاش میں تھے اور وہ آئیڈیل میں نہیں تھی لیکن وہ ملے گا' ضرور ملے گا۔ اللہ نے جب انسانوں کے جوڑے بنائے ہیں تو مجھے فراموش نہیں کیا ہو گا۔ اس کے لیے پریشان کیا ہونا۔ ویسے بھی زندگی تم پر مہربان تو نہیں ہے۔"

میں نے کہا "اچھا چلو' کوئی اور بات کرتے ہیں۔ یہ بتاؤ' تم روشنی کو جانتی ہو؟"

"روشنی؟" اس نے بے خیالی میں کہا۔

"اصل نام ہے گلاب جان۔ ٹی وی کی اداکارہ تھی' فلموں میں نہیں چلی۔"

اس نے سر ہلایا "ذرا حلیہ بتاؤ۔"

میں نے کہا "یعنی پہلے اسے دیکھ کے آؤں؟"

وہ مسکرانے لگی "گویا ابھی ملے نہیں ہو۔ خیر' مجھے کچھ یاد تو آ رہی ہے ایک لڑکی۔ غالباً یہی نام تھا اس کا اور میرے ساتھ بھی ایک فلم میں اس کا چھوٹا سا رول تھا۔ سب کہتے تھے کہ وہ پیدائشی طور پر اداکارہ ہے۔ اتنی فطری اداکاری کی تھی اس نے کہ کچھ لوگوں نے اس کو پاکستان کی سمیتا پاٹل کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی صورت کے نقوش میں سمیتا پاٹل کی جھلک تھی لیکن رنگ بہت صاف تھا۔ نام سے لگتا ہے کہ پٹھان ہو گی۔ پرابلم یہ تھی کہ وہ بالکل لے دیے رہتی تھی۔ نہ کسی سے فری ہوتی تھی اور نہ کسی کو فری ہونے کا موقع دیتی تھی۔ نہ فالتو بات کرتی تھی' نہ سنتی تھی۔ وہ کچھ تعلیم یافتہ بھی تھی۔ ایسی لڑکی فلموں کے ماحول میں کیسے نبھ سکتی تھی' اسے ٹی وی پر بھی پروڈیوسرز کے ساتھ مسئلہ ہی رہتا تھا لیکن اس کی اداکاری نے ایسی دھوم مچا دی تھی کہ پروڈیوسر خود اسے لینے پر مجبور تھے۔ تم روحی بانو کو جانتے ہو نا؟"

"اس عظیم اداکارہ کو بھلا کون نہیں جانتا؟"

"بس اسے دوسری روحی بانو سمجھ لو۔ روحی بانو بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔ اس کی بھی کسی سے نہیں بنتی تھی۔ روحی بانو فلموں میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پائی تھی۔ آج کل پتا نہیں کہاں ہے۔"

میں نے کہا "لندن میں ہے۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟" نیلم نے حیرانی سے کہا۔

"وہ ڈانسر بھی تھی۔"

"ہاں لیکن کلاسیکل ڈانس کا شوق تھا اسے اور فلموں میں ذرا دوسری قسم کے ڈانس ہوتے ہیں۔ جیسے میں کرتی ہوں۔ اس نے کچھ عرصہ ناہید صدیقی سے سیکھا تھا پھر ناہید صدیقی لندن چلی گئی۔ وہ شمیم کرانی کے گروپ میں شامل ہونا چاہتی تھی۔ شاید کراچی بھی گئی تھی مگر فلموں کی وجہ سے لاہور واپس آنا پڑا۔ یہاں وہ کیا کر رہی ہے؟"

"وہی — اپنی ناکامیوں سے جنگ" میں اٹھ کھڑا ہوا "میں اب چلتا ہوں۔ تم بھی آرام کرو۔ صبح پھر شوٹنگ کے لیے جانا ہو گا تمہیں۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ "شوٹنگ کا مت پوچھو' پروڈیوسر کی تو خواہش ہے کہ مہینے بھر کا کام پندرہ دن میں ہو جائے۔ اب یہ عجیب رجحان چل پڑا ہے انڈسٹری میں۔ کام بھگتاؤ۔ معیار کے لیے کیا پریشان ہونا۔ ہمیں کون سا آسکر لینا ہے۔ اپنے پاکستان میں ایوارڈ ملتا ہے ذاتی تعلقات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر۔ ورنہ اپنی کوئی تنظیم بنا کے اور دو چار فلمی صحافیوں کو ملا کے ایک ایوارڈ کا اعلان کرانا بھی مشکل نہیں ہوتا۔"

"اس سے تو بڑا نقصان ہوگا۔"

"سب کو نظر آرہا ہے لیکن پروڈیوسرز ایسے ہوگئے ہیں جن کے پاس صرف پیسہ ہے۔ عقل نہیں ہے اور وہ جو ایک چیز ہوتی ہے' پیشہ ورانہ لگن' وہ تو بالکل ہی نہیں ہے۔ بس فٹافٹ فلم مکمل کرو بیچو تیسے اور ریلیز کرو۔ دس لاکھ لگا کے گیارہ بارہ لاکھ مل جائیں کافی ہے۔ فلمی دنیا کا موج میلہ اور عیاشی بھی تو منافع ہے۔ یہی حال رہا تو دیکھ لینا' فلم انڈسٹری بالکل بیٹھ جائے گی دو چار سال میں۔"

میں نے کہا "اچھا' دیکھ لوں گا' خدا حافظ!"

وہ بولی "ارے اپنا پتا تو بتادو۔ فون نمبر کیا ہے؟"

میں نے کہا "کل پرسوں جب موقع ملے ساتھ چل کے دیکھ لینا۔"

رات کے دو بجے میں نے اپنے گھر سے جمی کو فون کیا۔ اس کی بیوی جولی نے کال ریسیو کی "کہاں تھے تم ہیرو۔ جمی کتنی بار فون کرچکا ہے تمہیں؟"

میں نے نفرت آمیز لہجہ بنا کے کہا "جمی کون؟ تمہارا وہی ولن ٹائپ شوہر جو میرے اور تمہارے درمیان دیوار چین کی طرح حائل ہے؟"

وہ ہنسنے لگی "ابھی تک مجھ سے اظہارِ عشق تو کیا نہیں ہے تم نے۔"

میں نے کہا "کیا تم میرے دل کی دھڑکنیں نہیں سن رہی ہو؟"

وہ بولی "یہ فون ہے۔ اسٹیتھس اسکوپ نہیں۔"

پھر جمی کی آواز آئی "شانا۔ کہاں لاپتا ہوگئے تھے تم؟"

میں نے کہا "تم جاگ رہے ہو ابھی تک؟"

"واٹ نان سنس۔ میرا نائٹ کلب ہے" وہ بولا "میرے سونے کا وقت صبح پانچ بجے سے دوپہر ایک بجے تک ہے۔ تم جہاں بھی ہو ابھی آجاؤ۔"

میں نے کہا "کیوں؟ کیا تمہیں یقین نہیں کہ صبح تک زندہ رہو گے؟"

"میری صبح ہوتی ہے ایک بجے۔ رب نواز سے ہم نے جو ڈیل کی تھی۔ وہ مال مجھے مل گیا ہے۔ میں چاہتا تھا تم اٹھالو۔"

میں نے کہا "وہ میں کل ایک بجے کے بعد ہی اٹھا سکتا ہوں۔ ابھی تو میں اتنا تھک گیا ہوں کہ خود کو بھی نہیں اٹھا سکتا۔"

وہ مایوس لہجے میں بولا "اچھا۔ ایک اور بھی خبر تھی تمہارے لیے۔ رب نواز نے بتایا ہے کہ ایک اس سے بھی بڑی لاٹ دو دن میں وصول ہوجائے گی لیکن اسے برسوں ہر حال میں پاکستان واپس جانا ہے۔"

"تو جائے۔ ہم نے اسے کب روکا ہے؟"

"وہ چاہتا تھا کہ ہم یہ مال بھی اس سے نقد خرید لیں۔ ایک لاکھ پاؤنڈ میں۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم آسانی سے دو لاکھ پاؤنڈ کما سکتے ہیں لیکن میں نے کہہ دیا کہ اول تو میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے اور پھر دیکھے بغیر مال اٹھانے کا جُوا میں کیسے کھیلوں؟ کیا تم ایسا کرسکتے ہو؟"

میں نے کہا "ہرگز نہیں۔"

"مگر تم نے رب نواز سے کہا تھا کہ تم رقم کا انتظام کرلو گے؟"

میں نے کہا "میں نے کوشش ضرور کی تھی لیکن کوئی بینک گارنٹی نہیں ملی۔ رقم کا انتظام کرنے کے لیے خود میرا پاکستان میں ہونا ضروری ہے۔ تم رب نواز سے صاف کہہ دو کہ مال چھوڑ کے نہیں جاسکتا تو جہنم میں جائے مال بھی اور وہ خود بھی۔"

جمی ہنسا "بالکل یہی کہا میں نے بھی لیکن تم ذرا ایکٹو ہوجاؤ۔ تمہیں فوری طور پر خریداروں سے رابطے شروع کردینے چاہئیں تاکہ ہماری رقم اور منافع جلد سے جلد وصول ہوسکے۔ رب نواز تم سے ملنے کے لیے سخت بے چین ہے۔ صبح اس سے مل لو۔"

میں نے کہا "صبح میں کہیں اور مصروف ہوں' گڈ نائٹ!"

ساٹھ ہزار پاؤنڈ کے بعد ایک لاکھ پاؤنڈ کا مال ملنے کی خبر نے میرا دل خوش کردیا۔ حالات میری موافقت میں جارہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ سفر سچ مچ میرے لیے وسیلۂ ظفر ثابت ہورہا ہے۔ کسی انتظام دست غیب نے مجھ راہ گم کردہ مسافر کو پھر اپنی منزل کا نشان دے دیا تھا اور ایسا لگتا کہ دو سال کی دربدری کے بعد چندا کی صورت میں مجھے پھر اپنی گم گشتہ جنت مل گئی ہے۔ نگری نگری پھرا مسافر گھر کا رستہ بھول گیا مگر گھر نے پھر مجھے بلالیا۔ آج ہی مجھے روشنی کا سراغ ملا تھا جو میرے مستقبل کی دائمی شناخت قائم کرنے کا وسیلہ بن سکتی تھی اور بالآخر میں دُہری زندگی بسر کرنے کی مجبوری سے آزاد ہونے کی امید کرسکتا تھا۔ یہ مجبوری کسی طرح بھی خود اختیاری نہیں تھی۔ میری صورت کا شاہ عالم سے مماثل ہونا تقدیر کا ایک سنگین مذاق تھا جس کی میں نے بڑی لمبی اور سخت سزا کاٹی

تھی۔

آج ہی سونی کے لیے ایک پُرخوف ماضی کے آسیب سے نجات کی اور حیاتِ نو کی امید سامنے آئی تھی۔ آج کا دن یقیناً اچھا تھا۔

میں نے ایک پُرسکون نیند والی رات گزاری لیکن صبح دیر تک نہ سوسکا۔ میرے ذہن میں صبح کے وقت کی ایک مصروفیت کا خیال تھا کہ میں نو بجے ناشتے سے فراغت پاکے روشنی سے ملنے نکل گیا۔ جہاں وہ رہتی تھی وہ ایک طرح سے ورکنگ ویمن ہاسٹل تھا۔

میرے سوال کے جواب میں گیٹ کیپر یا JENITOR نے بدتمیزی سے کہا "فرسٹ فلور پر کمرا نمبر چودہ لیکن تم اندر نہیں جاسکتے۔"

میں نے کہا "میں ایک شریف آدمی ہوں۔"

"ہوگے۔ نہ ہوتے تب بھی مجھے فرق نہ پڑتا۔ یہاں کا اصول ہے کہ ملاقات کے لیے مردوں سے باہر ملو۔ باہر جو چاہو کرو۔ یہاں رہنے کے لیے شرط ہے کہ میٹرنٹی کا کوئی چکر نہ ہو۔"

میں نے کہا "اچھا پھر اسے بتادو۔"

"کیا بتادوں اور کیسے بتادوں' وہ یہاں نہیں ہے۔"

"مگر ابھی تو تم نے کہا تھا روم نمبر چودہ؟"

وہ خفگی سے بولا "تم شریف ہی نہیں بے وقوف بھی ہو۔ وہ کمرا نمبر چودہ میں رہتی ضرور ہے مگر اس وقت گئی ہوئی ہے۔"

میں نے بُرا مانے بغیر کہا "کیا تم میری کچھ مدد کرسکتے ہو' بتا کے کہ میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں؟"

"پاگل خانے میں" وہ بولا۔

میں نے کہا "ماں کو دیکھنے گئی ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

میری بات نے گیٹ کیپر کو کچھ متاثر کیا "نہیں۔ ماں نے کیا ہے۔ اسے۔ میرا مطلب ہے رشی کو پاگل خانے [illegible] نے فون کرکے بلایا تھا۔ اس سے زیادہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

میں نے ایک پاؤنڈ اس کے ہاتھ میں تھمایا "مجھے مینٹل ہاسپٹل کا پتا یا فون نمبر چاہیے۔"

وہ مسکرایا "تم واقعی شریف آدمی ہو اور بے وقوف بھی نہیں ہو۔ میرا خیال غلط تھا۔"

روشنی سے ملنے کے لیے میں بہترین لباس پہن کے آیا تھا اور میں نے ٹیکسی کے بجائے ایک کار ہائر کی تھی۔ شاہ عالم انٹرنیشنل ڈرائیونگ لائسنس ہونے کی وجہ سے مجھے لندن

ڈرامائی انجسٹ میں شائع ہونے والا
پراسرار اور دہشتناک ناول

کالا منتر

ایم الیاس

اس معصوم بچے کی کہانی جس کے سینے میں انتقام کی چنگاری روشن تھی۔
کالے منتر اور جنتر کے خطرناک جادو کا خوفناک ٹکراؤ۔
جیتا کون تھا؟ اسے کالا منتر کس نے سکھایا؟
جیتی ــــ جو ظالموں کے لئے قہر بن گیا۔

قیمت 200 روپے

محصول ڈاک 30 روپے

اپنے قریبی بکسٹال پر جاکر سے طلب فرمائیں یا براہ راست منگوانے کے لئے کتاب کی قیمت اور ڈاک خرچ ادارہ کے نام منی آرڈر یا رائٹ بنا کر ارسال کریں۔

براہ راست منگوانے کا پتہ:

ناشر
علی میاں پبلیکیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ' اردو بازار لاہور 7247414

علی بکسٹال (اسٹاکسٹ)
نسبت روڈ
چوک میو ہسپتال، لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی سڑکوں پر خود ڈرائیونگ کرنا مشکل نہیں تھا۔ بزنس کے سلسلے میں میرا اکثر لندن آنا جانا رہتا تھا مگر میں یہاں کی سڑکوں اور گلیوں سے بہت زیادہ واقفیت نہیں رکھتا تھا لیکن لندن جیسے شہر میں کوئی نووارد کبھی بھٹک نہیں سکتا۔ جگہ جگہ روڈ میپ لگے ہوئے ہیں جو صحیح رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ راستوں کے نام بہت واضح انداز میں نظر آتے ہیں اور سب سے بڑھ کر لندن کا روایتی اخلاق والا پولیس مین جو پبلک کا دوست کہلاتا ہے اور جسے لوگ پیار سے بوبی کہتے ہیں۔ وہ ہر وقت اور ہر جگہ مکمل رہنمائی اور مدد کے لیے موجود رہتا ہے۔

ایک گھنٹے بعد میں نے مینٹل ہاسپٹل کے باہر گاڑی پارک کی اور ایک بہت خوبصورت باغیچے سے گزر کے ہال میں پہنچا جہاں آرام دہ کرسیوں پر بہت سے لوگ خاموش بیٹھے تھے۔ ان میں اکثریت انگریز مردوں اور عورتوں کی تھی۔ جب میں نے ان پر ایک نظر ڈالی تو مجھے وہاں ایک ہی ایشیائی نقوش رکھنے والی لڑکی نظر آئی جس کا لباس بھی شلوار قمیص تھا۔ میں نے اس کی صورت پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ وہی روشنی ہو سکتی ہے۔

میں نے اس کے قریب جا کے اردو میں پوچھا "آپ روشنی ہیں؟"

اس نے مجھے قریب آتے دیکھ لیا تھا۔ میرے سوال پر وہ چونکی نہیں۔ اس نے اٹھ کے سرہلایا "جی' میں روشنی ہوں۔"

میں نے کہا "میں شاہ عالم ہوں۔"

رواج اور عادت کے مطابق اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ پاکستان میں وہ کبھی ایسا نہ کرتی۔ اس نے مجھے نظر جما کے غور سے دیکھا "معاف کیجئے۔ میں نے پہچانا نہیں آپ کو۔"

میں نے کہا "کیسے پہچانیں گی جب آج سے پہلے ہم کبھی ملے ہی نہیں۔"

وہ کچھ اور حیران ہوئی "پھر ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے؟"

میں نے کہا "جیسے میں نے آپ کو کئی ڈراموں اور فلموں میں دیکھا تھا۔ ایسے ہی آپ نے میری تصویریں اخبارات میں دیکھی ہوں گی۔ پہلے میں سیاست میں بہت ایکٹو تھا۔ میری اپنی سیاسی جماعت کا نام پی ایف تھا۔"

"پیس جسٹس اینڈ فرینڈ شپ پارٹی!" وہ بولی "ایم پی اے تھے آپ؟"

"رائٹ۔ کیا آپ بھی خدانخواستہ میری ووٹر تھیں؟" میں نے کہا۔

"خدانخواستہ کیوں۔ اس وقت میں اس نام سے اور پارٹی کے منشور سے بہت متاثر تھی۔ یہی تین چیزیں تو نہیں ملیں پاکستان میں کسی کو۔ آزادی' امن اور انصاف۔ خیر یہ بتایئے' آپ یہاں کیسے؟"

میں نے کہا "میں صرف آپ سے ملنے آیا تھا۔ آپ بتایئے والدہ کیسی ہیں؟"

وہ اداس ہو کے بیٹھ گئی "اب تو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ جی ٹھیک ہیں۔ ان کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے۔"

میں اس کے پاس بیٹھ گیا "کیا ان کا علاج ٹھیک نہیں ہو رہا ہے؟"

"علاج کیا کرے گا جب کوئی جینا ہی نہ چاہے۔ ڈاکٹر اور نرسیں سب بہت اچھے ہیں۔ اماں ان سے بالکل تعاون نہیں کرتیں۔ وہ دوا بھی زبردستی دیتے ہیں۔ ہر دوا انجکشن سے نہیں دی جا سکتی اور انہیں کم سے کم دوا کے معاملے میں باقاعدگی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس عمر کے امراض ہی لاحق ہیں۔ بلڈ پریشر اور ذیابیطس۔ انہیں کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو بہت نقصان ہوتا ہے۔ پھر کھانے کا مسئلہ ہے۔" ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی سے دل کی بات کہنے کے لیے بے قرار تھی۔

میں ہمدردی سے سب سنتا رہا۔

بالآخر اسے خود ہی احساس ہو گیا۔ "اوہ' معاف کیجئے گا۔ میں اپنی کہتی رہی۔ آپ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "دراصل میں اماں کی طرف سے بہت زیادہ پریشان ہوں اور یہاں میں بالکل تنہا ہوں۔ کسی سے دل کی بات کرنا بھی مشکل ہے۔ کسی کو فرصت ہی نہیں اور پھر ایک بوڑھی عورت کی زندگی یا موت سے کسی کو دلچسپی بھی کیا ہو سکتی ہے۔ کبھی روم میٹ سے بات کروں تو وہ کہتی ہے ہاں بھئی' یہ تو اس عمر کے مسائل ہیں جن سے سب ہی دوچار ہوتے ہیں۔ پھر وہ اپنی بات شروع کر دیتی ہے جو میں اس لیے نہیں سنتی کہ مجھے اس کے بوائے فرینڈز اور ان کے رومانٹک ایڈونچرز میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔ چنانچہ اب ہم آپس میں صرف ضروری گفتگو کرتے ہیں۔ وہ بھی کبھی ہم اکٹھے ہوں اور فارغ ہوں تب' کبھی وہ

آتی ہے صرف سونے کے لیے۔ ورنہ ہفتے میں تین چار دن تو میں اکیلی ہوتی ہوں۔ وہ آتی ہی نہیں۔"

میں نے ایک اور وقفے میں پوچھا "یہاں علاج تو خاصا مہنگا ہو گا؟"

اس نے صرف سرہلانا کافی سمجھا "یہاں کا پتا آپ کو کس نے بتایا؟"

میں نے کہا "میں آپ سے ملنے کے لیے ہاسپٹل گیا تھا' ہاسپٹل کا پتا مجھے ایک دوست سے ملا تھا۔ آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟"

اس نے مجھے نظر جما کے دیکھا "اگر آپ کی مراد اس کام سے ہے جو میں پاکستان میں کرتی تھی تو میرا جواب ہے کچھ نہیں۔ ویسے ایک ملازمت ہے۔"

میں نے کہا "ہے تو یہ پرسنل سا سوال' مگر اخراجات کیسے پورے ہوتے ہیں۔ خصوصاً علاج معالجے کے؟"

وہ سپاٹ لہجے میں بولی "بس ہو جاتے ہیں کسی نہ کسی طرح۔ اللہ کوئی سبب بنا دیتا ہے۔ یہاں فلاحی ادارے بہت کام کرتے ہیں۔ اسپتال کو بہت پیسا ملتا ہے۔ کچھ لوگ کسی مریض کی ذمے داری قبول کر لیتے ہیں۔ ایک نیک دل بوڑھے انگریز نے اماں کی ذمے داری لے رکھی ہے۔ ہفتے میں ایک بار انہیں دیکھنے بھی آتا ہے حالانکہ وہ خود بھی اکیلا ہے۔ کسی اولڈ ہوم میں رہتا ہے کیونکہ بچے اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے اور وہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ پیسے کی کوئی کمی نہیں..... بڑی مشکل سے چلتا ہے خود بھی مگر بڑا زندہ دل ہے۔ ہر وقت ہنستا ہنساتا رہتا ہے۔ میری بڑی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ بھئی' مایوس اور مغموم ہونے سے نہ حقائق بدل سکتے ہیں اور نہ کوئی مشکل آسان ہوتی ہے۔ جو ہونا ہے سو ہونا ہے' پھر رونا کیسا؟"

میں نے محسوس کیا کہ وہ اعصابی کشیدگی کا شکار ہے اور اس کا اتنا بولنا بھی بے سکونی کی کیفیت کا آئینہ دار تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر خاموش ہو گئی "آپ نے بتایا نہیں کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

میں نے کہا "آپ کو کب فراغت ہو گی؟"

وہ بولی "میں فارغ ہی ہوں۔ ذرا ڈاکٹر کی رپورٹ کا انتظار تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پانچ منٹ بیٹھو' میں پوچھ کے آتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

وہ پانچ منٹ میں لوٹ آئی۔ میں نے اتنی دیر میں دوسرے لوگوں کو دیکھا جو وہاں روشنی کی طرح کسی نہ کسی مسئلے سے دوچار تھے۔ ان کی صورتوں پر ان کے جذبات کی تحریر میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ سب اپنے پیاروں کے لیے پریشان تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ پریشانی سے کچھ نہیں ہو گا۔ میرے قریب ہی ایک بڈھا بڈھیا اپنی بیٹی کے مسئلے پر آپس میں بحث کر رہے تھے۔ بڑھیا مایوسی کی فرسٹریشن کا شکار تھی۔ بڈھا اسے سمجھا رہا تھا کہ ماتا علاج ابھی تک کارگر نہیں ہوا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علاج لاحاصل ہے۔ ہم اسے گھر بھی تو نہیں لے جا سکتے۔ کون سنبھالے گا اسے؟ خود ہمیں سنبھالنے والا کوئی نہیں۔

لندن ہو یا لاہور' زندگی کی گہما گہمی سے معمور شاہراہوں پر' خوبصورت تجگمگاتی روشنیوں والے ہوٹلوں میں' شاپنگ سینٹرز کی رونق میں' شادیوں کے' بیاہ شادے اور کامیابیوں کے جشن مناتے' خوش پوش اور خوش باش لوگ۔ ہنستے قہقہے لگاتے۔ زندگی کے حسن سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے۔ ایک لمحے کے لیے بھی اپنے تصور میں اس وقت کو نہیں لاتے جب بڑھاپا' بیماری' تنہائی کے روگ اور کس مپرسی کے آزار ہوں گے اور یاد ایام عشرت فانی' کوئی ان دیواروں کے پیچھے جھانکتا تک نہیں جن کے اندر ہزاروں لاکھوں لوگ صرف مرنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اسپتالوں' پاگل خانوں' جیل کے حفاظت خانوں اور خود اپنے گھروں میں۔ آدمی کی نظر اور خیال اور قدم اس سمت میں جاتے ہی نہیں۔

وہ مضمحل اور تھکے قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی لوٹی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر اور خصوصاً بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں غم واندوہ کے تاریک سائے گہرے ہو گئے تھے اور وہ میرے سامنے اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھی جو ایک نمناک چمکتی تہ کی طرح آنکھوں میں جھلکنے لگے تھے۔ اس نے سر کے اشارے سے مجھے چلنے کے لیے کہا۔

میں اس کے ساتھ چلنے لگا "مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔"

اس نے آنکھوں سے چھلک جانے والے دو قطروں کو ایک رومال سے صاف کیا "ہاں۔ اب صرف انتظار ہے۔ کسی بھی دن وہ مجھے فون کر کے بتا دیں گے کہ تمہاری ماں نہیں رہی۔ آؤ اور اسے لے جاؤ۔ اور بس۔"

میں نے کہا "آئی ایم سوری!"

وہ بولی "دکھ تو یہ ہے کہ میں آخری وقت میں ماں کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اسے گھر بھی نہیں لے جا سکتی۔ گھر کہاں ہے میرا۔ رہنے کے لیے ایک ٹھکانا ہے مگر وہاں صرف میں رہ سکتی ہوں اور گھر لے لوں تو کیا ماں کی خدمت کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے گھر بیٹھ جاؤں یہ کام کے بغیر تو دو وقت کی روٹی کا جو آسرا ہے' یہ بھی نہیں رہے گا۔ وہ اجنبی نرسوں' ڈاکٹروں اور اپنے جیسے معذوروں کے درمیان اکیلی مرجائے گی۔ کاش میں آخری وقت میں اس کے پاس ہوتی۔ اس کے سرہانے سورۂ یاسین پڑھ سکتی۔ اس کے حلق میں پانی کے چند قطرے ٹپکا سکتی۔ اپنے پاکستان میں تو ایسا ہوتا ہے۔"

جب اس نے اپنے پاکستان کی بات کی تو مجھ سے برداشت نہ ہوا "تم اگر چاہو تو ایسا ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میں نے خود کو سمجھالیا ہے کہ یہ ممکن نہیں۔"

میں نے کہا "تم اسے میرے گھر لا سکتی ہو؟"

"آپ کے گھر؟"

"ہاں' ابھی کم سے کم چھ مہینے۔ بلکہ آٹھ مہینے کے لیے ایک گھر ہے میرے پاس۔ ایک فل فرنشڈ ہاؤس۔"

اس نے اداسی سے کہا "تھینک یو شاہ عالم صاحب آپ کی ہمدردی کا۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

میں نے کہا "میں یہاں صرف دو چار دن ہوں۔ پھر پاکستان لوٹ جاؤں گا۔ گھر خالی ہوگا۔ اس کا کرایہ بھی ادا کیا جا چکا ہے۔"

اس نے الجھی ہوئی سوالیہ اور حیران نظروں سے مجھے دیکھا "اس فراخ دلانہ پیشکش کا کوئی مقصد تو ہوگا نا؟"

"NO OBLIGATIONS۔"

"پھر شاید وہ کام کرنا پڑے گا مجھے' جس کے لیے آپ مجھے تلاش کرتے ہوئے آئے تھے؟"

میں نے کہا "وہ تمہاری مرضی کی بات ہے۔ میں اتنا گرا ہوا آدمی نہیں ہوں مس روشنی کہ تمہاری مجبوری سے فائدہ اٹھاؤں۔"

"مجبوری سے کون فائدہ نہیں اٹھاتا؟"

میں نے کہا "یور رائٹ! کسی نہ کسی معاملے میں ہم سب مجبور ہوتے ہیں اور دوسروں کی شرائط تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن انسانیت سے گر کے نہیں۔ ماں تو سب کی ماں ہوتی ہے۔ میں اس کی زندگی کے آخری لمحات کی کوئی قیمت لگا کے تمہیں خریدنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ کام کی بات بھی ضرور کر لیں گے ہم لیکن تم انکار کر دو گی تو میں یہ پیشکش واپس نہیں لوں گا۔ بلکہ تمہارے دل میں یہ خیال ہے تو میں ابھی بات ہی نہیں کرتا۔ تم ماں کو لے آؤ' گھر میں رہو۔ میں آج ہی ہوٹل میں شفٹ کر جاتا ہوں۔ میرے پاکستان جانے کے بعد تم جب تک چاہو رہو۔ اگر جانا ہو تو چابی میرے ایجنٹ کو دے جانا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی "آپ اپنا گھر مجھے دے کر خود بے گھر ہوں گے۔ آخر کیوں شاہ عالم صاحب! اتنی مہربانی کیوں میرے حال پر؟"

میں نے کہا "ویسے تو ایک لڑکی ہوگی وہاں۔ جو میری چھوٹی بہن ہے یعنی۔ آج کل نسیم کے ساتھ لندن آئی ہوئی ہے۔ تم نسیم کو جانتی ہو؟"

"وہ جو مشہور فلمی شخصیت ہیں؟"

"وہی۔ ان کے ساتھ میرا کوئی خون کا رشتہ تو نہیں لیکن وہ مجھے دس سال سے جانتی ہیں اور میرے لیے بڑی بہن کی طرح ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھا ہے۔ گاڑی کہاں ہے تمہاری؟"

اس کا اعتماد ایک دم بحال ہو گیا "شاہ صاحب۔ میرے پاس گاڑی نہیں ہے۔"

"میرے پاس ہے" میں نے کہا "یہ بتاؤ' ہم کہاں بیٹھ کے بات کر سکتے ہیں؟"

"جہاں بھی آپ چاہیں۔"

میں نے کہا "ہم کہیں چائے پئیں گے پہلے۔ پھر کھانا کھائیں گے' ٹھیک ہے؟"

وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی "آپ کوئی ٹی وی سیریل وغیرہ پروڈیوس کر رہے ہیں یا فلم بنانا چاہتے ہیں؟"

"مجھے اس کا کبھی خیال نہیں آیا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔"

"میں سمجھی تھی آپ کو میری اداکاری چاہیے۔"

میں نے کہا "یہ ٹھیک ہے۔ آپ کو اداکاری ہی کرنی ہے مگر فلم یا ٹی وی کے ڈرامے میں نہیں۔ یہ حقیقی زندگی کا رول ہے۔ جتنا مشکل اتنا ہی آسان۔"

ہم ہائیڈ پارک کے ایک مجسمہ دان اور خوبصورت کونے میں بنے ہوئے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں بیٹھ گئے۔ اب میں نے اس کا غور سے جائزہ لیا۔ خزینۂ حسن و شباب میں سختی حالات اور غم و تفکرات کی فراوانی سے کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اس کے رنگ و روپ کی تابانی فطری تھی۔ میک اپ نہ ہونے' لباس کے معاملے میں عدم توجہی یا بے ترتیب بالوں سے اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ بے آرامی سے اس کی آنکھوں کے گرد معمولی سے حلقے ضرور نمودار ہو گئے تھے اور وہ کچھ کھوئی کھوئی سی نظر آتی تھی۔ وہ ساڑھے پانچ فٹ سے نکلتے قد کی صحت مند لڑکی تھی جس کا بدن کسی حد تک بھاری پن کی طرف مائل تھا مگر اسے گدرایا ہوا بدن بھی کہا جا سکتا تھا۔ وہ عمر کے اس حصے میں تھی جب لگتا تھا کہ وقت اس کے

لیے ٹھہر سا گیا ہے۔ بیس سے تیس سال کے درمیان عمر کا تعین بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔

مجھے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ کچھ نروس ہوئی "کیا... کوئی ایسی بات ہے جو کہنے کے لیے آپ کو الفاظ نہیں مل رہے ہیں؟"

میں چونک کے مسکرایا "واقعی۔ ایسی ہی مشکل سے دوچار ہوں میں۔ لیکن میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔"

وہ تلخی سے بولی "میرا وقت۔ وہ تو ہے ہی ضائع کرنے کے لیے۔ آپ کہیں کیا کہنا ہے۔ میں بالکل برا نہیں مانوں گی۔ خواہ آپ کچھ بھی کہہ دیں۔ ویسے آپ جیسے شریف آدمی سے مجھے غلط بات کی امید نہیں۔"

میں نے کہا "شاید بعد میں آپ کی رائے بدل جائے لیکن مس روشنی' پہلے آپ میری سن لیجیے۔ سمجھنے کا مرحلہ اس کے بعد آئے گا۔ اگر میری بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو آپ بلا خوف و تردد انکار کر کے جا سکتی ہیں۔ میں اس کام کے لیے آپ کو موزوں ترین سمجھ کے آیا تھا۔ یہ ایسا کام ہے جو کوئی عورت ہی کر سکتی ہے۔ مجھے کوئی اور بھی مل جائے گی۔"

"آپ کہیے' مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟" میں نے کہا۔

"میں ایک بک شاپ میں ہوں۔ اس سے پہلے ایک گروسری شاپ میں سیلز گرل تھی۔ اس سے پہلے ایک پاکستانی کی انگریز بیوی کو اردو سکھاتی تھی۔ اس سے پہلے ڈبل ڈیوٹی تھی۔ ایک انگریز کو اردو سکھاتی رہی اور اس کی پاکستانی بیوی کو انگلش۔ اس سے پہلے بے بی سٹنگ بھی کی۔ اور ہاں' اس سے پہلے میں اداکاری ہی کرتی تھی" وہ تلخی سے ہنسی۔

میں نے کہا "پھر یہ کس قسم کے کام شروع کر دیے تم نے؟"

"اس لیے کہ میں ایسے ہی کام کر سکتی تھی۔ نہ کوئی پروفیشنل ڈگری ہے میرے پاس اور نہ تجربہ۔ اداکاری کی صلاحیت تو خداداد تھی۔"

میں نے کہا "جو کام تم نے سب سے بہتر کیا۔ بہت کم عمر میں اپنی ایک شناخت بنائی اور نام کمایا' وہ کیوں چھوڑ دیا تم نے؟"

"چھوڑے شاہ عالم صاحب! ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ صرف نام یا شناخت کے حوالے سے کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب تک فنکار مالی طور پر مستحکم نہ ہو' استحصال کا شکار ضرور ہوتا ہے۔ کیا فلم اور کیا ٹیلی وژن۔ وہاں کے کردار دھرنا اداکاری کے علاوہ بھی بہت کچھ مانگتے ہیں۔ کامیابی کی ہر سیڑھی پر اوپر جانے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ورنہ وہ لوگ سیڑھی ہی کھینچ لیتے ہیں۔ وہاں دو ہی طرح کے لوگ کامیاب ہیں' ایک وہ جنہیں پیسے کی پروا نہیں' دوسرے وہ جنہیں عزت کی پروا نہیں۔"

میں نے کہا "بک شاپ سے آپ کو کیا ملتا ہے؟"

"دو سو پاؤنڈز ہفتہ۔ کام سخت نہیں ہے۔ اوقات کار کم ہیں اور مالک ایک اصول پرست قسم کا کٹر یہودی ہے مگر وہ متعصب اور بدنیت نہیں ہے۔"

"جتنا تم ایک ہفتے میں کماتی ہو' اتنا شاید تمہاری چھوٹی بہن ایک دن میں کما لیتی ہوگی؟"

دکھ' احساسِ ذلت اور غصے سے اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ "ایک دن ہی نہیں' ایک رات میں کہیے۔ کیا آپ مجھے ترغیب دے رہے ہیں کہ میں اس کی طرح اپنی آمدنی کیوں نہیں بڑھاتی۔ بڑھا تو سکتی ہوں اگر چاہوں' اس سے زیادہ خوبصورت ہوں میں لیکن آپ کیسے جانتے ہیں اسے؟"

میں نے کہا "جس دوست نے' دوست تو خیر نہیں کہنا چاہیے اسے' جس شخص نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا' وہ جانتا تھا۔"

روشنی نے اپنا بیگ اٹھالیا "میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔ چائے کے لیے بہت شکریہ۔ میں وہ کام نہیں کر سکتی جس کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیا تھا۔"

میں نے کہا "پلیز بیٹھو۔ ابھی تک میں نے کام کی بات نہیں کی۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آمدنی بڑھانے کا جو پروپوزل آپ کے ذہن میں ہے وہ میرے لیے ناقابل قبول ہے۔"

میں نے کہا "دیکھیے' آپ نے میری بات کا الٹا مطلب خود نکالا ہے۔ میں آپ کی بہن کے مقابلے میں آپ کی آبرومندانہ جدوجہد کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔ ہرگز یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ آپ کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ کوئی لڑکی اس طرح پیسا کمانا چاہے تو لندن کا ماحول اس کے لیے بہت سازگار ہے اور اس کے لیے مواقع کی بھی کوئی کمی نہیں۔ اسے کسی افلاطون کے مشورے یا فنانشل ایڈوائزر کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ پھر بیٹھ گئی "شاید میں ضرورت سے زیادہ حساس اور انا پرست کا شکار ہو گئی ہوں۔ یہ فرسٹریشن بھی میری توقعات کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکست کا نتیجہ ہے۔ بڑا گمان تھا مجھے اپنی فنکارانہ صلاحیت پر۔ یہ سوچتی تھی میں کہ فن کے قدردان مجھے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے مگر میں صرف ایک عورت تھی۔ جوان اور خوبصورت' جو پبلک پراپرٹی بن گئی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ فنکار کی نجی زندگی کوئی نہیں ہوتی۔ وہ پبلک پراپرٹی ہوتی ہے۔"

میں نے کہا "یہ افسوسناک صورتِ حال ہر جگہ ہے۔"

"میں لوگوں کی باتوں میں آ کے بہت خوار ہوئی۔ دولت' عزت' شہرت کے خوابوں کے لیے میں نے بہت کچھ کیا جو میں کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن ایک وقت آیا جب میں نے محسوس کیا کہ میری عزت کھوکھلی ہے اور ذلت حقیقی۔ اور یہ ہمیشہ ایسے ہی رہے گا۔ ابھی تم نیلم کی بات کر رہے تھے۔ کتنی بڑی سپر اسٹار ہے وہ.... مگر کیا کوئی عزت دار گھرانا اسے اپنی بہو بنانے میں فخر محسوس کرے گا۔ خواہ اس گھر کا ہر بچہ بوڑھا نیلم کا پرستار ہو؟"

میں نے کہا "ٹیک اٹ ایزی۔ چلو ہم کہیں چلتے ہیں لنچ کے لیے۔ اور انہیں بھی ساتھ لے چلتے ہیں' یعنی کو اور نیلم کو۔"

وہ ایک دم پُرسکون ہو گئی "نیلم کو۔۔۔ وہ تو شوٹنگ کے لیے آئی ہیں۔ وہاں وہی فلمی دنیا کے لوگ ہوں گے۔ وہ سب بھی یہی پوچھیں گے کہ کیا کر رہی ہو اور کیوں کر رہی ہو؟ ان کی ہمدردی بھی ایک طعنہ ہوگی میرے لیے۔ ان کے تجسس میں بھی تضحیک کا پہلو ہوگا۔ میں ان سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"چلو چھوڑو۔ لنچ ہم یہیں کر لیں گے۔ جب بھوک لگے گی' آرڈر دے دیں گے۔ پہلے کام کی بات کرتے ہیں۔"

اس نے سر ہلایا "میں بھی یہی چاہتی تھی۔"

میں نے کہا "مس روشنی۔ اس کام کے لیے میں آپ کو دس ہزار پاؤنڈ ماہانہ بھی دے سکتا ہوں۔ چھ ماہ تک۔ یہ آپ کی موجودہ آمدنی کے مقابلے میں دس گنا سے بھی زیادہ ہے۔"

وہ مجھے بے یقین نظروں سے دیکھتی رہی "آپ نے کہا تھا کہ اس کام کا تعلق میری اداکاری سے ہوگا۔"

"یس۔ تم کو میری بیوی کا رول کرنا ہوگا" میں نے کہا۔

"بیوی کا رول۔۔۔؟ میں سمجھی نہیں۔ بیوی یا تو بیوی ہوتی ہے حقیقی زندگی میں' منکوحہ۔۔۔ یا پھر۔۔۔ داشتہ۔"

میں نے کہا "نہیں۔ میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔ تم کو یہ رول صرف دنیا کو دکھانے کے لیے کرنا ہے۔ میرے لیے تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا۔"

"حجات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

میں نے کہا "بہت آسان اردو زبان میں بات کی ہے میں نے۔ میں نے اپنے سب حوالے بتا دیے ہیں کہ میں کون ہوں اور کیا کرتا ہوں۔ لندن میں میرے جاننے والے کم نہیں مگر پاکستان سے میرے رشتے پرانی بنیادوں پر قائم ہیں۔ میں پاکستانی ہوں اور یہی میری سب سے بڑی شناخت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے کوئی معاشی مجبوری نہیں کہ میں ترکِ سکونت کروں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ روزی روٹی کے لیے خدا نے ہر جگہ وسائل رکھے ہیں۔ عیاشی کی زندگی کے لیے میں بے عزت ہو کے جینا قبول نہیں کر سکتا تھا۔ یہ جو ریال اور ڈالر کمانے کے لیے جلاوطنی کا عذاب قبول کرتے ہیں انہیں ہر قدم پر اپنی عزتِ نفس اور غیرت مندی کے ساتھ ایک سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ دیارِ غیر میں کوئی کتنے بڑے عہدے پر کیوں نہ فائز ہو اور کتنا بھی اہم کام کیوں نہ کر رہا ہو' اس کی حیثیت دوسرے درجے کے شہری کی برحال رہتی ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر مجبور آدمی خودی کو کیسے بلند رکھے؟"

میں نے کہا "میرے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ میں کینیڈا' امریکا شفٹ کرنا چاہوں تو میری انویسٹ منٹ کے ساتھ ہی مجھے شہریت مل سکتی ہے۔ عام آدمی اس کے لیے کتنے پاپڑ بیلتا ہے اور کتنا خوار ہوتا ہے لیکن میں ایسا سوچنا بھی غداری کے مترادف سمجھتا ہوں کہ اپنے ملک کا پیسہ باہر لے جاؤں۔ یہ سب بتانے کا مقصد تمہیں متاثر کرنا نہیں۔ یہ بتانا ہے کہ تم مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو۔" میں آپ جناب سے تم پر آ گیا تھا۔

"لیکن یہ بیوی کا رول' آخر کس لیے۔۔۔؟"

میں نے کہا "میری ایک ضرورت ہے۔ فرض کرو میں دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں۔"

"اسی لیے تم کاغذی شادی کرنے سے بھی ڈرتے ہو۔"

"ہاں۔ میں بلیک میل بھی ہو سکتا ہوں بعد میں۔ ایک لڑکی کا اصرار تھا کہ میں اس سے عارضی نکاح پڑھوالوں مگر کوئی نکاح عارضی نہیں ہوتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعد میں طلاق دینا مرد کے اختیار میں رہتا ہے اور اسے طے شدہ حق مہر بطور معاوضہ دے کر رخصت کرنا مشکل نہیں ہوتا لیکن ایک تو میں اس طرح شریعت کو مذاق بنانا گناہ کی بات سمجھتا ہوں۔ دوسرے یہ پاکستان نہیں' برطانیہ ہے۔ وہ قانونی مسائل ہی کھڑے کر سکتی تھی لیکن تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر نکاح کے بعد قانونی اور اخلاقی طور پر حقوقِ زوجیت کی ادائیگی کا پابند ہو جاتا ہے۔"

مجھے معلوم تھا کہ ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی رقم کو ٹھکرانا اس کے لیے آسان نہ ہوگا۔ پیسا کس کی ضرورت نہیں اور

حالات آدمی کو ایسے موڑ پر لے آئیں جہاں وہ جائز اور ناجائز کی تمیز کھو بیٹھے تو وہ چوری کر کے ڈاکا ڈال کے' قتل کر کے یا اپنا سب کچھ بیچ کر بھی پیسہ حاصل کرتے ہوئے محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود میں روشنی کے حالات سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ میں اسے قائل کرنے اور مطمئن کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا۔

کھانے کے دوران میں اس نے اپنے خوف اور اندیشوں کو دُور کرنے کے لیے مجھ سے بہت سوالات کیے لیکن بالآخر اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کے لیے سب سے زیادہ پرکشش ایک گھر کی پیشکش تھی۔ جہاں وہ اپنی ماں کی زندگی کے آخری ایام میں اس کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ بس یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ جو شخص اسے ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی خطیر رقم دے رہا ہے وہ بدلے میں اس سے کچھ نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ وہ لوگوں کے سامنے خود کو شاہ عالم کی بیوی کہتی رہے۔ یہ ساٹھ ہزار پاؤنڈز کے مقابلے میں اتنا چھوٹا مطالبہ تھا کہ اس کا شک جائز تھا۔ کہیں اس بظاہر بے ضرر انتہائی فراخدلانہ اور پُرخلوص پیشکش کے پیچھے کوئی دھوکا یا سازش نہ ہو۔ چہرے سے یا لہجے سے نیتوں کا کیا پتا چلتا ہے۔

لنچ کے بعد میں اسے گھر لے گیا تو اس کی رہی سہی مزاحمت کی دیوار بھی بیٹھ گئی۔ وہ بے یقینی کے ساتھ اس پر تکلف انداز میں آراستہ گھر کو دیکھتی رہی۔ اور بار بار پوچھتی رہی "کیا واقعی' آپ کو اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر میں ماں کو یہاں لے آؤں؟"

میں نے کہا "آخر تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ میں اپنی پیشکش میں مخلص اور سنجیدہ ہوں۔ شاید تمہیں ڈر ہے کہ اس میں کوئی فراڈ نہ ہو؟"

اسی لمحے اس نے ایک گہری سانس لی "میں کیا کروں۔ زندگی میں اتنے دھوکے کھانے کے بعد کسی پر آسانی سے اعتبار کرنا میرے لیے کتنا مشکل ہے۔ یہ میں کیسے بتاؤں۔ مگر مجھے منظور ہے۔ تمہارے ساتھ رہوں گی میں۔"

"میں تو دو چار دن کا مہمان ہوں۔ تم اطمینان سے یہاں رہو۔ دس ہزار پاؤنڈز تمہیں کل مل جائیں گے۔ اگر تم چاہو تو باقی پچاس ہزار کی ادائیگی بھی پہلے کی جا سکتی ہے۔"

وہ بولی "میں کل ہی ماں کو لے آؤں گی۔ آج ہی اس منحوس رومنگ ہاؤس سے اپنا سامان اٹھاؤں گی اور نوکری بھی چھوڑ دوں گی۔ سارا وقت ماں کے ساتھ رہوں گی اور تمہارے ساتھ۔"

میں نے کہا "میں نے یہ مکان ایک پروفیسر سے کرائے پر لیا تھا۔ وہ میاں بیوی کچھ تحقیق اور کچھ تفریح کرنے کے لیے دنیا کے دورے پر نکلے ہوئے ہیں۔ وہ ایک سال کے لیے گئے تھے۔ چار مہینے گزر گئے ہیں۔"

"یہ سب سامان ان ہی کا ہے؟"

"ہاں۔ صرف پہننے کے کپڑے میرے ہیں۔ دراصل میں اپنے کاروبار کے سلسلے میں لندن آتا ہوں تو میرا قیام ہوٹل میں رہتا ہے۔ اس ساز و سامان اور گھر گرہستی کی مجھے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔"

"پروفیسر اور اس کی بیوی ضرور تمہارے اچھے دوست ہوں گے۔"

میں نے کہا "ظاہر ہے۔ ورنہ بھرا گھر میرے حوالے نہ کر جاتے۔ اب اگر ان کا پروگرام مختصر ہو گیا کسی وجہ سے تو میں لندن میں کہیں بھی دوسرا گھر لے لوں گا۔ میرے پاس ابھی یہ کرائے کی گاڑی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کل کوئی سیکنڈ ہینڈ کار خرید لوں۔ جب ضرورت نہیں ہوگی تو دو چار ہزار پاؤنڈز کم میں بک جائے گی۔ اس سے زیادہ تو کرایہ بن جاتا ہے۔ وہ گاڑی بھی تمہارے پاس رہے گی۔ تمہارے استعمال کے لیے۔"

وہ اندرونی اضطراب میں اپنا ہونٹ کاٹتی رہی "تم یہ سب کچھ مجھے دے کر خود پاکستان چلے جاؤ گے۔ اتنا بھروسا ہے تمہیں مجھ پر؟"

میں نے کہا "تم بھی بھروسا کرنے لگو گی مجھ پر۔ جب مجھے جان لو گی۔ میں تمہارے بارے میں زیادہ جانتا ہوں اس لیے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا کہ اگلی بار جب میں پاکستان سے آؤں گا تو مجھے یہ گھر صاف اور خالی ملے گا۔ تمہیں کوئی اور کام تو نہیں ہے؟"

"ابھی تو نہیں' آج میں نے چھٹی کی تھی۔"

میں نے کہا "چلو پھر پہلے تمہارا سامان لے آئیں۔ تم چاہو تو اس بک شاپ کے مالک کو بھی بتا دو کہ کل سے کام پر نہیں آؤ گی۔"

"اسے تو فون کر دوں گی میں" وہ بولی۔

میں نے کہا "دراصل شام کو میں نے اپنے ایک دوست کو مدعو کیا ہے گھر پر' وہ پاکستان سے آیا ہوا ہے۔ ملک رب نواز' بہت بڑا زمیندار' بزنس مین اور صنعتکار ہے۔ صوبائی اسمبلی کا ممبر بھی تھا۔ اگلے انتخابات میں پھر ہو جائے گا۔"

"اور تم اس کے سامنے آزمانا چاہتے ہو مجھے؟"

میں نے کہا "یہی سمجھ لو۔ کیا تم تیار ہو اس پہلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرفارمنس کے لیے؟"

وہ مسکرانے لگی "یس۔ یہ میرے لیے ایک خواب جیسا رول ہوگا۔ ایک مثالی قسم کے سیٹ اَپ میں ایک اچھی ہاؤس وائف کا۔"

میں نے کہا "مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں اپنے اس تعاون کے فیصلے پر کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔ یہ معاہدہ تو ختم ہو جائے گا بالآخر مگر ہم اس کے بعد بھی اچھے دوست ضرور رہیں گے۔"

اچانک اس کی دلچسپی بہت بڑھ گئی تھی۔ جیسے کسی فلم میں پسند کا کردار مل جانے کے بعد شوٹنگ ختم ہونے تک ایک اچھی ایکٹریس خود کو اس کردار اور ماحول میں ڈھال لیتی ہے۔ ایسے ہی اس نے پوری پوزیشن کو سمجھنے کے بعد یہ فرض کر لیا تھا کہ وہ سچ مچ میری بیوی ہے اور یہ واقعی اس کا گھر ہے۔ اور شاید چھ آٹھ ماہ بعد فرض کرنے کی کہ اس کی اپنی بدقسمتی کے باعث یہ مثالی سمجھی جانے والی شادی چل نہ سکی۔ یا فلم کی شوٹنگ مکمل ہو گئی۔"

میں نے جمی کو فون کیا تو رب نواز وہاں موجود تھا۔ میرے سوال پر وہ بھڑک اٹھا "کیا کر رہا ہوں میں۔ جھک مار رہا ہوں۔ تمہارے انتظار میں سوکھ رہا ہوں۔"

"تھوڑا سا وزن کم ہو جائے تو تمہاری صحت کے لیے اچھا ہے۔"

وہ بولا "تم نے دوپہر کے بعد آنے کا کہا تھا' سہ پہر گزر گئی ہے۔"

میں نے کہا "سوری ملک صاحب! دراصل دوپہر کے وقت میری بیوی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ مجھے اس کو اسپتال لے جانا پڑا۔"

"اس وقت کہاں سے بات کر رہے ہو' اسپتال سے؟"

میں نے کہا "ہاں' تم ایسے کرو کہ۔ شام کو میرے گھر آجاؤ۔ چائے میرے ساتھ پیو۔ کیا خیال ہے؟"

"آنا ہی پڑے گا مجھے۔ فون پر تو ساری بات نہیں ہو سکتی۔ تم اپنا پتا سمجھاؤ۔"

میں نے اسے پتا سمجھانے کی پوری کوشش کی مگر وہ لندن کے راستوں سے زیادہ واقف نہیں تھا۔ میں نے ایک مشہور جگہ بتائی "وہاں سے میں تمہیں پک کر لوں گا۔"

وہ بولا "میں پانچ منٹ پہلے ہی پہنچ جاؤں گا۔"

جب میں روشنی کے ساتھ اس کا سامان اٹھانے گیا تو صبح کے مقابلے میں وہ کہیں زیادہ پُرسکون تھی۔ اس نے پوچھا "شاہ جی۔ آپ نے ایک بھی شادی نہیں کی ابھی تک؟"

میں نے کہا "ایک کی تھی۔ رخشندہ نام تھا اس کا اور اس نے ایک اچھی بیوی بننے کی پوری کوشش بھی کی لیکن میں ایک اچھا شوہر ثابت نہیں ہوا۔ چھ سال بعد ہمارے درمیان علیحدگی ہو گئی۔ میں نے خود ہی آزاد کر دیا اسے۔ اب وہ ایک وکیل فرید عباسی کی بیوی ہے اور بہت خوش ہے میرے خیال میں۔ وہ وکیل دوست ہے میرا۔ بہت اچھا آدمی ہے۔"

"آپ سے کیا شکایت تھی اسے' رخشندہ کو؟"

میں نے کہا "وہی جو عام طور پر میرے جیسے لوگوں کی بیویوں کو ہو جاتی ہے۔ وہ سیاست داں ہو' کرکٹر یا فلم اسٹار۔ ان کا سارا وقت اپنی مصروفیات کی نذر ہو جاتا ہے۔ بیویوں کے لیے ٹائم ہی نہیں بچتا ان کے پاس۔ وہ گھر میں بیٹھ کے انتظار میں جلنے کڑھنے کے سوا کچھ نہیں کر پاتیں۔ رہی سہی کسر اخبار والے ان سے اسکینڈل منسوب کر کے پوری کر دیتے ہیں۔"

"کیا وہ سب جھوٹ ہوتا ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔ بیشتر صورتوں میں سچ ہوتا ہے لیکن یہ تو انسانی کمزوری ہے۔ اتنا متقی اور پرہیزگار کون ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے کہ اسے ہر وقت ہر جگہ لڑکیاں چمٹی رہیں۔ ہر جگہ اس کا تعاقب کریں۔ اسے ورغلائیں اور ان سیکڑوں' ہزاروں میں ایک سے ایک پُرکشش لڑکی ہو اور وہ کسی کی طرف نظر اٹھا کے نہ دیکھے' انسان نہیں ولی ہی ہو سکتا ہے ایسا شخص۔"

"یعنی تم مان رہے ہو کہ تم بیوی کے ساتھ وفادار نہیں تھے؟"

میں نے کہا "میں خود مان رہا ہوں کہ میں قصوروار ہوں۔ میں انسان تھا' ولی نہیں۔ میں بہک گیا' اخبار والے الگ موقع کی تاک میں رہتے تھے۔ میں نے کسی کی چائے کی دعوت بھی قبول کر لی تو انہوں نے خبر بنا دی کہ آج کل شاہ صاحب فلاں کے ساتھ اکثر نظر آتے ہیں۔ لیکن سب جھوٹ بہرحال نہیں ہوتا تھا۔ میرے لیے گھر پر فون اور گلدستے اتنے آتے تھے کہ میں رخشی کے سامنے کیا صفائی پیش کرتا اور کتنی بار۔ ویسے بھی عورت کی ایک چھٹی حس اسے خبردار کر دیتی ہے کہ اس کے چاہنے والے کی نظر پہلے جیسی نہیں رہی۔ وہ دیکھتی اسے ہے مگر خیال کہیں اور ہوتا ہے۔ کسی اور کا ہوتا ہے۔ کامیاب اور ہمیشہ زیادہ کامیابی کے طلب گار۔ کسی بھی کامیابی کی منزل پر مطمئن اور قانع ہو کے نہ بیٹھنے والے

سب مردوں کا یہی المیہ ہے۔ وہ دولت' عزت' شہرت کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے نگاہ اوپر کی طرف رکھتے ہیں تو بیوی بے چاری بہت پیچھے اور بہت نیچے دکھائی ہی نہیں دیتی۔"

"اور پھر یہ مرد کہتے ہیں کہ سب کچھ تمہارے لیے ہی تو ہے" وہ تلخی سے بولی۔

میں نے اسے غور سے دیکھا "کیا تم اپنی زندگی کا تجزیہ بتا رہی ہو۔ یا یہ بھی بس سنی سنائی اور آنکھوں دیکھی ہے۔"

"میں یہ سب بھگت چکی ہوں۔"

"یعنی شادی کا تجربہ کر چکی ہو ایک بار" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور اس کی ناکامی کے اسباب بھی وہی تھے جو تمہاری شادی کی ناکامی کے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میرے معاملے میں صورتِ حال بالکل برعکس تھی۔ یہاں میرے شوہر کو شکایت تھی کہ میں اپنا سارا وقت اس کو نہیں دیتی۔ حالانکہ شادی سے پہلے بھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں ایکٹریس ہوں اور ڈانس کرتی ہوں۔ ٹی وی سے میں فلموں میں گئی تھی' اس ماحول میں ایڈجسٹ نہ ہو پائی تو میں نے اسٹیج کا رخ کیا۔"

میں نے کہا "اسٹیج کا ماحول تو زیادہ خراب ہے۔"

"ہاں لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہاں آرٹس کونسل میں اچھے گروپ بھی ہیں۔ جہاں فن کار کی واقعی قدر ہوتی ہے۔ کلاسیکل ڈانس سیکھنے کے لیے میں نابید صدیقی کے پاس گئی تھی۔ وہ اور اس کے فنکار شوہر ضیاء محی الدین بھی ایسے ہی لوگ ہیں جو پاکستان میں رہ کے فن کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتے تھے مگر انہیں جتنے قدرداں ملے' اس سے کہیں زیادہ سازشی اور منافق لوگ تھے۔ جعلی لوگ جو خود کو فنکار یا فن کا سرپرست سمجھتے اور رکھتے تھے' بڑے اور جینوئن فنکار کے سامنے ان کی قلعی کھل جاتی تھی۔ نابید صدیقی نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور ان کی وساطت سے مجھے اسٹیج کے کچھ باکمال لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا۔ میں نے اپنی اداکاری کا لوہا پہلے ہی منوا لیا تھا۔ میرے کردار بھی محدود ہو گئے تھے۔ فلم والے مجھے روایتی قسم کے کرداروں میں پیش کرنے کے لیے تیار تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ میرے پاس وہ سب ہے جو فلمی شائقین کا دل جیتنے کے لیے ضروری ہے۔ میں ڈانس بھی کر لیتی ہوں مگر مجھے ایک تو لباس کے معاملے میں اپنی سوچ بدل لینی چاہیے۔ بے الفاظ دیگر اپنے جسم کی زیادہ سے زیادہ نمائش کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ اچھل پھاند والے وہ رقص بھی ضروری ہیں جو دیکھنے والوں کے سفلی جذبات میں آگ لگا دیں۔ میں کہانی کے مطابق دوسرے فنی معاملات کو نظرانداز کر سکتی تھی مگر اداکاری کے نام پر فحاشی نہیں کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ کہ سال چھ مہینے میں کوئی پروڈیوسر مجھے کوئی کیریکٹر رول دے دیتا تھا۔ کبھی کبھار بی بی سے بلاوا آجاتا تھا اور میں انکار اس لیے نہیں کرتی تھی کہ کہیں میں بالکل ہی آؤٹ نہ ہو جاؤں۔ میں چاہتی تھی کہ لوگ روشنی کو یاد رکھیں۔ میری فن کاری کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ اسٹیج' فلم اور ٹی وی کی آمدنی اتنی کم تھی کہ میں بہ مشکل تمام گزارہ کر سکتی تھی لیکن گھر چل رہا تھا۔ میرا ایک بھائی تھا جو واپڈا میں ملازم تھا۔ پتا نہیں اسے اچانک کیا ہوا کہ اس کے خیالات بدل گئے۔ پہلے اس نے مجھے ایکٹنگ اور اسٹیج پر ڈانس کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ مجھے ماں کی حمایت حاصل تھی۔ وہ گھر چھوڑ کے چلا گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ اسے ورغلانے والا میرا منگیتر تھا۔

جی ہاں' میرا ایک منگیتر بھی تھا۔ میرے باپ نے تین سال عمر میں میری منگنی اپنے بھائی کے بیٹے سے کرا دی تھی جو پانچ سال کا تھا۔ اب تو پٹھان بہت تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہو گئے ہیں مگر پھر بھی کچھ لوگ پرانے قبائلی نظام کی روایات کی پاسداری کرتے ہیں۔ زبان دے کے پھر جانا' خصوصاً شادی کے معاملے میں' ان کے لیے غیرت مندی کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ بچپن کی یہ منگنی کسی حال میں توڑی نہیں جا سکتی تھی۔ میرا منگیتر بڑا ہوا تو اس کے اور میرے مزاج' عادات واطوار اور انداز زندگی میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اس سے شادی کرنے سے بہتر ہوتا کہ میں خودکشی کر لیتی۔ میرا منگیتر مذہبی خیالات میں شدت پسند تھا۔ اس نے بھی مجھ پر دباؤ ڈالا کہ میں یہ سب چھوڑ دوں۔ میں نے اسے پیغام پہنچا دیا کہ یہ سب قبول نہیں کر سکتے تو مجھے چھوڑ دو۔ جواب آیا کہ تم میری عزت ہو اور عزت کے لیے میں اپنی اور تمہاری جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔ اس کی میرے بھائی کے ساتھ بہت بنتی تھی۔ انہوں نے ایک ساتھ کسی ڈیا پیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس نے اپنی چرب زبانی اور ہوشیاری سے عقیدت مندوں کا ایک حلقہ پیدا کر لیا تھا۔ اپنے پیر کے حکم پر وہ سب کافر روسیوں کے خلاف جہاد کرنے افغانستان چلے گئے۔ عام خیال یہی ہے کہ وہ تین سو مجاہد روسی فوجیوں کی بربریت کا شکار ہو کے مارے گئے لیکن ایک موہوم سی امید یہ بھی ہے کہ وہ روپوش ہوں اور انہیں واپسی کا راستہ نہ مل رہا ہو۔ کچھ لوگ مختلف راستوں سے ترکی' یونان اور یورپ کے دوسرے ممالک کی طرف نکلنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے بھائی لاپتا ہوا تو گھر کی آمدنی کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یہ ذمے داری مجھ پر آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ماں کی بیماری شروع ہو گئی۔ یہاں میں یہ بھی واضح کر دوں کہ ماں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھ سے کچھ زیادہ ہی توقعات وابستہ کرلی تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ اپنی اچھی اداکاری کے باعث میں بہت جلد فلموں میں وہی مقام حاصل کرلوں گی جو رانی کو حاصل تھا یا زیبا کو۔ ہم لاکھوں میں کھیلنے لگیں گے اور شہرت ہمارے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی۔ میری فن پرستی کے رویے نے اسے مایوس کیا۔ اس نے میری حمایت اس لیے بھی کی تھی کہ اس طرح میری اپنے منگیتر سے گلوخلاصی ہوجائے گی۔ وہ شروع سے اس رشتے کے خلاف تھی مگر میرے باپ کے ہوتے زبان سے پھرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

میرا باپ پشاور کے علاقے ڈگری میں ایک چائے خانہ چلاتا تھا۔ ایک دن وہاں گاہک چائے پیتے پیتے جُوا کھیلنے لگے اور کسی بات پر آپس میں الجھ پڑے۔ فائرنگ کے تبادلے میں دو بندے مارے گئے اور پکڑا گیا میرا باپ۔ وہ نہ قاتلوں سے واقف تھا نہ مقتولوں کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ پولیس نے اس پر بہت تشدد کیا۔ وہ رشوت دے کے بچ سکتا تھا۔ اس کے لیے ماں نے اپنا زیور بیچا اور پچیس ہزار فراہم کیے مگر یہ رقم تھانے والوں تک نہیں پہنچی یا پہنچتے ہی کسی نے غتربود کردی۔ میری ماں نے بہت شور کیا۔ بہت روئی پیٹی لیکن تھانا انچارج کہاں سننے والا تھا۔ اس نے الٹا میری ماں پر الزام لگادیا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اور اسے دو دن دیے کہ وہ شوہر کو چھڑانا چاہتی ہے تو رقم لائے۔ اب میں آپ کو کیا بتاؤں' مجھے جتنی شرم آتی ہے اتنا ہی طیش بھی آتا ہے۔ میری ماں بہت خوبصورت تھی' یوں سمجھ لیں کہ میں اس کا نقشِ ثانی ہوں لیکن وہ اصل تھی' میں نقل اور وہ بھی بہت معمولی۔ تھانے دار نے دوسرے دن میری ماں کو ایک پیغام بھجوایا کہ رات کو آجاؤ اور اپنے شوہر کو صبح ساتھ لے جاؤ۔ تم اندازہ کرسکتے ہو کہ ایک عورت کے لیے یہ کتنا مشکل فیصلہ ہوگا۔ عزت بچالو یا سانس۔ وہ کسے قربان کرے' میری ماں کی عمر اس وقت پچیس سال تھی مگر وہ اپنی اصلی عمر سے دس سال کم لگتی تھی۔ یہ سب میری ماں نے مجھے بعد میں بتایا۔ بہت سوچنے کے بعد میری ماں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کیا۔ زندہ رہنے کے لیے اسے شوہر کی ضرورت تھی۔ وہ تھانے دار کی فرمائش پوری کرتی تو شوہر کو ضرور معلوم ہوجاتا کہ اس کی آزادی کی قیمت کس نے ادا کی تھی اور کیا قیمت دی تھی؟ پھر شاید وہ بیوی کو بھی مار دیتا اور خود بھی مرجاتا۔ ماں کو میرا خیال تھا اور میرے بھائی کا جو مجھ سے بھی چھوٹا تھا۔ اس نے دماغ سے کام لیا اور آخرت کی روسیاہی قبول کرلی۔ یومِ حشر سے پہلے کسی کو اس کے دامن کا داغ نظر نہیں آسکتا تھا۔ دنیا میں وہ باعزت اور ساگن رہ سکتی تھی۔ یہ سوچ کے وہ تھانے دار سے بہت اوپر ایک افسر کے پاس پہنچ گئی جس کے بارے میں اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ بڑا عیاش اور راشی ہے۔ اس نے ایس پی سے کہا کہ اس کے شوہر کو تھانے دار کے چنگل سے چھڑالے۔ وہ بہت اچھے کپڑے پہن کے اور میک اپ کرکے گئی تھی۔ ایس پی اسے دیکھتے ہی مبہوت ہوگیا۔ اس نے کہا کہ یہ کیا مشکل ہے۔ تم درخواست لے کر بنگلے پر آجاؤ۔ صبح تمہارا شوہر چھوٹ جائے گا۔ میری ماں نے یہ سودا منظور کرلیا لیکن تقدیر ساتھ نہ دے تو آدمی جیتی ہوئی بازی بھی ہار جاتا ہے۔ صبح جب ایس پی نے تھانے دار کو فون کیا تو تھانے دار بہت تلملایا۔ ایک معمولی عورت ترپ کا پتا چل کے بازی جیت لے' ناممکن۔ وہ بیس سال کا تجربہ رکھنے والا گھاگ اور عیار تھانے دار تھا۔ اس نے بڑی معصومیت سے کہا "سر! ویسے تو آپ افسرِاعلیٰ ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن ایک تو اس شخص کے خلاف کل تین پرچے کاٹے جاچکے ہیں' سات وارداتوں میں۔ اس نے اعتراف بھی کرلیا ہے۔ ایک واردات قتل کی بھی ہے۔ یہ ڈکیتی کی نیت سے فلاں وزیر کے بھائی کے گھر میں گیا تھا۔ وزیر کے بھتیجے نے مزاحمت کی تھی اور مارا گیا تھا۔ کل ہی وزیر کا دوسرا بھتیجا یعنی مقتول کا بھائی آیا تھا۔ اس نے بھی ملزم کو شناخت کرلیا ہے۔ اب آپ فرمائیں کیا حکم ہے میرے لیے؟" ظاہر ہے اس کے بعد ایس پی کیا کہتا؟ میرے باپ کے خلاف گزرے ہوئے دن کی تاریخ میں تین ایف آئی آر درج کرلی گئیں۔ ایس پی میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ کسی وزیر کے بھتیجے کے قاتل کو رہا کرنے کا حکم دیتا اور اسے ضرورت ہی کیا تھی۔ اس نے میری ماں کو جھوٹی تسلی دے کے رخصت کردیا اور بالآخر اس تھانے دار نے بھی معلوم کرلیا کہ ایس پی صاحب نے اس کے منہ کا نوالہ چھین لیا تھا۔ اس لیے کہ وہ عورت ترنوالہ بن کے خود ان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ تھانے دار نے نہ صرف یہ کہ میرے باپ کے جرائم کی تعداد اور سنگینی میں اضافہ کردیا بلکہ اسے یہ بھی بتادیا کہ اس کی بیوی نے ایس پی کی سفارش کیسے حاصل کی تھی۔ یہ ذلت کا عذاب سب سے شدید تھا۔ تفتیش کے دوران میں بہت سے ملزم ہلاک ہوجاتے ہیں اور ان کی ہلاکت کو خودکشی کا نام دے دیا جاتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ میرے باپ نے سچ مچ ایسا ہی کیا ہوگا۔ اسے تھانے دار خودکشی کے مواقع فراہم کیے ہوں گے۔ میرے باپ نے سوچا ہوگا کہ پہلے تو صرف بے عزتی کی بات تھی۔ ہمیشہ رزق حلال کمانے والے پر چوری ڈکیتی کا الزام عائد کردیا گیا۔ اب اگر وہ جیل چلا گیا تو یہ بات بھی سب کو معلوم ہوجائے گی کہ اس کی بیوی کس قماش کی عورت ہے۔ اور بے غیرتی کی زندگی

اسے بہرحال منظور نہ تھی۔"

میں نے کہا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اسے تھانے دار نے تشدد سے مار ڈالا ہو۔"

اس نے سر ہلایا "حقیقت کا جاننا تو ایسے ہی تھا جیسے حادثے میں مرنے والے کی موت کے اسباب پوسٹ مارٹم رپورٹ میں دیکھنا۔ بس یہاں گاڑی روک لو۔ میں ابھی دس منٹ میں آتی ہوں۔"

گیٹ کیپر نے مجھے پہچان لیا "تو مل گئی تمہیں لڑکی۔ عجیب بات ہے کہ اس سے ملنے کوئی نہیں آتا۔ اس کا کوئی بوائے فرینڈ بھی نہیں لیکن آج تمہارے علاوہ دو افراد اور آگئے۔ میں نے انہیں بھی وہیں بھیج دیا۔"

میں نے کہا "کون تھے وہ لوگ؟"

"مجھے کیا معلوم۔ لیکن وہ شریف لوگ ہرگز نہیں تھے۔ تم نے تو مجھے پتا بتانے کا ایک پاؤنڈ دیا تھا' انہوں نے صرف دھمکیاں دیں۔"

"کس قسم کی دھمکیاں؟"

"یہی کہ وہ بعد میں مجھ سے نمٹ لیں گے۔"

میں نے کہا "اور تم کیا سمجھتے ہو' وہ ایسے ہی بھونک رہے تھے؟"

"ظاہر ہے۔ میری ان سے کیا دشمنی' نہ میں نے جھوٹ بولا تھا کہ ڈروں۔ وہ ایک بار نہیں' دس بار آئیں' باسٹرڈ۔"

"تم نے دیکھا تھا وہ کس گاڑی میں آئے تھے؟ کیا نام بتایا تھا انہوں نے اپنا؟ صورت شکل اور حلیہ یاد ہے ان کا؟"

وہ بولا "کیا ضرورت ہے اس چکر میں پڑنے کی؟"

میں نے کہا "ہوسکتا ہے وہ پھر آئیں تو زیادہ ہنگامہ کریں کیونکہ روشنی میرے ساتھ جارہی ہے۔"

"تمہارے ساتھ؟"

"ہاں۔ وہ بیوی ہے میری۔ کسی مجبوری کی وجہ سے یہاں رہتی تھی۔ ان کو میرا پتا بتادینا۔ نارٹن بار۔ مشہور جگہ ہے۔ اس کا مالک ہے جمی۔ لوگ اسے جمبو بونڈ بھی کہتے ہیں۔ شہر کے سارے بدمعاش اچھی طرح جانتے ہیں اسے۔ میں وہیں ملوں گا۔"

گیٹ کیپر نے صرف سر ہلایا۔ شاید میری بات کو بھی اس نے بکواس ہی سمجھا ہوگا۔ آج کل بدمعاش کون نہیں ہے۔ ہر شخص خود کو سیر کے مقابلے میں سوا سیر کہتا ہے۔

روشنی کا سارا سامان دو سوٹ کیسوں پر مشتمل تھا۔ بڑے سوٹ کیس کو میں نے ڈکی میں رکھا اور چھوٹے کو پیچھے والی سیٹ پر۔ روشنی نے اتنی دیر میں گیٹ کیپر سے الوداعی مصافحہ کیا۔ وہ کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے۔ میں دُور ہونے کی وجہ سے ان کی باتیں نہیں سن سکتا تھا۔

روشنی میرے ساتھ آکر بیٹھی تو میں نے گاڑی اسٹارٹ کی "کیا کہہ رہا تھا وہ؟"

"کچھ نہیں' اچھا آدمی ہے' سب کا خیال رکھتا ہے۔"

میں نے کہا "اس نے تمہارے دو ملاقاتیوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جو بعد میں آئے تھے؟"

ساری بات سن کے روشنی سوچ میں پڑ گئی۔ "ایسا کون ہوسکتا ہے؟"

"اپنے ملنے والوں کو تم بہتر جانتی ہو۔"

وہ بولی "ایسا تو کوئی نہیں۔ ہوسکتا ہے کسی فلم ساز یا ڈائریکٹر کو پھر میری یاد آئی ہو۔ جب کوئی یونٹ یہاں شوٹنگ کے لیے آتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ مجھے کسی چھوٹے موٹے رول میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک تو وہ مجھے احساس دلاتے ہیں کہ دیکھو' ہم تمہیں بھولے نہیں ہیں۔ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ میرا دماغ کچھ درست ہوا یا نہیں۔ میری مدد کرکے مجھ پر احسان کرتے ہیں اور فلم میں میرا نام ڈال دیتے ہیں بطور مہمان اداکارہ۔ شاید انہی میں سے کسی کا پیغام لے کر آنے والے ہوں گے' جاہل لوگ۔"

میں نے کہا "وہ تو بدمعاش بن رہے تھے۔"

روشنی نے اچانک پوچھا "وہ نیلم کا فلم یونٹ بھی تو آج کل لندن میں ہے؟"

"تمہارا مطلب ہے وہاں سے کوئی نہ آیا ہو؟ یہ معلوم ہوجائے گا اور جس نے بے ہودگی کی ہوگی اسے سزا بھی ملے گی۔"

اس نے بے نیازی سے ہاتھ ہلایا "دفع کرو۔ ابھی تو چھ آٹھ مہینے میں مسز شاہ عالم ہوں۔ ایک ہاؤس وائف!" وہ ہنس پڑی۔

میں نے کہا "تم ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو۔ صبح جب میں نے دیکھا تھا تو تم اتنی اداس اور پریشان تھیں۔"

وہ پھر اداس ہوگئی "شاہ صاحب! ہنستے ہوئے سب لوگ اچھے لگتے ہیں اور ہنسنا کون نہیں چاہتا مگر ہنسی نکلتی ہے دل سے۔ لب تو کیمرے کے سامنے اس وقت بھی مسکرا اٹھتے ہیں جب اندر سے دل رو رہا ہو۔"

"نیلم بھی یہی کہتی ہے۔ وہ ہنستے ہنستے رو سکتی ہے۔ گلیسرین کی مدد کے بغیر آنسو بہاتے میں نے دیکھا ہے اسے۔ اور شاٹ او کے ہوتے ہی وہ پھر ہنسنے لگتی ہے۔"

"میں اس سے کب ملوں گی؟"

میں نے کہا "آج ہی رات کسی وقت۔ وہ بہت اچھی طرح جانتی ہے تمہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا نیلم یہ بھی جانتی ہے کہ... میں تمہارے ساتھ بیوی کا رول کررہی ہوں' دس ہزار پاؤنڈز ماہانہ کے عوض؟"

میں نے کہا "نہیں... لیکن میں اس سے کچھ چھپاتا نہیں۔"

"اور وہ دوسری لڑکی' یعنی نام بتایا تھا نا تم نے؟"

میں نے کہا "وہ بہن ہے میری۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہی "پتا نہیں یہ سب تم کیوں کررہے ہو؟ تمہارے سارے حوالے اتنے اچھے ہیں۔ تم پڑھے لکھے مہذب اور شریف آدمی ہو۔ تمہارے رشتے اور تعلقات بھی وسیع ہیں۔"

میں نے گاڑی روک دی "دیکھو روشنی۔ ابھی ہم دونوں کے سوا یہ بات کوئی نہیں جانتا۔ اگر تم ڈرتی ہو تو ابھی وقت ہے۔ ہم اپنے اپنے راستے پر واپس جاسکتے ہیں۔ خود کو مجبور ہرگز مت سمجھنا۔ جو پیشکش میں نے کی تھی۔ وہ اپنی جگہ رہے گی۔ میں تمہاری مدد بھی کروں گا جس حد تک ممکن ہوگا۔"

اس کا چہرہ بے جان ہوگیا "نہیں... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

میں نے کہا "ایک دن میں تمہیں تفصیل سے وہ سب بتادوں گا جس کی وجہ سے مجھے یہ کھیل کھیلنا پڑا لیکن ابھی نہیں۔ پہلے مجھے دیکھنا ہوگا کہ تم کس حد تک میرا ساتھ دے سکتی ہو۔ اگر تمہیں بھروسا نہیں ہے مجھ پر' یا ڈر ہے کہ تم کسی چکر میں نہ پھنس جاؤ تو پہلے سوچ لو۔ ایک بار یہ ذمے داری قبول کرنے کے بعد میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اور تمہیں سوال کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔ اتنا میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ تم بالکل محفوظ رہوگی۔ ہمارے درمیان تمہاری حیثیت ایک فیملی ممبر جیسی ہوگی۔ اور بعد میں تمہیں پچھتانا نہیں پڑے گا۔"

اس نے آہستہ سے اقرار میں سر ہلایا "گاڑی کیوں روک دی' چلو۔"

میں نے مسکرا کے کہا "گڈ گرل! اب تم ذرا پھر ہنس کے دکھاؤ۔"

وہ نہیں ہنسی "میں اپنی ماں کو کب لا سکتی ہوں؟"

میں نے کہا "ہو سکا تو آج ہی لیکن وہاں کے کچھ قاعدے ضابطے ہوں گے۔ آج وقت کم ہے' شام ہونے والی ہے۔ کچھ دیر میں مجھے رب نواز کو بھی لانا ہے۔ یہ کام کل پر رکھو۔"

میں نے محسوس کیا کہ گھر میں روشنی بظاہر پُرسکون نظر آنے کی کوشش کررہی ہے لیکن اندر سے وہ کچھ کنفیوزڈ اور بے اطمینانی کا شکار ہے۔ اس کے لیے یقیناً میری شخصیت مجموعۂ تضادات ہوگی۔ ایک طرف میں انتہائی مہذب اور فراخ دل تھا تو دوسری طرف پُراسرار اور پے چیدہ۔ سوالات پر پابندی نے اسے بے بس کردیا تھا اور حالات نے مجبور ورنہ وہ حقیقت جانے بغیر اس جھوٹ کے ڈرامے کا کردار بننا منظور نہ کرتی۔ مجموعی طور پر ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی کشش اسے یہ رسک لینے پر آمادہ کرتی ہوگی تو اس کے ساتھ ہی ماں کے آخری ایام میں اس کی خدمت کا موقع ملنے کی خواہش بھی چانس لینے پر مجبور کرتی ہوگی۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا اور بظاہر تو ایسا ہی لگتا تھا کہ اچھا ہی ہوگا۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز ہوں تو لندن میں آدمی کتنا محفوظ اور پُراعتماد ہوجاتا ہے۔ ایک چھوٹ کی یہ بہت بڑی قیمت ہے۔ شاید اس سے آدھی اور چوتھائی رقم پر کوئی دوسری عورت یہ کام کرنے پر راضی ہوسکتی ہے۔

میں اسے گھر میں اپنے سامان کو قرینے سے رکھتا ہوا دیکھتا رہا۔ اس نے کچن کا جائزہ لیا اور ایک کاغذ کے پرزے پر کچھ لکھتی رہی۔ یہ پرزہ اس نے مجھے تھمادیا۔ اس میں بہت سی چیزیں لکھی ہوئی تھیں جو مجھے بازار سے لانی تھیں۔

میں نے حیرانی سے کہا "کیا کروگی ان سب چیزوں کا تم؟" وہ بولی "کیوں' گھر چلانے کے لیے سب ضروری ہے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ میں واپسی میں لے آؤں گا۔"

وہ بولی "نہیں۔ گروسری اسٹور قریب ہی ہے۔ پہلے مجھے یہ لادو تاکہ میں تمہارے دوست کے آنے سے پہلے کچھ تیار کرلوں۔"

میں نے کہا "اس کی کیا ضرورت ہے؟"

وہ بولی "اس کے بغیر کیسے پتا چلے گا کہ تمہاری ایک بیوی بھی ہے۔ جو لندن میں بھی پاکستانی اسٹائل سے تواضع کرسکتی ہے۔"

میں خاموش ہوگیا اور گروسری اسٹور چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو وہ اپنے کپڑوں کو استری کررہی تھی اور نہا دھو کے فارغ ہوچکی تھی۔

میں نے کہا "میں اب جارہا ہوں رب نواز کو لینے۔"

وہ ہنسی "ارے بھئی اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ دس منٹ کا راستہ ہے اور ابھی آدھا گھنٹا پڑا ہے۔ مجھے بھی کچھ وقت چاہیے۔ تمہارا دوست دس منٹ تمہارا انتظار کرلے گا۔"

میں رب نواز کو لینے پندرہ منٹ دیر سے پہنچا۔ میں نے دُور سے اسے ایک کھمبے کے پاس کھڑا ہوا دیکھا۔ پھر اچانک ایک فائر ہوا' پھر دوسرا۔ میں نے رب نواز کو فٹ پاتھ پر گرتا دیکھا۔

اس کے بعد پے در پے فائر ہوئے۔ آوازوں کے فرق سے یہ تو میری سمجھ میں بھی آگیا تھا کہ فائرنگ میں دو قسم کے ریوالور استعمال ہورہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دو متحارب فریق ایک دوسرے کو نشانہ بنارہے ہیں۔

بازار میں اچانک بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لوگ جان بچانے کے لیے بدحواسی میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ دیواروں کی اوٹ میں پناہ لے رہے تھے اور اوندھے منہ زمین پر گر رہے تھے کہ فضا میں اِدھر سے اُدھر آتی جاتی کوئی گولی ان کی قضا نہ بن جائے۔

جب قضا آتی ہے تو آدمی کو پناہ نہیں ملتی مگر ایسی صورت حال میں جب وہ کسی اور کو مرتا دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے اس نے خود کو ہوش مندی اور حاضر دماغی سے بچالیا۔

زیادہ تر گاڑی والوں کو پتا ہی نہیں چلا تھا کہ فائرنگ ہوئی ہے تو کہاں۔ خود میں نے بریک لگا کے گاڑی ایک کنارے پر روکی اور اپنا سر نیچے کرلیا۔ اس وقت تک مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ فائرنگ کا تبادلہ ایک اسٹور کے اندر موجود مجرموں اور پولیس کے درمیان ہورہا ہے۔

یہ آتشیں مقابلہ مشکل سے پانچ منٹ چلا ہوگا۔ ایک وقفہ آیا تو میں نے سر اٹھا کے دیکھا۔ اسٹور کے سامنے اب پولیس کی تین گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ دونوں طرف کی ٹریفک رک گئی تھی اور جو لوگ میری طرح آگے تھے' وہ اس ڈرامے کے ڈراپ سین کے منظر تھے۔ مجھے سڑک پر ایک عورت بھی پڑی ہوئی نظر آئی۔ غالباً اسے گولی لگی تھی۔

مخالف سمت سے ایک ایمبولینس سائرن بجاتی نمودار ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ٹریفک کے رش میں بھی اس کو جائے واردات تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ گاڑیاں روکنے والوں نے یہ پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ جائے واردات پر پولیس یا فائر بریگیڈ کی اور ایمبولینس کی گاڑیاں رش کریں گی۔ انہیں راستہ صاف ملنا چاہیے۔

مجھے وطن عزیز میں لوگوں کی بے حسی یاد آگئی۔ میں نے بار بار ٹریفک جام میں' ہڑتال یا مظاہروں کے دوران میں جاں بلب مریضوں کو لے جانے والی گاڑیوں کے سائرن سنے تھے جو فریاد کے انداز میں چیخ رہے ہوتے تھے کہ خدا کے لیے راستہ دے دو۔ ایک انسانی زندگی کا سوال ہے لوگو' خدا نہ کرے کل خود تمہارے ساتھ ایسا ہو۔

لیکن راستہ روکنے والے سیاسی یا مذہبی مظاہرین اور پتھراؤ کرنے والوں کے دل نہیں پسیجے تھے۔ ایک بار خود میں نے ٹریفک جام میں پھنسی ہوئی ایمبولینس کی مسلسل پکار سے گھبرا کے ایک ٹریفک سارجنٹ کو پکڑلیا تھا جو اطمینان سے اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا لیکن اس نے مجھے انتہائی مایوس اور مشتعل کرنے والا جواب دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ سر جی' آدمی کا ٹائم پورا ہوجائے تو ٹریفک جام بھی بہانہ بن جاتا ہے۔ میں کیا ایمبولینس کو سر پر اٹھا کے آگے لے جاؤں؟

اسٹور کی ایک شوونڈو کا شیشہ فائرنگ سے بھر گیا تھا۔ اندر شاید اسٹور کو لوٹنے کی نیت سے آنے والوں کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ محصور ہوچکے ہیں اور مقابلہ کرکے بچ نہیں سکتے۔ ان میں سے ایک اپنے ہاتھ سر کے اوپر رکھے دروازے میں نمودار ہوا۔ پولیس نے اس کی طرف رش کیا اور اسے قابو کرکے پولیس کی گاڑی میں ڈال دیا پھر پولیس اندر داخل ہوگئی۔

چند منٹ کا یہ فل آف ایکشن ڈراما دیکھنے والوں نے سمجھ لیا کہ کھیل ختم ہوگیا۔ ٹریفک پھر چل پڑی۔ اِدھر اُدھر چھپنے والوں اور زمین پر اٹالیٹ جانے والوں نے بھی سکون کا سانس لیا اور اپنی اپنی راہ لی۔ کسی نے اسٹور کے سامنے رک کر مجمع لگانے اور پولیس کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سب کو اپنے کام سے کام تھا۔ کسی کے لیے روز مرہ جرائم کی ایک واردات میں دلچسپی یا تفریح کی کوئی بات نہیں تھی۔

میں نے رب نواز کو بھی اٹھ کر کپڑے جھاڑتے دیکھا تو مجھے کچھ مایوسی ہوئی۔ اس جیسے ڈھیٹ لوگ آسانی سے نہیں مرتے۔ شاید خدا نے اس کی رسی دراز کررکھی تھی اور ابھی مکافاتِ عمل کا وقت نہیں آیا تھا ورنہ اسے بداعمالی کے لیے جینے کی مزید مہلت نہ ملتی۔

میں نے گاڑی اس کے سامنے روکی تو وہ حواس بحال ہوجانے کے بعد اسٹور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند سیکنڈ بعد اس نے میری طرف دیکھا اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "تم نے تو آج مروا دیا تھا مجھے۔"

"جب میں نے تمہیں گرتے دیکھا تو یہی سمجھا تھا کہ تمہیں گولی لگ گئی" میں نے گاڑی کو آگے بڑھادیا "مگر ان لوگوں کا نشانہ ٹھیک نہیں تھا۔ خیر اگلی بار سہی۔"

وہ بولا "مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تمہارا شعر پڑھنا ایسے ہی لگتا ہے جیسے بھینس کا خود بین بجانا۔ کیا تم ٹرکوں اور بسوں کے پیچھے لکھے ہوئے اشعار یاد کرتے ہو۔"

اس نے برا سا منہ بنایا "اتنی دیر کہاں لگ گئی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "لندن میں آ کے ہم انگریز نہیں ہو گئے خدانخواستہ۔ پندرہ بیس منٹ آگے پیچھے ہونے کا مطلب ہے کہ ٹھیک ٹائم پر آگیا میں' یہ رجسٹر کیا ہے۔"

"یہ رجسٹر نہیں' البم ہے۔ ایک دو روز میں جو نیا مال آنے والا ہے' اس کی کیٹلاگ ہے" وہ بولا۔

میں نے پوچھا "کیا ہر ہفتے مال اسی طرح آتا ہے؟"

اس نے سر ہلایا "نہیں۔ یہ سب مال تو ایک ساتھ ہی آنا تھا مگر یہ دوسری کیٹلاگ وقت پر تیار نہیں ہوئی تو میں نے آدھا مال پہلے بھیج دیا تھا۔ عام طور پر دو مہینے لگ جاتے ہیں مال اکٹھا کرنے میں' ایک مہینہ تیاری میں لگ جاتا ہے۔"

"یعنی اوسطاً سال میں چار ہی پھیرے لگتے ہیں۔"

وہ بولا "مال کم نہیں ہے یہاں اس کی نکاسی کم ہے۔ پرانے خریدار کتنا مال اٹھائیں گے' نئے زمانے کے لوگوں کو نوادرات سے اتنی دلچسپی نہیں رہی۔ اصل فائدہ اٹھا رہے ہیں ڈیلر۔ وہ ساری دنیا میں مال بھیج رہے ہیں۔"

میں نے کہا "کیا تم نے کبھی خود ڈیلر بننے کے امکانات پر غور نہیں کیا' فرض کرو ہمارے پاس اپنی کوئی جگہ ہو۔ بجائے اس کے کہ ہم گاہک ڈھونڈتے پھریں۔ گاہک ہمیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں۔ اگر اچھی پبلسٹی ہو تو۔۔۔ کام مشکل نہیں۔"

وہ بولا "آئیڈیا تو اچھا ہے تمہارا لیکن اس کے لیے میرا یا تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔"

"میں تو یہیں رہتا ہوں۔ تم آجا سکتے ہو اور بزنس کو سنبھالنے والا کوئی بھروسے کا آدمی بھی مل سکتا ہے۔ اگر کوئی موقع کی جگہ مل جائے تو یہ گھوم پھر کے گاہک تلاش کرنے کا اور ہر ایک کے پاس مال لے کر جانے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ ابھی تو ہم چوروں کی طرح چوری کے مال کا خریدار ڈھونڈتے پھرتے ہیں پھر خریدار اور شوقین خود آئیں گے ہمارے پاس۔"

وہ بولا "یہ بات ایک بار پہلے بھی ڈسکس ہوئی تھی۔"

"پھر؟ کیا تمہیں یہ تجویز قابل عمل نہیں لگتی؟" میں نے کہا۔

وہ بولا "مجھے تو لگتی ہے بلکہ پہلے میں نے ہی یہ پروپوزل دیا تھا اور تم نے اسے مسترد کر دیا تھا۔"

میں نے کہا "اچھا' مجھے یاد نہیں۔"

وہ طنز سے بولا "کیا میرے سامنے بھی یادداشت کے متاثر ہونے کا ڈراما کرو گے۔ اس وقت ایک بڑی اچھی جگہ مل رہی تھی۔ بہت کم قیمت پر اور ہر لحاظ سے اس کاروبار کے لیے موزوں۔ اب تک ہمارے نام کی ایک گڈول ہوتی۔۔۔"

میں نے کہا "چلو میں مانتا ہوں' وہ میری غلطی تھی۔"

"اب جگہ بہت مہنگی ملے گی لیکن تم دیکھو' اس کا ایک فائدہ اور بھی ہے کہ نظر آنے والا بزنس سو فیصد قانونی اور جائز ہوگا۔ جو مال سامنے رکھا ہوگا وہ چوری کا نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس ساری تفصیلات ہوں گی کہ کون سی چیز ہم نے کب خریدی اور کس سے خریدی۔ بے شک چوری کا مال بھی آئے گا ہمارے پاس لیکن وہ ہم دکان میں نہیں کہیں اور رکھیں گے۔ پرانے خریدار تو خیر دیکھے بھالے ہیں' نئے گاہک کی طرف سے اطمینان ہو جائے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں تو ٹھیک ہے۔"

میں نے کہا "ایک بات اور ہے۔ آخر ہم نے نوادرات کے سلسلے کو ہندوستان اور پاکستان تک کیوں محدود کر لیا ہے۔"

اس نے کہا "اس لیے کہ ہم ساری دنیا کی خاک نہیں چھان سکتے۔ مصر' یونان' چین اور جاپان۔ سب تاریخ اور تہذیب کے خزانے ہیں۔"

میں نے کہا "ہمیں کیا ضرورت ہے ہر جگہ خود جانے کی۔ جیسے ہم سات سمندر پار سے مال یہاں لاتے ہیں' ایسے ہی وہاں سے بھی مال آئے گا۔ اس کے علاوہ کیا یہاں کا تاریخی اور ثقافتی ورثہ کم ہے؟ ہزاروں سال سے یہ انگریز دنیا بھر کو فتح کرتے پھر رہے ہیں۔ لٹیرے' جہاں سے جو ملا سمیٹ کر لے آئے۔ ہم کوشش کریں تو یہاں بھی بہت کچھ مل جائے گا۔ ہر سال لاکھوں ٹورسٹ لندن آتے ہیں اور خوب لٹتے ہیں نام نہاد گائیڈز کے ہاتھوں۔ ایسا ہر جگہ ہوتا ہے۔ جعلی نوادرات بیچنے والے انہیں کمیشن دیتے ہیں۔"

رب نواز میری بات غور سے سن رہا تھا "کاروباری نقطہ نظر سے تمہاری بات یقیناً بہت غور طلب ہے مگر۔"

"مگر کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم کسی میوزیم سے ایک سوئی تک حاصل نہیں کر سکتے اور برطانوی اتنے قدامت پرست ہیں کہ ہر پرانی چیز کو کلیجے سے لگا کے رکھتے ہیں لیکن رب نواز! ایک تو وقت کے ساتھ ان لوگوں کی ذہنیت بھی بدل رہی ہے۔ یہاں بھی پیسہ ہو تو سب مل جاتا ہے اور پھر ہم کون سا مین ڈبے جمع کرنے والے کی طرح گلی گلی آواز لگاتے پھریں گے۔ ہم مال نکلوائیں گے بیک ڈور سے' سب سے بڑی بات یہ کہ تم جیسی تاریخ ساز شخصیت کے لیے کیا مشکل ہے؟"

وہ بولا "تم مذاق اچھا کر لیتے ہو۔"

میں نے ہنس کے کہا "اس میں غلط کیا ہے۔ تم تاریخ بنا سکتے ہو۔ تم تاریخی حیثیت رکھنے والی ہر چیز ایجاد کر لیتے ہو۔

تمہاری بنائی ہوئی تاریخ کی دو کتابیں پڑھ چکا ہوں میں۔ اس میں کتنا مستند جھوٹ لکھوایا تھا تم نے۔ اس سے زیادہ ان گوروں کی تاریخ میں ڈال دو۔ یہاں تو ابھی تک بادشاہت چل رہی ہے۔ تاریخ انگلستان میں نے میٹرک میں پڑھی تھی۔ آٹھ تو ایڈورڈ ہو چکے ہیں۔ چھ جارج اور پتا نہیں کتنے چارلس ہیں۔"

"جو تم کہہ رہے ہو' سب ہو سکتا ہے مگر کیا ضرورت ہے اتنا تردد کرنے کی۔ ان گوروں کو سب سے پیارا ہندوستان تھا۔ یہ تاجر بن کے گئے تھے اور پھر دو سو سال حکومت کرتے رہے۔ وہاں کی ہر چیز اٹھا لائے۔ تخت طاؤس ہو یا کوہ نور ہیرا۔ شاہی خزانوں سے مقبروں میں لگے ہوئے قیمتی پتھروں تک انہوں نے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ آج بھی انہیں سب سے زیادہ دلچسپی اسی ملک کے نوادرات سے ہے۔ اس کے علاوہ انڈین ہسٹری میں ڈنڈی مارنا آسان ہے کیونکہ ہم لندن میں بیٹھے ہیں۔ یہاں رہ کے برٹش ہسٹری کے واقعات میں ضرورت کے مطابق ردوبدل کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔"

میں نے کہا "جیسی تمہاری مرضی۔ یہ لو میرا گھر آگیا۔ ایک بات کہوں' میری بیوی کے سامنے ایسی کوئی بات مت کرنا۔"

وہ ہنسنے لگا "کیوں؟"

میں نے کہا "تم اپنی بیوی کے سامنے بزنس اور پالیٹکس کی بات کرتے ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "گھر والی کو گھر کے معاملات تک رکھنا چاہیے۔"

میں نے کہا "سیاست تو خیر عورتیں بھی سمجھتی ہیں لیکن ہمارے کاروبار کا سلسلہ ذرا مختلف ہے۔"

روشنی نے بڑی شرمیلی اور اجلی مسکراہٹ کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ وہ اتنی دلکش اور پراعتماد لگ رہی تھی کہ خود مجھے ایک خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ بلاشبہ ایک نیچرل ایکٹریس تھی۔ اس نے ایک ہاؤس وائف کے رول کو قبول کر لیا تھا اور کسی اسکرپٹ یا ڈائریکشن کے بغیر۔

جب ہم سٹنگ روم میں بیٹھ گئے تو رب نواز نے گھر کی آرائش پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی "تم تو بڑے ٹھاٹ سے رہ رہے ہو۔ یہ سب ساز و سامان۔"

میں نے ہنس کے کہا "جیسے روم کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک دن میں نہیں بنا تھا۔ ایسے ہی یہ گھر برسوں میں بنا ہے۔"

اس نے سر ہلایا "پھر بھی پتا نہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ یہ کوئی پاکستانی گھر نہیں ہے۔"

میں اس کی باریک بینی کا قائل ہو گیا۔ ابھی تک میرے لیے اس گھر کی حیثیت محض ایک عارضی رہائش جیسی تھی۔ میں نے خود بھی نہیں کہا تھا کہ اس میں کیا ہے جو ابھی لگتا ہے۔ کیا ہے جو نہیں ہونا چاہیے اور کیا ہے جو ہونا چاہیے مگر نہیں ہے۔ مجھے ضرورت اور استعمال کی کوئی بھی چیز خریدنی نہیں پڑی تھی۔ میں یہاں صرف شب بسری کے لیے آتا تھا اور یہ خیال میرے ذہن میں موجود رہتا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے۔

لیکن رب نواز سے میں نے یہی کہا تھا کہ گھر میرا ہے۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو مجھے بھی وہ فرق صاف نظر آتا جو اپنے گھر کے بیڈ روم اور کسی ہوٹل کے کمرے میں واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔

رب نواز کے ساتھ میرے واپس آنے سے پہلے ہی روشنی نے بہت سی ایسی چیزیں ہٹا دی تھیں جو مالک مکان پروفیسر کے ذوق حسن کی آئینہ دار تھیں۔ مغرب کی بے باک نگاہی اور فیشن کے معیار پر انہیں قابل اعتراض سمجھنے والا جاہل اور بدذوق سمجھا جاتا لیکن ہم مشرق کے رہنے والے ایسے آرٹ کے نمونوں کو گھر میں سجا کے رکھیں تو ماں بہنوں کے سامنے نظر اٹھانا مشکل ہو جائے۔ مثلاً ایک گوشے میں ایک مرد اور عورت کے برہنہ مجسمے تھے۔ ان کے درمیان ایک بچہ تھا جس کا آدھا وجود عورت کے جسم کا حصہ لگتا تھا اور آدھا مرد کا۔ اس شہکار کا نام تھا "تخلیق"۔ دیوار پر الزبتھ ٹیلر کی فلم کلوپیٹرا کا پوسٹر تھا جس میں وہ بڑے ہیجان خیز انداز میں لیٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ مارلن منرو کی شہرہ آفاق تصویر تھی جس میں اس کے جسم کی ساری حشر سامانی عیاں تھی۔ ایک تصویر برجی باردوت کی اور ایک ایواگارڈنر کی تھی۔ یہ سب پروفیسر کے عہد شباب میں فلمی افق کے مہتاب تھے جن کی آب و تاب نے ایک زمانے کی نگاہوں کو خیرہ کر رکھا تھا۔

ستم بالائے ستم کہ ایک کپ بورڈ میں قیمتی شرابوں کی رنگین بوتلیں اور خوشنما جام بھی سجے ہوئے تھے۔ روشنی نے بڑی عقلمندی کا مظاہرہ کیا تھا کہ ان سب چیزوں کو غائب کر دیا تھا۔ سوائے فلمی پوسٹرز کے جو دیوار پر چسپاں تھے اور انہیں اتارا جاتا تو ان کے ساتھ ہی شاید دیوار کا رنگ بھی اتر جاتا یا پھر نیچے کا زیادہ گہرا رنگ ایک الگ چوکھٹے کی صورت میں نظر آنے لگتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "تم تو جانتے ہو میں نے ایک مصیبت پال لی تھی۔ میری مراد اس ماؤل سے ہے جو سال بھر میرے ساتھ رہی۔"

رب نواز معنی خیز انداز میں مسکرایا "اسے بھی بیوی کہتے تھے تم؟"

میں نے اندر کی طرف دیکھا "آہستہ بولو یار۔ اس الو کی پٹھی نے تباہ کر دیا مجھے۔ میری مت ماری گئی تھی کہ اس پر مرمٹا۔ میں واقعی شادی کرنا چاہتا تھا اس سے مگر ایسی لڑکیاں شادی کے بندھن اور ازدواجی زندگی کی ذمے داریوں کو کہاں قبول کرتی ہیں۔"

"اور تم اس کی یادوں کو ابھی تک سینے سے لگائے بیٹھے ہو۔"

میں نے کہا "دراصل یہ گھر اس نے پسند کیا تھا اور میں نے ساز و سامان کے ساتھ ہی خرید لیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے نام نہیں کیا تھا۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ یہاں دو سال سے ہو۔"

میں نے کہا "ہاں۔ پہلے وہ یہاں کرائے دار کی حیثیت سے رہتی تھی پھر اس نے مجھے شوہر کی حیثیت دے کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اب تو اسے گئے بھی زمانہ ہوا۔"

"جاتے ہوئے کچھ بھی لے کر نہیں گئی؟ سب تمہیں دے گئی؟"

میں نے کہا "اس کا کیا تھا یہاں؟ گھر تو سامان کے ساتھ میں نے خریدا تھا۔ یہ جو کچھ نشانیاں رہ گئی ہیں اس کی' انہی کی وجہ سے تمہیں یہاں کچھ اجنبیت کا احساس ہوا۔ خیر چھوڑو' یہ بتاؤ میری بیوی کیسی لگی؟"

اس نے تعریفی انداز میں سرہلایا "دیکھنے میں تو اچھی ہے بلکہ بہت اچھی لیکن ایک جھلک دکھا کے وہ کہاں غائب ہوگئی؟"

میں نے کہا "بس آتی ہوگی۔ تمہاری خاطر مدارات کے لیے کچن میں کچھ کر رہی ہے۔"

روشنی جیسے انہی الفاظ کی منتظر تھی' وہ چائے کے لوازمات سے بھری ہوئی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی۔ کچھ چیزیں میں بازار سے لایا تھا۔ خالص پاکستانی مزاج کی دو چیزیں روشنی نے خود بنائی تھیں۔ کم سے کم وقت میں تیار ہونے والی اور چائے کے ساتھ لطف دینے والی یہ چیزیں تھیں پکوڑے اور سوجی کا حلوا۔ باہر شدید سردی تھی اور بارش شروع ہوگئی تھی۔ ایسے موسم میں گرما گرم پکوڑے اور حلوے نے دیارِ غیر میں وطن کی یاد تازہ کردی۔

رب نواز کی نظر میں ایک الجھن سی نظر آتی تھی جو بالآخر سوال بن کے اس کے لبوں پر آگئی "بھابی۔ ایسا کیوں لگتا ہے آخر جیسے میں نے آپ کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے' کیا ہم مل چکے ہیں؟"

روشنی مسکرائی "لگتا تو مجھے بھی ایسا ہی ہے لیکن کہاں' یہ یاد نہیں آتا۔"

میں نے کہا "میں بتاتا ہوں' رب نواز کا سیاست سے خاندانی تعلق ہے۔ اسمبلی میں ایک سیٹ ان کے لیے مخصوص ہے۔ اس حلقے سے پہلے رب نواز کے والد منتخب ہوتے رہے پھر ان کے بڑے بھائی۔ ان کے ہوتے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ مقابلے پر کھڑا ہوسکے۔"

رب نواز بولا "کھڑے تو ہوئے لوگ۔"

"مگر بٹھ گئے یا بٹھادیے گئے ورنہ لٹادیے گئے' قبر میں۔"

رب نواز ہنسنے لگا "پچھلے سال ایک وکیل نے بڑا شور شرابا کیا۔ بندے بھی بہت اکٹھے کرلیے تھے اس نے اور اخبار والے بھی اس کو خوب بانس پر چڑھاتے رہے۔ میرے علاقے میں جگہ جگہ مجمع لگاتا رہا مداری کی طرح۔ ہمارے خلاف زہر اگلتا رہا۔ تقریر اچھی کرتا تھا اس لیے لوگ بھی شوق سے سنتے تھے مگر جب ووٹ پڑے تو مداری کا کھیل ختم ہوگیا۔ اس کی ضمانت ضبط ہوتے ہوتے رہ گئی۔"

میں نے کہا "ملک صاحب سوشل ورکر بھی ہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں میں ایک مٹھی چاول بھی تقسیم کرنے جائیں تو اخباری فوٹوگرافر ساتھ لے جاتے ہیں۔"

"وہ خود آجاتے ہیں۔ میں کہاں لے جاتا ہوں" رب نواز نے کہا۔

روشنی نے کہا "اسی لیے ایسا لگتا ہے۔ میں نے آپ کی تصویریں دیکھی ہوں گی اور آپ نے مجھے دیکھا ہوگا کئی ڈراموں میں۔"

رب نواز نے چٹکی بجائی "آپ نے فلموں میں بھی کام کیا ہے؟"

"بہت کم۔ چھ سات سال میں سب ملا کے دس بارہ فلمیں ہوں گی۔ صرف ایک دو ہی کامیاب ہوئی تھیں۔"

رب نواز بولا "ایک فلم تھی آپ کی۔ سوہنا بدمعاش۔"

روشنی نے سرہلایا "وہ پہلی فلم تھی میری۔ اب کوئی اس کا ذکر بھی کرے تو بڑی شرم آتی ہے مجھے کہ میں نے کیسا رول قبول کرلیا تھا۔ وہ فلم ریلیز ہی کہاں ہوئی تھی۔"

اس نے کچھ خفت اور کچھ افسوس کے ساتھ سرہلایا "میرا کوئی چار لاکھ روپیا ڈوب گیا تھا اس فلم میں۔ بڑا شوق تھا مجھے کہ ایک فلم بناؤں۔ ایسی کہ دھوم مچ جائے۔ چار لاکھ کے آٹھ لاکھ ہوجائیں تو دو فلمیں شروع کردوں پھر چار۔ ایک دن آئے کہ میں اپنے شباب کیرانوی صاحب کی طرح اسٹوڈیو بنالوں جہاں ہر وقت شوٹنگ چلتی رہے۔"

"اسٹوڈیو نہیں فلم فیکٹری کہو۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "جو بندے میرے ساتھ تھے انہوں نے کچھ ایسا ہی یقین دلایا تھا مجھے۔ روشنی کے علاوہ بھی نئے چہرے لیے تھے میں نے۔ ہدایت کار بھی نیا تھا۔ اس نے کہا کہ دفع کرو ان سپر اسٹارز کو۔ ایک تو منہ پھاڑ کے معاوضے مانگتے ہیں۔ ڈیٹس نہیں دیتے اور نخرے اتنے کہ بندہ عاجز آکے خودکشی کرے یا انہیں گولی ماردے۔ اس کے علاوہ ایکٹنگ بھی الا ماشاء اللہ۔ نام بڑے اور درشن چھوٹے۔ پبلک تو بس ناچ گانا اور کچھ نشکارے دیکھتی ہے۔ نئے لڑکے لڑکیاں ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔ فلم کامیاب ہوتے ہی وہ بھی سپر اسٹارز بن جائیں گے۔ آپ دیکھنا میں ان کی باتوں میں آگیا' یہی غلطی کی۔"

میں نے کہا "چلو صبر کرو۔ اچھی بات یہ ہے کہ تم نے اس غلطی سے سبق سیکھا۔ اس دلدل سے نکل آئے ورنہ بالکل ڈوب جاتے۔"

"افسوس تو یہ ہے شاہ جی کہ فلم کسی ڈسٹری بیوٹر نے نہیں اٹھائی۔ وہ ریلیز ہوجاتی تو سارے پیسے وصول ہوجاتے اور فلم کا چلنا تو قسمت سے ہوتا ہے۔ میں نے اس کے رش پرنٹس دیکھے تھے اور اب مجھے یاد آرہا ہے کہ روشنی نے اس میں جو پاگل لڑکی کا رول کیا تھا' جو سڑکوں پر بھیک میں پیار مانگتی پھرتی ہے۔ وہ خوب تھا۔"

میں نے کہا "صرف ایک خوبی ہو اور ننانوے خامیاں۔ تو قسمت بھی کیا ساتھ دے۔"

روشنی نے کہا "ایکٹنگ تو میری اچھی بری جیسی تھی میں نے کرلیا مگر آپ کو یاد ہوگا کہ وہ پاگل لڑکی سڑک پر کیسے ڈانس کرتی تھی اور کیسے گانے گاتی تھی۔ مجھے تو سوچ کے بھی شرم آتی ہے پھر جو کپڑے پہنائے گئے تھے مجھے۔"

رب نواز نے اس ذکر سے گریز بہتر سمجھا۔ "چلو جی! ایک شوق پورا ہوگیا۔ چار لاکھ میں ہم نے فلمی دنیا کے جلوے شلوے دیکھ لیے۔ یہی کیا کم ہے۔ لوگ تو تین پتوں کی بازی پر لاکھوں ہار دیتے ہیں۔ شوق کا تو کوئی مول ہی نہیں۔ آپ بتاؤ' آپ نے فلمی دنیا کیوں چھوڑ دی؟"

"بس جیسے آپ کو فلمی دنیا راس نہیں آئی' ایسے ہی میرا گزارہ نہیں ہوا۔"

رب نواز ہنسا "گزارہ تو کرنا پڑتا ہے جی۔ ایک دن آپ نے ٹاپ کی ہیروئن بن جانا تھا۔"

میں نے کہا "کیا تمہارے نزدیک اس نے بے وقوفی کی؟ ہیروئن بننے کے بجائے چھوٹی موٹی نوکریاں کرنے لگی۔ سیلز گرل بن گئی پھر ویٹریس۔ اور ہیلپر اور بالآخر میری بیوی بن گئی۔"

وہ بولا "بس یہ آخری کام عقلمندی کا کیا۔ آپ کی اس بندے سے کہاں ملاقات ہوگئی' بھابی جی!"

روشنی نے میری طرف دیکھا "جن کو ملنا ہو ملک صاحب! وہ لاہور میں نہیں تو لندن میں بھی مل جاتے ہیں۔"

میں نے اس گول مول جواب کی وضاحت کی "ہماری ملاقات یہاں ایک اسپتال میں ہوئی تھی۔ میرا ایک دوست وہاں داخل تھا۔ یہ اپنے کسی عزیز کو دیکھنے آئی تھیں۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں روشنی کا بہت بڑا فین تھا۔ اس کی لاجواب اداکاری سے بہت متاثر تھا۔ میں سو فیصد متفق تھا ان فلمی نقادوں اور صحافیوں سے جو روشنی کو پاکستان کی شبانہ اعظمی قرار دیتے تھے لیکن ٹریجڈی یہ ہے کہ کوئی پڑھی لکھی لڑکی جسے عزتِ نفس کا خیال ہو' فلمی دنیا کے بے آبرو ماحول میں گزارہ نہیں کرسکتی۔"

"انہوں نے اپنا تعارف کرایا اور میری اتنی تعریف کی کہ میں ان سے متاثر ہوگئی" روشنی نے بڑی شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

میں نے کہا "میں چاہتا تھا کہ روشنی پھر اپنے فن کا مظاہرہ کرے۔ میں اس کے لیے کوئی ٹی وی سیریل' ڈراما گروپ یا فلم کرنے پر بھی تیار تھا لیکن اس نے کہا کہ بس بہت دیکھ لی فن کی اور فنکار کی عزت۔ سب اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے جھوٹی تعریف کرتے ہیں۔ قدموں میں بچھے جاتے ہیں مگر گھر سے یوں دور رکھتے ہیں جیسے ایکٹریس یا ڈانسر یا سنگر کی رسوائی کوئی چھوت کا مرض ہے جو ان کی عزت دار ماؤں بہنوں' بیٹیوں کو لگ گیا تو وہ دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"کیا غلط ہے اس میں۔ دیکھ لو مشہور سپر اسٹارز کو۔ ان سے شادی کی تو انہی کے ساتھی فنکاروں نے۔ سنتوش کمار نے صبیحہ سے۔ محمد علی نے زیبا سے۔ درپن نے نیر سلطانہ سے۔ ہندوستان میں دیکھ لو نرگس' مدھو بالا' سائرہ بانو' کسی عزت دار گھرانے نے ان کو بہو بنایا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "روشنی کی یہ بات سن کے میں نے فوراً پرپوز کردیا۔ دو مہینے میں اندازہ تو ہو ہی گیا تھا ایک دوسرے کی نیچر کا۔ یہ مان گئی۔"

"جیسے تم جیسا دولت مند شوہر ملے' اسے اور کیا چاہیے؟"

روشنی نے اس کی بات کاٹ دی "دولت میں خود بھی بہت کما لیتی ملک صاحب۔ اگر مجھے اس کی ہوس ہوتی۔"

ملک نے کہا "میرا مطلب تھا کہ تم جیسا شوہر جس کے پاس دولت' عزت شہرت کے ساتھ صورت اور سیرت بھی ہو۔ اسے انکار کون لڑکی کرسکتی ہے۔ خیر' نیلم کو جانتی ہو آپ؟"

میں اس غیر متوقع سوال سے حیران ہوا "اسے کون نہیں جانتا۔"

روشنی نے کہا "وہ بہت بڑی فنکارہ ہیں۔ میں بہت عزت کرتی ہوں ان کی۔"

رب نواز طنزیہ انداز میں ہنسا "میں نے سنا ہے آج کل لندن میں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم' لیکن مجھے شوق بھی نہیں ہے اس سے ملنے کا" میں نے کہا۔

"مجھے تو ہے" روشنی بولی۔

"تم جب چاہو ان سے مل سکتی ہو۔" رب نواز نے کہا۔

"آپ ملوا سکتے ہیں؟" روشنی کا اشتیاق بڑھ گیا۔

"کیوں نہیں۔ میری تو بڑی اچھی دوستی ہے۔ ابھی چلو" رب نواز نے کہا۔

یہ صورت حال میرے لیے کسی حد تک پریشان کن تھی "ابھی وہ معلوم نہیں کہاں ہوگی۔ شوٹنگ کے لیے آئی ہوگی تو یونٹ کے ساتھ ہوگی۔"

"مجھے معلوم ہے وہ کہاں ٹھہری ہے۔ چلو اس کے ہوٹل چلتے ہیں۔"

میں نے کہا "لندن آنے والا شام کا وقت ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کے نہیں گزارتا۔ وہ ملے گی نہیں۔"

رب نواز بولا "یہ بھی ٹھیک کہا تم نے۔ ایسا کرتے ہیں' فون کرکے معلوم کرلیتے ہیں۔ وہ نہ ملی تو پیغام چھوڑ دیں گے کہ ہم رات کو آئیں گے۔"

میں نے اس کی نظر بچا کے روشنی کو آنکھ ماری "چھوڑو ملک صاحب! ہماری جان نہ پہچان' وہ ہمیں کہاں گھاس ڈالے گی۔ ویسے بھی وہ بہت مصروف ہوگی۔"

ملک نے سینے پر ہاتھ رکھا "آپ ہمارے ساتھ چلو گے۔ ہمارے دوست بن کر۔"

میں نے کہا "سچی بات یہ ہے رب نواز کہ مجھے ان فلمی ہیروئنوں کے پیچھے دیوانہ بن کے پھرنے کا بالکل بھی شوق نہیں۔ آج تک میں نے نیلم کی کوئی بھی فلم نہیں دیکھی' میں کیا کروں گا اس سے مل کے۔"

روشنی کچھ کنفیوز ہوگئی "پھر میں بھی نہیں جاتی۔"

میں نے کہا "نہیں تم جاؤ ملک صاحب کے ساتھ۔ یہ تمہیں ملوا دیں گے۔"

"ملوانے کی کیا بات ہے۔ نیلم اچھی طرح جانتی ہے مجھے۔ تین فلموں میں مجھے اس کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ ہماری اچھی سلام دعا ہوگئی تھی۔"

رب نواز بولا "بھئی ہماری تو پرانی یاری ہے۔ اگر اسے معلوم ہوجائے کہ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں تو ابھی سارے کام چھوڑ کے بھاگی چلی آئے گی۔"

ملک بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بول رہا تھا۔ معلوم نہیں اس طرح وہ روشنی کو امپریس کرنا چاہتا تھا یا اپنی انا کی تسکین۔ نیلم کے ساتھ رب نواز کے تعلقات کی حقیقت کو مجھ سے زیادہ کون جانتا تھا۔ تعلقات کا زمانہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ اب نیلم اسے اپنا سب سے کمینہ دشمن سمجھتی تھی اور اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوتی۔ مجھے نیلم کی عادت اور مزاج کا بھی علم تھا۔ صرف ملاقات کے لیے وہ میرے بلانے پر بھی کام چھوڑ کے ہرگز نہ آتی۔

روشنی کا چہرہ ایک سوالیہ نشان بن کے رہ گیا تھا۔ اسے میں نے بتایا تھا کہ میرے نیلم کے ساتھ کتنے پرانے اور قریبی مراسم ہیں مگر رب نواز کے سامنے میں نیلم کے ساتھ جان پہچان سے بھی انکار کررہا تھا۔ تاہم اس نے میری تضاد بیانی پر حیرانی کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ بول پڑتی کہ مجھ سے تم نے کیا کہا تھا۔ وہ جھوٹ تھا یا جھوٹ تم اب بول رہے ہو اور تم نے جس جھوٹ کو نباہنے کے لیے دس ہزار پاؤنڈ ماہانہ پر مجھے بیوی بنایا ہے' اس میں کتنا جھوٹ ہے؟

شاید ذہنی طور پر اس نے میرے ہر جھوٹ کے ساتھ مفاہمت کی مجبوری کو سمجھ لیا تھا۔ اسے سچ سے زیادہ ساٹھ ہزار پاؤنڈ عزیز تھے۔ ایک پہاڑ جتنے بڑے جھوٹ میں میرے ساتھ شامل ہونے کے بعد یہ کنکر پتھر جیسے جھوٹ اس کے لیے بھی غیر اہم تھے۔ اس نے خود کو سمجھا لیا ہوگا کہ اگر کوئی وضاحت ہوگی تو بعد میں مل جائے گی ورنہ ٹھیک ہے۔ سوال نہ کرنا اس کے ساتھ میرے معاہدے کی شرط اول تھی۔

رب نواز اپنی بے عزتی کرانے کا رسک لے رہا تھا۔

میں نے اسے اکسایا "یار ملک صاحب! اسے یہاں کیوں نہیں بلا لیتے۔"

روشنی نے سرہلا کے میری تائید کی "کیا وہ آجائے گی؟"

"ہاں ... ہاں کیوں نہیں۔ میں ابھی پوچھ لیتا ہوں۔ فون کدھر ہے؟" رب نواز بولا۔

روشنی لپک کر اٹھی "فون میں لاتی ہوں۔"

رب نواز بات کہہ کے پھنس گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس کا دم واپسیں برسرراہ ہو۔ تب بھی نیلم اس کی خواہش پر اسے پانی کے دو گھونٹ پلانے نہ آئے اور فون کال کے جواب میں اسے نیلم کی تلخ و ترش باتوں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

اس نے مجبوراً ہوٹل کا نمبر ملایا اور بار بار ملایا "لوجی یہاں بھی پہلے یہ مصیبت" اس نے سخت جھنجلاہٹ کا اظہار کیا "کانٹیکٹ ہی نہیں مل رہی ہے۔"

میں نے تعجب سے کہا "وہ کسی آؤٹ پٹانگ قسم کے ہوٹل میں تو ٹھہری نہیں ہوگی۔ وہاں کم سے کم بھی دس چینلوں کا ایکس چینج ہونا چاہیے۔ نمبر کیوں بزی چل رہا ہے؟"

رب نواز نے ریسیور رکھ دیا "تھوڑی دیر میں پھر ٹرائی کرتے ہیں۔ بھابی جی پکوڑے تو لاجواب تھے۔ چائے مل جائے ایک اور پیالی تو واہ وا۔ سردی بڑی ہے آج۔"

"کیوں نہیں ملک صاحب!" روشنی پھر اٹھی "ابھی لائی۔"

چائے پیتے ہوئے موضوع سخن فلمی دنیا اور نیلم کے ساتھ مراسم کی نوعیت ہوگیا۔ روشنی نے جو بھی کہا اس میں نہ مبالغہ تھا اور نہ کسی قسم کا غرور۔ وہ اپنے تجربات اور آپ بیتی کہہ رہی تھی لیکن رب نواز کی ہر بات میں اپنی دولت مندی' اپنے خاندان کی بڑائی' اپنے سیاسی اثر رسوخ کی وسعت اور اپنے رئیسانہ مشاغل کی پرغرور پبلسٹی کا پہلو نمایاں تھا اور معلوم نہیں یہ کس قسم کا احساس کمتری تھا جو اسے ہر معاملے میں اپنی برتری کا ڈھول پیٹنے پر مجبور کرتا تھا۔ میرے نزدیک یہ سراسر اس کی بے وقوفی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھ سے اس کا ماضی اور حال پوشیدہ نہیں۔ میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرسکتا ہوں تو پھر میرے سامنے دودھ کے خالص ہونے کی بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں روشنی کو بعد میں سب بتا سکتا ہوں کیونکہ وہ بہرحال میری بیوی ہے پھر اس کی کیا عزت رہ جائے گی؟

لیکن کچھ دیر بعد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ ہوش میں آنے کے باوجود وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو شاید وہ کسی بار سے نکلا تھا۔ شراب کی ایک پتلی چپٹی سی بوتل اس کے کوٹ کی جیب میں تھی۔ وہ دو بار باتھ روم گیا تھا اور بوتل سے دو گھونٹ پی آیا تھا۔ اگر وہ میرے قریب بیٹھا ہوتا تو مجھے اس کے منہ سے بو آتی لیکن میرے اور اس کے درمیان دس فٹ کا فاصلہ حائل تھا۔

وہ سگریٹ نہیں پیتا تھا چنانچہ تیسری بار حلق تر کرنے کے لیے اس کا ہاتھ اپنے کوٹ کی جیب میں گیا تو مجھے شک ہوا۔ یہ ایک غیر ارادی اور اضطراری حرکت تھی۔ اسے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس بھی ہوگیا۔ وہ معذرت آمیز انداز میں مسکرا کے پھر باتھ روم جانے کے لیے اٹھا۔ "یہاں بارش اور سردی اتنی ہے۔ برانڈی کی ضرورت پڑتی ہے لیکن تم ہو ملا۔ حرام شے کا نام لینا بھی گناہ ہوگا تمہارے پاک صاف گھر میں۔" وہ ہنسا اور باتھ روم چلا گیا۔

"یہ جو نیلم ہے" اس نے واپس آکے سلسلہ کلام پھر وہیں سے شروع کیا جہاں سے توڑا تھا "بڑی ہی کتی شے ہے۔ نیچے سے اوپر تک پہنچنے کے لیے اس نے کیا نہیں کیا' مجھ سے پوچھو۔"

میں نے کہا "رب نواز۔ فلمی دنیا کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟ نیلم کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

"تم کیوں برا مانتے ہو؟ تمہاری کیا لگتی ہے نیلم؟" وہ میرا تمسخر اڑانے لگا۔

میں نے کہا "کسی کے بارے میں بھی پیٹھ پیچھے بات کرنا غیبت شمار ہوتا ہے۔ ہمت ہے تو اس کے سامنے بولنا۔"

اس نے غصے میں سینے پر ہاتھ مارا "ہاں بولوں گا۔ سامنے بھی بولوں گا۔ تم ملک رب نواز کی ہمت کو چیلنج کرتے ہو۔ یہ جو نیلم آج بڑی پارسا بنتی ہے' اسی کنجر خانے کی پیداوار ہے۔ اس کی ماں کو بھی جانتا ہوں میں۔ میرے بڑے بھائی حق نواز' اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے' انہوں نے بتایا تھا مجھے' اس کی ماں نے مجرا کیا تھا میرے والد مرحوم کی دوسری شادی کے موقع پر۔"

بات کرتے کرتے اس نے بے خیالی میں بوتل نکال کے ایک گھونٹ پی لیا پھر خفت سے ہنسا "معاف کرنا... بھابی جی!"

میں نے کہا "تمہیں تین بار باتھ روم میں جا کے پینے کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا تو ہر جگہ دیکھ رہا ہے پھر بندوں سے کیا ڈرنا جب اس کا ڈر نہیں۔"

"ڈر کی بات نہیں شاہ جی۔ لحاظ کرنا پڑتا ہے... اب تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اجازت دے دی ہے تو۔۔۔ ٹھیک ہے" اس نے بوتل کو اوپر اٹھا کے دوسرا گھونٹ لیا۔

میں نے کہا "ایسا نہ ہو تم آؤٹ ہو جاؤ یار! اور مجھے تم کو گھر چھوڑنے جانا پڑے۔"

وہ ہنسا "فکر مت کرو۔ ملک پوری بوتل پی جائے ایک سانس میں تو پتا نہ چلے' یہ تو بس ایک پوا ہے' کوارٹر۔ تو بھائی جی! یہ جو نیلم ہے نا' کوئی شریف زادی نہیں ہے' پہلے بھائی صاحب مرحوم کی داشتہ تھی۔ دونوں ہاتھوں سے لوٹتی رہی اس کی ماں میرے والد مرحوم کو اور نیلم بڑے بھائی صاحب کو' مرحوم کو۔"

میں نے کہا "ملک۔ برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو۔ میں برا نہیں مانوں گا۔ بولو!"

میں نے کہا "نیلم کی ماں اگر آپ کے والد کے حرم میں تھی۔۔۔ تو کیا یہ ناممکن ہے کہ انہی کی اولاد ہو؟"

ملک کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس کی نظر مجھ پر ٹھہر گئی اور آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غیظ و غضب کے شعلے بھڑکنے لگے "کسی اور نے کہی ہوتی یہ بات۔۔۔ تو میں اس کی۔۔۔" وہ گالی دیتے دیتے سنبھل گیا۔

میں نے کہا "تم شاید نشے میں یہ بھولنے لگے ہو کہ یہ میرا گھر ہے۔"

"اور تم یہ بھول رہے ہو کہ میں مہمان ہوں۔" وہ دہاڑ کے بولا "کتنی بڑی گالی دی ہے تم نے۔ تمہیں کچھ اندازہ ہے۔ یہ کنجری' دو ٹکے میں بکنے والی عورت' اسے تم میری بہن کہہ رہے ہو؟ یہ ناممکن ہے شاہ جی۔ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے' یہ ہو سکتا ہے لیکن اس عورت کی رگوں میں ہمارا خاندانی خون ہو' یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیتے۔ مار کے گاڑ دیتے ہیں اگر شک بھی ہو جائے۔ ایسی عورتیں ہم جیسے رئیسوں کا کھلونا ہوتی ہیں۔ صرف دل بہلانے کا ذریعہ۔ اس حرام زادی نیلم کو غلط فہمی ہو گئی تھی اپنے بارے میں کہ وہ کوئی بڑی اونچی چیز ہے۔ پیسے کے پیچھے دُم ہلانے والی کتیا۔ ہمارے بڑے بھائی' اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ یہ بات ہمیشہ سمجھاتے تھے کہ برخوردار رب نواز۔ یہ جو ہمارے چوبارے کی اونچی دیواریں ہیں۔ ان میں نالی کی ایک اینٹ بھی نہیں۔ ہونی بھی نہیں چاہیے۔ اس کا خیال رکھنا۔ ہم نے بھی پیسہ بہت لٹایا نیلم پر اور نیلم جیسی سیکڑوں پر۔ پیسہ آخر ہوتا کس لیے ہے لیکن نیلم جیسی سب کوشش کرتی ہیں کہ ان کے نام پر لگا ہوا طوائف زادی کا لیبل اتر جائے۔ وہ عزت دار اور شریف ہو جائیں' بھائی صاحب مرحوم اللہ ان کی مغفرت کرے۔ اس کے چکر میں نہیں آئے تو اس نے مجھے پھانسنے کی کوشش کی۔ لاکھوں کے تحفے تحائف ہم نے بھی دیے۔ وہ گاڑی اور بنگلا مانگتی تھی۔ اپنی اوقات نہ بھولتی اور حد میں رہتی تو ہم یہ بھی دے سکتے تھے مگر اس نے شادی کے لیے ضد شروع کر دی تو ہم نے کہا کہ ملک صاحب' معاملات اس سے آگے نہیں بڑھنے چاہئیں۔ جان چھڑاؤ اس مصیبت سے اور ہم نے نیلم سے صاف کہہ دیا کہ بی بی' یہ ناممکن ہے۔ میں باز آیا محبت سے اٹھالو پاندان اپنا" رب نواز نے قہقہہ مارا۔

روشنی کو یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔ "ملک صاحب! صاف کہئے نا کہ آپ میں ہمت نہیں تھی ایک ایکٹریس کو بیوی کا مرتبہ دینے کی۔"

ملک نے کہا "بات ہمت کی نہیں بھابی جی! ہماری کچھ خاندانی روایات ہیں۔"

"مثلاً خاندانی نسل کی بیویوں کو حرم کی دیواروں میں رکھنے کی روایت اور اپنے لیے گھر سے باہر ایک داشتہ رکھنے کی روایت۔ کوٹھوں پر جانے کی روایت۔"

رب نواز پر کوئی اثر نہیں ہوا "ہاں' ہم اعلیٰ نسل کے جانور پالتے ہیں مثلاً ریس کے گھوڑے اور شکاری کتے۔"

"اور نیلم جیسی کوئی عورت شان بڑھانے کے لیے۔"

وہ ہنسنے لگا "دیکھو جی! رئیسوں کے شوق تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ نیلم اس زمانے میں بھی ٹاپ کی اسٹار تھی۔ ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں تھی اسے افورڈ کرنا مگر شادی والی بات غلط تھی۔ شادی ہم کر چکے تھے اپنے چاچے کی بیٹی سے۔ بعد میں بھی ایک شادی کی مگر وہ پروفیسر تھی کالج میں۔ دونوں خوش ہیں۔"

"آپ جیسے رئیسوں کی آ سے کم چار بیویاں تو ہونی چاہئیں۔ کچھ اقربا پروری کے لیے تو کچھ غربا پروری کے لیے۔"

رب نواز ڈھٹائی سے ہنسا "لوجی دو اور کر لیں گے آپ کہتی ہو تو۔ ابھی تو میں جوان ہوں۔ بڑی عمر پڑی ہے' شرع کے تقاضے پورے کرنے کے لیے۔"

بحث تلخ سے تلخ تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ٹیلی فون اٹھا لیا "ایک بار پھر کوشش کرتے ہیں۔ شاید نمبر مل جائے۔"

"تمہیں معلوم ہے نمبر؟" رب نواز بولا۔

میں نے ری ڈائل کا بٹن دبا دیا۔ "وہ نمبر خود مل جائے گا جو تم نے ملایا تھا۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ تین بار دوسری طرف سے بیل سنائی

دی پھر کسی نے کہا "سائمن مارک گروسری۔"

میں نے لائن کاٹتے ہوئے حیرانی سے کہا "یہ سائمن مارک گروسری کہاں سے آ گیا۔ تم نے تو اس ہوٹل کا نمبر ملایا تھا جہاں نیلم کا قیام ہے۔"

رب نواز نے اپنے جھوٹ پر جھوٹ کا پردہ ڈالنے کی فضول سی کوشش کی "ہو سکتا ہے فون کی میموری میں خرابی ہو۔"

میں نے اس کی بات مان لی "ہو سکتا ہے۔ تم مجھے نمبر بتاؤ' میں پھر ملاتا ہوں۔"

رب نواز مشکل میں پڑ گیا۔ اس نے کہیں سے یہ خبر سن لی ہو گی کہ نیلم اپنی کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں لندن آئی ہوئی ہے اور شاید اپنے طور پر اس نے نیلم کی رہائش کا پتا بھی معلوم کر لیا ہو گا مگر ہوٹل کا فون نمبر اسے زبانی یاد نہیں تھا۔ صرف مجھے اور روشنی کو امپریس کرنے کے لیے اور اپنے جھوٹ کو سہارا دینے کے لیے وہ نمبر ملا کے لائن نہ ملنے کا ڈراما کر رہا تھا۔ اگلے دن اسے واپس پاکستان جانا تھا چنانچہ اس کے نیلم سے ملنے کا کوئی چانس نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ملک رب نواز یہ بھی جانتا تھا کہ لاہور اور لندن میں بڑا فرق ہے۔ لاہور میں وہ اپنی بدمعاشی کے زور پر دندناتا ہوا نیلم کے گھر میں گھس گیا تھا مگر یہاں یہ بات یقینی تھی کہ نیلم اسے ذلیل کر کے نکال دے گی اور اس نے ذرا بھی حد سے تجاوز کیا تو ہوٹل کی سیکیورٹی والے اسے پکڑ کے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔

اس نے بڑی ہوشیاری سے مجھے ٹال دیا "میرا خیال ہے کہ مجھے صحیح نمبر یاد نہیں رہا۔ کوئی عدد آگے پیچھے ہو گیا ہے۔"

میں نے کہا "انکوائری سے پوچھ لیتے ہیں۔"

مجھے یقین تھا کہ اس وقت نیلم اپنے فلم یونٹ کے ساتھ کیمں شوٹنگ میں مصروف ہو گی اور اس کے ہوٹل میں پائے جانے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں صرف رب نواز کی پریشانی سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ روشنی کی نظر میں وہ جھوٹ ثابت ہو جائے۔

ٹیلی فون انکوائری سے نمبر مل جانے کے بعد ہوٹل کا ایکس چینج فوراً کنکٹ ہو گیا۔ میں نے ریسیور رب نواز کو تھما دیا "تو بات کرو۔"

اس نے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے اور مجھے ایک سو ایک گالیاں دیتے ہوئے ریسیور لے لیا اور انگریزی کی مٹی پلید کرنی شروع کی "آئی ٹاک مس نیلم۔ یس' شی ورکنگ ایکٹریس۔ شی کم فرام پاکستان۔۔۔ شوٹنگ ان لندن۔ آئی کمنگ فرام لاہور۔ لاہور ان پنجاب۔ پنجاب فائیو ریورس۔ یس ان پاکستان۔ مائی نیم از ملک رب نواز۔ ایکس ایم پی اے۔ نو۔۔۔ ناٹ ایکس ایم۔۔۔ پی اے۔۔۔ ممبر اسمبلی۔ او خدا کی بندی نیلم کمرے میں ہے یا نہیں۔ دس اردو' یو ڈونٹ نو اردو؟ ویری بیڈ۔۔۔ اوکے' اوکے۔ چلو جی' ٹھیک ہے۔ تھینک یو سر!"

میں نے اور روشنی نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو ضبط کیا۔

رب نواز نے اطمینان کا سانس لے کر ریسیور رکھ دیا "لوجی نیلم تو اس وقت ہوٹل میں نہیں ہے اور ہوٹل والوں کو پتا نہیں کہاں ہو گی۔ ان لوگوں کو بات سمجھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔"

"ہمارے یہاں تو ان پڑھ بھی اردو ضرور سمجھ لیتا ہے" میں نے کہا۔

وہ کھسیانا ہو گیا "ٹھیک ہے بھئی۔ اڑا لو مذاق ہماری انگلش کا۔ وہاں آ کے گورے جو اردو بولتے ہیں' ان کا تو کوئی مذاق نہیں اڑاتا۔"

وہ رات تک بیٹھا اِدھر اُدھر کی ہانکتا رہا۔ کاروباری مسائل پر بات نہ کرنے پر ہمارے درمیان اتفاق رائے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سیاست اور آنے والے انتخابات کی صورت حال پر بات کرنے لگا۔ وہ سیاست میں لوگوں کے بدلتے ہوئے جذبات سے خفا تھا۔

"پہلے ان ووٹرز کی مجال نہ تھی کہ کسی اور کو ووٹ دینے کا سوچیں لیکن اب تو انتخابات کے زمانے میں کمی کمین بھی نخرے دکھاتے ہیں۔ گھر گھر جا کے انہیں منانا پڑتا ہے۔ ان سے سو وعدے کرنے پڑتے ہیں۔ قرآن اٹھوانا پڑتا ہے پھر بھی پتا نہیں ہوتا۔"

"جو وعدے کیے جاتے ہیں' ان کا بھی کوئی پتا نہیں ہوتا۔"

"یار' الیکشن کے وعدے تو ایسے ہی ہوتے ہیں' تقریر کی چاٹ کا مسالا۔ پینتالیس سال سے یہی ہو رہا ہے" وہ بولا۔

میں نے کہا "پھر ووٹر سے کیسی شکایت۔ اب تعلیم عام ہو گئی ہے اور ووٹر پہلے سے زیادہ باشعور ہے۔ اسے جھوٹے وعدوں سے بہلانا ممکن نہیں رہا۔"

"یہ ساری خرابی پیدا کی ہے ٹی وی نے۔ ہر ڈرامے میں وڈیرے جاگیردار کے خلاف اتنا زہر اگلا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "نہیں ملک صاحب! یہ محض خود فریبی ہے۔ تم خود سوچو کہ تمہارے ووٹر کیا اندھے بہرے اور پاگل ہیں۔ وہ خود کچھ نہیں دیکھتے۔ کچھ نہیں سمجھتے۔ ایک ٹی وی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ڈرامے پر یقین کرلیتے ہیں لیکن اپنے علاقے کے جدی پشتی امیدوار پر یقین نہیں کرتے۔ کیا وہ تمہیں جانتے نہیں؟"

"پروپیگنڈا بڑا میٹھا زہر ہوتا ہے شاہ جی۔ دھیرے دھیرے اثر کرتا ہے" رب نواز بولا۔

میں نے کہا "یہ بات نہیں رب نواز۔ تمہارے علاقے کے یہ لوگ جنہیں تم اتنی حقارت سے کمی کمین کہتے ہو۔ اب تمہارے محتاج نہیں رہے۔ ان کی اولادیں پڑھ لکھ کے شہروں کی طرف نکل گئی ہیں۔ دبئی اور لندن سے امریکا تک جانے والے تمہارے معاشی تسلط سے آزادی حاصل کرچکے ہیں۔ ان کو اب یہ ڈر نہیں کہ تم نے زمین کاشت کے لیے نہ دی تو وہ بھوکے مرجائیں گے۔ اپنی جان ومال اور آبرو کے لیے وہ قانون کا سہارا بھی لے سکتے ہیں۔"

وہ بولا "یہ سب کتابی باتیں ہیں' قانون آج بھی ہم بناتے ہیں۔"

"اور پھر خود ہی توڑتے ہیں" میں نے کہا۔

"یہی ہماری شان ہے" وہ بولا۔

میں نے کہا "دیکھ لو اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے۔ معاشرہ ایک جنگل بن گیا ہے جہاں پر طاقتور کے سامنے کمزور کو اس کا حق نہیں ملتا۔ خیر چھوڑو' اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات تمہیں وقت سمجھائے گا۔ یہ بتاؤ میری آفر کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

"کیسی آفر؟"

میں نے کہا "تم میری پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑو گے۔ یا پہلے کی طرح آزاد امیدوار ہی رہو گے؟"

"پہلے تو آزاد امیدوار بننے میں بڑے فائدے تھے۔ ان کا ایک گروپ بن جاتا تھا جو کسی منشور کا پابند نہیں ہوتا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے بھی وہ اتنے طاقتور ہوتے تھے کہ انہیں ساتھ ملا کے اقلیت کو حکومت مل جاتی تھی۔ اکثریتی پارٹی منہ دیکھتی رہ جاتی تھی۔"

میں نے کہا "اب آزاد امیدوار کا مطلب ہوگیا ہے وہ شخص جس کا کوئی دین ایمان نہ ہو۔ عرف عام میں لوٹا' چمچہ' تھالی کا بینگن۔ اگر تم میری آفر کو قبول کرتے ہو تو میں ٹکٹ کے ساتھ تمہیں پارٹی کے سینئر نائب صدر کا عہدہ بھی پیش کرتا ہوں۔ قریشی بے کار آدمی ہے۔"

وہ بولا "میں سوچوں گا۔ ممکن ہے مجھے اس سے اچھی آفر مل جائے۔"

میں نے کہا "زیادہ خوش فہمی میں مت رہو۔ الیکشن میں اصلی مقابلہ صرف دو جماعتوں کے درمیان ہے۔ یہ سب ہی جانتے ہیں۔ ایسی صورت میں چھوٹی جماعتوں کی پوزیشن کاسہ لیس آزاد امیدواروں کے مقابلے میں یقیناً زیادہ مضبوط اور قابل اعتبار سمجھی جائے گی۔ میرا دونوں جماعتوں سے رابطہ ہے۔ میں ایک وزیر مملکت کی سیٹ مرکز میں اور ایک سیٹ صوبے کی وزارت میں مانگ رہا ہوں جو بہت زیادہ نہیں ہے۔ دوسرے فائدے اپنی جگہ' ٹھیکے' لائسنس اور پلاٹ وغیرہ۔"

وہ سوچ میں پڑگیا "اگر میں نے یہ آفر قبول نہ کی تو تم کسے ٹکٹ دینے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

میں نے فوراً ایک نام ایسے لیا جیسے کہ میرے ذہن میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں "خدا بخش مندرال مرحوم کا بڑا بیٹا۔ رسول بخش مندرال۔ اس سے چھوٹے کو تم جانتے ہو۔ وزارت داخلہ میں ڈپٹی سیکریٹری ہے۔"

رب نواز کا تذبذب ختم ہوگیا "چلو پھر ٹھیک ہے' ملاؤ ہاتھ۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملایا "یہ تعاون غیر مشروط ہے۔"

وہ ہنسا "یہ ایک سیاسی سودا ہے۔ مجھے وزارت وغیرہ میں کوئی دلچسپی نہیں۔ ایک تو مجھے گلیات کے علاقے میں درخت کاٹنے کا ٹھیکا چاہیے۔"

میں نے کہا "کیا اپنے ملک صاحب' اتنی چھوٹی سی شرط۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم ہاتھی مانگو گے۔ یہ تو بلی بھی نہیں ہے' بلونگڑا ہے۔"

وہ بولا "میرا بیٹا ہے دلنواز۔ ویسے تو کاروبار سنبھالتا ہے میرے ساتھ۔ شادی بھی کردی ہے میں نے حالانکہ عمر زیادہ نہیں ہے۔ ستائیس سال کا ہوا ہے۔ گریجویٹ ہے اور ماشاء اللہ بہت ذہین ہے۔ اسے کہیں لگانا ہے۔"

"کیا لگانا ہے؟"

"جیسے خدا بخش مندرال کا بیٹا ہے وزارت داخلہ میں۔ اس کی ڈائریکٹ کسی منسٹری میں پوسٹنگ ہونی چاہیے۔ وزارت صنعت وپیداوار' زراعت بے کار ہے۔ دفاع' خارجہ امور اور خزانہ میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن مواصلات' وزارت محنت وپیداوار۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا "تم خاصا ہوم ورک کرچکے ہو۔ ابھی میں کوئی وعدہ نہیں کررہا ہوں۔"

"ڈائریکٹ ڈی ایس پی بھی بھرتی ہوتے ہیں پہلے۔"

میں نے کہا "اس ملک میں تو ڈائریکٹ وزیراعظم بھی بھرتی کیے گئے ہیں۔ محمد علی بوگرہ سفیر تھے امریکا میں۔ انہوں نے بھیج دیا کہ اسے وزیراعظم لگاؤ اور ہم نے لگادیا۔ دو سال

بعد امریکا نے پھر بلالیا۔"

وہ بولا "یہ کام بھی مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ اب میں چلتا ہوں۔ کل رات کی فلائٹ سے میری واپسی کنفرم ہے۔"

میں نے کہا "کیا حرج ہے اگر ایک پریس کانفرنس میں تم پی جے ایف میں شمولیت کا اعلان کردو۔ میں تمہارے سینئر نائب صدر ہونے کا اعلان کردوں گا۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "نہیں شاہ جی۔ میں کورٹ کی اجازت کے بغیر آیا تھا۔ پریس کانفرنس سے میری لندن میں موجودگی ثابت ہوجائے گی۔"

"پھر کیا ہوا۔ یہ کوئی اتنا سنگین جرم نہیں ہے۔ تاریخ پر تم عدالت میں پیش ہوجاؤ گے۔ زیادہ سے زیادہ معافی مانگ لینا عدالت سے کہ تم نے لاعلمی میں ایسا کیا۔ عدالت وارننگ دے کے چھوڑ دے گی۔"

خلاف توقع رب نواز میری باتوں میں آگیا "تم میرے مخالف وکیل کو نہیں جانتے۔ اگر اس نے ضمانت کی منسوخی پر زور دیا پھر؟"

میں نے کہا "اس کی ضمانت میں دے سکتا ہوں کہ وہ اس معاملے کو نہیں اٹھائے گا۔"

"تم کیسے ضمانت دے سکتے ہو؟" وہ حیرانی سے بولا۔

میں نے کہا "رخشندہ اب بھی میرا لحاظ کرتی ہے۔ اس لیے کہ میں نے کسی لڑائی جھگڑے یا قانونی چارہ جوئی کے بغیر ہی اسے طلاق دے کر آزاد کردیا اور حق مہر کے علاوہ اسے جتنا دے دیا کہ وہ میرا احسان مانتی ہے۔ میں نے اسے فرید عباسی سے شادی کے بعد مبارک باد بھی دی تھی۔"

"تم اس سے کہو گے اور وہ اپنے شوہر کو ناراضی کرے گی؟ خیر' ایسا ہوجائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں' تم پریس کانفرنس کب کرو گے؟"

"کل دوپہر سے پہلے کسی وقت۔ صحیح وقت اور جگہ کے بارے میں تم کو معلوم ہوجائے گا" میں نے کہا۔

مجھے یہ امید نہیں تھی کہ رب نواز اتنا بے وقوف ثابت ہوگا۔ اس پریس کانفرنس سے مجھے دہرا فائدہ حاصل ہونے کی امید تھی۔ ایک تو رب نواز کے ساتھ شاہ عالم کی پریس کانفرنس کا سیاسی ردعمل میرے حق میں سازگار ہوتا۔ یہ خبر پاکستان کے اخبارات میں شائع ہونے کے بعد قریشی کے ساتھ رب نواز کی محاذ آرائی کا آغاز ہوجاتا۔ شاہ عالم پھر خبروں میں آجاتا اور کسی کے لیے شک و شبے کی گنجائش ہی نہ رہتی کہ وہ لندن میں ہے اور پھر سیاست میں واپس آنے کے لیے یہ قتل رچا رہا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ رب نواز کی قانونی مشکلات میں دہرا اضافہ ہوجاتا۔ اسے عدالت سے ضمانت کی منسوخی کا اندیشہ تھا۔ یہ اپیل خود فرید عباسی نے ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف دائر کی تھی کہ اسے ضمانت پر رہا کرنے کا فیصلہ غلط تھا۔ اب یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ رب نواز کو کسی قسم کی رعایت دے اور اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائے۔

رب نواز سے ملاقات نے روشنی کا حوصلہ دوچند کردیا اور اس کے مجھ پر اعتماد کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں۔ اسے کوئی شک نہیں رہا کہ میرے سارے حوالے معتبر تھے اور میں نے اپنے بارے میں کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ میں وہی تھا جو میں نے کہا تھا کہ میں ہوں۔ باقی رہا روزمرہ زندگی کا وہ جھوٹ جو معمولات میں شامل ہوتا ہے۔ کہیں زیادہ کہیں کم۔ تو اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ زندگی اتنی آسان اور سادہ نہیں رہی کہ کوئی بھی صرف سچ کے ساتھ اور منافقانہ رویے اختیار کیے بغیر جی سکے..... صرف ایک جھوٹ اتنا بڑا اور ناقابل فہم تھا کہ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا مگر اس کے ساتھ روشنی نے ایک کاروباری مفاہمت کرلی تھی کیونکہ اس جھوٹ کو بلاچون وچرا قبول کرنے اور نباہنے کی میں نے اتنی ہی بڑی قیمت ادا کردی تھی۔

رب نواز رخصت ہوا تو رات ہوگئی تھی اور بارش بھی کچھ دیر کے لیے تھم گئی تھی۔ روشنی نے ویسے تو کچھ دیر پہلے نہادھو کے کپڑے بدلے تھے اور اپنے کردار کی مناسبت سے پاکستانی لباس کا انتخاب کیا تھا۔ یہ کپڑے گھر میں مہمانوں کے سامنے پہننے کے لیے یقیناً مناسب سمجھے جاسکتے تھے مگر باہر جانے کے لیے مجھے موزوں نہیں لگے۔

اس نے میرے سامنے دو جوڑے رکھ دیے "اب تم ہی بتادو کہ کیا پہنوں؟"

میں نے کہا "اور کپڑے نہیں ہیں تمہارے پاس؟"

وہ کچھ شرمائی "دراصل ... دو سال ہوگئے مجھے لندن میں۔ آہستہ آہستہ وہ عادت نہیں رہی پاکستانی کپڑے پہننے کی۔ یہاں نہ کوئی دیکھنے والا اور نہ ٹوکنے والا پھر کوئی ایسا موقع بھی نہیں آیا اور اچھے کپڑے یہاں کم ہی ملتے ہیں۔ وہ بھی بہت مہنگے۔"

میں نے کہا "اٹ از اوکے۔ تمہیں جو اچھا لگے پہن لو۔"

اس نے نظر اٹھا کے پوچھا "رخشی اپنی مرضی کے کپڑے پہنتی تھی یا تمہاری پسند کے؟"

میں ہنس کے کہا "میں ایسا شوہر کبھی نہیں تھا جس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیوی اپنی مرضی سے کچھ نہ کرتی ہو۔"

وہ بولی "میں تمہاری بیوی نہیں ہوں... میرا مطلب ہے... مجھے جو کرنا ہے تمہاری مرضی سے کرنا ہے۔"

میں نے کہا "خود کو اتنا مجبور مت سمجھو۔ ٹیک اٹ ایزی۔ تم کچھ بھی کرنے کے لیے اور کہنے کے لیے آزاد ہو۔ میں ایک بہت فراخ دل اور روشن خیال شوہر تھا۔ تم نے میری بیوی کہلانے کی ذمے داری قبول کی ہے' میری غلامی نہیں۔ تم ہر معاملے میں آزاد ہو۔ میں تمہاری انفرادی سوچ اور شخصی آزادی کا پورا احترام کروں گا۔"

میری باتوں نے اسے کچھ حوصلہ دیا "اگر میں جینز اور بلاؤز یا اسکرٹ پہن لوں تو؟" وہ مسکرائی۔

میں نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ایک بات کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اچھا نظر آنے کے لیے تمہیں کم لباسی کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں۔ تم مشرقی کپڑوں میں بھی اتنی ہی اچھی لگو گی جتنی مغربی لباس میں۔"

وہ خوش ہو کے ہنسی "میں تو مذاق کر رہی تھی۔ ویسے شاید میرے پاس اچھے کپڑے کم ہیں۔ تم جیسے مشہور اور اہم آدمی کی بیوی ہوں آخر۔"

میں نے کہا "ابھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کل خرید لیں گے کپڑے بھی۔"

"پھر یہی ٹھیک ہیں" اس نے ایک شوخ رنگ سوٹ کا انتخاب کر لیا "ویسے جانا کہاں ہے؟"

میں نے حیرانی سے کہا "نیلم سے ملنے اور کہاں۔ میں نے بتایا تھا۔"

وہ بولی "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ ہماری نہ جان نہ پہچان۔"

میں نے کہا "بات یہ ہے روشنی کہ ویسے تو ہر انسان کے دو چہرے ہوتے ہیں مگر سیاست میں رہ کے چار بھی ہو سکتے ہیں۔ رب نواز اور میں دو سیاسی حریف تھے۔ کل کے دشمن آج ضرورت کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہم خیال یا دوست ہیں۔"

"تمہاری باتوں سے تو ایسا نہیں لگتا تھا۔"

میں نے کہا "تمہیں کیا زندگی میں صرف ایسے لوگ ملے ہیں آج تک جن کی باتوں کا مطلب وہی ہوتا تھا جو وہ کہتے تھے۔"

"نہیں' ایسا کہاں ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تو پھر سمجھ لو آج بھی ایسا نہیں ہوا۔ ان باتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو گی تو اور الجھ جاؤ گی۔"

اس نے مایوسی سے کہا "ہاں۔ مجھے دوسرے معاملات میں دلچسپی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے' آئی ایم سوری!"

وہ دس منٹ میں تیار ہو گئی۔ باہر جانے کے لیے کسی عورت کا مجھ سے بھی پہلے تیار ہو جانا یقیناً ایک حیران کن واقعہ تھا۔ پاکستان میں کسی خاتون کو نیلم جیسی فلمی ہیروئن سے ملاقات جانا ہو اور وہ بھی کسی ہوٹل میں اور وہ خاتون حسن اتفاق سے کوئی حسین ماڈل بھی ہو تو آدھا گھنٹا لباس کے انتخاب میں۔ ایک گھنٹا میک اپ میں اور اضافی آدھا گھنٹا عمومی بدحواسی میں لگ جانا معمولی بات ہوتی لیکن روشنی کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ کپڑے اس کے پاس اتنے کم تھے کہ موقع محل کی مناسبت سے انتخاب کا مسئلہ ہی نہ تھا۔ کچھ لوگوں کے رویے اور کچھ سختی حالات نے اسے احساس حسن کی طرف سے بے اعتنائی برتنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی نسوانیت کا غرور اس حد تک مجروح ہوا تھا کہ وہ ناز حسن کی ہر ادا بھول گئی تھی۔ محبت کے نام پر اس کے ساتھ صرف ہوس کا فریب ہوا تھا چنانچہ اب اس نے محبت کی ایک نظر کی خواہش کو بھی خود پر حرام کر لیا تھا اور جب کوئی اس حد تک تنہا ہو جائے تو زندگی صرف جینے کی مجبوری رہ جاتی ہے۔ مجبوری میں کیا دلکشی اور کیا دلداری۔

اس نے کہا "چلیے' ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "دیکھ رہا ہوں کہ تم نے میک اپ بالکل نہیں کیا؟"

"کیا اس کی ضرورت ہے؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

میں نے کہا "اگر میں کہوں کہ ضرورت واقعی نہیں تو یہ سچ ہوگا مگر سچ یہ بھی ہے کہ مس ورلڈ اور مس یونیورس بھی میک اپ کرتی ہیں۔ یہ ہر خوبصورت عورت کا فطری حق ہے۔ یہ ضرورت کی نہیں احساس کی بات ہے۔"

"جس کا احساس ہی مر چکا ہو شاہ صاحب!" اس نے ایک گہری سانس لی۔

میں نے کہا "تم نے بہت جلدی ہار مان لی روشنی۔ تمہارے حالات اتنے برے بھی نہیں تھے۔ خیر' اس وقت ہم تفریح کے لیے جا رہے ہیں۔ اس لیے مسکراؤ۔"

"اگر یہ میرے شوہر کا حکم ہے۔ تو ملاحظہ فرمایئے مسکراہٹ" وہ مسکرانے لگی۔

میں نے اس کے شانے پر تھپکی دی "چلو۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم مجھے سمجھ لو گی پھر میری باتیں بھی تمہاری سمجھ میں آ جائیں گی۔"

وہ خاموشی سے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی "جس دکان پر میں کام کرتی ہوں' وہ راستے میں پڑے گی..... میں اسے بتا دوں کہ میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔"

"کوئی حرج نہیں" میں نے کہا "ہمیں کہیں ٹائم پر نہیں پہنچنا ہے۔"

"اولڈ گولڈ" بک شاپ صرف کتابوں کی دکان نہیں تھی۔ اس کا زیادہ حصہ کتابوں کے لیے مخصوص تھا مگر ایک حصے میں عام استعمال کی وہ چیزیں تھیں جو ڈبوں میں پیک ملتی ہیں اور جلد خراب نہیں ہوتیں۔ کتابیں دیکھنے والے عموماً خاصا وقت صرف کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ کسی خاص کتاب کی تلاش میں ہوں اور کاؤنٹر سے پوچھ کے کتاب لیں اور چلے جائیں۔

اس وقت بھی چار مرد اور دو خواتین گھوم پھر کے کتابیں دیکھ رہے تھے جو بڑی خوبصورتی سے ایسے رکھی گئی تھیں کہ ایک موضوع پر کتابیں ایک جگہ ملیں اور ایک مصنف کی سب کتابیں ایک ساتھ نظر آتی تھیں پھر نئی آنے والی کتابوں کو درمیان میں ایسے رکھا گیا تھا کہ چاہیں تو آپ گھوم کے سب پر ایک نظر ڈال لیں اور چاہیں تو ریک کو تھما لیں۔

دکان کا مالک ایک دبلا پتلا' عمر رسیدہ اور خوش دل یہودی تھا جو سر کے پچھلے حصے پر یہودیوں کی شناخت والی چھوٹی سی ٹوپی رکھے دکان میں گھوم رہا تھا۔ اس کا مقصد گاہکوں کی مدد کرنا بھی تھا اور ان پر نظر رکھنا بھی۔

روشنی کی بات سن کے اس نے کچھ افسوس سے سر ہلایا "ایسی کیا بات ہو گئی اچانک سویٹ گرل۔ کیا تمہیں اس سے اچھی نوکری مل گئی ہے' اگر ایسا ہے تو۔"

روشنی نے کہا "ایسا نہیں ہے۔ میں نے شادی کر لی ہے۔"

اس نے پرجوش اور پرخلوص مصافحہ کیا "اچھا۔ یہ تو بڑا نیک کام کیا تم نے۔ میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ کون ہے وہ خوش نصیب اور یہ اچانک کیسے ہوا' خیر اچانک کچھ نہیں ہوتا' اس کا پتا اچانک چلتا ہے۔"

میں نے کہا "وہ خوش نصیب میں ہوں۔"

اس نے زیادہ جوشیلے انداز میں مجھے مبارک باد دی "تم شکل سے تو خیر ہیرو ٹائپ لگتے ہو مگر عقلمند بھی ہو کہ تم نے صورت کے ساتھ سیرت کی خوبصورتی کی قدر کی۔ میں تو افسوس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ لڑکی مجھے میری جوانی میں نہیں ملی تھی۔"

روشنی ہنسنے لگی "اگر ملتی تب بھی کسی یہودی سے شادی نہ کرتی۔"

"ارے بھئی یہ مت کہو۔ جب کوئی مذہب عشق اختیار کرتا ہے تو آبائی مذہب کو آبائی گھر کی طرح چھوڑ بھی سکتا ہے۔"

روشنی نے کہا "یہ میرا ہم وطن اور مسلم ہے۔"

اس نے سر ہلایا "ہمارے درمیان سیاسی اور مذہبی دشمنی تو پہلے سے تھی۔ اب جذباتی وجہ بھی پیدا ہو گئی۔ خیر' یہ تو مذاق تھا۔ میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور ساتھ رہو۔ یہ لو اپنی اس ہفتے کی تنخواہ" اس نے کاؤنٹر کی دراز میں سے کچھ نوٹ نکال کے روشنی کو تھما دیے۔ "باقی رقم سے میری طرف سے شادی کا کوئی تحفہ لے لینا۔"

ہم اس کا شکریہ ادا کر کے دکان سے نکل آئے "یہ اچھا آدمی تھا۔" میں نے کہا۔

"سب یہودی برے نہیں ہوتے۔ جیسے سب پاکستانی برے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ یہاں پر عام تاثر بن گیا ہے۔"

میں نے کہا "اس نے ظاہر اور باطن کے حسن کی بات کی۔ مجھے اس کی یہ بات اچھی لگی۔ ایک بات رب نواز نے نیلم کے بارے میں کہی تھی۔ میں نیلم کو دس سال سے جانتا ہوں۔ اس طرح جیسے کوئی اپنے گھر کے کسی فرد کو جانتا ہے لیکن یہ بات رب نواز نہیں جانتا۔ اس نے ایک سطحی سی بات کی تھی۔ جو شوبزنس سے تعلق رکھنے والی ہر لڑکی کے بارے میں کوئی بھی کہہ سکتا ہے۔"

"اور وہ جو نیلم کے ماضی کے بارے میں بکواس کر رہا تھا۔"

"جب تم نیلم سے ملو گی اور اسے قریب سے جانو گی تو خود سمجھ لو گی کہ رب نواز نے کتنے جھوٹ میں کتنا سچ ملایا تھا۔ میں نے اسی لیے کبھی اس کی تردید ضروری نہیں سمجھی۔ اس جیسے نہ جانے کتنے دولت مند ہوس کے شکاری نیلم کے پیچھے پھرتے ہیں اور اپنی ناکامی کا بدلہ ایسی ہی باتیں کہہ کر لیتے ہیں۔"

"تمہیں غصہ نہیں آیا اس کی باتیں سن کے' انجان بننے کے بجائے تمہیں اس کو جواب دینا چاہیے تھا۔"

میں نے کہا "اس سے کیا ہوتا؟ وہ میرے خلاف کہیں اور جا کے الٹی سیدھی باتیں کرتا۔ میں اسے قائل نہیں کر سکتا تھا۔ نیلم اس کے نام سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ یہ تم کو اندازہ ہو جائے گا۔ ملک رب نواز خود بھی جانتا تھا کہ وہ نیلم کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ وہ بس تمہیں امپریس کر رہا تھا اور کچھ نہیں۔ اگر نیلم ہوٹل میں مل جاتی تو خواہ دوسری طرف سے اس کی بے عزتی کی جاتی' وہ مسکراتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے تمہیں یہی تاثر دیتا کہ نیلم بڑی محبت سے بات کررہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ فوراً آجاؤ۔ اس کے بعد اچانک اسے کوئی کام یاد آجاتا اور وہ تم سے معذرت کرلیتا کہ ابھی تو مجھے جانا ہے۔ نیلم سے پھر ملیں گے انشاء اللہ۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

نیلم شوٹنگ سے واپس نہیں آئی تھی۔ میں روشنی کے ساتھ ہال میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ خود میں ہوٹل والوں کو بحث اور دلیل سے کتنا بھی قائل کرنے کی کوشش کروں کہ میرے اور نیلم کے کتنے قریبی مراسم ہیں' وہ قائل ہوکے مجھے کمرے کی چابی نہیں دے سکتے تھے۔ وقت گزارنے کے لیے میں نے کافی منگوالی اور ایک شیلف میں رکھے ہوئے رسالوں کی ورق گردانی کرنے لگا۔

روشنی نے اچانک پوچھا "آخر رب نواز مجھے کیوں امپریس کررہا تھا؟"

میں نے کہا "تم خود سمجھ سکتی ہو' وہ تم میں دلچسپی لے رہا تھا۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ۔۔۔ میں بیوی ہوں تمہاری۔"

میں نے کہا "رب نواز جیسے لوگ ایسی اخلاقیات پر یقین نہیں رکھتے کہ کچھ رشتے قابل احترام ہوتے ہیں۔ تم ذرا سی لفٹ کراؤ اسے اور پھر دیکھو۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے۔ ملک رب نواز کے چار بھائی تھے۔ ایک مرگیا' دوسرا باہر چلا گیا۔ تیسرا گاؤں میں رہتا ہے۔ ملک رب نواز کی خاندانی حویلی دس کنال پر پھیلی ہوئی ہے اور یہ سارے بھائی اپنی تمام خاندانی بیویوں کے ساتھ مشترکہ کنبے کی صورت میں رہتے ہیں۔ ان کی یہ بیویاں چاچے ماموں کی بیٹیاں ہیں اور یہ لوگ انہیں ایک طرح کی دولت مشترکہ شمار کرتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جیسے زمین ہے تو سب کی ہے' اس کی پیداوار سب کی ہے۔ مویشی سب کی ملکیت ہیں۔ مزارع سب کے غلام ہیں ایسے ہی بیویاں سب کے پاؤں کی جوتی ہیں۔ بڑا بھائی حاکم اعلیٰ ہے۔ وہ سب کا دماغ درست رکھتا ہے لیکن یہ باقی سب کی ذمے داری ہے کہ ہر بھائی کو بھی اس کی اوقات یاد دلاتا رہے۔ بیوی کے ساتھ وہ کسی بھائی کی بیوی کو سزا دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے اور وہ اپنے شوہر کی طرح اس کے بھائیوں کی خدمت کرنے کی بھی پابند ہے۔ اس حد تک کہ وہ خلاف اخلاق کوئی فرمائش کربیٹھے تو اسے انکار نہ کرے۔ وہ بیوی نہیں ایک کنیز ہے جو سب کی ملکیت ہے۔ اس کا بڑا بھائی حق نواز مرگیا تو اس کی بیوی سب کی مشترکہ ذمے داری بن گئی اور سب کی بیوی بھی۔ اس کی تین بیویاں تھیں۔ عدت کا زمانہ گزار کے نہ وہ ماں باپ کے گھر جاسکتی تھیں اور نہ کسی سے دوسری شادی کرسکتی تھیں۔۔۔۔ گھر کی عزت گھر کے باہر جانے کا سوال ہی نہیں۔"

"کیسا نفرت انگیز تصور ہے گھر کی عزت کا۔ بچے پھر کس کے شمار ہوتے ہیں" روشنی نے پوچھا۔

"نام کے اعتبار سے باپ کے ورنہ سب کے اور کمال یہ ہے کہ وہ بڑے ہونے کے بعد سب کچھ سمجھنے اور جاننے کے باوجود بولتے نہیں۔ اس غیر اخلاقی نظام کو قبول کرلیتے ہیں۔ خاندان میں جو ہوتا ہے وہ خاندانی روایت ہے اور قابل فخر ہے۔ ملک کی دوسری بیوی پہلے پروفیسر تھی' کالج میں پڑھاتی تھی۔ ظاہر ہے' یہ سب وہ کیسے برداشت کرسکتی تھی' وہ شہر میں الگ رہتی ہے۔"

"اور وہ خاندانی بیویاں اکیلی رہتی ہیں۔"

"ہاں۔ شوہر کبھی مہینے دو مہینے بعد آگئے تو آگئے ورنہ حویلی میں عیش کریں۔ خوب ہے یہ عیش بھی۔ ظاہر ہے وہ حویلی کے اندر آنے والے ملازموں سے یا ادھر اُدھر کے لوگوں سے ناجائز مراسم استوار کرلیتی ہیں۔ پاگل ہوجاتی ہیں۔ خودکشی کرلیتی ہیں یا بھاگ جاتی ہیں کسی کے ساتھ۔ پکڑی جائیں تو اندر ہی زندہ گاڑی جاتی ہیں اپنے آشنا کے ساتھ۔ مرماڑن ہوگئے ہیں۔ شہروں میں رہ کے لیکن ان کی فیوڈل سوچ وہی ہے۔ عورت واقعی پاؤں کی جوتی ہے۔ استعمال کی چیز جسے بدلنا' بیچنا اور ضائع کردینا یا کسی کو دے دینا سب جائز۔"

باتیں کرتے ہوئے میری نظر دروازے کی طرف تھی۔ جب نیلم آئی تو پہلے میں نے سونی کو دیکھا جو عینی کے روپ میں ڈھل کے اتنی بدل گئی تھی کہ پہچانی نہیں جاتی تھی اور رب نواز اسے لندن میں دیکھ کے صورت کی مشابہت پر حیران بہت ہوتا مگر ایک لمحے کے لیے بھی اس کو یہ خیال نہ آتا کہ لندن میں سونی کی ہم شکل خود سونی بھی ہوسکتی ہے مگر شک پیدا کرنے والی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ نیلم کے ساتھ تھی۔ اسے لاہور کے ایک اسٹوڈیو میں نیلم کے ساتھ دیکھا گیا تھا تو رب نواز سے پہلے کسی ہیں لاکھ کے انعام کے لالچ نے پولیس کی انتظامی مشنری کو ہلادیا تھا۔ اس کے بعد رب نواز حرکت میں آیا تھا اور اس نے قانون کی ناکامی کے بعد لاقانونیت کے سارے حربے آزما کے سونی کو نیلم کے گھر سے برآمد کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

چنانچہ یہ بات یقینی تھی کہ لندن میں اسے بدلے ہوئے

نام اور حلیے کے ساتھ پھر نیلم کے ہم رکاب دیکھ کر رب نواز ہرگز دھوکا نہ کھاتا۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ یہ موٹی سی بات مجھے پہلے کیوں نہیں سوجھی۔ جیسے میں یعنی شاہ عالم اپنے اور نیلم کے درمیان آشنائی کے رشتے سے بھی منکر تھا۔ ایسے ہی نیلم انکار کرتی تھی کہ وہ کسی سونی کو نہیں جانتی مگر یہاں وہ اعلانیہ سونی کو عینی بنا کے لائی تھی اور جس خطرناک پولیس ریکارڈ رکھنے والے مجرم کی گرفتاری پر بیس لاکھ کا انعام ہو اسے اتنی آسانی سے چھپا کے لندن میں بھی نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ یہ انتہائی ضروری تھا کہ سونی فوری طور پر نیلم سے ناآشنائی اختیار کرلے ورنہ اس کی جان بچانے کا یہ واحد اور موثر طریقہ بھی قانون کی نظر میں دھوکا دہی بن جائے گا۔ وہ عینی ہے تو آئندہ عینی ہی رہے۔

نیلم اپنی عادت اور مزاج کے مطابق کم گو اور کم آمیز تھی اور عام ایکٹریسوں کی طرح ہروقت اور ہر جگہ اپنے نخرے اور جلوے نہیں دکھاتی پھرتی تھی لیکن اس کے ساتھ عینی ایک نئے نام اور نئی شناخت کے ساتھ نئی دنیا میں آکے ضرورت سے زیادہ ہی شوخ اور بے باک ہورہی تھی۔ وہ جینز کے ساتھ ٹی شرٹ میں تھی۔ اس نے شلوار قمیص اور دوپٹے کو طاق نسیاں پر رکھ دیا تھا اور اونچی ایڑی والی جوتی تو خیر پاکستانی خواتین بھی بڑے شوق اور بڑی مہارت کے ساتھ پہنتی ہیں لیکن سونی کچھ دراز قامت تھی۔ اس نے بیرا اسٹائل بھی ایسا بنالیا تھا جس میں اس کے بال بکھرے ہوئے' پھولے پھولے اور کچھ اٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔

روشنی کی دروازے کی طرف پیٹھ تھی۔ عینی لاؤنج میں اِدھر اُدھر دیکھتی جارہی تھی مگر اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ وہ نیلم کے ساتھ اپنے کمرے میں جانے کے لیے زینے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے ہاتھ ہلا کے یا آواز دے کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں نے روشنی سے کہا "لو نیلم آگئی" اور اسے بلانے کے لیے ہال سے باہر نکل گیا۔

اچانک مجھے سامنے دیکھ کے نیلم حیران ہوئی "تم کہاں سے ٹپک پڑے؟"

سونی بولی "ہمارا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہو کیا؟"

میں نے کہا "پون گھنٹا ہوگیا میں اپنی بیوی کے ساتھ یہاں بیٹھا تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔"

"تمہاری بیوی؟" ان دونوں نے ایک ساتھ چلا کے کہا۔

"اف۔۔۔ آہستہ بولو۔ اسی لیے میں نے پہلے بتادیا۔ اس کا نام روشنی ہے۔ نیلم تم اسے دیکھو گی تو پہچان لوگی۔ وہ ٹی وی ڈراموں کے علاوہ چند فلموں میں تمہارے ساتھ کام کرچکی ہے۔ اسے میں نے صرف یہی بتایا ہے کہ سونی میری چھوٹی بہن ہے۔"

نیلم میرے ساتھ چلنے لگی "وہ سونی نہیں عینی ہے' اب تو سونی کو بھول جاؤ۔"

میں نے کہا "سوری۔ تمہارے بارے میں کوئی جھوٹ بولنا ضروری نہیں تھا۔"

نیلم کو دیکھتے ہی روشنی اٹھی اور بڑے جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر گلے ملی "آپ نے پہچانا مجھے؟"

نیلم نے کہا "کمال کرتی ہو تم بھی۔ نہ تم اتنی گمنام ہو اور نہ میں اتنی بے مروت۔"

میں نے کہا "روشنی' یہ عینی ہے۔ قرۃ العین۔ میری اکلوتی بگڑی ہوئی چھوٹی بہن!"

سونی نے بگڑ کے کہا "بگڑی ہوئی کیوں' اپنے آپ کو نہیں دیکھتے۔"

میں نے کہا "دیکھا' بگڑ گئی نا سچ سن کے۔ خیر بھئی' یہ بگڑی ہوئی نہیں ہے۔ دیکھ لو خود ہی۔"

نیلم بیٹھ گئی "روشنی۔ تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ جب سے شاہ عالم نے تمہارے متعلق بتایا تھا۔ تم نے وہ سب چھوڑ دیا۔ فلموں اور ٹی وی ڈراموں کا سلسلہ ختم۔"

"ختم ہی سمجھو۔ کبھی کبھار کسی کو یاد آجاتی ہے کو کسی آرٹ فلم یا دستاویزی فلم میں چھوٹا موٹا رول لے کر آجاتا ہے مگر اب تو وہ بھی نہیں۔"

"آخر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟" نیلم نے کہا۔

"تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے۔ تم لفٹ ہی نہیں کرا رہی ہو ورنہ کہتیں کہ چلو میرے کمرے میں" میں نے کہا "میں نے روشنی کو بتادیا تھا کہ بڑی ہیروئن ہے اس لیے مغرور ہے۔"

نیلم ہنستی ہوئی اٹھی "اچھا چلو۔ اوپر چل کے باتیں کریں گے۔ میں تو آج کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہوں۔"

عینی نے کہا "سچ آج تو بڑا مزہ آیا۔ تین جگہ گئے شوٹنگ کے لیے اور تین عاشق مل گئے مجھے۔ صرف ایک پاکستانی تھا۔ وہ بھی انگریزی بولتا رہا۔"

"اور تو تمہاری الف جاہل۔ پرائمری پاس مڈل فیل" میں نے کہا "وہ خود ہی بھاگ گئے ہوں گے مگر یہ حرکتیں ٹھیک نہیں۔"

"ایسی کیا حرکت کی ہے میں نے؟"

میں نے کہا "اپنا حلیہ ہی دیکھو۔ پاکستان میں شریف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکیاں ایسے کپڑے پہنتی ہیں؟"

وہ میرے ساتھ چلنے لگی "رہنے دو بھیا۔ بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں تمہاری ان شریف لڑکیوں کو۔ برقع پہن کے کیا گل کھلاتی پھرتی ہیں۔ کسی کو پتا نہیں چلتا کہ محترمہ ہیں کون اور لباس تو لباس ہے۔ اصل چیز ہے آدمی کا کردار۔"

میں نے کہا "افوہ۔ اب تو اپنے حق میں بڑی بڑی دلیلیں دینے لگی ہے۔ عینی، تجھے اچھے لگتے ہیں ایسے کپڑے؟" (سونی کو آئندہ عینی ہی کہا جائے گا)

"ہاں اچھے لگتے ہیں اور ایسے ہی پہنوں گی میں تو" وہ پھیل گئی۔

نیلم اور عینی نے روشنی کے ساتھ بڑا اچھا رویہ اختیار کیا تھا۔ انہوں نے نہ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھا تھا اور نہ مجھ سے اس کے بارے میں شک والے یا پریشان کن سوالات کیے تھے۔ انہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی روشنی کو عزت اور اپنائیت کا وہی احساس دیا تھا جو حقیقی زندگی میں میری بیوی کو ملتا۔ اس سے روشنی کے احساس اجنبیت میں اور کمی آئی اور وہ بڑی ہوگئی۔

ہوٹل کا کمرا درحقیقت وی آئی پی سوئٹ تھا جس میں بیڈ روم کے ساتھ سٹنگ روم اور کھانے کا کمرا مع میز کرسیاں شامل تھے۔ بیڈ بھی جہازی سائز کا اور گول تھا جس پر آپ آڑے ترچھے نظر نہیں آتے۔ جدھر چاہیں تکیہ رکھ لیں اور پاؤں پھیلا لیں۔ بیڈ روم بھی پورا ہال تھا۔ اس کے ایک حصے میں تین صوفہ سیٹ ایسے لگے ہوئے تھے کہ ایک حلقے میں بیٹھ کے دس افراد گفتگو کرسکتے تھے اور ان کا رخ ایک دوسرے کی طرف بھی ہوتا اور آتش دان کی طرف بھی۔ آتش دان میں الیکٹرک فائر تھی لیکن دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے لکڑی کے ٹکڑے جل رہے ہیں۔

"تم لوگ بیٹھو۔ عینی سے کہو اگر روم سروس سے کچھ منگوانا ہے، میں آتی ہوں کپڑے بدل کے" نیلم نے کہا اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی جس کے ساتھ ہی باتھ روم تھا۔

"ہم تو ایک بار کافی پی چکے" روشنی نے کہا۔

"مگر دوسری بار تمہارا دل رکھنے کے لیے پی لیں گے" میں نے کہا۔

"ہاں کھانا کھانے کا تو ابھی نہ موڈ ہے نہ وقت" عینی بولی "اور مجھے تو اتنی سردی لگ رہی ہے یہاں، جب دیکھو بارش۔"

میں نے کہا "اور اس کے باوجود لندن میں آپ جینز اور ٹی شرٹ پہنے گھوم رہی ہیں۔"

وہ ہنسی "بھیا فیشن بھی تو کرنا ہے لیکن تم بتاؤ، تم کن چکروں میں پڑے ہوئے ہو؟ سب فون کرتے ہیں تمہیں اور سب کو شکایت ہے کہ تم ملتے نہیں۔"

میں نے کہا "ایسی کی تیسی سب کی۔ آخر کیا پریشانی ہے سب کو اور یہ سب کون ہیں آخر؟"

عینی نے مجھے گھور کے دیکھا "اچھا یہ بات۔۔۔ اب جس کا بھی فون آیا میں یہی کہہ دوں گی تمہاری طرف سے۔ دوبار تو چندا کا فون آیا۔ دو ہی بار قمر کا۔ تین بار شبنم کا اور ایک فون کیا کمال نے، ایک رئیس نے۔"

میں نے کہا "اچھا اچھا۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں پھر کسی سے بات ہو تو میری طرف سے کہہ دینا السلام علیکم۔ میں یہاں خیریت سے ہوں اور آپ سب کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔ فقط والسلام، احقر العباد۔ شاہ عالم، پس نوشت۔ بار بار فون کرکے اپنا قیمتی وقت برباد مت کریں۔"

روشنی کے ساتھ عینی بھی ہنسی۔ نیلم سیدھے سادے گھریلو قسم کے شلوار قمیص دوپٹے میں اور میک اپ صاف کرنے کے لیے منہ دھو کر آئی تو بالکل بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ دبیز اجلے قالین پر اسے سلیپر پہننے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ صوفے پر پاؤں پھیلا کے نیم دراز ہوگئی۔ "ایسی بات کہتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

میں نے کہا "آنا تو بہت کچھ چاہیے۔ گانا اور ناچنا آنا چاہیے۔ کھانا پکانا آنا چاہیے اور جھوٹ بولنا آنا چاہیے۔ بیوی کے سامنے مگر آنا چاہیے پر مجھے یاد آیا کہ رب نواز آنا چاہتا ہے تم کو شرف ملاقات بخشنے کے لیے۔ فون بھی کرتا رہا وہ مگر تم تھیں نہیں۔"

نیلم چونکی "وہ کیوں، میں اس کمینے آدمی کی منحوس صورت لندن میں بھی دیکھوں؟ اس سے کہنا یہ پاکستان نہیں ہے۔ اتنے جوتے پڑواؤں گی کہ یاد رکھے گا۔ اگر بدمعاشی دکھائی۔"

میں نے روشنی کی طرف دیکھا "آپ نے ملک صاحب کی ذات کے بارے میں خاتون کے اعلیٰ وارفع خیالات سنے۔"

روشنی مسکراتی رہی۔ "چلو چھوڑو۔ تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ وہ نشے میں تھا۔"

نیلم نے کہا "آخر اسے بتایا کس نے کہ میں یہاں ہوں۔"

"لو۔ تم بھی بھلا کوئی ایسی چیز ہو جو لندن جیسے شہر میں ہو

اور کوئین الزبتھ سے لے کر ہر برطانوی شہری کو یہ بات معلوم نہ ہو۔" میں نے کہا "اپنے ملک صاحب کو بھی تم جانتی ہو کہ ان کی معلومات کے وسیلے کتنے وسیع ہیں۔"

"مذاق چھوڑو۔ اپنے آس بزنس پارٹنر اور سیاسی حریف کو بتا دینا۔"

میں نے کہا "آپ جینکشن۔ وہ اب میری پارٹی کا سینئر نائب صدر ہے اور انتخابات میں ہمارے ٹکٹ پر کھڑا ہوگا۔ وہ حریف نہیں حلیف ہے۔"

"شکل سے نفرت ہے مجھے اس شخص کی۔ میں واقعی پولیس کو بلا لوں گی اگر اس نے یہاں بھی میرا پیچھا کیا۔"

میں نے کہا "بلاوجہ خود کو تماشا بناؤ گی تم۔ بھئی وہ آئے تو ملنے سے انکار کردینا۔ زبردستی تو وہ کرنے سے رہا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ شوٹنگ دیکھنے کے بہانے کسی لوکیشن پر پہنچ جائے، پھر کیا کرو گی؟"

"وہاں وہ ضرور مار کھائے گا مجھ سے۔"

میں نے کہا "پاگل مت بنو۔ بے عزتی اس کی نہیں، تمہاری ہوگی لیکن اس سے زیادہ بری بات یہ ہوگی اگر اس نے عینی کو تمہارے ساتھ دیکھا۔"

"او مائی گاڈ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"

"سوچنے کے لیے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے، وہ آپ کے پاس نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں۔ خدا ایک ہی چیز دیتا ہے، حسن یا ذہانت۔"

"EXCEPTIONS بھی ہوتی ہیں۔" نیلم بولی۔

میں نے کہا "ہاں، میری مثال ہے نا۔"

سب ہنسنے لگے پھر کافی آگئی اور عینی سب کے لیے کافی بنانے لگی مگر میری بات نے اسے متفکر کردیا تھا "کہیں رب نواز نے مجھے دیکھ لیا یہاں تو بڑی مصیبت ہوجائے گی۔"

میں نے کہا "اس سے پہلے کہ وہ تمہیں دیکھے تم اس سے مل لو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا "ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اس کا پروگرام تو کل واپس جانے کا تھا مگر ہوسکتا ہے کہ اب وہ ایک دو دن کے لیے اپنے قیام کی مدت بڑھا دے۔ آج پیر ہے نا، بدھ کو اسے عدالت میں پیش ہونا تھا لیکن کل اس کی اور میری مشترکہ پریس کانفرنس ہے جس میں وہ میری پارٹی میں شامل ہونے کا اعلان کرے گا اور میں اسے پارٹی ٹکٹ کے ساتھ سینئر نائب صدر کا عہدہ پیش کردوں گا۔"

عینی نے کہا "لیکن وہ تو عدالت کو بتائے بغیر آیا تھا۔"

میں نے کہا "اب وہ اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارنا چاہتا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پریس کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کوریج ملے مگر یہ کام ایک تو اس لیے مشکل ہے کہ یہاں گنتی کے دو چار پاکستانی اخبارات کے نمائندے ہیں۔ یہاں سے اردو کا کوئی بڑا اخبار شائع نہیں ہوتا۔ چھوٹے موٹے مقامی خبرنامے ہیں جو پاکستانی کمیونٹی کے مسائل اور مصروفیات کی ہفت روزہ رپورٹ شائع کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی سرکولیشن بہت محدود ہے۔ لندن میں ایسے درجنوں خبرنامے ہوں گے مگر ایک تو ان کی کوئی اہمیت نہیں دوسرے میں ان کے نام پتے نہیں جانتا۔ خیر وہ میں ڈائریکٹری سے دیکھ لوں گا لیکن بات تب بنتی ہے جب جنگ، اخبار جہاں، ڈان اور نوائے وقت جیسے اخباروں میں کچھ شائع ہو اور ان کے نمائندے بھلا رب نواز جیسے غیر اہم سیاست داں اور پی ٹی آئی جیسی معمولی پارٹی کو کیوں اہمیت دینے لگے پھر میرے مدعو کرنے سے وہ نہیں آئیں گے۔ یہ خبر دنیا کی ہر خبر رساں ایجنسی ریلیز تو کردے گی مگر اصل اہمیت ہے پاکستانی خبر رساں ایجنسیوں کی۔ اس کے بعد مرحلہ ہوگا اس خبر کو پاکستان میں نمایاں طور پر شائع کرانے کا۔ اخبار والے ایجنسی کی ہر خبر کو من وعن شائع نہیں کرتے۔ وہاں میری مدد کے لیے شبنم بیٹھی ہے۔"

نیلم نے چٹکی بجائی "تو لندن کا معاملہ سمجھ لو۔"

میں نے کہا "اللہ تمہارا بھلا کرے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ اتنی لمبی بات کرنے کا اور مقصد کیا تھا۔ تمہارے لیے تو بس ایک اشارہ کرنے کی دیر ہے۔"

"ہمارے ساتھ ایک پی آر او قسم کی چیز بھی ہے جس نے فلم کی کہانی لکھی ہے۔ وہ فلمی صحافی بھی ہے۔ تم جانتے ہوگے۔ مرزا عاقل دہلوی نام ہے مگر میڈ جو کر کہلاتا ہے۔"

میں نے کہا "بالکل جانتا ہوں۔ شاعر بھی ہیں موصوف خیر سے۔"

"مزاحیہ شاعری کرتے ہیں اور تخلص ہے ان کا جوکر۔"

روشنی ہنسنے لگی "اس کا مشورہ کس عقلمند نے دیا تھا۔"

نیلم بولی "دراصل ان کے نام کے ابتدائی حروف MAD تھے۔ لوگ اسے پاگل بھی کہتے تھے۔ اس نے جوکر تخلص رکھ لیا اور ٹھیک ہی کیا۔ آدھا پاگل تو وہ لگتا ہے اپنی باتوں اور حرکتوں سے مگر ہے نہیں۔ ذہین آدمی ہے اور بڑا بذلہ سنج۔ مخلص اور فراخ دل۔ کسی بات کا برا نہیں مانتا۔ میڈ جوکر صاحب تمہارا کام کرسکتے ہیں۔ میں کہہ دوں گی۔ ویسے وہ خود بھی تشریف لائیں گے ابھی۔ تم خود بات کرلینا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "اس پریس کانفرنس سے پہلے ہی عینی یہاں سے شفٹ ہو جائے گی۔"

"کہاں شفٹ ہو جائے گی' دوسرے ہوٹل میں" نیلم نے پوچھا۔

"میں اکیلی تو ہرگز نہیں رہوں گی" عینی بولی۔

میں نے کہا "او بابا کچھ عقل کے ناخن لے۔ میں کب جانے دوں گا تجھے کہیں۔ تو میرے ساتھ چلے گی میرے گھر اور پھر وہیں رہے گی تاحکم ثانی۔"

"کیا مطلب؟ پھر وہی نظربندی۔"

میں نے کہا "یہ کس نے کہا ہے۔ تم لندن میں آزادی سے گھومو پھرو مس قرۃ العین۔ تمہارے ساتھ ہوگی روشنی۔ یہ تمہیں نکیل ڈال کے رکھے گی اور گم نہیں ہونے دے گی۔ میرا کام دو چار دن میں ختم ہو جائے گا۔"

"اب کیا کام رہ گیا ہے آپ کا؟" نیلم نے کہا۔

"ہیں کچھ ضروری کام۔"

"شبنم اور چندا سمیت دیگر سب لوگوں کا خیال ہے کہ آپ جھک مار رہے ہیں لندن میں' وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"وہ سب بکواس فرما رہے ہیں۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت بالکل نہیں ہے۔ وقت تو میرا ضائع ہوا چندا کے ساتھ۔"

"اچھا جی!" عینی ہنسنے لگی "اسے آپ وقت ضائع ہونا کہتے ہیں۔"

"اور کیا کہوں۔ میں یہاں کوئی میڈیکل ایکوپ منٹ کی خریداری کے لیے تو نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ پھرنا پڑا۔ مجھے اپنے کام کے لیے فرصت اب ملی ہے۔"

"پھر تو ہم ساتھ ہی واپس چلیں گے۔"

میں نے کہا "سوری۔ زندگی میں ہمارے راستے الگ ہیں۔" میرا مقصد اسے یہ سمجھانا تھا کہ شاہ عالم کا نیلم سے تعلق ثابت نہ ہو تو بہتر ہے۔

نیلم سمجھ گئی "تم چاہتے ہو' میں عینی کو یہاں چھوڑ جاؤں۔"

"عینی کو کیا ضرورت ہے واپس جانے کی" میں نے کہا "چھ مہینے تو اس ویزا پر گزر جائیں گے۔ کم سے کم ایک بار ویزا بڑھوانے سال گزر جائے گا۔ اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ یہ ملک میں کم اور باہر زیادہ رہے۔ پاکستان جائے' نئے ویزے پر دوبارہ آ جائے۔ اگر یہاں اس کے لیے کوئی جاب ہو جائے تو سب سے اچھا۔"

"جاب ہو جائے گی" نیلم نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔

"تم تو ہر مرض کی دوا ہو۔ اس سے پوچھو یہ کیا کر سکتی ہے اور کیا کرے گی؟"

عینی نے شرارت سے کہا "جو میں کر سکتی ہوں' وہ مجھے کوئی کرنے نہیں دے گا حالانکہ تجربہ بہت ہے میرا اور میں کچھ بھولی نہیں ہوں۔"

میں نے کہا "میرا مشورہ ہے کہ ایک تو تم کسی مارشل آرٹ انسٹی ٹیوٹ میں کوئی کورس جوائن کر لو۔ تم میں اس کی قدرتی صلاحیت ہے۔"

"تھینک یو۔ کسی صلاحیت کا اعتراف تو کیا آپ نے۔"

میں نے کہا "اس کے ساتھ مسئلہ ہے ملازمت کا۔ نیلم نے کہا ہے کہ وہ بندوبست کر سکتی ہے۔ میرا خیال ہے روشنی بھی مدد کرے گی اور اگر تم دونوں چاہو تو مل کے اپنا کوئی کام کر سکتی ہو۔ اپنے سرمائے اور اپنی عقل سے' یہ اطمینان سے سوچنا کہ ایسا کام کیا ہو سکتا ہے؟"

نیلم نے کہا "یہ سب سے اچھی بات ہے۔ سرمائے کی تم فکر مت کرو۔"

میں نے کہا "سرمایہ بہت۔ بس یہ صحیح کام کا انتخاب کر لیں۔ اس پر ہم بعد میں ڈسکس کریں گے۔ اصولی طور پر ہم سب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ عینی کو لندن میں رہ کے کچھ کرنا ہے اور بالآخر کوشش کرنی ہے کہ اسے برطانوی شہریت مل جائے۔ درمیان میں یہ پاکستان آتی جاتی رہے' اگر اس کا جی چاہے۔"

"میرا کون ہے تمہارے سوا وہاں۔؟" عینی نے کہا۔

"ہم خود آ جاتے ہیں سال میں دو چار مرتبہ۔ یہ تو ہوئی مستقبل کی بات۔ اب سنو کہ کل تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"کل صبح تو مجھے مادام تساؤ کے میوزیم جانا تھا" عینی منہ بسور کے بولی۔

"کل صبح آپ پریس کانفرنس میں تشریف لا رہی ہیں" میں نے کہا۔

"میں۔۔۔ لیکن رب نواز۔۔؟"

میں نے اسے ڈانٹا۔ "پہلے بات پوری سن لو۔ تم ایک صحافی کی حیثیت سے آؤ گی اور اپنا تعارف ایسے کراؤ گی جیسے تم کئی برس سے یہاں ہو اور یہی کام کر رہی ہو۔"

عینی سر کو دائیں بائیں ہلانے لگی "میں نہیں کر سکتی یہ کام۔ میرا کیا تعلق صحافت سے۔ دو منٹ میں پول کھل جائے گا۔"

میں نے کہا "ڈرو نہیں۔ ایک رات میں ہم تمہیں

صحافی کا رول کرنا سکھا دیں گے۔ ملک صاحب کا باپ بھی تم پر شک نہیں کر سکتا' اعتماد رکھو۔"

ہوٹل کی طرف سے نیلم کو دو فون فراہم کیے گئے تھے۔ تیسرا فون روم سروس اور ہوٹل کی انتظامیہ کا تھا۔ اس کا ڈائل نہیں تھا چنانچہ ریسیور اٹھاتے ہی روم سروس مل جاتی تھی۔ نیلم نے انتظامیہ کو سختی سے ہدایت کی تھی کہ اس کا کوئی ملاقاتی سیکریٹری سے اجازت لیے بغیر اوپر نہیں آئے گا اور نہ وہ کوئی فون کال ریسیو کرے گی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ عینی نے ہی نیلم کی پرسنل سیکریٹری کی ذمے داری سنبھال رکھی تھی۔

ایک فون کی گھنٹی پر استقبالیہ سے مطلع کیا گیا کہ کوئی مسٹر سیڈ ملنے آئے ہیں جو باتوں سے اور حلیے سے بھی کچھ ایسے ہی لگتے ہیں۔ عینی نے اسے بہت ڈانٹا کہ ہمارے کسی ملاقاتی کے بارے میں تمہیں تبصرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے' اسے اوپر بھیج دو۔ میرا خیال تھا کہ وہ ہونق چہرے' بکھری زلفوں اور بڑھی ہوئی شیو۔ پرانے میلے پاجامے اور شیروانی والے کوئی بزرگوار ہوں گے مگر وہ جوان آدمی تھا۔ اس نے سرخ' سیاہ اور سفید دھاریوں والا لمبا ساعربوں جیسا چغہ پہن رکھا تھا اور سر پر ایسی ہی تین رنگوں والی نیپالی انداز کی ٹوپی لگا رکھی تھی۔ اس کے کندھے پر ایک بندر بھی بیٹھا ہوا تھا جسے انتظامیہ نے روک لیا تھا کیونکہ چند پرزوں قسم کی خواتین نے اسے دیکھ کر وحشت بھری چیخ ماری تھی جیسے وہ بے ضرر بندر نہیں آدم خور شیر ہو۔ اسے وہ اپنا سیکریٹری کہتا تھا۔

ظاہر ہے اس حلیے میں کوئی شخص کہیں بھی تماشا بن سکتا تھا مگر مجھے نیلم نے بعد میں بتایا کہ یہ اس کا مستقل حلیہ نہیں تھا۔ وہ چلتا پھرتا کارٹون تھا اور جان بوجھ کے اپنے لیے نت نئے حلیے ایجاد کرتا رہتا تھا۔ وہ مزاحیہ شاعری کرتا تھا اور اسے لوگوں کو ہنسانے کا شوق بھی تھا۔ پاکستان میں وہ کسی مضحکہ خیز حلیے میں باہر نکلتا تو لوگ دیوانہ سمجھ کے پتھر مارتے اور اس کا راہ چلنا محال کر دیتے چنانچہ وہاں وہ صرف اسٹوڈیو میں سیٹ پر یا گھر کے اندر جوکر بنا رہتا تھا۔

لیکن لندن میں دنیا بھر کے باشندے اپنے اپنے ملک کے روایتی لباس میں پھرتے تھے اور کوئی انہیں کارٹون نہیں سمجھتا اور جوکر نہیں کہتا۔ حالانکہ بہت سے ممالک خصوصاً چھوٹے افریقی ممالک اور وہاں کے قبائل کے روایتی لباس واقعی مضحکہ خیز لگتے ہیں۔ یہ پاگل مسخرہ کسی دن اچانک بہترین سوٹ اور ٹائی میں نمودار ہو کے لوگوں کو حیران کر دیتا تھا۔ اس نے انگلش میں ایم اے کیا تھا چنانچہ اسے جاہل اور بے وقوف سمجھنے والے اسے انگریزی میں فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرتا دیکھتے تھے تو مزید حیران ہوتے تھے۔

جوکر نے اندر آتے ہی رکوع میں جا کے اور ہاتھ کو پیشانی تک لے جا کے سلام کیا "فلمی دنیا کے افق کے سب سے روشن ستارے کو ایک شاعر کا سلام۔"

نیلم نے مسکرا کے کہا "جوکر۔ اسے تو تم جانتے ہی ہو' یہ عینی ہے۔"

جوکر پھر کورنش بجا لایا "گلشن کے سب سے خوش رنگ پھول کی خوشبو کو بھی سلام۔"

"اب آرام سے بیٹھو۔ یہ میرے دوست ہیں اور یہ ان کی وائف۔"

اس نے مجھے پہچان لیا "شاہ بے تاج و تخت شاہ عالم اور سلطنت حسن کی ملکہ عالیہ کو بھی سلام۔"

ہم سب ہنسنے لگے اور وہ سر ہلاتا ہوا ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی ٹوپی اتار کے ایک طرف رکھی۔ نیچے اس کے بال سیاہ گھنے اور بڑے سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔

"کافی پیو گے؟" نیلم نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر کافی بنا دی۔

اس نے کہا "آداب" اور کافی لے لی "باہر ہے برسات غضب کی سردی ہے اور صاحب' محبوبہ نے جوکر کی ٹنڈ کروا دی ہے۔"

عینی کھلکھلا کے ہنس دی "یہ تو واقعی بڑا ظلم کیا۔ اب برف پڑے گی تو کیا ہو گا؟"

"سر منڈاتے ہی اولے پڑنے کی بات تو سنی تھی" نیلم بھی ہنسنے لگی۔

جوکر دردناک لہجے میں بولا "برف تو میرے جذبات کے کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر مازل سے تھی مگر اب کسی کے حسن عالم تاب کی گرمی سے پگھل رہی ہے۔"

نیلم نے اسے ٹوکا "بس اتر گئے پٹڑی سے۔"

جوکر نے دانتوں کی نمائش کی "آپ تو جانتی ہیں ناکہ میرے دل کی گاڑی خود رک جاتی ہے اچھی صورت کے اسٹیشن پر۔ بقول چچا غالب۔ نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں۔"

نیلم نے کہا "مجھے معلوم ہے مگر تم اس لڑکی کو نہیں جانتے۔ یہ سچ مچ تمہاری ٹنڈ کرا کے تمہیں باہر نکال دے گی۔ اب یہ مسخرہ پن چھوڑو اور میری بات سنو۔"

"آپ بولیے' میں ہمہ تن کان ہوں۔ گوش بر آواز ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دیکھو' پرسوں ہے تیئس مارچ اور ہر سال کی طرح ہمارے ہائی کمیشن کی طرف سے ایک عشائیہ دیا جائے گا۔ مجھے دعوت نامہ تو ملا ہے مگر صرف ایک۔ ایک مجھے ہیرو صاحب نے دے دیا۔ اس کے لیے سفارت خانے کی دعوت سے آج شام کی مصروفیت زیادہ اہم اور دلچسپ تھی۔"

"حق ہے" جوکر نے کہا "میں نے بقلم خود دیکھا ہے اس قیامت کو۔ مکمل بیان کروں تو پوری غزل بلکہ دیوان پڑھ سکتا ہوں۔ مختصراً یہ کہ مس عینی سے کچھ ہی کم ہوگی۔ بقول چچا غالب ۔ ترے سرو قامت سے اک قد آدم۔ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں۔"

عینی کی جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی' اس شاعرانہ مبالغہ آرائی کی تعریف سے خوش ہوتی۔ اس کا چہرہ بھی حیا آمیز خوشی سے دمکنے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عینی اچانک اس شاعر سے متاثر ہوگئی ہے اور اس کی باتوں سے بہت محظوظ ہو رہی ہے مگر نیلم نے اسے بروقت ٹوک دیا۔ "مجھے بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی مگر یہ لڑکی عینی مری جا رہی ہے۔"

جوکر کانپتی آواز میں بولا "یہ اس موسم میں مری جا رہی ہیں اور میں اس خیال سے مرا جا رہا ہوں۔"

عینی پھر ہنسی "میں واقعی سفارت خانے کی تقریب میں جانے کے لیے سخت بے قرار ہوں۔ مجھے تو یہ سب خواب کی طرح لگتا ہے۔ لندن کا شہر' فلموں کی شوٹنگ اور یہاں جو قابل دید مقامات ہیں۔ اب یہ سفارت خانے کی دعوت کا بلاوا۔ وہاں تو سب ہی ہوں گے۔ کیا ملکہ الزبتھ سے ملاقات ہوگی؟"

میں نے کہا "کیوں نہیں۔ تم جاؤ گی تو وہ تمہیں ریسیو کرنے کے لیے خود دروازے پر ہار لیے کھڑی ہوگی۔ بلائیں لے گی تمہاری۔ کیا پتا تمہارے حق میں تخت سے ہی دستبردار ہو جائے۔"

عینی خفت مٹانے کے لیے ناراض ہونے لگی "مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ مجھے کیا معلوم' میں نے تو ایسے ہی پوچھا تھا۔"

نیلم نے کہا "جب میں پہلی بار لندن آئی تھی' ایک فلم یونٹ کے ساتھ تو مجھے بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ کسی سے میں نے ایسے ہی پوچھا اور اس نے مجھے بانس پر چڑھا دیا کہ تم اتنی بڑی ہیروئن ہو اور پاکستان سے آئی ہو۔ کوئن الزبتھ تو بہت خوش ہوگی تم سے بات کر کے۔ میں نے ہوٹل کے آپریٹر سے کہا اور اس نے بکنگھم پیلس ملا دیا۔ اب وہاں سیکریٹری کا پی اے اور پھر پی اے کا سیکریٹری' پتا نہیں کون تھا مگر تھا شریف آدمی۔

اس نے پوچھا کہ میں کون ہوں اور مجھے کیا کام ہے' میں نے اسے بہت ڈانٹا کہ تم کو کیا پریشانی ہے۔ کوئن کو معلوم ہے کہ میں پاکستان کی نمبر ون ہیروئن ہوں اور نہیں معلوم تو تم بتا دو۔ اس نے بڑی شرافت سے مجھے ٹال دیا کہ محترم خاتون' میں انہیں بتا دیتا ہوں۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوں گی تو آپ کو فون کریں گی۔ اگلے دن سب نے میرا خوب ریکارڈ لگایا۔ جب فون کی گھنٹی بجتی تھی تو کہتے تھے کہ نیلم' تمہارے لیے ملکہ برطانیہ کا فون ہے۔ ہمارے ساتھ تھا ایک ملک سرفراز۔ سر پھرا کہتے تھے سب۔ اس نے ایک دن کسی لڑکی سے فون کرا دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں ملکہ الزبتھ بول رہی ہوں' کیا آپ نیلم ہیں؟ بس جناب' میں نے اِدھر اُدھر کی خوب باتیں کیں۔ اسے بہت سے مفید مشورے دیے' پاکستان کے بارے میں۔ وہ ملک سرپھرا بدمعاش۔ اس نے سب کو بتا دیا تھا۔ سارے چھپ کے سن رہے تھے۔ بالآخر خود ملک سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ گلا پھاڑ کے ہنسنے لگا۔ بس اس کے بعد مت پوچھو میری کیا حالت تھی۔ ملک کو بہت گالیاں دیں میں نے مگر وہ ایک ڈھیٹ۔ ہنس ہنس کے پاگل ہو گیا۔"

ظاہر ہے اس دلچسپ روداد پر ہم بھی ہنسے۔

جوکر نے فی البدیہہ عرض کی "وہ ہے ملکہ تو کیا ملک ہم ہیں۔ رولز رائس ہے وہ ٹرک ہم ہیں" اور پھر ہر طرف جھک کے یوں آداب بجا لانے لگا اور شکریہ کہنے لگا جیسے اس بے تکے شعر پر سامعین واہ واہ کر رہے ہیں۔

نیلم نے اسے روکا "ٹک بندی کے باہر ہو تم مگر میں نے یہاں تمہیں یہ شاعری سنانے کے لیے نہیں بلایا ہے۔ تم سفارت خانے جا کے دو کارڈ بنواؤ جیسے بھی ہو۔"

"وہ مجھے گدھا سمجھ کے بھی گھاس نہیں ڈالیں گے۔"

نیلم نے کہا "تم جاؤ کلچرل سیکریٹری کے پاس۔ وہ بک بک کرے تو بتانا۔"

"اس سے کہوں کہ آپ کے ساتھ بک بک کرے مگر یہ تو فرما دیں کہ دو کارڈ آخر کس کے لیے درکار ہیں۔ چلیں ایک تو میرے لیے ہو گیا۔"

نیلم نے کہا "مسٹر اور مسز شاہ عالم جائیں گے میرے ساتھ۔"

میں نے کہا "تم جا کے میرا نام لینا۔ کہنا میں شاہ عالم کا پولیٹیکل سیکریٹری ہوں۔ کلچرل سیکریٹری بدتمیز آدمی ہے۔ تم فرسٹ سیکریٹری سے مل لینا۔"

نیلم بولی "اب یہ بتاؤ کہ یہاں لندن کے صحافیوں سے تمہارے کیسے مراسم ہیں؟"

وہ بولا "صحافی یہاں دو بلکہ تین قسم کے ہیں۔ درجہ اول میں برٹش پریس والے۔ وہ مجھے اور میں انہیں نہیں جانتا۔ دوسرے ہیں پاکستانی اخباروں کے صحافی۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ تیسرے ہیں یہاں کے مقامی اردو اخباروں کے صحافی۔ ہر محلے سے ایک اخبار نکلتا ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر اور مدیر اعلیٰ جیسے عہدوں پر فائز حضرات اور خواتین ایسے ہی ہیں جو پیٹرول پمپ پر گاڑیوں میں پیٹرول ڈالتے یا کہیں ہمبرگر بیچتے نظر آتے ہیں۔ وہ مجھے جان کے بہت خوش ہوں گے مگر میں ذرا اونچی چیز ہوں۔"

"تم ایک پاگل مسخرے ہو۔ یہ بھی جانتے ہوں گے سب۔ اصل کام تم سے یہ تھا کہ ایک پریس کانفرنس کا انتظام کرنا ہے۔"

وہ بولا "کب اور کہاں ۔ اور کیوں؟"

نیلم نے کہا "کل دوپہر کسی اچھے سے ہوٹل میں سب کو دوپہر بھی کہہ دو کہ لنچ کی دعوت عام ہے۔"

"بقول شاعر۔ جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں" جوکر نے کہا "یہ جو بڑے نام والے صحافی ہیں' ان کا کچھ پتا ہے۔"

میں نے کہا "انہیں میں کہہ دوں گا۔"

"باقی سب تو ایسے آئیں گے جیسے کھانے کی خوشبو پر مکھیاں بھنکتی آتی ہیں۔ وقت تم ہے مگر ایک سے دوسرے کو خبر ہو جائے گی۔"

میں نے کہا "دو چار اچھے فوٹوگرافروں جو میری مرضی کے مطابق تصویریں بھی بنائیں۔"

"وہ تو بنائیں گے۔ حق نمک تو ادا کرنا ہے نا۔"

"پریس کانفرنس میں مجھے بھی ایک اعلان کرنا ہے۔ یہ بھی بتا دینا سب کو" نیلم نے کہا۔

میں نے کہا "ایک منٹ خاتون۔ ایک ہی وقت میں اگر آپ نے بھی پریس کانفرنس بلا لی تو میری طرف صرف الو بولیں گے۔"

وہ ہنسنے لگی "ارے نہیں بھئی۔ وہ مشترکہ پریس کانفرنس ہوگی۔"

میں نے کہا "ہرگز نہیں۔ میں ایک سیاسی لیڈر' مجھے رب نواز کے ساتھ سیاسی مسائل پر بات کرنی ہے' تمہارا وہاں کیا کام؟"

"اچھا فرض کرو' میں اتفاق سے وہاں آجاؤں یا پہلے سے موجود ہوں۔ میں اور میری سیکریٹری لنچ کے لیے کہیں بھی جا سکتے ہیں۔" نیلم نے کہا۔

میں نے کہا "نیلم۔ کنفیوژن کی کھچڑی مت پکاؤ۔ ابھی بتایا ہے میں نے کہ عینی وہاں ایک صحافی بن کے آئے گی اور جوکر صاحب' اسے آپ سنبھالیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھ کے آسمان کی طرف دیکھا "پھر مجھے کون سنبھالے گا؟ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں۔ والی کیفیت ہوگی پھر۔"

وہ بڑی تیزی سے عینی کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور نیلم اتنی ہی بے اختیاری کے ساتھ اسے یہ موقع فراہم کر رہی تھی "میں سنبھال لوں گی تمہیں" وہ بولی۔

"پھر ٹھیک ہے" جوکر خوش ہو گیا۔

"لیکن ایک شرط ہے۔ ایسے جوکر بن کے مت آنا۔"

اس کا چہرہ اتر گیا "ایک پاگل جوکر اگر جوکر نہیں تو کیا افلاطون بن کے آئے گا۔ خیر' حکم ہے آپ کا تو کوشش کروں گا کہ انسان کا بچہ ضرور نظر آؤں۔"

نیلم نے روشنی کو خاموش دیکھ کے قدرے بے تکلفی سے کام لیا "کیا بات ہے بھائی' آپ چپ ہیں؟"

روشنی چونکی "نہیں ۔ دراصل ۔ میں سن رہی تھی۔ ان معاملات میں کیا بولوں؟" روشنی نے زبردستی اپنے چہرے پر بشاشت پیدا کی۔

میں نے کہا "یہ اپنی والدہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔"

نیلم کے پوچھنے پر روشنی نے اپنی ماں کے بارے میں بتایا مگر ان کی بیماری کے اسباب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جوکر کچھ دیر بعد رخصت ہوا تو نیلم کو کھانے کا خیال آیا۔ میں نے تجویز پیش کی کہ ہوٹل میں بیٹھے رہنا اور کھانا کھا لینا کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔ کیوں نہ ہم باہر چل کے کھانا بھی کھائیں اور کچھ گھومیں پھریں۔

فلم یونٹ کی طرف سے نیلم کو گاڑی کی سہولت بھی حاصل تھی اور وہ ہوٹل کے رینٹ اے کار کاؤنٹر سے اپنی مرضی کی گاڑی لے سکتی تھی۔ ہم ایک شاہانہ قسم کی رولز رائس میں نکلے تو آدھی رات کے بعد تک گھومتے رہے پھر نیلم نے میرا گھر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے اسے رات وہیں روک لیا۔ عینی کو یوں بھی واپس نہیں جانا تھا۔ اس کا سامان جو صرف ایک سوٹ کیس پر مشتمل تھا' گاڑی سے اتار لیا گیا۔

نیلم کی روشنی سے پرانی آشنائی کا رشتہ تھا مگر کوئی بے تکلفانہ دوستی نہیں تھی۔ اس کے برعکس عینی نے اس سے فوراً دوستی کر لی۔ نیلم مزاجاً ریزرو رہنے والی عورت تھی اور فلمی دنیا میں اس کی سب سے الگ تھلگ [illegible] عادت نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دیکھو' برسوں ہے تیئس مارچ اور ہر سال کی طرح ہمارے ہائی کمیشن کی طرف سے ایک عشائیہ دیا جائے گا۔ مجھے دعوت نامہ تو ملا ہے مگر صرف ایک۔ ایک مجھے ہیرو صاحب نے دے دیا۔ اس کے لیے سفارت خانے کی دعوت سے آج شام کی مصروفیت زیادہ اہم اور دلچسپ تھی۔"

"حق ہے" جوکر نے کہا "میں نے بقلم خود دیکھا ہے اس قیامت کو۔ مکمل بیان کروں تو پوری غزل بلکہ دیوان پڑھ سکتا ہوں۔ مختصراً یہ کہ مس عینی سے کچھ ہی کم ہوگی۔ بقول چچا غالب ۔ ترے سرو قامت سے اک قد آدم۔ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں۔"

عینی کی جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی' اس شاعرانہ مبالغہ آرائی کی تعریف سے خوش ہوتی۔ اس کا چہرہ بھی حیا آمیز خوشی سے دمکنے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عینی اچانک اس شاعر سے متاثر ہوگئی ہے اور اس کی باتوں سے بہت محظوظ ہو رہی ہے مگر نیلم نے اسے بروقت ٹوک دیا۔ "مجھے بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی مگر یہ لڑکی عینی مری جا رہی ہے۔"

جوکر کانپتی آواز میں بولا "یہ اس موسم میں مری جا رہی ہیں اور میں اس خیال سے مرا جا رہا ہوں۔"

عینی پھر ہنسی "میں واقعی سفارت خانے کی تقریب میں جانے کے لیے سخت بے قرار ہوں۔ مجھے تو یہ سب خواب کی طرح لگتا ہے۔ لندن کا شہر' فلموں کی شوٹنگ اور یہاں جو قابل دید مقامات ہیں۔ اب یہ سفارت خانے کی دعوت کا بلاوا۔ وہاں تو سب ہی ہوں گے۔ کیا ملکہ الزتھ سے ملاقات ہوگی؟"

میں نے کہا "کیوں نہیں۔ تم جاؤ گی تو وہ تمہیں ریسیو کرنے کے لیے خود دروازے پر ہار لیے کھڑی ہوگی۔ بلائیں لے گی تمہاری۔ کیا پتا تمہارے حق میں تخت سے ہی دستبردار ہو جائے۔"

عینی خفت مٹانے کے لیے ناراض ہونے لگی "مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ مجھے کیا معلوم' میں نے تو ایسے ہی پوچھا تھا۔"

نیلم نے کہا "جب میں پہلی بار لندن آئی تھی' ایک فلم یونٹ کے ساتھ تو مجھے بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ کسی سے میں نے ایسے ہی پوچھا اور اس نے مجھے بانس پر چڑھا دیا کہ تم اتنی بڑی ہیروئن ہو اور پاکستان سے آئی ہو۔ کوئن الزتھ تو بہت خوش ہوگی تم سے بات کر کے۔ میں نے ہوٹل کے آپریٹر سے کہا اور اس نے بکنگھم پیلس ملا دیا۔ اب وہاں سیکریٹری کا پی اے اور پھر پی اے کا سیکریٹری' پتا نہیں کون تھا مگر تھا شریف آدمی۔

اس نے پوچھا کہ میں کون ہوں اور مجھے کیا کام ہے' میں نے اسے بہت ڈانٹا کہ تم کو کیا پریشانی ہے۔ کوئن کو معلوم ہے کہ میں پاکستان کی نمبر ون ہیروئن ہوں اور نہیں معلوم تو تم بتا دو۔ اس نے بڑی شرافت سے مجھے ٹال دیا کہ محترم خاتون' میں انہیں بتا دیتا ہوں۔ جیسے ہی وہ فارغ ہوں گی تو آپ کو فون کریں گی۔ اگلے دن سب نے میرا خوب ریکارڈ لگایا۔ جب فون کی گھنٹی بجتی تھی تو کہتے تھے کہ نیلم' تمہارے لیے ملکہ برطانیہ کا فون ہے۔ ہمارے ساتھ تھا ایک ملک سرفراز۔ سر پھرا کہتے تھے سب۔ اس نے ایک دن کسی لڑکی سے فون کرا دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں ملکہ الزتھ بول رہی ہوں' کیا آپ نیلم ہیں؟ بس جناب' میں نے ادھر اُدھر کی خوب باتیں کیں۔ اسے بہت سے مفید مشورے دیے' پاکستان کے بارے میں۔ وہ ملک سرپھرا بدمعاش۔ اس نے سب کو بتا دیا تھا۔ سارے چھپ کے سن رہے تھے۔ بالآخر خود ملک سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ گلا پھاڑ کے ہنسنے لگا۔ بس اس کے بعد مت پوچھو میری کیا حالت تھی۔ ملک کو بہت گالیاں دیں میں نے مگر وہ ایک ڈھیٹ۔ ہنس ہنس کے پاگل ہوگیا۔"

ظاہر ہے اس دلچسپ روداد پر ہم بھی ہنسے۔

جوکر نے فی البدیہہ عرض کی "وہ ہے ملکہ تو کیا ملک ہم ہیں۔ رولز رائس ہے وہ ٹرک ہم ہیں" اور پھر ہر طرف جھک کے یوں آداب بجا لانے لگا اور شکریہ کہنے لگا جیسے اس بے تکے شعر پر سامعین واہ واہ کر رہے ہیں۔

نیلم نے اسے روکا "تک بندی کے ماہر ہو تم مگر میں نے یہاں تمہیں یہ شاعری سنانے کے لیے نہیں بلایا ہے۔ تم سفارت خانے جا کے دو کارڈ لاؤ جیسے بھی ہو۔"

"وہ مجھے گدھا سمجھ کے بھی گھاس نہیں ڈالیں گے۔"

نیلم نے کہا "تم جاؤ کلچرل سیکریٹری کے پاس۔ وہ بک بک کرے تو بتانا۔"

"اس سے کہوں کہ آپ کے ساتھ بک بک کرے مگر یہ تو فرمادیں کہ دو کارڈ آخر کس کے لیے درکار ہیں۔ چلیں ایک تو میرے لیے ہوگیا۔"

نیلم نے کہا "مسٹر اور مسز شاہ عالم جائیں گے میرے ساتھ۔"

میں نے کہا "تم جا کے میرا نام لینا۔ کہنا میں شاہ عالم کا پولیٹیکل سیکریٹری ہوں۔ کلچرل سیکریٹری بدتمیز آدمی ہے۔ تم فرسٹ سیکریٹری سے مل لینا۔"

نیلم بولی "اب یہ بتاؤ کہ یہاں لندن کے صحافیوں سے تمہارے کیسے مراسم ہیں؟"

وہ بولا "صحافی یہاں دو بلکہ تین قسم کے ہیں۔ درجہ اول میں برٹش پریس والے۔ وہ مجھے اور میں انہیں نہیں جانتا۔ دوسرے ہیں پاکستانی اخباروں کے صحافی۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ تیسرے ہیں یہاں کے مقامی اردو اخباروں کے صحافی۔ ہر محلے سے ایک اخبار نکلتا ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر اور مدیر اعلیٰ جیسے عہدوں پر فائز حضرات اور خواتین ایسے ہی ہیں جو پیٹرول پمپ پر گاڑیوں میں پیٹرول ڈالتے یا کہیں ہیئر کٹنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ مجھے جان کے بہت خوش ہوں گے مگر میں ذرا اونچی چیز ہوں۔"

"تم ایک پاگل مسخرے ہو۔ یہ بھی جانتے ہوں گے سب۔ اصل کام تم سے یہ تھا کہ ایک پریس کانفرنس کا انتظام کرنا ہے۔"

وہ بولا "کب اور کہاں۔ اور کیوں؟"

نیلم نے کہا "کل دوپہر کسی اچھے سے ہوٹل میں سب کو بلا دو اور یہ بھی کہہ دو کہ لنچ کی دعوت عام ہے۔"

"بقول شاعر۔ جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں" جوکر نے کہا "یہ جو بڑے نام والے صحافی ہیں' ان کا کچھ نہیں۔"

میں نے کہا "انہیں میں کہہ دوں گا۔"

"باقی سب تو ایسے آئیں گے جیسے کھانے کی خوشبو پر مکھیاں بھنکتی آتی ہیں۔ وقت کم ہے مگر ایک سے دو سرے کو خبر ہو جائے گی۔"

میں نے کہا "دو چار اچھے فوٹوگرافروں جو میری مرضی کے مطابق تصویریں بھی بنائیں۔"

"وہ تو بنائیں گے۔ حق نمک تو ادا کرنا ہے نا۔"

"پریس کانفرنس میں مجھے بھی ایک اعلان کرنا ہے۔ یہ بھی بتا دینا سب کو" نیلم نے کہا۔

میں نے کہا "ایک منٹ خاتون۔ ایک ہی وقت میں اگر آپ نے بھی پریس کانفرنس بلائی تو میری طرف صرف الو بولیں گے۔"

وہ ہنسنے لگی "ارے نہیں بھئی۔ وہ مشترکہ پریس کانفرنس ہوگی۔"

میں نے کہا "ہرگز نہیں۔ میں ایک سیاسی لیڈر' مجھے رب نواز کے ساتھ سیاسی مسائل پر بات کرنی ہے' تمہارا وہاں کیا کام؟"

"اچھا فرض کرو' میں اتفاق سے وہاں آجاؤں یا پہلے سے موجود ہوں۔ میں اور میری سیکریٹری لنچ کے لیے کہیں بھی جا سکتے ہیں۔" نیلم نے کہا۔

میں نے کہا "نیلم۔ کنفیوژن کی کھچڑی مت پکاؤ۔ ابھی بتایا ہے میں نے کہ عینی وہاں ایک صحافی بن کے آئے گی اور جوکر صاحب' اسے آپ سنبھالیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھ کے آسمان کی طرف دیکھا "پھر مجھے کون سنبھالے گا؟ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں۔ والی کیفیت ہوگئی پھر۔"

وہ بڑی تیزی سے عینی کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور نیلم اتنی ہی بے اختیاری کے ساتھ اسے یہ موقع فراہم کر رہی تھی "میں سنبھال لوں گی تمہیں" وہ بولی۔

"پھر ٹھیک ہے" جوکر خوش ہوگیا۔

"لیکن ایک شرط ہے۔ ایسے جوکر بن کے مت آنا۔"

اس کا چہرہ اتر گیا "ایک پاگل جوکر اگر جوکر نہیں تو کیا افلاطون بن کے آئے گا۔ خیر' حکم ہے آپ کا تو کوشش کروں گا کہ انسان کا بچہ ضرور نظر آؤں۔"

نیلم نے روشنی کو خاموش دیکھ کے قدرے بے تکلفی سے کام لیا "کیا بات ہے بھائی' آپ چپ ہیں؟"

روشنی چونکی "نہیں۔ دراصل۔ میں سن رہی تھی۔ ان معاملات میں کیا بولوں؟" روشنی نے زبردستی اپنے چہرے پر بشاشت پیدا کی۔

میں نے کہا "یہ اپنی والدہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔"

نیلم کے پوچھنے پر روشنی نے اپنی ماں کے بارے میں بتایا مگر ان کی بیماری کے اسباب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جوکر کچھ دیر بعد رخصت ہوا تو نیلم کو کھانے کا خیال آیا۔ میں نے تجویز پیش کی کہ ہوٹل میں بیٹھے رہنا اور کھانا کھا لینا کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔ کیوں نہ ہم باہر چل کے کھانا بھی کھائیں اور کچھ گھومیں پھریں۔

فلم یونٹ کی طرف سے نیلم کو گاڑی کی سہولت بھی حاصل تھی اور وہ ہوٹل کے رینٹ اے کار کاؤنٹر سے اپنی مرضی کی گاڑی لے سکتی تھی۔ ہم ایک شاہانہ قسم کی رولز رائس میں نکلے تو آدھی رات کے بعد تک گھومتے رہے پھر نیلم نے میرا گھر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے اسے رات وہیں روک لیا۔ عینی کو یوں بھی واپس نہیں جانا تھا۔ اس کا سامان جو صرف ایک سوٹ کیس پر مشتمل تھا' گاڑی سے اتار لیا گیا۔

نیلم کی روشنی سے پرانی آشنائی کا رشتہ تھا مگر کوئی بے تکلفانہ دوستی نہیں تھی۔ اس کے برعکس عینی نے اس سے فوراً دوستی کر لی۔ نیلم مزاجاً ریزرو رہنے والی عورت تھی اور فلمی دنیا میں اس کی سب سے الگ تھلگ [illegible]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا تھا کہ وہ خودپسند' خبطی اور مغرور ہے۔ اخباروں کے فلمی رپورٹر بھی عام طور پر اس رویے کے عادی نہیں ہوتے۔ انہوں نے بھی نیلم کے خلاف بہت کچھ لکھا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی مگر نیلم نے کبھی پروا نہیں کی۔ اس نے کسی کو نہ انٹرویو دیا۔ نہ کسی سے پوچھا کہ اس نے جو کچھ لکھا' کیوں لکھا اور اس کی معلومات کی بنیاد کیا ہے اور نہ کبھی خود تردید یا وضاحت کے لیے بیان جاری کیا۔ ایک طویل مدت کے بعد بولنے والے بھی تھک کے خاموش ہوگئے اور لکھنے والے بھی۔

اس کے برعکس سونی یعنی عینی کی فطرت میں چلبلاپن تھا اور وہ ہر ایک کے ساتھ فری ہوجاتی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ لندن میں وہ زبان کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ اس نے ہم سب کی حوصلہ شکنی کے باعث گالیاں بکنے کی عادت پر بہت حد تک قابو پالیا تھا مگر جب اسے غصہ آتا تھا تو وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتی تھی اور موقع محل دیکھے بغیر ٹھیٹ مردانہ قسم کی گالیاں بک جاتی تھی۔ لندن آنا اس کے لیے ایک سنسنی خیز تجربہ تھا۔ شاید اسی لیے وہ ایک مہذب رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

تین چار گھنٹے کی رفاقت میں روشنی کی جھجک باقی نہیں رہی تھی اور وہ کھل کے باتیں کرنے لگی تھی۔ میں نے نیلم کو پروفیسر کے بارے میں بتایا جس کا یہ گھر تھا۔ روشنی اور عینی ایک ہی بیڈ پر پڑ کے سوگئیں۔ میں اور نیلم دوسرے کمرے میں باتیں کرتے رہے۔

نیلم نے موقع پاکے کہا "ناصر' یہ سونی یہاں کیسے رہے گی؟"

میں نے کہا "خدا کے لیے اکیلے میں بھی یہاں مجھے ناصر اور اسے سونی مت کہو۔ عینی کو یہاں کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔ روشنی ایک کمرے کے رومنگ ہاؤس میں رہتی تھی۔"

"جگہ ٹھیک ہے بلکہ بہت اچھی ہے لیکن ابھی خود تم نے روشنی کی ماں کو نہیں دیکھا۔ پتا نہیں اس کی کیا حالت ہے؟"

میں نے کہا "اس کی حالت قابل رحم ہے۔ وہ زیادہ دن نہیں جیے گی۔"

"مگر جب تک جیے گی' عینی کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ خطرناک قسم کی پاگل نہیں ہے جن کا رویہ جارحانہ ہوتا ہے۔ وہ نفسیاتی مریض ہے۔ روشنی کی پرابلم یہ تھی کہ اسے وہ اپنے ساتھ رکھتی تو نوکری کے لیے کیسے جاتی اور نہ جاتی تو گزارہ کیسے ہوتا۔ ایسی عورت کو یہاں کے کسی اولڈ ہوم میں بھی قبول نہ کیا جاتا۔"

"پھر بھی سونی کبھی اکیلی نہیں رہی۔"

"اکیلی کہاں' روشنی ہوگی اس کے ساتھ اور جب وہ سونی تھی تو اس نے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ بے شک اسے ڈاکوؤں کے سردار نے ایک جذباتی وجہ کی بنا پر پورا تحفظ فراہم کیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے' اس ڈاکو کی ایک ہی چھوٹی بہن تھی جو کسی واردات یا شاید پولیس سے مڈبھیڑ میں ہلاک ہوگئی تھی اور سونی کی صورت اس بہن سے اتنی ملتی تھی کہ ڈاکوؤں کا سردار اسے اپنی بہن سمجھ بیٹھا۔"

"اور ہمیشہ سمجھتا رہا۔ اس کی وجہ سے کسی نے سونی کی طرف بری نظر سے دیکھنے کی جرأت نہیں کی مگر تم خود سوچو' ڈاکو کیا کم خطرناک ہوتے ہیں اور پھر ان کی زندگی کے روز وشب۔ وارداتیں' خون خرابا' جان بچا کے جنگلوں میں رہنا اور جان ہتھیلی پر رکھ کے پھرنا۔ یہ سب سونی نے دیکھا' جھیلا' پھر اب ایک ایسی عورت سے وہ کیا ڈرے گی جو قریب المرگ ہے۔"

نیلم مطمئن ہوگئی "یہ روشنی تو تعلیم یافتہ ہے۔"

"ہاں۔ خاصی پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ دو سال سے یہاں حالات کا مقابلہ کررہی ہے" میں نے کہا۔

"وہ عینی کو انگریزی سکھاسکتی ہے۔ عینی کے لیے یہ بھی ایک پرابلم ہے۔"

میں نے کہا "روشنی سب کرے گی۔ عینی بھی ذہین ہے۔ سیکھ جائے گی۔ میں آتا جاتا رہوں گا۔ ہفتہ دس دن بعد ایک چکر تو لگانا پڑے گا ابھی۔"

"تم نے روشنی سے بات کرلی ہے؟"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کیا کرنا ہوگا اسے؟"

میں نے کہا "بات یہ ہے نیلم کہ ایکٹریس تو وہ اچھی ہے مگر اسے ہربات بتانا ضروری تو نہیں۔ میں نے اسے بتادیا ہے کہ وہ سب کے سامنے خود کو میری بیوی ظاہر کرے گی لیکن وہ بیوی ہوگی نہیں۔ ابھی یہ بات بھی اس کی سمجھ میں پوری طرح نہیں آئی ہے کہ میرے جیسا مشہور اور صاحب حیثیت شخص ایسا کیوں کررہا ہے؟ کیا ضرورت ہے اسے کسی کو بیوی بنا کے پیش کرنے کی جبکہ وہ چاہے تو سیکریٹری بنا کے کسی بھی لڑکی کو ساتھ رکھ سکتا ہے اور یہاں تو گرل فرینڈ کسی قانونی تعلق کے بغیر بھی ساتھ رہے تو عام سی بات ہے۔ ساتھ رہنے کے نتیجے میں بچے ہوجائیں تب بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ تو پھر میں

اسے دس ہزار پاؤنڈ ماہانہ کیوں دے رہا ہوں۔ میں نے جو وضاحت کی وہ سمجھ میں آنے والی نہیں ہے مگر اسے پیسے کی ضرورت ہے اس لیے وہ راضی ہوگئی ہے۔ اب آگے میں اس سے کوئی ناجائز مطالبہ بھی کروں تو وہ انکار نہیں کرے گی۔ اس کے لیے زیادہ پریشان کن میرا یہی پاکبازی اور پرہیز گاری کا رویہ ہے۔ میں تو اپنا کام نکال رہا ہوں۔ اگر میں اسے یہ بھی بتادوں کہ بالآخر میرا ارادہ ہے مرکے دفن ہونے کا تو وہ سے بیوہ بن کے میری میت پر آنسو بہانے کا ڈراما بھی کرے گا۔ تو شاید وہ گھبرا کے انکار کردے کہ معلوم نہیں یہ کوئی قانونی چکر ہے۔"

"چنانچہ تم نے اسے بعد کی بات نہیں بتائی۔"

"نہیں۔ جب شاہ عالم مرے گا اور دنیا دیکھے گی تو وہ بھی جہان کے بھگت لے گی۔ اس وقت ایکٹنگ نہیں اس کی واقعی فطری ہوگی۔ کیا مزید جھوٹ بولنے کا رسک لینے سے بہتر ہے۔ یہ بات سونی کو سمجھادینا کہ روشنی کے ساتھ ہمدردی فی الحال عارضی ہے۔ ایک ضرورت کے تحت ہے اور ضروری ہے۔ ابھی ہم نہیں جانتے کہ اس پر کس حد تک اعتماد کرنا جائز ہوگا۔"

"ٹھیک کہا تم نے۔"

نیلم نے کہا "کوئی بات خود اسے معلوم ہوجائے اور بتانی ضروری ہو تو بھی زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ سب سچائی' میری یا سونی کی زندگی کے کتنے راز ہیں جن میں ہم شریک ہیں' مگر وہ ایک اجنبی ہے ابھی۔ وہ برطانیہ میں رہتے ہوئے بھی اس کا براہ راست تعلق صرف مجھ سے ہوگا یا پھر عینی سے۔ اسے ناصر عظیم یا سونی کا کیسے پتا چل سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ مہینے پورے ہونے سے پہلے ہی شاہ عالم نہ رہے اور میں اس سے دوبارہ نہ ملوں۔ ناصر عظیم کو لندن آنا پڑا تو وہ ایک عام سے بزنس مین کسی ہوٹل میں ٹھہرے گا اور واپس چلا جائے گا۔ اس جیسے سیکڑوں آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"یہ چانس تو رہے گا کہ کہیں روشنی تمہارے سامنے آجائے۔"

"ہاں' ایسے لوگ یقیناً بہت ہوں گے جو مجھے شاہ عالم سمجھنے کی غلطی کریں گے اور مجھے ان سب کو بتانا پڑے گا کہ میں ناصر عظیم بدقسمتی سے شاہ عالم کا ہم شکل ہوں" میں نے کہا "یہی بات روشنی سے کہہ دوں گا۔ اس کا چانس ایک فیصد یا اس سے بھی کم ہے کہ لندن جیسے بڑے شہر میں ناصر عظیم کا آمنا سامنا روشنی سے ہوجائے۔"

"ایسا نہ ہو عینی آج رات ہی روشنی کو کچھ بتادے۔ وہ ہے تو جذباتی اور ناپختہ ذہن کی مالک" نیلم سوچ میں پڑگئی "اور جو تم نے مجھے سمجھایا ہے وہ اسے کیسے سمجھایا جائے۔ تم نے اسے لانے کی جلدی کی۔ آج رات میں اسے سمجھادیتی۔"

میں نے کہا "ہم سونی کو ایک نیا ماضی دینا چاہتے ہیں جو محفوظ بھی ہو اور قابل اعتبار بھی۔ اس کے لیے سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ ہوسکتا ہے سونی کو عینی بننے میں دشواری پیش آئے۔ صرف ایک شناختی کارڈ اور ایک پاسپورٹ نیا بنوا کے قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنا آسان ہوتا تو سارے اشتہاری مجرم ایسا ہی کرتے۔"

"ممکن ہے کچھ ایسا کرچکے ہوں۔"

"ہاں مگر ان کے لیے خطرہ ختم نہیں ہوتا۔ مشابہت کی بنا پر رب نواز کا شک میں مبتلا ہونا اتنا خطرناک نہیں۔ اسے ہم مطمئن کرسکتے ہیں لیکن پولیس کی نظر میں دھول جھونکنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ایک بار کسی نے اسے دیکھ لیا اور تفتیش کا چکر شروع ہوگیا تو بات بہت دور تک جائے گی۔ معاملہ بیس لاکھ کے انعام کا بھی ہے۔ شاہ عالم کی بات اور تھی۔ تم جسے عینی بنا کے ساتھ لیے پھر رہی ہو وہ ایک اشتہاری مجرم ہے اور لندن میں اتنے پاکستانی ہیں جنھوں نے اس کی تصویر پاکستان کے اخبارات میں دیکھی ہوگی یہ رسک بہت زیادہ ہے۔"

"پھر۔ کیا کرنا چاہیے ہمیں؟"

میں نے کہا "کچھ نہیں۔ جتنی احتیاط لاہور میں ضروری تھی' اتنی ہی یہاں کی جائے' اسے اتنا زیادہ باہر گھومنے پھرنے کی ضرورت نہیں۔ جہاں ضروری ہو وہاں جانے کے لیے بھی احتیاط کے تقاضوں کو نظرانداز نہ کرے۔ ایک تو حلیہ ہے کہ جتنا سونی سے مختلف نظر آئے بہتر ہے۔"

"میں نے اسی لیے یہ مغربی لباس پہننے پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود میں نے اسے کہا تھا کہ بھئی روم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہاں وہی کرو جو رومن کرتے ہیں۔ تو لندن میں لاہور کی طرح رہنے کی پابندی نہیں۔ جو اچھا لگے پہنو۔ اس نے اصل قرۃ العین کو دیکھا تھا۔ وہ ایسے ہی کپڑے پہنتی ہے لاہور میں بھی مگر اسٹوڈیو کے اندر۔ گھر میں یا تقریبات میں' ان کپڑوں میں باہر نہیں گھومتی پھرتی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ کپڑے بھی کافی مددگار ثابت ہوں گے لیکن اور بھی کچھ حلیہ بدلنا پڑے تو اچھا ہے۔ چھ مہینے میں روشنی اس کی شناخت کو اسٹیبلش کردے۔ اسے انگریزی بولنا سکھادے۔ تو خاصا فرق پڑے گا۔ وہ ہر جگہ نہ جائے۔ دن میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کم نکلے۔ سیاہ شیشوں والی گاڑی استعمال کرے۔"

"تم نے اسے اپنی چھوٹی بہن بتایا ہے۔"

"ہاں۔"

"تمہیں معلوم ہے اس کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں باپ کا نام کیا لکھا گیا ہے؟" نیلم بولی۔

"نہیں... مجھے کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔"

"اس کے باپ کا نام ہے محمد علی۔ جو اصل قرۃ العین کے باپ کا نام ہے۔ یہ اسی کے پاسپورٹ پر آئی ہے۔"

"ڈبلی کیٹ پر؟"

"نہیں۔ قرۃ العین کے نام سے دوسرا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ بن گیا تھا۔"

میں نے کہا "اور یہ بات قرۃ العین جانتی ہے۔"

"ہاں۔ سب جانتے ہیں فلم یونٹ کے لوگ کہ وہ کس کی جگہ آئی ہے؟"

"یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ کوئی بھی یہ راز فاش کر سکتا ہے۔"

"ابھی تو وہ سب یہ سمجھتے ہیں کہ میری ضد کی وجہ سے سونی کو عینی بنا کے لندن لایا گیا تھا اور ہم واپس جائیں گے تو عینی بھی واپس چلی جائے گی۔ اگر یہ فراڈ تھا تو اس میں میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہوتے۔ جرم میں شراکت اور جرم کو چھپانا بھی جرم ہی ہے لیکن ابھی یہ آپس کی بات ہے۔"

"بعد میں عینی غائب ہو گئی تو معلوم ہے لوگ کیا کہیں گے؟"

"ہاں۔ یہی کہ میں نے اسے لندن اسمگل کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے پیسے کو کبھی بھی اہمیت نہیں دی اور صرف پیسے کے لیے کوئی غلط کام کا تو سوال ہی کیا۔ میں نے فلم ساکن نہیں کی کسی قیمت پر اگر مجھے اسکرپٹ پسند نہیں آیا یا ٹیم اچھی نہ ہوتی۔"

میں نے کہا "ورنہ تم پر پیسے لینے کا الزام بھی آجاتا۔"

"مگر الزام لگانے والوں کو تو موقع ملے گا۔ اخبار والوں سے ویسے ہی میری کبھی نہیں بنی۔ وہ بہت اچھالیں گے اس واقعے کو۔ دراصل ہمارے ملک کے کچھ فنکار کمبلانے والے لوگ یہ کام کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ ثقافتی طائفے میں پانچ پانچ لاکھ کے عوض ایسے لوگوں کو شامل کر کے لندن لایا گیا جو یہاں آ کے غائب ہو گئے۔"

میں نے کہا "ایک صورت ہے بچنے کی۔"

"وہ کیا؟"

"تم کل پرسوں کسی فلائٹ پر لندن سے لاہور کی ریزرویشن کرا لو۔ کیونکہ عینی کو جانا پڑ رہا ہے اچانک۔ اس کے والد سخت بیمار ہیں۔ دل کا دورہ پڑا ہے انہیں۔ کچھ بھی اسٹوری بنا لو۔ ٹکٹ اور سیٹ کنفرم کرانے کا کام اپنے ڈائریکٹر صاحب کے سپرد کر دو۔ کسی کو ایئرپورٹ تک بھیجو کہ عینی کو چھوڑ آئے لیکن عینی ٹرانزٹ لاؤنج میں جانے سے پہلے ہی واپس لوٹ کے یہاں آجائے اور پھر جب تک تمہارا فلم یونٹ لندن میں ہے۔ اسے کوئی نہ دیکھے۔"

نیلم خوش ہوئی "تمہارا دماغ خوب کام کرتا ہے ان معاملات میں۔"

"میں بھگت چکا ہوں ڈبل رول کی حقیقی زندگی اور ابھی ابھی مجھے ایک بات یاد آئی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمیں کچھ تائید غیبی حاصل ہے۔ تمہیں معلوم ہے ڈاکٹر کمال کے والد کا نام کیا تھا؟"

"مجھے ڈاکٹر کمال کا پورا نام معلوم نہیں۔ کمال احمد کمال حسین یا کچھ اور۔"

میں نے کہا "ان کا نام یہی تھا۔ عینی کو ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے سارے حوالے مستند ہیں کیونکہ وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔"

"اس کے رشتے دار تو جانتے ہوں گے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "اس کے والدین بھی ڈاکٹر تھے۔ بہت پیسے والے لوگ تھے اور کمال ان کی اکلوتی اولاد تھا۔"

"اچھا! میں سمجھتی تھی کہ وہ بھی تمہارا یتیم خانے کے دور کا ساتھی ہے۔"

"اس کے والدین ہوائی حادثے کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ اس نے وراثت میں ملنے والی سب دولت سے کمال کلینک شروع کیا۔ جیسے قمر میری سگی بہن نہیں مگر مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ۔ شاید میری ہوں گے ایسے بھائی جو بہنوں کو اتنا چاہتے ہوں گے۔"

"تبھی اسے فون تک نہیں کیا؟" نیلم طنز سے بولی۔

میں نے کہا "بس میں ذرا بے پروا ضرور ہوں اور کچھ مصروفیت رہی۔ ابھی کرتا ہوں۔ عینی کو ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن ثابت کرنے کے بڑے فائدے ہیں۔ کوئی اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں سوال نہیں کر سکتا اور ڈاکٹر کمال گواہی دے تو کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا کہ یہ سوتی ہے۔"

"ڈاکٹر کمال مان جائے گا؟"

میں نے ہنس کے کہا "وہ الو کا پٹھا۔ میری بات نہ مانے؟ ہماری خدائی ایک طرف، جورو کا بھائی ایک طرف۔ یہ باتیں میں ترپ کارڈ کی طرح استعمال کرتا ہوں۔"

"رب نواز شک ضرور کرے گا۔"

میں نے کہا "اچھی بات یہ ہے کہ انگریزی اسے بھی نہیں آتی اور اگر عینی نے ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے اچھی پرفارمنس دی تو بات بن جائے گی۔"

"تم نے اسے رپورٹر بنانے کا فیصلہ کیوں کر لیا آخر؟"

"اس کے بہت سے فائدے تھے۔ ایک تو شک کا اظہار کرنے سے پہلے رب نواز سو بار سوچے گا کہ کہیں یہ غلط فہمی نکل نہ پڑ جائے۔ ایک لڑکی جس کی صرف شکل سونی سے ملتی ہے مگر جو خود کو اتنے بہت سارے صحافیوں کے بیچ میں بیٹھ کے خود صحافی کہہ رہی ہے جھوٹ کیسے بول سکتی ہے۔ عینی کسی پریس ٹوٹ محفل میں یا سربراہ اس کے سامنے آجاتی تو وہ کھل کے اپنے شک کا اظہار کر دیتا مگر وہاں وہ مشکل میں پڑ جائے گا پھر ہم عینی سے ایسے سوالات کرائیں گے جن کا تعلق ماضی میں رب نواز اور شاہ عالم کی دشمنی سے ہوگا۔ میں اسے کچھ ایسی باتیں بتا دوں گا جو عام صحافی نہیں جانتے۔ عینی لندن میں ہے۔ شاہ عالم پاکستان میں تھا۔ ملک کے ذہن میں یہ خیال آ ہی نہیں سکتا کہ کسی ذاتی تعلق کی بنا پر عینی یہ سب جانتی ہے اور دوسرے صحافی بھی اس کے سوالات سے متاثر ہوں گے۔

"کیا دوسرے صحافی بعد میں پوچھیں گے نہیں کہ وہ دو سال سے لندن میں ہے تو اب تک اسے کسی نے دیکھا کیوں نہیں تھا۔"

"ہاں۔ یہ سوال اس سے ضرور کیا جائے گا۔ صحافیوں کو بتایا جا سکتا ہے کہ وہ شبنم کے اخبار کی نمائندگی کرتی ہے لیکن آج سے پہلے وہ باقاعدہ صحافت نہیں کرتی تھی۔ وہ خواتین کی دلچسپی کے موضوع پر مضامین لکھ کر بھیجتی تھی۔ شبنم نے حال ہی میں اسے اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے۔ بڑے صحافی تو اسے لفٹ بھی نہیں کرائیں گے۔ چھوٹے نام نہاد صحافیوں کی یلغار سے اسے بچانا تمہارے میڈ جوکر کی ذمے داری ہے۔ میں رب نواز کو پریس کانفرنس کے بعد فوراً وہاں سے لے جانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"اور اگر اس نے خود عینی سے کچھ پوچھ لیا پھر؟"

"عینی کو سوالات اور جوابات رٹانے ہوں گے۔ یہ ذمے داری اس جوکر کو سونپ دو۔ میں بھی کچھ بریف کروں گا اسے اور کوشش کروں گا کہ رب نواز کی اس سے دوسروں کے سامنے بات نہ ہو۔ اکیلے میں عینی کچھ بھی کہے۔ رب نواز مانے گا۔ اسے خود یہاں کے صحافتی حلقوں کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں۔"

"بس یہ مرحلہ خیریت سے طے ہو جائے۔ اس کے بعد عینی محفوظ ہے۔"

میں نے کہا "تمہیں اچانک پریس کانفرنس کرنے کا خیال کیسے آگیا؟ تم تو مشہور ہے کہ اخبار والوں سے الرجک ہو۔ نہ انٹرویو دیتی ہو نہ کسی سے بات کرتی ہو۔"

"مجھے ایک اہم اعلان کرنا تھا۔ اچانک... میں نے فلم لائن سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس بار میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو یہ انکشاف عینی کو کرنے دو۔ صحافیوں کے حلقے میں اس کے زیادہ باخبر ہونے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔"

نیلم سوچ کے بولی "ایسا ہو سکتا ہے۔ کل تمہاری پریس کانفرنس کے بعد میں وہاں لنچ کرنے آؤں گی تو مجھے یقین ہے کہ صحافی میری طرف متوجہ ہوں گے۔"

"متوجہ رب نواز بھی ہوگا۔ میں اس سے کہوں گا کہ مس نیلم کو مدعو کرے۔ لنچ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائے۔ تم یہ دعوت قبول کر لینا۔ تمہارے ساتھ آنے والا میڈ جوکر خود عینی کا تم سے تعارف کرائے گا اور کھانے کے دوران میں موقع پا کے عینی اچانک تم سے یہ سوال کرے گی کہ سنا ہے آپ فلم لائن چھوڑ رہی ہیں۔ جواب میں تم کہنا کہ ٹھیک سنا ہے آپ نے مگر اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ ظاہر ہے اس کے بعد صحافی تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن عینی دو چار ایسے سوال کرے گی جو کوئی اور نہیں کر سکتا اور جن کا تعلق تمہارے آئندہ پروگرام سے ہوگا۔ یہ بات بھی صحافیوں کو چونکائے گی۔ ایک بظاہر نئی صحافی ان کے مقابلے میں زیادہ باخبر ہے۔"

یہ احساس مجھے ذرا دیر سے ہوا کہ میں اکیلا بول رہا ہوں اور نیلم باتیں کرتے کرتے سو گئی ہے۔

صبح جو کر ناشتے سے پہلے ہی نمودار ہو گیا اور آتے ہی بستر پر لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ "حضرات و خواتین! ایک شاعر بے مایہ حقیر پُر تقصیر کا سلام آخر قبول ہو۔"

میں نے کہا "کیا ہو گیا۔ اچانک رخت سفر کیوں باندھ لیا دنیا سے؟"

عینی نے خفگی سے کہا "کیا فضول بات ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مس قرۃ العین۔ ازراہ بندہ پروری میرے سرہانے سورہ یٰسین پڑھیے یا پھر مجھے فوراً ناشتا کرایئے تاکہ میری مشکل آسان ہو۔ ورنہ دم واپسیں برسرراہ ہے۔"

"ڈرامے بازی آتے ہی" نیلم نے اسے ڈانٹا "ناشتا ہم نے بھی نہیں کیا ہے ابھی تک' چلو اٹھ کے بیٹھو۔"

"تمام رات اختر شماری کی ہے خاتون محترم اور اتنی ٹھنڈی آہیں بھری ہیں کسی کے لیے کہ سردی لگنے سے ڈبل ٹرپل نمونیا بھی ہوگیا ہے۔" اس نے سوئی کی طرف دیکھا۔

"یعنی اب تم جو کرسے مجنوں ہوگئے ہو" یعنی نے اسے چھیڑا۔

"مجنوں بھی اپنا بھائی بند ہی تھا۔ وہ دیوانہ تھا۔ میں میڈ ہوں۔ لوگ اس پر بھی ہنستے تھے۔ مجھ پر بھی ہنستے ہیں۔"

مگر اس کی تو ایک لیلیٰ بھی تھی جس پر وہ مرتا تھا" یعنی نے اس کی باتوں سے لطف لینے کے لیے کہا جو اس کی حوصلہ افزائی کا سبب بنا۔

وہ ایک دم اٹھ بیٹھا۔ "میری بھی ہے۔ بس اس کا نام لیتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

یعنی نے کہا "پیار کیا تو ڈرنا کیا۔ تم نے سنا نہیں۔"

"اگر میں کہہ دوں کہ وہ تم ہو۔ پھر؟" اس نے کہہ دیا۔

"تو میں تھپڑ ماروں گی تمہیں۔ شکل دیکھی ہے اپنی آئینے میں۔ جوکر!" یعنی نے مصنوعی خفگی کے ساتھ ایسے کہا کہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ میں سمجھ گیا کہ یعنی نے برا نہیں مانا۔ نیلم نے میری طرف مسکرا کے دیکھا اور میں نے رئیس کو یاد کیا جو میرے یقین کے مطابق سوئی کو چاہتا تھا۔ یعنی بنتے ہی اس نے رئیس کو بھلا دیا تھا اور وفا کی راہ بدل لی تھی۔ لندن آتے ہی وہ اتنا بدل جائے گی' یہ کون سوچ سکتا تھا۔

رئیس کا تصور شاید صرف اتنا تھا کہ وہ اس جوکر کہلانے والے شاعر کی طرح تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اس کا دل چاہے ہیرا کیوں نہ ہو مگر اس کی صورت اچھی نہیں تھی اور محبت اچھی نہیں تھی۔ اس کا ماضی قابل رشک نہیں تھا مگر اس معاملے میں خود سوئی کوئی دعویٰ نہیں کرسکتی تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ جو بات رئیس آج تک سوئی سے نہیں کہہ سکا تھا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں وہ جوکر نے چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے کہہ دی تھی۔ وہ باتوں سے پیشہ ور عاشق لگتا تھا اور شاید اپنے شاعرانہ انداز بیاں سے لڑکیوں پر اسی طرح جادو کرتا تھا۔

وجہ کچھ بھی ہو' رئیس کی بدقسمتی میں شک کی کوئی بات نہیں رہی تھی۔ بدقسمتی تو خیر وہ پیدائشی طور پر لکھوا کے لایا تھا مگر اس کے بعد قدرت نے جو حالات مجھے فراہم کیے' اسے میسر نہ آئے۔ وہ تعلیم حاصل نہ کرسکا اور غلط صحبت سے نہ بچ سکا۔ وہ فقیروں کی دنیا سے نکلا تو آوارہ گردوں جیب کتروں کی دوستی اختیار کرکے انہی جیسا ہوگیا۔ اچھے دوستوں کے ساتھ اس نے جو سیکھا وہ پولیس کی سرپرستی میں مجرمانہ صلاحیت کے فروغ کا سبب بنا اور اس کا نام سزا یافتہ مجرموں سے بڑھ کر بدمعاشوں کی فہرست میں آگیا۔ اس کے یاران باصفا جو چنڈال چوکڑی کے نام سے مشہور تھے' سب مسلمہ جعلساز' فراڈ کرنے والے اور جرائم پیشہ لوگ تھے۔ ایک وقت وہ آیا جب اس کی شہرت شہر کے ٹاپ گرامی بدمعاش جیسی ہوگئی تو اسے سیاست میں غنڈہ گردی اور تشدد' دہشت پھیلانے اور مخالفوں کو ہراساں کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ درمیان میں اس نے مجھ سے الگ رہ کے جو وقت گزارا وہی اس کی تباہی اور غلط روی کا سبب بنا۔ اگر وہ میرے ساتھ رہتا تو میں اسے کسی برائی کے راستے پر جانے سے روکنے کی کوشش ضرور کرتا کیونکہ وہ میرا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ مخلص دوست تھا اور مجھے ایک بھائی سے زیادہ عزیز تھا۔ جب وہ دوبارہ ملا تو وہ برائی کے راستے میں اتنا آگے نکل چکا تھا کہ اس کا واپس لوٹ کے آنا مشکل تھا۔ پھر بھی میرے لیے اس نے اپنی سی پوری کوشش کی اور کسی حد تک اس میں کامیاب بھی رہا لیکن ایک تاریک ماضی کے سائے ابھی تک اس کا تعاقب کررہے تھے۔ پولیس نے بڑی آسانی سے اس پر دہرے قتل کا کیس بنادیا۔ اس کے گھر کو آگ لگا کے دو لاشیں برآمد کرلیں۔ اب وہ ضمانت پر رہا ہوگیا تھا لیکن کیس ختم نہیں ہوا تھا۔ اسے اب میرا ساتھ نبھانے کی سزا مل رہی تھی ورنہ اس کی رنجش نواز کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اگر وہ میرا ساتھ نہ دیتا خدا بخش مندرال کی موت کے بعد بڑی آسانی سے ملک رئیس نواز کی سرپرستی میں جاسکتا تھا اور اس کے لیے وہ سب کچھ زیادہ بہتر طور پر کرسکتا تھا جو باز جیسے معمولی بدمعاش کررہے تھے۔

رئیس کے پیشے کی طرح اس کے شوق بھی غلط تھے۔ مرغے لڑاتا تھا۔ جوا کھیلتا تھا اور پیشہ ور طوائفوں کے کوٹھے پر ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت لٹاتا تھا۔ اس نے مذاق مذاق میں درجن بھر لڑکیوں سے مراسم استوار کیے اور انہیں بڑے دلچسپ نام دیے۔ رس ملائی' ربڑی' برفی' الو

بالوشاہی۔ اگر وہ سنجیدگی سے چاہتا تو کسی سے شادی بھی کرلیتا مگر یہ معاملہ مذاق سے شروع ہوکے مذاق پر ہی ختم ہوگیا۔ بلاشبہ اسے موٹی لڑکیاں اچھی لگتی تھیں لیکن جب اس نے سوئی کو دیکھا اور ایک خاندان کی طرح ہم سب ساتھ رہے تو شاید پہلی بار رئیس کو محبت ہوئی اور اس نے سوئی کو پسند کرنا شروع کردیا۔

بے شک ان میں سے کسی نے بھی کھل کے کسی کو اپنانے کی خواہش کا اظہار کبھی نہیں کیا تھا لیکن یہ حقیقت دیکھنے والوں پر عیاں تھی کہ جذباتی طور پر وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آچکے ہیں کہ آئندہ چل کے ان کی زندگی کی راہیں ایک ہوجائیں گی مگر سوئی کے معاملے میں یہ اندازے اب غلط ثابت ہورہے تھے۔ رئیس کے بارے میں آج بھی میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ وہ سوئی کو چاہتا ہے لیکن لندن پہنچ جانے والی اور نیلم کے ساتھ زندگی کا دوسرا رخ دیکھنے والی سوئی کا انداز نظر بدل گیا تھا۔ معیار زندگی بدل گیا تھا اور اچانک اس کی چاہت بدل گئی تھی۔

مجھے معلوم تھا کہ اس تبدیلی سے رئیس دل شکستگی کے کس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جب چندا کی نظر بدلی تھی تو میں اذیت کے اس مرحلے سے گزرا تھا۔

نیلم کی گاڑی جو رات کو چلی گئی تھی' صبح اس کے دیے ہوئے وقت پر دوبارہ آگئی اور وہ اپنے شیڈول کے مطابق شوٹنگ کے لیے چلی گئی۔ خلاف امید جو کہ آج انسانوں کے لباس میں آیا تھا اور کوٹ پتلون' ٹائی میں خاصا ہینڈسم بھی لگ رہا تھا۔

میں نے اس سے پریس کانفرنس کے انتظامات کے بارے میں پوچھا "کتنے لوگ بلائے ہیں تم نے؟"

"بلائے تو میری سرکار کوئی چالیس ہیں۔"

"اور کتنے آنے کی امید ہے۔"

وہ سوچ کے بولا "یہی کوئی ساٹھ ستر۔"

"کیا مطلب؟ بن بلائے آجاتے یہاں بھی لوگ؟"

وہ ہنسنے لگا "ملک دوسرا ہے مگر لوگ تو اپنے ہی ہیں۔ آدھے تو دوسروں کو امپریس کرنے کے لیے ایک میم بھی ساتھ لائیں گے جو ادھیڑ عمر کی ہوگی تب بھی گرل فرینڈ کہلائے گی اور تجربے بے بے ہونے کے باوجود بے بی جیسے ہوں گے۔ تیس پینتیس صحافی ضرور ہوں گے۔"

اس نے مجھے ایک طویل فہرست پیش کی جس میں جانے پہچانے نام تو دو چار ہی تھے باقی سب نامانوس لوگ تھے مگر وہ سب مقامی صحافی تھے۔

میں نے کہا "یہ جو خاتون ہیں' قرۃ العین' آج ان کو پہلی بار کسی پریس کانفرنس میں بطور صحافی پیش ہونا ہے۔"

وہ بولا "ہر شخص کے لیے پہلی بار کبھی نہ کبھی ہوتی ہے۔ وہ پہلی بار پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بار شادی کرتا ہے' پہلی بار مرتا ہے۔"

میں نے کہا "ان کو صحافت کے ہجے بھی نہیں آتے۔"

وہ بولا "بیشتر صحافیوں کو نہیں آتے۔"

میں نے کہا "ابھی یہ بتاؤ کہ وقت کیا ہے اور جگہ کون سی ہے؟"

وہ بولا "ہوٹل میں نے وہی منتخب کیا ہے جہاں میڈم کا قیام ہے۔"

"نیلم کے ہوٹل میں۔ اور کوئی جگہ نہیں تھی۔"

وہ بولا "میں نے عمداً اس جگہ کا انتخاب کیا۔ اب وہ ہال میں نظر آئیں گی تو یہ کوئی اتفاق نہیں ہوگا۔ ویسے ہوٹل اچھا ہے۔ ساڑھے گیارہ بارہ کا ٹائم دیا ہے میں نے۔ لوگ ایک بجے تک آئیں گے۔"

میں نے کہا "گویا اب کم سے کم بھی دو ڈھائی گھنٹے ہیں۔ کیا اپنی دیر میں تم یعنی کو ایک صحافی کے رول کے لیے تیار کرسکتے ہو؟ میرا مطلب ہے ان سوالات کی ریہرسل کراسکتے ہو جو ان کو پوچھنے ہوں گے۔"

وہ سر کھجانے لگا "ابھی تک مجھے بھی نہیں معلوم کہ ان کا تعلق کس اخبار سے ہے۔"

میں نے کہا "یہ فری لانسر رہی ہیں کچھ عرصہ۔ لندن میں دو سال سے ہیں۔ آج کل روزنامہ "آہنگ نو" کی نمائندہ ہیں۔"

"آہنگ نو؟ یہ کس دنیا کا اخبار ہے؟"

میں نے کہا "مس شبنم فاروقی کو جانتے ہو؟ ابوبکر آزاد کا نام سنا ہے۔"

"پہلا نام شیطان کی طرح مشہور ہے دوسرا فرشتے کی طرح۔"

میں نے کہا "یہ انہی کے ادارے کا دوسرا آنے والا اخبار ہے۔ تم بتاؤ یعنی کو مورل سپورٹ دے سکتے ہو؟"

"صرف مورل ہی کیا میں ہر قسم کی سپورٹ فراہم کرسکتا ہوں۔ آپ بالکل بے فکر ہوجائیں۔"

میں نے کہا "مجھے ذرا کام سے جانا ہے۔ اپنی وائف کے ساتھ۔"

وہ بولا "مس یعنی۔!"

یعنی نے کہا "یا تو مس قرۃ العین کہو یا پھر یعنی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوکے عینی۔ ہم بھی چلتے ہیں۔ تم تیار ہوجاؤ۔ مجھے ہوٹل میں انتظامات کا جائزہ لینا ہے۔ جیسے جیسے لوگ آئیں گے تمہارا تعارف بھی ہوجائے گا۔"

میں نے کہا "یہ رسک مت لو۔ لوگ اسے گھیر لیں گے اور یہ گھبرا جائے گی۔ یہ پریس کانفرنس شروع ہونے کے بعد نمودار ہو تو بہتر ہے۔ اس سے پہلے نیلم کے کمرے میں بیٹھی رہے۔"

مجھے روشنی کے ساتھ اس کی ماں کو لینے جانا تھا۔ جانے سے پہلے میں نے عینی کو اچھی طرح سمجھادیا کہ اسے کیا نظر آتا ہے' کیا بولنا ہے اور کیا نہیں بولنا ہے۔ میں نے اسے چند سوالات لکھ کر دیے ان میں صرف ایک انگریزی میں تھا۔ ہمارے پاس آنے سے پہلے سونی نے خود کو میٹرک پاس بتایا تھا چنانچہ وہ انگریزی میں لکھے ہوئے سوال کو پڑھ کے یاد کرسکتی تھی۔

عینی اس ڈرامے سے جتنی EXCITED تھی اس سے زیادہ نروس تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کہ رب نواز کہیں اس کو پہچان کے الٹے سیدھے سوالات نہ شروع کردے مگر میں نے اسے تسلی دی "وہاں ملک کے ساتھ میں بیٹھوں گا۔ میں اسے کوئی فضول بات کرنے ہی نہیں دوں گا اور خود اسے شک تو ہوسکتا ہے مگر وہ شک کا اظہار کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔"

"اور... اگر اس نے سب کے سامنے کہہ دیا... کہ یہ وہی سونی ہے۔"

میں نے کہا "کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ تم اتنی ڈر رہی ہو جیسے اس کے ایسا کہتے ہی پولیس تمہیں پکڑ لے گی۔ ارے بابا' ایسی بات اول تو وہ کرنہیں سکتا اور کرے تو اس کی ایسی تیسی کردینا۔ میرا مطلب ہے ایسی خبر لینا کہ وہ بغلیں جھانکتا نظر آئے۔ تمہیں سپورٹ کرنے والے اتنے لوگ ہوں گے اور دیکھو' ایک بات اور ہے... تم ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن ہو۔"

"کیا... ایک عینی بن کے ہی مشکل میں پڑ گئی ہوں میں۔"

"ہم اس مشکل کو آسان کررہے ہیں۔ کمال کے والد کا نام اور تمہارے والد کا نام ایک ہی ہوگیا ہے حسن اتفاق سے۔ پاسپورٹ کھول کے دیکھا ہے اپنا؟ اس پر ولدیت کے خانے میں محمد علی لکھا ہوا ہے۔ کمال کے والد ڈاکٹر محمد علی تھے۔" میں نے اسے ساری بات اچھی طرح سمجھادی۔

اسے کچھ تقویت ہوئی "روشنی کے سامنے تم نے مجھے اپنی چھوٹی بہن بتایا تھا۔ راتوں رات میں ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن ہوگئی۔"

میں نے کہا "وہ ایک ہی بات ہے۔ کمال کیا بھائی ہے میرا؟"

نیلم کو کسی بات سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ سب رہی تھی اور سمجھ رہی تھی۔ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا اس کا اندازہ وہ اپنی عقل سے ہی کرسکتی تھی۔ گزشتہ عینی نے وہی کیا تھا جس کا مجھے ڈر تھا۔ اس نے روشنی کو بارے میں سارا سچ بتادیا تھا کیونکہ اس سے پہلے روشنی سچ بیان کرچکی تھی۔ عینی نے یہ بھی بتادیا تھا کہ نیلم اسے بنا کے کیوں لائی ہے؟

میں روشنی کے ساتھ نکلا تو گیارہ بج چکے تھے۔ ہم پہلے جوکر اپنی گاڑی میں عینی کو بٹھا کے لے گیا تھا ا دونوں بڑے خوش تھے۔ عینی کا خوف دور ہوگیا تھا اور کانفرنس کے تجربے کو اس نے ایک ایڈونچر کی طرح قبول کرلیا تھا۔ وہ حقیقت حال سے صرف اس حد تک تھا کہ عینی کے خلاف غلط فہمی کی بنا پر پولیس نے کچھ ایسے بنادیے تھے جس پر عینی کی گرفتاری اور سزا کا امکان تھا نیلم اسے بچانے کے لیے عینی بنا کے لندن لے آئی تھی

نیلم کو یونٹ کے ارکان پر بہت اعتماد تھا لیکن میں کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اعتماد صحیح ثابت ہوگا آج نیلم جس مقام پر تھی وہاں وہ کسی سے کوئی بھی منوا سکتی تھی لیکن فلم سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بعد لوگ ہوں گے جو اس سے پہلے کی طرح ملتے رہیں گے کے سلوک میں فرق نہیں آئے گا یہ تلخ تجربہ نیلم کو ہونے والا تھا۔

"روشنی۔" میں نے کچھ دور آکے کہا "تم کو خاندان کیسا لگا؟"

"بہت اچھا۔ خون کے رشتے نہ ہونے کے باو سب ایک دوسرے کے کتنے قریب ہوتا" وہ اداسی "اس کے برعکس میں ہوں۔ میری ایک سگی بہن بھی ایک دوسرے کے لیے غیر ہیں۔ شاید وہ سامنے آ نفرت سے منہ پھیرلے اور میں اس سے بات کرنا کروں۔ ہم دونوں کی ایک ہی ماں ہے۔"

میں نے کہا "دیکھو' یہ قسمت کے کھیل ہیں ڈیپریس ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم ان سب کو سمجھو۔"

"جو کچھ تم سب مل کے سونی کے لیے کررہے ہو بچانے کے لیے' وہ ناقابل یقین ہے۔ وہ کیا تھی اور

ساتھ کیا ہوگئی ہے۔ واقعی اپنی اپنی تقدیر ہے۔"

میں نے کہا "تم چاہو تو پولیس کو اطلاع دے کے بیس لاکھ کا انعام وصول کرسکتی ہو۔"

"مجھے گالی مت دیں شاہ جی۔ آپ کے احسان کے بعد سے میری زندگی جیسے اندھیروں سے نکل آئی ہے۔ میں خود کو پچ کے بیس لاکھ دو چار سال میں جمع کرلوں۔ اپنے جسم کی قیمت وصول کرنا' اپنے ضمیر کی قیمت لگانے سے تو بہتر ہے۔"

میں نے کہا "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہاری مجبوری کی قیمت لگا کے تمہیں ہر جھوٹ نباہنے کے لیے خرید لیا ہے۔ تم ایسا محسوس کرو تو مجھے بتادینا۔ میں نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ تم پابند نہیں ہو۔ تم جب چاہو الگ ہوجانا۔ میں یک طرفہ طور پر اس معاہدے کی پابندی کروں گا۔"

روشنی نے ہاتھ اٹھا کے کہا "پلیز۔ کوئی اور بات کرو۔ میں نے بہت سچ دیکھے ہیں اور سچ بولنے والوں کو بھی دیکھا ہے۔ اس جھوٹ پر جو میں نبھا رہی ہوں' ان سب کو قربان کرسکتی ہوں میں۔ کسی معاوضے یا احسان کے بغیر۔"

میں نے کہا "میں دس دس ہزار پاؤنڈ کے دو ٹریولر چیک لایا تھا۔ ان میں سے ایک میں نے پہلے کیش کرالیا تھا۔ دوسرا مجھے ابھی کرانا ہے۔ باقی پچاس ہزار پاؤنڈز میں تمہیں پاکستان جا کے بھیج دوں گا۔"

دو بولی "فی الحال باقی رقم کو امانت کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھو۔ جب مجھے ضرورت ہوگی' لے لوں گی۔"

مینٹل اسپتال کا نام سینٹ جان سائیکاٹرک اسپتال تھا۔ ایک پیریز قسم کی خاتون۔ نرجو اسپتال کی نگراں تھی اور سینئر ڈاکٹر ثابت ہوئی۔ روشنی سے اس کی درخواست وصول کی اور اپنے آفس میں لے گئی۔

"تم نے بہت سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ کیا ہے لڑکی؟"

"یس مدر۔ میں اپنی ماں کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں" روشنی نے کہا۔

"مجھے بتاؤ اس میں کوئی مالی مجبوری کا پہلو نہیں ہے۔ اپنی ماں کو داخل کراتے وقت تم نے کہا تھا کہ تم ملازمت پر جاتی ہو' اس لیے ماں کی دیکھ بھال نہیں کرسکتیں؟"

"اب میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "تو پھر علاج کے اخراجات کہاں سے پورے کروگی؟"

"یہ... میرے شوہر ہیں۔ انہوں نے ذمے داری قبول کی ہے۔"

ڈاکٹر نے اس سے اور پھر مجھ سے ہاتھ ملایا "ایسا کہو نا کہ تم نے شادی کرلی ہے۔ میری دعا ہے کہ تم خوش رہو۔ کیا اب تمہارے پاس اتنی جگہ ہے؟"

"میرے شوہر کا بہت اچھا گھر ہے۔"

وہ مجھ سے مخاطب ہوئی "اور تمہیں یقین ہے کہ تمہاری یہ ذمے داری تمہاری ازدواجی زندگی میں خلل نہیں ڈالے گی؟"

میں نے کہا "میں جو بھی کررہا ہوں' بہت سوچ سمجھ کے کررہا ہوں۔"

مدر سپیریر نے روشنی سے اور مجھ سے ایک حلف نامے پر دستخط لیے اور کاغذات مکمل کرنے کے لیے چلی گئی۔ صرف دس منٹ بعد اس نے کہا "تم اپنی ماں کو کیسے لے جاؤ گی۔ اسپتال کی ایمبولینس میں...؟"

"میں اپنی گاڑی لائی ہوں مدر!" روشنی نے کہا "اینڈ تھینک یو ویری مچ۔"

دو افراد روشنی کی ماں کو ایک اسٹریچر پر لے کر آئے۔ وہ اسپتال کے کپڑوں میں آنکھیں کھولے بالکل بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کے لب ہل رہے تھے۔ وہ درمیانے قد و قامت کی عورت رہی ہوگی مگر اب سمٹ کر ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گئی تھی اور اس کا وجود اس حد تک مختصر تھا کہ لگتا تھا ہم اسے شاپنگ بیگ میں ڈال کے بھی لے جاسکتے ہیں۔

مدر سپیریر نے کہا "ہم اس کے لیے کچھ زیادہ نہیں کرسکے۔ اس کی ذہنی حالت وہی ہے۔ شاید پہلے سے زیادہ خراب۔ ایک تو یہ عمر ایسی ہوتی ہے جب ہر آدمی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ دنیا اس سے دور ہوتی جارہی ہے۔ وہ ناکارہ اور عضو معطل کی طرح ہوجاتے ہیں۔ اس وقت انہیں توجہ کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

روشنی کی آنکھوں میں آنسو آگئے "اور ہمارے پاس ان کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ ہماری زندہ رہنے کی مجبوریاں ہمیں ان سے دور کردیتی ہیں۔"

"جو آدمی زندگی کی آخری سانس تک مصروف اور دنیا کے لیے یا اپنے لیے کارآمد رہے وہ سب سے زیادہ خوش قسمت ہے۔ تمہاری ماں یہاں آکے زیادہ اکیلی ہوگئی تھی۔ وہ روز بروز زیادہ غصیلی ہوتی جارہی ہے۔ صرف اس لیے کہ وہ سمجھتی ہے' ہم نے اسے سب سے دور کررکھا ہے۔ وہ واپس جانے کی ضد کرتی ہے۔ کہتی ہے پاکستان جانا ہے۔ وہاں میرے بچے میرا انتظار کررہے ہیں۔ لڑتی ہے اور جھگڑتی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ تم بچوں کو باہر سے ہی کیوں لوٹا دیتے ہو۔ چنانچہ اسے ہر وقت دوا سے پرسکون رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ویسے تو تم سب جانتی ہو مگر میرا فرض ہے کہ دیکھ بھال کی ذمے داری لینے والے کو تفصیل سے مریض کی حالت کے بارے میں بتاؤں۔"

میں نے کہا "ہم مل کے ان کا خیال رکھیں گے۔"

"تمہیں ایک تربیت یافتہ نرس رکھنی چاہیے" وہ بولی "انجکشن لگانے کے لیے اور دوا کھلانے کے لیے۔"

"میں انجکشن لگا سکتی ہوں مدر۔"

اس نے شک اور تذبذب کے ساتھ روشنی کو دیکھا "یہ کام کوالیفائڈ آدمی نہ کرے تو نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس خدمت خلق کرنے والے رضاکاروں کی ایک فہرست ہے۔ تم ان میں سے کسی کو ہفتے میں ایک بار طلب کر سکتی ہو۔ خصوصاً رات کے وقت۔ ہفتے کے سات دن تمہیں سات نرسیں بلا معاوضہ خدمات دیں گی۔"

"ہم ان کا معاوضہ افورڈ کر سکتے ہیں" میں نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ وہ مختلف سماجی تنظیموں کی طرف سے آئیں گی۔ تم ان کا معاوضہ بطور عطیہ دے سکتے ہو۔ جتنا بھی دینا چاہو۔ اس کے علاوہ ہم دن کے چوبیس گھنٹے حاضر ہیں۔ تم ضرورت کے وقت ہمیں طلب کر سکتی ہو" وہ بولی۔

ہم نے پھر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اسپتال کے عملے نے روشنی کی ماں کو گاڑی کی پچھلی والی سیٹ پر لٹا دیا۔ روشنی اس کے قدموں میں سمٹ کر بیٹھ گئی تو میں نے گاڑی نکالی اور باہر جانے والے راستے کی طرف بڑھا دی۔ اسپتال والوں کے اخلاق اور ان کے خدمت خلق کے جذبے نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ وہ معاوضے کے طور پر عطیہ ضرور لیتے تھے مگر زبردستی نہیں۔ عطیہ دینے والے اور نہ دینے والے کے ساتھ ان کا رویہ ہر معاملے میں ایک جیسا رہتا تھا۔ مغرب کی اخلاقی قدروں کے زوال کا رونا رونے والے تصویر کا صرف ایک رخ پیش کرتے ہیں۔ وہ اس معاشرے کی ان گنت خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جہاں لوگ جھوٹ نہیں بولتے اور جھوٹ کو شاید سب سے بڑا اخلاقی جرم تصور کرتے ہیں۔ ملاوٹ نہیں کرتے۔ رفاہی کاموں کے لیے وقت اور پیسہ دیتے ہیں۔ بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کا بہت خیال رکھتے ہیں اور انہیں معاشرے کی اجتماعی ذمے داری سمجھتے ہیں چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے کو سگریٹ یا شراب مل جائے یا وہ ایسی فلم دیکھنے چلا جائے جو صرف بالغوں کے لیے ہو۔ نشے میں گاڑی چلاتے ہو برطانوی وزیر اعظم کا بیٹا بھی پکڑا جائے تو صرف باپ ہی نہیں اسے شراب دینے والا بھی ذمے دار سمجھا جاتا ہے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ قانون اخلاقی ہو، مذہبی یا ملکی۔ اگر ہے تو اس پر عمل کرنا ہر فرد کی انفرادی ذمے داری ہے اور اسے کسی خوف کے بغیر پورا کرتا ہے اور اپنے فائدے یا نقصان کے لیے قانون شکنی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ عام لوگوں کی بات ہے ورنہ جرائم ہر جگہ ہوتے ہیں مگر جرائم پیشہ لوگوں کی سوسائٹی میں جرائم کے مریضوں کی طرح رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جرم کے جراثیم اڈکر نہیں لگتے لوگ ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ معمولی اخلاقی جرائم کا مرتکب ہونے والا کسی عوامی عہدے کے لیے منتخب تو کیا نامزد بھی نہیں ہوتا۔

روشنی کی ماں آہستہ آہستہ بولتی رہی۔ ٹریفک کے شور میں اس کی آواز کم سنائی دے رہی تھی مگر ہم نے اسے گھر پہنچ کر بیڈ پر لٹایا تو اس کی بات سمجھ میں آنے لگی۔ وہ اپنے ماضی میں جی رہی تھی۔ اپنے بچوں سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے شوہر سے مخاطب تھی۔ یادوں کی اس بازگشت کا دائرہ اپنے گھر تک محدود تھا۔ اس نے اپنے ماں باپ یا بھائی بہنوں سے کوئی بات نہیں کی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بیس پچیس سال پہلے والے اپنے گھر میں ہے جہاں اس کے سب بچے اس کے آس پاس ہی موجود ہیں۔

ابھی وہ سکون آور دوا کے زیر اثر آہستہ آہستہ بڑبڑا رہی تھی لیکن یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ دوا کا اثر باقی نہیں رہے گا تو وہ اونچی آواز میں باتیں کرے گی، چلائے گی اور شور مچائے گی۔ بچوں کو شرارتوں سے روکے گی۔ ان کی وجہ سے ہونے والے نقصان پر ہنگامہ کرے گی۔ ان کی شکایت باپ سے کرنے کی دھمکی دے گی اور شکایت بھی کرے گی۔ اس کے گھر کے سب افراد اس کے لیے آس پاس حقیقی صورت میں موجود تھے۔ اس کے تصور نے ایک خواب ہو جانے والے کو پھر حقیقت میں ڈھال دیا تھا اور وہ اسی فریب خیال کے ساتھ جی رہی تھی۔ اس کے بغیر شاید وہ ایک پل زندہ نہ رہتی۔

اس کی جسمانی حالت افسوس ناک حد تک روبہ زوال تھی۔ ڈاکٹرز نے اس کے علاج کی پوری فائل ہمارے حوالے کر دی تھی۔ یہ اصل کی فوٹو کاپی تھی جس کا مقصد تھا کہ اس کا علاج کرنے والے ہر ڈاکٹر کو اس کے مرض کی نوعیت اور علاج کو سمجھنے میں مدد ملے۔

میں نے اسے اندر بیڈ روم میں پہنچا دیا۔ وہ ڈبل بیڈ کے ایک حصے میں ساکت لیٹ گئی۔ اس مختصر سے سفر نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ روشنی نے اس پر کمبل ڈالا تو وہ خاموش ہو کے سو گئی۔

میں نے کہا "یہاں تم اپنی والدہ کے ساتھ سو سکتی ہو لیکن بہتر ہو گا کہ تم رات کے لیے کوئی نرس بلا لو۔"

وہ آنسو صاف کر کے بولی "اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

میں نے اس کی بات کاٹ دی "ضرورت ہے۔ اگر تم دن بھر اپنی ماں کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہتی ہو تو یہ ضروری ہے کہ تمہاری صحت ٹھیک رہے۔ افسوس یہ ہے کہ میں اس کام میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ مجھے دو دن بعد واپس پاکستان جانا ہے ورنہ ہم دن رات کی باری مقرر کر لیتے، یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔"

وہ پھر رونے لگی۔ "میں کس زبان میں تمہارا شکریہ ادا کروں؟"

میں نے کہا "کسی بھی زبان میں نہیں۔"

"تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں بھول سکتی" اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔

میں نے کہا "احسان کیسا۔ میں نے سب اپنے لیے کیا۔ تھوڑا سا ثواب کمانے کے لیے اور ایک نیکی کی طمانیت پانے کے لیے، میری اپنی ماں ہوتی تو یہ سب میں اس کے لیے بھی کرتا مگر میں اس معاملے میں تمہارے جیسا خوش نصیب نہ تھا۔ چلو اب خود کو سنبھالو۔ یہ رونا چھوڑو، مجھے تو جانا ہے کام سے۔ تم کو کچھ چاہیے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "ابھی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

میں نے کہا "آج سے یہی تمہارے ساتھ رہے گی۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں وقت بے وقت کہیں آنے جانے کے لیے ایک گاڑی کی ضرورت بھی پڑے گی۔"

اس نے انکار کیا "ٹیکسی مل جاتی ہے ہر وقت۔"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ کار تو خیر کرائے کی ہے۔ جانے سے پہلے میں کوئی گاڑی خرید کے چھوڑ جاؤں گا۔ ڈرائیونگ تمہیں کو بھی آتی ہے۔"

وہ عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی "تم واقعی عجیب آدمی ثابت ہو رہے ہو۔"

میں نے کہا "اچھا۔ تم ماں کو دیکھو کہ انہیں کس چیز کی ضرورت ہو گی۔ اگر کچھ چاہیے تو مجھے بتا دینا۔ میں اب پریس کانفرنس میں جا رہا ہوں اور مجھے واپسی میں دیر بھی ہو سکتی ہے لیکن میں فون کر کے خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دوسری طرف رب نواز تھا "میں نے پہلے بھی فون کیا تھا۔"

"میں ابھی چند منٹ پہلے ہی گھر میں داخل ہوا ہوں۔ اپنی ساس کو لینے گیا ہوا تھا۔"

"تم نے میرا کام کیا؟"

"ہاں۔ پریس کانفرنس بارہ بجے ہے۔ اسی ہوٹل کے ہال میں جہاں نیلم ٹھہری ہوئی ہے۔ تمہیں راستہ سمجھانے کی ضرورت تو نہیں۔"

"میں یہ بول رہا تھا کہ میرے لیے خطرے کی بات تو نہیں؟ تم نے کہا تھا کہ میرے مخالف وکیل سے بات کرو گے!"

میں نے کہا "وہ۔ اچھا اب میں سمجھا۔ میں اس وکیل سے براہ راست تو بات نہیں کر سکتا۔ میں نے رخشی سے درخواست کی تھی۔"

"اور اس نے کیا کہا؟"

"اس نے مجھ سے کہا کہ تم بے فکر ہو جاؤ۔ فرید عباسی درخواست ضمانت کی منسوخی کا معاملہ تو نہیں چھوڑے گا کیونکہ کیس کرنے والا وہ خود ہے اور ویسے بھی یہ اس کے کیریئر کا سوال ہے مگر وہ تمہارے لندن میں پائے جانے کی بات نہیں کرے گا۔ سرکاری وکیل سے تمہارا وکیل بات کر سکتا ہے۔ اسے اعتراض نہ اٹھانے کی قیمت دی جا سکتی ہے۔"

"اسے قیمت دی جا چکی ہے ایک بار۔ وہ درخواست ضمانت کی تائید کرے گا۔"

میں نے کہا "پھر کیا پریشانی ہے؟"

"مطلب یہ کہ میں پریس کانفرنس میں آ سکتا ہوں۔"

"بالکل آ سکتے ہیں۔ کیا پتا وہاں تمہاری ملاقات نیلم سے بھی ہو جائے۔ میں اب ادھر ہی جا رہا ہوں۔"

"میں بھی آتا ہوں۔ جمی اپنے مال کے سلسلے میں پریشان ہے کہ ہم بزنس چھوڑ کے سیاست کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ یار، یہ بھی کام ہے اور اس کام کے آسرے پر ہی دوسرے کام چلتے ہیں۔"

"مزید مال آ گیا؟"

"ہاں، تم اس پریس کانفرنس سے فارغ ہوتے ہی اٹھا لو۔ مجھے تو آج ہی رات واپس جانا ہو گا۔ اس کے بعد کسی فلائٹ پر سیٹ نہیں ہے۔ رقم نے مزید رقم کا کوئی بندوبست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ

میں نے کہا "ابھی تک تو نہیں ہوا مگر ہو جائے گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور روشنی کو خدا حافظ کہہ کے نکل گیا۔ ہوٹل تک کا راستہ مشکل سے بیس پچیس منٹ کا تھا مگر ایک جگہ کوئی حادثہ ہونے سے ٹریفک جام تھا چنانچہ میں ہوٹل پہنچا تو بارہ بج چکے تھے۔ جوکر ادھر سے ادھر گھوم پھر کے انتظامات کو آخری شکل دینے میں مصروف تھا۔ ہال میں چار پانچ رپورٹر بیٹھے گپ لگا رہے تھے اور ان میں سے ایک نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مفت کی شراب کا جام بھی پکڑ رکھا تھا۔ میں نے جوکر سے عینی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے اور ساڑھے بارہ بجے وارد ہوگی۔

میں اوپر چلا گیا۔ عینی آئینے کے سامنے کھڑی ہو کے خود سے سوالات پوچھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کے وہ پلٹی اور مسکرائی "میں پریکٹس کر رہی تھی اور میرا خیال ہے۔"

میں نے خفگی سے کہا "اپنا خیال رکھا اپنے پاس۔ یہ کپڑے کیسے پہنے ہیں؟"

"جیسے لوگ لندن میں پہنتے ہیں۔" وہ ہنسی "اعتراض کی کیا بات ہے؟"

"میرے نزدیک یہ لباس سخت قابل اعتراض ہے۔"

"نیلم نے اپنے ڈریس ڈیزائنر کو بھیجا تھا۔ وہ لے کر آیا تھا یہ کپڑے تو میں کیا کرتی اور عاقل نے بھی کہا کہ چلے گا۔"

"عاقل کون؟"

"وہی 'پاگل مسخرا'۔" اس نے کہا "مجھے اچھا نہیں لگتا جو کر کہتا۔"

میں نے کہا "اچھا! اتنا اچھا لگنے لگا ہے وہ کہ اس کا نام جو خود اسے کبھی برا نہیں لگا' آپ کو برا لگنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا ہے عینی؟"

وہ کچھ شرمائی "کیا ہو رہا ہے۔ وہی ہو رہا ہے جو آپ چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "تو راتوں رات بدل گئی ہے۔ تیری پسند بدل گئی ہے۔ ذرا سی آزادی کیا ملی تو نے بہت پر پرزے نکال لیے۔"

وہ نظر جھکا کے بولی "بھیا' مجھے بھی اچھا نہیں لگتا ایسے کپڑے پہننا۔"

"مگر عاقل کہتا ہے کہ ان کپڑوں میں تم بہت اچھی لگتی ہو؟" میں نے تلخی سے کہا۔

اس کا چہرہ حیرانی کی تصویر بن گیا "آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"سب دیکھ رہا ہوں میں۔ اسے تو اچھی لگنے لگی ہے وہ تجھے اچھا لگتا ہے تو پھر کیا کرے گا قاضی لیکن تو نے اس کے پیچھے کے بارے میں بھی سوچا۔ اس کا کیا ہوگا؟"

"بھیا' کس کی بات کر رہے ہو آپ؟" وہ انجان بن

میں نے بھنا کے کہا "زیادہ چالاک بننے کی ضرو نہیں۔ تو جانتی ہے کہ میں رئیس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ کرتا ہے تجھ سے۔"

"رئیس۔۔۔؟ مگر میں نے تو کبھی۔۔۔ اور خود اس نے

میں نے کہا "عینی۔ جب سورج نکلتا ہے تو کسی کو بتا کی ضرورت نہیں پڑتی کہ دن نکل آیا ہے۔ دھوپ سے نظر آتی ہے۔ اجالا سب دیکھتے ہیں۔ میں۔۔۔ نیلم' رخشی فرید عباسی' کون نہیں جانتا یہ بات؟"

"لیکن اس نے کبھی مجھ سے نہیں کہا" وہ ہکلائے

"اور نہ میں نے۔"

"مگر تو نے اپنے رویے سے اس کی حوصلہ افزائی زبان سے نہیں کہا تو کیا ہوا؟ تو اچھی طرح جانتی ہے بات۔"

"نہیں بھیا۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں تو سب ایک ہی طرح بات کرتی ہوں۔ اب اس کا مطلب کوئی نکال لے تو میرا کیا قصور؟"

میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جھوٹ بول ہے مگر وہ جھوٹے لفظوں سے سچے جذبوں کی نفی کرنے پر ہوئی تھی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ محبت کا اظہار فلمی یا ڈرا ڈائیلاگ بول کے ہی تو نہیں ہوتا۔ محبت کی تو خود اپنی ز ہوتی ہے اور وہ پاکستان میں جو زبان بولتی تھی' وہ لندن آ بھول گئی تھی۔ اب وہ مجھے یہ سمجھا رہی تھی کہ بقول شا میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا تھا۔ یہ تبسم' یہ تکلم عادت ہی نہ ہو۔ رئیس کو غلط فہمی ہوئی تھی۔

اگر میرے بس میں ہوتا تو میں روایتی فلمی باپ کردار ادا کرتے ہوئے راستے کی دیوار بن جاتا۔ مرزا دلہوی عرف جوکر کو سمجھاتا کہ وہ عینی سے دور رہے اور سمجھانے کا انداز بھی وہی' اوئے میں ٹوٹے کر دیاں گا ہوتا۔ باپ بیٹی کو پابند کر دیتا کہ وہ اس سے نہیں ملے اسے واپس پاکستان بھجوا دیتا یا ظالم سماج والا ایکشن لیتا سب ممکن نہیں تھا۔ دلیل کی حد تک رئیس کے ساتھ نے کوئی عہد و پیماں نہیں کیا تھا اور اسے بہرحال اپنی پ اختیار تھا مگر بات دلیل کی نہیں جذبات کی تھی۔ ر اظہار عشق کر دیا ہوتا تب بھی عینی اسے چھوڑ کے کسی ا

ہاتھ تھام سکتی تھی اور کہہ سکتی تھی کہ اب میں سونی نہیں عینی ہوں۔

برادرم رئیس خاں کے حق میں کاتب تقدیر نے یہی دربدری لکھ دی تھی۔

میں عینی سے کچھ کہے بغیر لوٹ آیا۔ اب پہلے کے مقابلے میں اخبار والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی اور ملک رب نواز بھی آ گیا تھا۔ کچھ لوگ اسے گھیرے کھڑے تھے اور اس سے پریس کانفرنس سے قبل ہی سنسنی خیز انکشافات چاہتے تھے مگر وہ بھی سیاست کے میدان کا پرانا گھوڑا تھا۔ وہ مسکرا مسکرا کے انہیں صبر کی تلقین کر رہا تھا کہ اس کا پھل میٹھا ضرور ہوگا۔

مجھے دیکھتے ہی کچھ اخبار والے میری طرف لپکے مگر میں ان سے صرف سلام دعا کرتے گزر گیا اور اس جگہ پہنچ گیا جسے اسٹیج تو نہیں کہا جا سکتا تھا' بس وہ تھوڑا سا اونچا پلیٹ فارم تھا جس پر گلدان سے سجی ایک میز کے پیچھے دو سیاہ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جوکر نے پریس کو تصاویر فروخت کرنے والے ایک فوٹو گرافر کی خدمات حاصل کر لی تھیں جسے ہر تصویر اپنی مرضی سے نہیں میری مرضی سے بنانی تھی۔

انتظار میں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میرا اصل مقصد پریس کانفرنس یا کوئی اعلان نہیں تھا۔ میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ شاہ عالم لندن میں رب نواز کے ساتھ تھا۔ مجھے سارے اخبار والوں کی گواہی حاصل ہو گئی تھی۔ فوا المطلوب۔

میں نے مختصراً پی جے ایف اور سیاست سے اپنی دوری کے اسباب بیان کیے اور پھر اعلان کر دیا کہ آئندہ انتخابات میں پی جے ایف بھرپور حصہ لے گی۔ میں بدستور اس کا چیئرمین رہوں اور اب میں نے قریشی صاحب کی جگہ ملک رب نواز کو پی جے ایف کا سینئر نائب صدر مقرر کیا ہے۔ میرے واپس لوٹنے تک وہ پارٹی کی تنظیم نو کا کام کریں گے اور انتخابات میں پارٹی کی ایک سیٹ سے کبھی پارٹی کے امیدوار ہوں گے۔ علاوہ ان کے آبائی حلقے کی سیٹ کے۔

اخبار والوں نے واجبی سی دلچسپی کے ساتھ معمول کے سوالات کیے ان کی زیادہ دلچسپی پریس کانفرنس کے بعد لنچ کی دعوت میں تھی۔ بڑے اخبارات کے نمائندوں میں سے صرف دو از راہ بندہ پروری تشریف لائے تھے۔ ایک خبر رساں ایجنسی کا نمائندہ بھی موجود تھا لیکن مجھے جو کرنے بعد میں بتایا کہ اس نے سب سے بات کر لی ہے اور جو مصروفیت کی وجہ سے نہیں آئے وہ بھی پاکستان کے اخبارات کو خبر مع تصاویر ضرور ارسال کریں گے۔ مجھ پر یہ بھی انکشاف ہوا کہ مہمانوں میں جو اعزازی تحائف تقسیم کیے گئے ہیں ان میں سے کچھ میں رشوت کی نقد رقم رکھی گئی ہے۔ دس تحائف میں ایک نئی قلم کے پاس تھے۔ دس کو کیش واؤچر دیے گئے تھے کہ وہ اپنی مرضی کی چیز کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ گنے چنے چند لوگ تھے جو خریدے نہیں گئے تھے۔

جوکر بہت تیز طرار اور ذہین' معاملہ فہم اور اچھا منتظم تھا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ راتوں رات سب کو مدعو کر لیا تھا بلکہ ہر ایک سے اس کی قیمت بھی پوچھ لی تھی پھر اس نے پچاس گفٹ سیٹ خریدے تھے جو ایک پین اور ایک ڈائری پر مشتمل تھے۔ یہ ڈائریاں اس نے آتے ہی لوگوں کے حوالے کر دی تھیں لیکن ابھی تک کسی نے انہیں کھول کے بھی نہیں دیکھا۔ انہیں معلوم تھا کہ اندر صرف ڈائری نہیں ہے اور انہوں نے تحفہ کھول کے دیکھا تو ان کا پول کھل جائے گا۔

جوکر نے کچھ لوگوں کو عینی کی تائید و حمایت پر بھی تیار کر لیا تھا۔ ٹھیک ایک بجے جب سوالات کا سلسلہ عروج پر تھا' عینی پیچھے سے نمودار ہوئی۔ اس نے جینز کے ساتھ سلیولیس اسپورٹ شرٹ پہن رکھی تھی اور اسے دیکھ کے حیرت ہوتی تھی کہ اس کے ذہن نے اتنی جلدی ایسی تبدیلی کو کیسے قبول کر لیا۔ مجبوری کی بات الگ ہے۔ وہ تو اس لباس میں خوش اور پراعتماد نظر آ رہی تھی۔ شرم و حیا یا جھجک نام کی کوئی چیز اس کے لیے باعث عار اور دامن گیر نہیں تھی۔

ایک ساتھ بہت سی نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ میں نے ملک رب نواز کو کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ سونی کو اپنے سامنے دیکھ کے دم بخود رہ گیا تھا۔ اس کی نظریں عینی کی صورت میں سونی کے بدلے ہوئے روپ پر جم کے رہ گئی تھیں۔ سونی بڑے انداز و دلبری کے ساتھ آگے آ کے بیٹھ گئی۔ اس کے بال کسی ہیئر اسٹائلسٹ نے ایسے سیٹ کیے تھے کہ اس کے چہرے کا ہالہ بن گئے تھے جس میں اس کا اجلا رنگ اور دمک رہا تھا۔ اس کے ایک کاندھے پر بیگ تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک سلگتی ہوئی سگریٹ۔ اس نے بڑے اسٹائل سے ایک کش لیا اور پھر بیگ کھول کے اندر سے ایک پاکٹ سائز ٹیپ ریکارڈر برآمد کیا پھر ایک ڈائری اور بال پوائنٹ پین نکالے۔ منہ میں ایک چیونگم ڈالی اور ٹیپ ریکارڈر کو آن کر کے ٹیبل پر رکھ دیا جہاں پہلے ہی درجن بھر ٹیپ ریکارڈر موجود تھے۔ اس کی پراعتماد اداکاری نے مجھے بھی حیران کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے یقیناً علم تھا کہ اس وقت سب کی نظریں اس پر رکی ہوئی ہیں مگر اس نے کسی کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ کسی کی طرف نظر اٹھا کے نہیں دیکھا اور کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں لگی رہی۔

میں نے ملک رب نواز سے سرگوشی میں کہا "ان سب کو تو چپ لگ گئی ہے تم پوچھو کہ کوئی اور سوال ہے۔"

رب نواز نے میری طرف جھک کے پوچھا "یہ کون ہے؟"

میں نے کہا "ظاہر ہے' کوئی رپورٹر ہے۔ ایک دوبار دیکھا ہے لندن میں۔"

"یہ سونی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سونی؟ وہ کون ہے۔ سونی آف جاپان۔"

اتنی دیر میں عینی نے کھڑے ہو کے کہا "ملک رب نواز صاحب! میں قرۃ العین ہوں' مختصراً عینی۔ میرا تعلق روزنامہ آہنگ نو سے ہے جو تیس مارچ سے اشاعت کا آغاز کر رہا ہے۔"

رب نواز نے اسے غور سے دیکھا "یعنی آپ نے صحافت کے شعبے میں ابھی قدم رکھا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں فری لانسر کے طور پر مختلف اخبارات وغیرہ کے لیے کام کر چکی ہوں اور دو سال سے لندن میں ہوں۔"

کرائے کے دو طرف داروں نے کہا "آپ تو کبھی کبھار لندن آتے ہیں ملک صاحب! آپ کو کیا معلوم کہ یہاں کیسی کیسی چیزیں ہیں؟"

کچھ لوگ ہنس پڑے' دوسرا بولا "مس عینی کے دو فیچر جو پچھلے سال آئے تھے' کمال کے تھے۔"

پیچھے سے کسی نے پوچھا "یہ آہنگ نو کس گروپ کا ہے؟"

عینی نے پلٹ کے کہا "یہ جناب ابوبکر آزاد صاحب کا اخبار ہے' آپ شبنم فاروقی سے تو واقف ہیں۔ وہی اس کی ڈمی نکال رہی ہیں۔ اب ملک صاحب میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ کو اس سیاسی پلیٹ فارم کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ آپ کے آبائی حلقے سے آپ کی سیٹ تو پکی تھی۔"

رب نواز نے کہا "میں اس بار آزاد امیدوار بننا نہیں چاہتا تھا۔"

"کیوں؟ کیا کسی پارٹی کی سپورٹ کے بغیر آپ اسمبلی میں نہیں پہنچ سکتے تھے؟" کسی اور صحافی نے سوال کیا۔

"یہ بات نہیں۔"

"تو کیا پی جے ایف نے آپ کو وزارت کی رشوت دی ہے؟" عینی نے کہا "اور اس وعدے پر آپ نے اپنے دو ان کی جھولی میں ڈال دیے ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

پھر کسی صحافی نے پوچھا "کیا اب آپ شہری نشستیں بھی کھڑے ہوں گے؟"

"یہ ہر نشست پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اسکول میں استاد انہیں سیٹ پر کھڑا کر دیتے تھے" عینی نے کہا۔

کوئی ہنس کے بولا "سب سے ممتاز نظر آتے ہو گے۔"

"اور اتنی بلندی سے انہیں عام لوگ بڑے نیچے نظر آتے ہوں گے۔"

عینی نے کہا "آپ اور شاہ عالم ایک زمانے میں حلیف دشمن تھے۔"

رب نواز نے اس کا گھسا پٹا جواب دیا "قائداعظم بھی ایک زمانے میں کانگریس میں تھے۔"

"شاہ عالم بھی قانونی مقدمات کے باعث ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کیا وہ مقدمات ختم کر دیے گئے ہیں؟" کسی نے بالآخر ایک تیر چلا دیا۔

میں نے کہا "وہ مقدمات بے بنیاد تھے۔"

پھر کچھ سوالات میری سیاسی زندگی سے نجی معاملات کی طرف آ گئے۔ صحافی مجھ سے میری شادی کے بارے میں پوچھنے لگے۔ ایک ماڈل سے میرے مراسم کی بات کرنے لگے۔

عینی نے دوسرا دھماکا کیا "شاہ صاحب! کیا آپ نے حال ہی میں دوسری شادی ایک فنکارہ روشنی سے کی ہے۔ جو ٹی وی ڈراموں اور کچھ فلموں میں کریکٹر ایکٹر کے طور پر کام حاصل کرنے کے بعد گمنام ہو گئی تھیں۔"

میں نے یہ ظاہر کیا جیسے مجھے اس سوال سے سخت شاک لگا ہے "آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی مس عینی؟"

"آپ سوال کا جواب دیں۔ میں معلومات کا ذریعہ نہیں بتا سکتی۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ میں نے روشنی سے شادی کر لی ہے۔" میں نے شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"کیا اب آپ ان کو لے کر کوئی فلم بنائیں گے۔ ڈراما؟"

میں نے کہا "ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں لیکن روشنی ایک باصلاحیت فنکارہ ہے جسے فلمی دنیا کا ماحول راس آ جائے وہ پاکستان کا نام اسی طرح روشن کرتی جیسے کہ شبانہ اعظمی

پردیسی ملک کا کیا ہے۔ میں اس کی صلاحیت کو KILL کر دوں تو یہ بھی بڑی زیادتی کی بات ہو گی مگر روشنی صرف ایک ہاؤس وائف بن کے رہنا چاہتی ہے۔"

سوالات کا ایک مختصر دور اس انکشاف پر بھی ہوا۔ بہت سے لوگ جن میں پرانے صحافی بھی تھے' ایک نو وارد کی اس باخبری سے متاثر ہوئے تھے۔

اس کے بعد عینی نے آخری ایٹم بم پھینکا "کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ نے بھی مقدمات سے بھاگ کر لندن میں جلاوطنی اختیار کر لی ہے۔"

رب نواز کا چہرہ بگڑ گیا "کون بکتا ہے۔؟"

"یعنی آپ فرار نہیں ہوئے پاکستان سے؟" عینی نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ آپ ذرا سوچ سمجھ کے بات کریں مس عینی!"

"پھر کیا آپ عدالت عالیہ سے اجازت لے کر آئے ہیں۔ دو مقدمات میں آپ کی درخواست ضمانت سیشن نے منظور کر لی تھی مگر ہائی کورٹ میں کسی وکیل نے جو مدعی بھی تھا' اس فیصلے کو چیلنج کر دیا تھا۔"

رب نواز کا پارا چڑھ گیا "ایسے چھوٹے موٹے وکیلوں کی اوقات کیا ہے۔"

عینی نے اسے مہلت نہیں دی "پرسوں آپ کو عدالت عالیہ کے روبرو خود کو پیش کرنا ہے۔"

"کون فراہم کر رہا ہے تمہیں یہ اطلاعات' وہی شبنم؟" وہ بھڑک اٹھا۔

"کیا یہ اطلاعات غلط ہیں؟ پرسوں تاریخ نہیں ہے آپ کی؟"

وہ کچھ ٹھنڈا پڑ گیا "تاریخ تو ہے۔"

عینی نے پھر وار کیا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' آپ نے عدالت سے لندن آنے کے لیے اجازت نہیں لی تھی۔ اور مانگتے تب بھی نہ ملتی۔ کیا اس طرح آپ نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں ماری ہے ملک صاحب!"

"کیا مطلب ہے آخر اس فضول بکواس کا؟"

"مطلب بہت صاف ہے اور یہ بکواس نہیں' حقیقت ہے۔ آپ نے خود اپنی ضمانت کی منسوخی کے اسباب پیدا کر لیے ہیں۔"

"آپ کسی اور کو بھی بولنے دیں گی یا نہیں۔ یہ میری پریس کانفرنس ہے یا آپ میرا انٹرویو لینے آئی ہیں۔ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں۔"

عینی کھڑی ہو گئی "آپ کے پاس میرے سوالات کے جواب نہیں ہیں تو مت دیں مگر مجھے دھمکی بھی نہ دیں ملک صاحب۔ آپ جانتے نہیں' میں کون ہوں؟"

ہال میں اب سناٹا چھا گیا تھا "آپ تعارف کرا چکی ہیں۔"

عینی نے اپنا ہاتھ ٹیپ ریکارڈر کی طرف بڑھایا "ابھی میں نے یہ نہیں بتایا ملک رب نواز صاحب کہ میں ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن ہوں۔"

"کون ڈاکٹر کمال؟"

میں نے کہا "وہ کمال کلینک والے۔"

عینی نے چیخ کے کہا "کمال اسپتال کہتے ہوئے آپ کو تکلیف ہوتی ہے شاہ جی۔ میری تربیت کی ہے شبنم نے۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ وہ کیسی صحافی ہیں؟"

پھر اس نے کیسٹ ریکارڈر اپنے بیگ میں ڈالا اور واک آؤٹ کے احتجاجی انداز میں دروازے کی طرف بڑھی۔ ملک رب نواز کی پریشانی قابل دید تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں مگر وہ صحافیوں کے سامنے اپنی خودی کو بلند رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دروازے کے قریب کسی نے عینی کو روکنے کی کوشش کی "آپ ناراض ہو کے کہاں جا رہی ہیں؟"

"میں کسی سے ناراض نہیں ہوں" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"لیکن ابھی لنچ ہو گا" جو کر نے اس کے سامنے آ کے کہا۔

"میں لنچ نہیں کرتی۔ اس کے علاوہ مجھے جو سوال کرنے تھے' وہ میں نے کر لیے اور مجھے جواب بھی معلوم ہو گیا۔"

جو کر ایک طرف ہو گیا۔ عینی جس طمطراق سے آئی تھی' اسی شان محبوبی کے ساتھ سب کی نگاہوں کا مرکز بنی باہر نکل گئی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب دوسرے صحافی بھی اس معاملے کو ضرور اچھالیں گے اور یہی ہوا۔

میں نے رب نواز کو مشورہ دیا "کانفرنس ختم ہونے کا اعلان کر دیں۔"

وہ بولا "یہ الو کی پٹھی کہاں سے آ گئی' بنا بنایا کھیل بگاڑنے۔"

میں نے کہا "وہ بعد میں معلوم کر لیں گے۔"

رب نواز نے اپنی ضمانت' اس کی منظوری اور منسوخی کے بارے میں دو سوالات کے جواب دیے اور پھر کہہ دیا.... "شکریہ حضرات و خواتین' آپ کا۔ آیئے کھانا آپ کا انتظار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہے۔"

اصل صورت حال اس کے برعکس تھی۔ صحافی کھانے کا انتظار کر رہے تھے۔ عینی سے سوالات سے زیادہ اس کے رویے نے میرا دل باغ باغ کر دیا تھا۔ میرے سارے مقاصد پورے ہو گئے تھے۔ شاہ عالم پریس کے سامنے پیش ہو گیا تھا۔ ملک رب نواز کی درخواست ضمانت کی منسوخ ہونی اب تقریباً یقینی ہو گئی تھی اور سونی مصدقہ طور پر عینی ہو گئی تھی۔

جب کھانا چل رہا تھا تو موضوع سخن رب نواز سے زیادہ عینی کی ذات تھی۔ صحافت کے افق پر چمکنے اور جھٹک دکھا کے غائب ہو جانے والی بجلی نے صحافیوں کی نظروں کو خیرہ کر دیا تھا۔ اب وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ وہ کون تھی' کہاں سے آئی' کدھر گئی وہ۔ ان میں سے دو چار کے تبصرے واضح طور پر غیر شائستہ تھے۔ ایک نے سینے پر ہاتھ رکھ کے کہا "ہائے کیا قیامت گزر گئی اس دل پر۔"

دوسرے نے فرمایا "میرے سینے میں تو خلا چھوڑ گئی ظالم۔ دل جگر سب لے گئی ایک نظر میں۔"

تیسرے کا تبصرہ فحاشی کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ میں دہرا نہیں سکتا۔ ملک رب نواز نے مجھ سے کہا "یار' یہ لڑکی خرابی پیدا کرے گی۔ کیا نام بتایا تھا اس نے اپنا؟"

"قرۃ العین" میں نے کہا۔

"مجھے لگتا ہے اسے کسی نے جان بوجھ کے یہی سوال پوچھنے کے لیے بھیجا تھا۔"

میں نے کہا "ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا۔ تم ڈر زیادہ گئے ہو۔ فکر مت کرو' جو ہونا ہے ہو گا۔"

"کیا ہو گا؟" وہ خفگی سے بولا۔

"وہی جو منظور خدا ہو گا۔ بھئی ضمانت کی توثیق ہو گی یا منسوخی ہو گی۔"

وہ مزید خفا ہوا "لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم نے وکیل سے بات کر لی ہے۔"

"وکیل سے میں کیسے بات کر سکتا تھا۔ میں نے رخشی سے کہا تھا اور اس نے یقین دلایا تھا کہ فرید عباسی ضمانت کی مخالفت نہیں کرے گا۔ لیکن اس کے باوجود فیصلہ تو عدالت ہی کرے گی۔ عدالت استغاثہ یا وکیل صفائی کے دلائل سننے کے بعد ان کی مرضی کا فیصلہ دینے کی پابند تو نہیں۔"

"تم ذرا پتا چلاؤ اس لڑکی کا۔"

"کیا کرو گے پتا چلا کے؟ اٹھواؤ گے اسے بھی؟"

وہ چونکا "بھی سے کیا مطلب ہے آخر تمہارا؟"

میں نے کہا "بات پرانی ہے مگر مجھے یاد ہے۔ تم نے شبنم کو بھی اغوا کرایا تھا اور اسے قتل کرانے کی کوشش بھی کی تھی مگر یہ لندن ہے ملک صاحب!"

وہ بدمزگی سے بولا "تم کہاں کی بات لے بیٹھے۔ یار پتا چلاؤ اس لڑکی کا تاکہ ہم اسے منہ مانگی قیمت دے سکیں۔"

میں نے کہا "ملک صاحب! آپ طے شدہ طور پر ہر شخص کو اپنی قوت خرید میں کیوں سمجھتے ہیں؟ مجھے تو اس کے تیور دیکھ کے ایسا نہیں لگتا کہ وہ پیسے لے کر بیٹھنے والی لڑکی ہے۔"

"تم کوشش تو کرو۔ میں نے ایسے بھڑکتے شعلے بہت دیکھے ہیں جو دولت کی ایک بارش سے بجھ جاتے ہیں۔"

میں نے کہا "دس ہزار پاؤنڈ میں بات کروں؟"

وہ تذبذب میں پڑ گیا "دس ہزار پاؤنڈز ۔۔۔ خیر ۔۔۔ دیکھو۔"

میں نے جوکر کو قریب آنے کا اشارہ کیا "آپ جانتے ہیں یہ خاتون قرۃ العین کہاں رہتی ہیں؟"

"جی نہیں شاہ جی! آج پہلی بار دیکھا ہے اسے۔"

"ذرا پتا چلایئے اور دیکھئے' اس کو میرا فون نمبر دے دیجئے۔ یا اس کا پتا ٹھکانا مجھے فون پر بتا دیجئے آج ہی۔ مجھے اس سے ایک انتہائی ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ مسکرانے لگا "آپ چاہتے ہیں کہ ملک صاحب کے مقدمات کی بات خبر نہ بنے؟ میں یہ کام کروا سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"ملک صاحب! سیاست کی طرح صحافت بھی ایک پیشہ ہے۔ آپ اپنے پیشے کے جوڑ توڑ جانتے ہوں گے۔ مجھے اپنے پیشے کے داؤ پیچ آتے ہیں۔ چند ایک کو چھوڑ کے یہاں سب صحافی بلیک میلر ہیں۔ ہر ایک کی الگ قیمت ہے۔"

میں نے کہا "ملک صاحب دس ہزار پاؤنڈ تک دے سکتے ہیں۔"

"ژن!" اس نے مجھ سے اور ملک سے ہاتھ ملایا "میں اس سے کم میں یہ کام کرنے کی ذمے داری لیتا ہوں۔ نو ہزار سو ننانوے پاؤنڈ نکالیے۔"

ملک کا موڈ بہت خراب تھا "ایسے کیسے نکالوں۔ مجھے بھی اس کے ساتھی ہی لگتے ہو۔"

"بے شک ہم سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اب جب لکھیں گے تو ایک ہی بات سب لکھیں گے۔ آپ کسی اور طرح سے انہیں روک سکتے ہیں تو روک لیں۔"

"یار' تم تو ناراض ہو گئے۔ میرا مطلب تھا کہ اسے مجھ سے ملوا دو۔ وہ کہہ دے میرے سامنے آ کے کہ وہ میرے

خلاف کوئی رپورٹ نہیں بھیجے گی۔" رب نواز نے فوراً معاملہ سنبھال لیا۔

"یعنی مجھ پر اعتبار نہیں آپ کو۔ آپ کی مرضی۔ میں کوئی معاہدہ نہیں کرتا۔ ابھی جو ڈیل ہوئی تھی' وہ ختم۔"

ملک نے کہا "دیکھو۔ میں تو تمہیں بھی ذاتی طور پر نہیں جانتا۔"

"آپ پاگل مسخرے کو نہیں جانتے؟"

ملک بھونچکا رہ گیا "کون پاگل مسخرا؟"

"آپ کا یہ خادم۔ صحافت کی دنیا میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ اگر یہ کام کوئی اور کروے کم میں تو ٹھیک ہے" وہ چلا گیا۔

میں نے کہا "ملک۔ یار' یہ تم نے کیا غضب کیا۔ ایک کام کا آدمی تھا' اسے بھی ناراض کر دیا۔"

رب نواز نے کہا "اسے دے دوں دس ہزار' حرام زادہ! بلیک میلرز کا ایجنٹ۔ کہتا ہے نو ہزار نو سو ننانوے' دس ہزار سے بہت کم' تم جانتے ہو اسے؟"

"بالکل جانتا ہوں۔ یہ فلموں کی کہانیاں بھی لکھتا ہے اور میرا خیال ہے کہ کسی فلم یونٹ کے ساتھ لندن آیا ہو گا۔ اس کی پی آر بڑی بھی ہے۔"

ملک نے بریف کیس کھول کے دیکھا "اسے دس ہزار دے دیے تو میرے پاس کیا بچے گا۔ میں کنگال لوٹ جاؤں؟"

میں نے کہا "ابھی تو معاملہ طے کرو۔ جی سے لے لینا۔ مجھ سے لے لینا۔"

ملک نے بادل ناخواستہ سر ہلایا "اچھا' بلاؤ اس حرامی کے بچے کو۔"

میں نے لنچ کرنے والوں کے درمیان جا کے جوکر کو پکڑا "تو استاد کام بن گیا تمہارا۔ دس ہزار وصول کر لو۔"

وہ مجھے آنکھ مار کے ہنسا "شاہ جی۔ ایسے لوگوں کو بخشنا نہیں چاہیے۔ ہم غریب لوگ بھی لندن میں تھوڑی سی عیاشی کر لیں گے۔"

ملک نے جوکر کو ایک طرف بلا کے میرے سامنے دس ہزار پاؤنڈز دیے "یہ میری کل پونجی تھی۔"

"خدا نہ کرے ملک صاحب' اتنا محدود نہیں ہے آپ کا خزانہ۔"

"میرا مطلب تھا یہاں ۔۔۔ لیکن یہ بھی بہت بڑی رقم ہے۔"

جوکر نے رقم جیب میں ڈالی "وہ آج آپ سے خود ملاقات کرے گی۔"

ملک کی پریشانی دس ہزار پاؤنڈ دے ۔۔۔ ہوئی تھی۔ اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ دولت یہ اس نے منہ مانگی قیمت ادا کرنے میں بہت جلدی کی۔ ایک اخبار کی رپورٹر کو خرید لینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا۔ یہاں اور بھی سر پھرے ہوں گے جو سنسنی خیزی سے اپنی صحافت کی دکان چمکائیں گے۔ ان سب سے کون نمٹے گا۔ میں نے اسے جھوٹی تسلی دی کہ یہ جوکر معاملات کو سنبھالنے کا ماہر ہے۔ پریس کانفرنس کی رپورٹ میں تمہارے مقدمات کا ذکر نہیں آئے گا۔

جوکر کچھ دیر بعد پھر آیا "میں نے بات کر لی ہے۔"

ملک نے اسے نظر جما کے دیکھا "اتنی جلدی تم نے اسے تلاش کر لیا؟"

"میں نے باقی سب سے اپنی بات منوالی ہے۔ میرا لحاظ سب کرتے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا لحاظ نہ ہو تو آدمی اور جانور میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ آپ ایک پریس ریلیز تیار کر لیں' میں سب کو اس کی نقل فراہم کر دوں گا۔ اخبارات میں وہی شائع ہو گی۔"

پریس ریلیز رب نواز تیار کر کے لایا تھا۔ اس نے پچاس نقول جوکر کے حوالے کر دیں اور اس نے سب میں تقسیم کر دیں۔ میں اس کی چالاکی پر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔ اگر ملک عقل سے کام لیتا تو سب سے "آف دی ریکارڈ" درخواست کر سکتا تھا کہ وہ اپنی رپورٹ کو پریس ریلیز تک محدود رکھیں اور عینی کے اٹھائے ہوئے سوالات کے حوالے سے کچھ نہ لکھیں۔ اور مجھے یقین تھا کہ صحافی مان جاتے۔ لیکن جوکر کے نصیب میں آج دس ہزار پاؤنڈ کی کمائی لکھی تھی۔ جیسے دانے دانے پر کھانے والے کا نام ہوتا ہے' شاید ایسے ہی ہر نوٹ پر ہوتا ہے۔

ابھی کھانا ختم ہی نہیں ہوا تھا کہ نیلم اوپر سے اتر کے ہال میں آ گئی۔ میرے لیے اس وقت نیلم کی ہوٹل میں موجودگی حیرت کا باعث تھی۔ یہ وقت کسی لوکیشن پر شوٹنگ کا تھا اور جب تک وہ خود بیمار نہ ہو کوئی ڈیٹ کینسل نہیں ہوتی تھی۔

سب سے پہلے جس صحافی نے اسے دیکھا اس نے اپنے ایک ساتھی کے کان میں چلا کے سرگوشی کی "ابے وہ مغرور حسینہ' نیلم' ادھر دیکھ۔"

اس کے ساتھی نے اور پھر باقی سب نے نیلم کو ایک علیحدہ ٹیبل پر بیٹھے دیکھا۔ چونکہ نیلم کے مزاج کو عام اخبار نویس بہت اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے بڑے صحافیوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہے۔"

اور صبا نے اس کے پاس جا کے مزاج پرسی کی۔ پھر دوسروں کو بھی ہمت ہوئی اور دیکھتے دیکھتے اس کی میز کو کم سے کم دس رپورٹرز نے گھیر لیا۔

رب نواز نے میری طرف دیکھا "یار' یہ نیلم کدھر سے آ گئی؟"

میں نے کہا "غالباً پریشانی میں تمہیں یاد نہیں رہا کہ وہ اسی ہوٹل میں مقیم ہے؟"

"مگر یہاں کیا لینے آئی ہے؟"

میں نے کہا "تم خود جا کے پوچھ لو نا۔ میں اس کی طرف سے کیا جواب دوں؟"

"نہیں شاہ جی! آج کا دن اچھا نہیں ہے۔ ابھی جو کچھ ہوا' اس کے بعد نیلم نے کوئی غلط بات کی تو پھڈا ہو جائے گا' میرا خیال ہے کہ میں چلتا ہوں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک کیا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو اور مال اٹھاؤ۔"

میں نے کہا "تمہاری فلائٹ کس وقت ہے؟"

"آدھی رات سے پہلے۔ ساڑھے گیارہ بجے۔"

میں نے کہا "شام چھ بجے آؤں گا میں ناردرن بار میں۔"

وہ بولا "یہ جو بندہ دس ہزار لے گیا ہے مجھ سے' کیا نام ہے اس کا؟"

"نام تو ہے مرزا عاقل دہلوی۔ شروع کے حروف ملاؤ تو میڈ بنتا ہے۔"

"میڈ یعنی پاگل؟"

"ہاں۔ جو کہ اس کا تخلص ہے۔ شاعر بھی ہے خیر سے۔ اسی لیے خود کو پاگل مسخرہ کہہ رہا ہے۔ بندہ آل راؤنڈر ہے۔ فلمی دنیا سے صحافت تک سب جگہ کامیاب ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' وہ بھنی کو قائل کر لے گا؟"

میں نے کہا "اسے قائل کر لیں گے دس ہزار راؤنڈ۔"

"میرا خیال ہے یہ وہی لڑکی ہے۔ سونی!" ملک گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں نے انجان بن کے کہا "سونی کون؟"

"بڑی چیز ہے وہ۔ میں نے بتایا تھا تمہیں کہ اس داڑھی والے جن کے ساتھ وہی آئی تھی اور دلنواز کو گن پوائنٹ پر گھر کے اندر سے اٹھا کر لے گئی تھی۔ پہلے چور ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل تھی۔ اس کی گرفتاری پر بیس لاکھ انعام ہے۔"

میں نے یہ ظاہر کیا جیسے رب نواز نے مجھے کوئی لطیفہ سنایا ہے۔ "تمہارے دماغ کا بھی جواب نہیں۔ اس کے سارے حوالے اتنے معتبر ہیں۔"

"مجھے معلوم کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہی ہو۔ اتنی مشابہت کیسے ہو سکتی ہے صورتوں میں' بس جلیے کا فرق ہے۔"

میں نے کہا "تم پاگل ہو گئے ہو۔ نہ ڈاکٹر کمال کوئی معمولی حیثیت کا آدمی ہے اور نہ شبنم عام صحافی ہے۔ ان سے پنگا لے کے تم نقصان اٹھاؤ گے۔"

وہ بگڑ گیا "اوئے یار' تم نے ملک رب نواز کو کیا سمجھ رکھا ہے آخر۔ مرا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ اور میں خیر سے زندہ ہوں۔ شبنم کو میں اس کے اخبار سمیت خرید سکتا ہوں۔ اور ڈاکٹر کمال کی کیا اوقات ہے۔"

میں نے کہا "ملک رب نواز۔ تم سیاسی لیڈر ہو۔ اب میری پارٹی کے سینئر نائب صدر ہو۔ تمہیں اپنی نہیں تو میری پوزیشن کا خیال رکھنا چاہیے۔ پہلے ہی تم پر مقدمات قائم ہیں۔ تم اپنا امیج کیوں بگاڑنا چاہتے ہو پبلک کے سامنے صحافیوں سے بگاڑ مول لے کر کوئی حکومت نہیں ٹھہر سکی۔ تمہارے پیچھے پڑ گئے تو تم کہیں کے نہیں رہو گے اور ڈاکٹر کمال کی گڈول سٹار ایدھی جیسی نہ سہی' پھر بھی کم نہیں ہے۔ یہ اس کی چھوٹی بہن ہے تو تم اس سے دور ہی رہو۔ کڑوا کریلا ہے نیم چڑھا۔ اسے شبنم کی سپورٹ بھی حاصل ہے۔"

وہ مایوس اور مشتعل نظر آنے لگا "اچھا ہے اگر وہ مجھ سے ملنے آ جائے اور بات کر لے مجھ سے ورنہ۔"

"ورنہ کیا۔ تم کچھ نہیں کر سکتے رب نواز۔ تم کس رشتہ کس سے ملا رہے ہو۔ کس پر شک کر رہے ہو؟ ایک اچھے خاندان کی تعلیم یافتہ صحافی لڑکی کا ایک اشتہاری مجرم سے تعلق جوڑ رہے ہو۔ صرف اس لیے کہ ان کی صورت میں معمولی مشابہت ہے۔"

وہ نفی میں سر ہلانے لگا "معمولی مشابہت نہیں۔ یہ ا کی کاربن کاپی ہے سو فیصد وہی۔"

میں نے سوچ کے کہا "یاد تو کچھ مجھے بھی پڑتا ہے۔ اخبار میں تصویر دیکھی تھی میں نے۔ لیکن میرا خیال اسے محض ایک اتفاق سمجھا جا سکتا ہے۔ اب مجھے یہ پتا ہے کہ لاہور میں کوئی ناصر عظیم ہے جو بالکل میرا ہم ہے۔ میں نے دیکھا تو نہیں۔"

"میں نے دیکھا ہے اسے' وہ سو فیصد تمہارا نقش ہے۔"

"اب یا تو قصور تمہاری نظر کا ہے جسے سب دو دو دکھائی دینے لگے ہیں۔"

وہ بولا "یہ کیا فضول بات ہے۔ تم لاہور جاؤ تو اس سے مل کے دیکھو۔ اس کے سامنے تمہیں ایسا لگے گا جیسے آئینے کے سامنے کھڑے ہو۔"

میں نے ہنس کے کہا "یعنی صورت تو صورت۔ کپڑے جوتے بھی ایک جیسے ہوں گے۔ دماغ خراب ہے تمہارا۔"

"خیر تم اس لڑکی کا پتا چلاؤ۔ میرے پاس وقت نہیں ہے اس مرتبہ ورنہ میں خود معلوم کر لیتا" رب نواز جانے کے لیے اٹھا۔

میں نے کہا "کیا بات ہے ملک صاحب! تم آج نیلم کو لفٹ نہیں کرا رہے ہو۔ کل تو بہت بے قرار تھے اس سے ملنے کے لیے۔"

وہ کچھ جھینپا "چلو' مل لیتے ہیں۔"

نیلم نے بڑے پرتپاک انداز میں رب نواز کا خیر مقدم کیا "ارے ملک صاحب! آپ یہاں کیسے؟"

رب نواز کرسی پر بیٹھ گیا "وہ جی ایک پریس کانفرنس تھی۔"

"اچھا تو یہ آپ کی مصیبت ہے جو میرے گلے پڑ رہی ہے۔" اس نے ادھر اُدھر کھڑے ہوئے متعدد صحافیوں کو دیکھا۔

"میں نے ایک پریس کانفرنس بلائی تھی۔"

"کس سلسلے میں؟ کیا سیاست سے ریٹائر ہو رہے ہیں؟"

وہ بولا "دراصل میں نے شاہ عالم کی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔"

نیلم انجان بن گئی "کون شاہ عالم؟"

میں نے کہا "میں ہوں شاہ عالم۔!"

"اوہ۔۔۔ معاف کیجئے گا۔ میں سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ کون سی پارٹی ہے آپ کی؟"

میں نے کہا "پی جے ایف۔ پیس جسٹس اینڈ فریڈم!"

وہ مسکرانے لگی "یعنی سب تصوراتی چیزیں' جن کا حقیقی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ کیا آپ کی پارٹی کا منشور یہی کہتا ہے کہ آپ پاکستان کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بنا دیں گے۔ اس ملک کے رہنے والوں کے لیے جنت میں بدل دیں گے۔"

میں نے کہا "دیکھیے' ہر پیشے کی کچھ کاروباری ضروریات ہوتی ہیں اور یہ دنیا تو ہے ہی پروپیگنڈے کی۔"

"اچھا چھوڑیے' میں تو یہاں آئی تھی لنچ کے لیے۔ آپ کیا لیں گے؟"

رب نواز بولا "ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ لنچ میری طرف سے تھا۔"

"چلیں پھر آپ چائے پی لیں" وہ بولی "میں یہ سوچ رہی تھی کہ صحافی تو موجود ہیں یہاں۔ کیوں نہ ایک چھوٹی موٹی پریس کانفرنس میں بھی کر لوں۔"

"کوئی خاص بات ہے؟" رب نواز بولا۔

"نہیں۔ اتنی خاص بھی نہیں۔ میں شوبزنس کو خیرباد کہنے کا سوچ رہی تھی' یہاں اعلان کرنا میرے لیے آسان ہے۔"

رب نواز کے ساتھ میں بھی چونکا "یہ اچانک ریٹائرمنٹ کا خیال کیسے آ گیا؟"

"اچانک نہیں۔ دو بار پہلے بھی سوچا تھا میں نے مگر پھر فلمی دنیا والے میرے پیچھے پڑ گئے کہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ فلمی صنعت کا کیا ہو گا۔ ایسی جلدی کیا ہے' تو میں نے فیصلہ واپس لے لیا لیکن اس بار میرا ارادہ قطعی ہے۔ جیسے میں آپ سے بات کر رہی ہوں ایسے ہی میں نے ایک محفل میں یہ ذکر کیا تھا۔ یہاں ایک رپورٹر ہے قرۃ العین' اس نے سن لیا۔"

رب نواز نے کہا "تم جانتی ہو اسے؟"

"ہاں۔ دیکھا ہے دو چار مرتبہ۔ پچھلے سال بھی لندن میں ملی تھی' اچھی لڑکی ہے۔"

"ہاں۔ مجھے بھی اچھی لگی۔" رب نواز بولا "چاہے تو فلموں میں بھی کام کر سکتی ہے۔"

نیلم نے سر ہلایا "بالکل کر سکتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ گزشتہ سال میں نے خود اس سے یہی کہا تھا۔ مگر وہ بڑے اچھے گھر کی لڑکی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے بھائی ہیں ڈاکٹر کمال۔ انہیں پتا چل جائے کہ میں فلموں میں کام کرنے کا سوچ رہی ہوں تو وہ مجھے قتل کر دیں۔ ان کی بہت عزت ہے لاہور میں۔ اور بھنی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ کیا رکھا ہے اس شوبزنس میں رسوائی کے سوا۔ لڑکیاں بھاگتی ہیں شہرت یا دولت کے پیچھے۔ اور گلیمر کے لیے' مگر اس لڑکی کو ان چیزوں کی کوئی پروا نہیں۔"

رب نواز بولا "انگور کھٹے ہیں۔ ایسے ہی کہتی ہیں جن کو چانس نہ ملے۔"

"یہ بات نہیں ملک صاحب۔ سب سے پہلے اسے ڈائریکٹر حسن طارق نے کہا تھا۔ پھر پچھلے سال میرے ساتھ یہاں آئے تھے عسکری صاحب۔ انہوں نے لیڈ رول آفر کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ مگر اس نے انکار کردیا۔"

"یعنی تم جانتی ہو اسے؟" رب نواز کچھ مطمئن ہوا۔

"میں نے کہا نا کہ پچھلے سال صرف ایک ملاقات ہوئی تھی۔ ہم ایک فلم کے پریمیئر پر یہاں آئے تھے۔ بعد میں اس نے بڑا سخت تبصرہ لکھ مارا کہ ایسی فلمیں بنانے سے سب کی بدنامی ہوتی ہے۔ ملک کی' فلمی صنعت کی اور فنکاروں کی اور نقصان الگ ہوتا ہے زرمبادلہ کا۔"

میں نے کہا "ہم اب چلتے ہیں۔"

وہ بولی "اتنی جلدی کیا ہے' چائے آرہی ہے۔"

میں نے کہا "پھر کبھی سہی۔ دراصل میری بیوی روشنی گھر پر اکیلی ہے اور اس کی ماں بہت بیمار ہے۔"

"روشنی...! یہ وہی تو نہیں؟"

میں نے کہا "جی وہی۔ پہلے ٹی وی ڈراموں میں آئی پھر آپ کے ساتھ بھی کام کیا۔"

نیلم نے بڑے اشتیاق کا اظہار کیا "وہ تو بالکل لاپتا ہوگئی تھی۔ آپ اسے لے کر آئیں کسی دن۔ میں ابھی دو چار دن لندن میں ہوں اور میرا قیام اسی ہوٹل میں ہے۔ وہ کیا فلمی دنیا سے اور شوبزنس سے بالکل ہی کنارہ کش ہوگئی ہے؟"

میں نے کہا "جب فنکار کو پوچھے گا کوئی نہیں تو وہ کیا کرے گا؟ ایک ایک کے پاس جاکے کام کی بھیک تو مانگے گا نہیں۔ خصوصاً وہ جو صحیح فنکار ہو۔"

ملک رب نواز کی حالت سے اس کی پریشانی عیاں تھی۔ شاید اسے احساس ہونے لگا تھا کہ پریس کانفرنس میں شریک ہوکے اس نے کوئی عقلمندی نہیں کی۔ عینی کے سوالات نے اس کا سکون چھین لیا تھا اور اسے سوچے سمجھے بغیر دس ہزار پاؤنڈز خرچ کردینے کا بھی ملال تھا۔ وہ مجھے ایک طرف لے گیا۔

اب اسے جانے کی جلدی تھی "مجھے جمی سے رقم وصول کرنی ہے۔"

میں نے کہا "تم بلاوجہ پریشان ہورہے تھے۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز مل جائیں گے تمہیں۔"

وہ بولا "تم میرے ساتھ نہیں چلوگے؟"

میں نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ نیلم کی پریس کانفرنس بھی دیکھ لوں۔ کیا پتا وہ لڑکی عینی پھر آجائے۔"

"ذرا اس جوکر پر نظر رکھنا۔ وہ دس ہزار پاؤنڈز مال حرام سمجھ کے ہضم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ نیلم سے بھی پوچھنا اس لڑکی کے بارے میں۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا "نیلم کو جو معلوم تھا اس نے بتادیا۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ تم زیادہ ہی متاثر ہوگئے ہو اس سے۔"

وہ ہنسنے لگا "سچ تو یہی ہے۔ اسے دیکھ کے میری تو نظریں خیرہ ہوگئی تھیں۔ قسم خدا کی' کیا چیز ہے؟ وہ چلی گئی تو ایسا لگا جیسے جاتے ہوئے میرا سب کچھ لے گئی۔ دل کا چین' ذہنی سکون' عقل و ہوش۔"

میں نے کہا "ملک صاحب! یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ لگتا ہے اب اس بے چاری کی خیر نہیں۔ کیا تیسری شادی کے بارے میں سوچ رہے ہو؟"

"میرے سوچنے سے کیا ہوتا ہے شاہ جی! وہ پنجرے میں قید ہونے والی بلبل نہیں ہے۔ لیکن وہ چاہے تو میں اسے ایک معمولی رپورٹر سے ایک اخبار کی ایڈیٹر بھی بنا سکتا ہوں۔"

میں نے کہا "وہ کیسے؟"

"یہ کیا مشکل ہے۔ کیا میں اخبار نہیں نکال سکتا۔ اور تم سوچو تو اب اخبار تمہارے لیے بھی ایک ضرورت بن گیا ہے۔ تمہارا اپنا اخبار ہونا چاہیے جو تمہاری پارٹی کا ترجمان ہو۔ تمہاری پروپیگنڈا مشنری مضبوط ہونی چاہیے۔"

میں نے کہا "بات تو سولہ آنے سو پیسے درست ہے تمہاری۔"

"اگر ہم ایک اخبار نکالیں۔"

"اگر تم ایک اخبار نکالو... تو قرۃالعین کو اس کی ایڈیٹر بنا کے ایک تیر سے دو شکار کرسکتے ہو" میں نے کہا۔

"ایڈیٹر بننا ہر صحافی کا سپنا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تم خود اس سے بات کرلینا۔ وہ اس پاگل مسخرے کے ساتھ آئے گی۔"

"اگر اس جوکر نے حرامی پن کیا تو میں اس کا وہ حال کروں گا کہ اس پر ہنسنے والے اس کی حالت پر روئیں گے۔" اس نے جاتے جاتے کہا۔

میں لوٹ کے نیلم کی ٹیبل پر پہنچا تو وہ کھانا ختم کرچکی تھی۔ اخبار والوں کو یہ سن گن مل گئی تھی کہ نیلم کوئی اہم خبر دینے والی ہے اور وہ آس پاس ہی منڈلا رہے تھے اور اس بات پر شرطیں لگا رہے تھے کہ نیلم کیا اعلان کرے گی۔ ایک گروپ کا خیال تھا کہ وہ اپنی شادی کی بات کرے گی اور یہ گروپ نیلم کے جیون ساتھی کے بارے میں قیاس آرائیاں کررہا تھا۔ دوسرے گروپ نے زیادہ حقیقت پسندانہ سوچ رکھتے ہوئے اس خیال کو مسترد کردیا تھا کیونکہ نیلم کے ساتھ کسی کو بھی مسلسل اور ہر جگہ نہیں دیکھا گیا تھا چنانچہ وہ زیادہ

سے زیادہ اپنی فلم بنانے کا اعلان کرسکتی ہے۔ تیسرے گروپ کی پیش گوئی تھی کہ نیلم پھر فلمی دنیا سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کرکے اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھائے گی کیونکہ ایسا وہ پہلے بھی دوبار کرچکی ہے۔

خود میں نے نیلم سے یہی سوال کیا "یہ بیٹھے بیٹھے تمہیں کیا سوجھ گئی؟"

"میں بہت پہلے تمہیں تفصیل سے بتا چکی ہوں کہ مجھے اب فلمی دنیا سے سخت اکتاہٹ بلکہ نفرت ہوگئی ہے۔ میں یہ سب چھوڑ کے کچھ کرنا چاہتی ہوں' اپنے لیے' جس میں مجھے کچھ سکون ملے اور غالباً ہم یہ بھی ڈسکس کرچکے ہیں کہ میں اسپتال یا پھر یتیم خانے کے پروجیکٹ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں" وہ بولی۔

"تم عجلت میں فیصلہ کررہی ہو۔"

"نہیں۔ فیصلہ بہت پہلے کرلیا تھا میں نے۔ اعلان یہاں اس لیے کرنا چاہتی ہوں کہ واپس جاکے میں کسی مشکل میں پڑنا نہیں چاہتی۔ آگے دو ہفتے تک میری کسی کے ساتھ ڈیٹس نہیں ہیں۔ میں روپوش ہوجاؤں گی اور فلمی دنیا کے ردعمل کے طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کروں گی۔ تم سب کے ساتھ۔"

میں نے کہا "یعنی کہاں ہے؟"

نیلم مسکرائی "وہ کہاں ہوسکتی ہے۔ جو کر میرے پاس آیا تھا اور مجھے دس ہزار پاؤنڈز دکھا رہا تھا۔ بہت خوش تھا کہ اتنی آسانی سے رب نواز کو کنگال کردیا۔ پھر عینی آگئی۔ وہ اپنی پرفارمنس پر بہت خوش تھی۔"

میں نے کہا "اس کی پرفارمنس واقعی شاندار رہی۔"

"پھر وہ دونوں چلے گئے۔ میں نے انہیں بھیج دیا کہ تمہیں یہاں میرے کمرے میں نظر نہیں آنا چاہیے' وہ شام کو رب نواز سے ملے گی۔"

"اس کو بتادینا کہ محتاط رہے۔ ملک رب نواز اس پر مرمٹا ہے اور اب اسے پھانسنے کے چکر میں ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو رب نواز نے مجھ سے کہا تھا۔ وہ عینی کو اخبار تک نکلوا کے دینے کے لیے تیار ہے۔ جس کی وہ ایڈیٹر و مالک سب کچھ ہوگی۔ یہی نہیں' وہ تو شادی بھی کرلے گا اگر عینی تیار ہو۔"

"او مائی گاڈ۔ یہ معاملہ تو الٹا ہمارے گلے پڑگیا۔ عینی کو صحافی بنا کے پیش کرنے کا آئیڈیا تمہارا تھا" وہ خفا ہونے لگی۔

میں نے کہا "تم اور میں صرف اس کی جان بچانا چاہتے تھے۔ اسے ایک نئی زندگی دینا چاہتے تھے۔ اب نئی زندگی کے لیے وہ نئے ہم سفر کا انتخاب کرے تو میں اور تم اسے صرف سمجھا سکتے ہیں۔ روک نہیں سکتے۔"

"میں سمجھاؤں گی اسے۔"

میں نے تلخی سے کہا "کوئی فائدہ نہیں۔ میں کوشش کرکے ناکام ہوچکا ہوں۔"

نیلم نے مجھے پریس کانفرنس کے دوران میں بھی روکے رکھا حالانکہ اس معاملے سے میرا دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ اس کے اعلان کے ساتھ ہی صحافیوں کے سوالات کا متوقع سلسلہ شروع ہوگیا۔

ایک نے پوچھا "فلمی دنیا سے الگ ہونے کا فیصلہ آپ دوبار پہلے بھی کرچکی ہیں اور پھر واپس لے چکی ہیں۔"

نیلم نے کہا "ممکن ہے اس بار ایسا نہ ہو۔ میری تو خدا سے یہی دعا ہے کہ وہ مجھے استقامت دے' میں فیصلہ نہ بدلوں۔"

دوسرا بولا "کیا اس بار بھی وہی اسباب فیصلے کی منسوخی کا سبب نہیں بن سکتے' جو گزشتہ بار تھے؟"

"نہیں" نیلم نے کہا "آپ کے خیال میں وہ اسباب کیا تھے؟"

"دروغ برگردن راوی۔ آپ جس سے شادی کرکے فلمی دنیا کو چھوڑنا اور اپنا گھر بسانا چاہتی تھیں' اس نے آپ کا ساتھ نہیں دیا" تیسرے نے کہا۔

چوتھا بولا "یعنی وہ بے وفا نکلا۔ بدبخت تو خیرہ تھا۔"

نیلم نے مسکرا کے پوچھا "مجھے اس بے وفا کا نام بھی بتادیں۔ آپ لوگ تو وہ بھی جانتے ہیں جو میں نہیں جانتی۔"

ایک صاحب نے فرمایا "گزشتہ بار کو چھوڑیئے۔ کیا اب آپ نے کوئی ایسا ہی فیصلہ کیا ہے؟"

"کیسا فیصلہ' فیصلہ میں نے بتادیا" نیلم بولی۔

"میرا مطلب تھا' کیا اب آپ نے بالآخر اپنا گھر بسانے کے لیے فلمی کیریئر کی قربانی دینا منظور کیا ہے؟" سوال کرنے والے نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"میں اس کی تصدیق نہیں کررہی ہوں لیکن کوئی عورت ایسا چاہے تو اس میں غلط کیا ہے۔ یا آپ لوگ مجھے صرف ایکٹریس سمجھتے ہیں' عورت نہیں سمجھتے؟ آپ کے سامنے درجنوں مثالیں موجود ہیں۔ کس کس نے نقطہ عروج پر اپنے کیریئر کو چھوڑدیا۔ انڈیا..... کی فلمی صنعت میں نرگس' مدھوبالا اور سائرہ بانو ہیں تو پاکستان میں صبیحہ' نیر سلطانہ' نیلو اور مسرت نذیر۔ اس خبر کو قیاس آرائیوں کے مسالے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چٹھی بنانے کے لیے آپ کوئی نام میرے نام کے ساتھ جوڑنا چاہیں تو میں کسی کو روک نہیں سکتی اور کسی پر کیس نہیں کروں گی۔ میں نے تو آج تک کسی بے بنیاد خبر کی تردید بھی ضروری نہیں سمجھی۔ پتا نہیں کس کس کے ساتھ میرا اسکینڈل بنتا رہا۔ آپ لوگوں نے ہمیشہ مجھے مغرور اور بددماغ سمجھا اور کہا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب کوئی صحافی اپنے قلم کی حرمت خراب کرتا ہے اور جھوٹ لکھتا ہے تو میں اسے جھوٹا نہیں کہتی۔ مجھے کیا ضرورت ہے۔ جب کہ جھوٹ بولنے والا خود جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ اسے جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی تو مجھے کیا پڑی ہے کہ اسے شرمندہ کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع کروں۔"

قدرے بدلے ہوئے لہجے میں ایک صحافی نے کہا "یعنی آپ کسی وجہ کے بغیر ہی فلم نگری چھوڑ رہی ہیں؟"

دوسرے نے کہا "اور اگر کوئی وجہ ہے تو وہ خانہ آبادی کا خیال نہیں ہے؟"

نیلم نے کہا "فی الحال میرا کسی سے بھی شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ویسے قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں جو ہم نہیں جان سکتے۔"

"یعنی فی الحال کسی کی درخواست زیر غور بھی نہیں؟" کسی نے مایوسی سے کہا۔

کچھ لوگ مسکرانے لگے۔ کوئی مذاق میں بولا "میں درخواست دے دوں؟"

کسی اور نے کہا "پوسٹ تو خالی ہے۔ اہلیت کی شرائط کیا ہیں جی؟"

نیلم نے اس بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا "آپ لوگ وجہ جاننا چاہتے ہیں نا۔ اگر میں نے وجہ نہ بتائی تو آپ اپنی اپنی وجوہات ایجاد کرلیں گے اس لیے میں خود بتا دیتی ہوں کہ میں کچھ سوشل ویلفیئر کے پروجیکٹ دیکھ رہی ہوں۔ مجھے مزید دولت اور شہرت کی تمنا نہیں ہے۔ میرے پیش نظر معاشرے کے تین توجہ طلب مظلوم اور مستحق لوگ ہیں۔ بوڑھے' بیمار اور بچے۔ جن کے لیے میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا آپ کے خیال میں عورتیں مظلوم نہیں ہیں؟"

"خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے بہت ہیں۔ میں جنس کی بنیاد پر کارِ خیر کو الگ الگ خانوں میں نہیں رکھتی۔ لاہور میں ایک ایسے یتیم خانے کی تعمیر کا منصوبہ ہے جو یتیم بچوں کو ایک مثالی گھر جیسا ماحول' تعلیم اور تربیت فراہم کرے۔ ایسے بچوں کی تعداد لاکھوں میں ہے جو آج بھی یتیم خانوں میں جیل سے بدتر حالات کا شکار ہیں۔"

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ یہ منصوبہ کس کا ہے۔"

"نہیں۔ ابھی میں نام نہیں بتا سکتی۔ یہ کوئی خفیہ منصوبہ نہیں ہو سکتا۔ جب شروع ہوگا تو سب سے پہلے آپ لوگوں کو پتا چلے گا۔ دوسرا منصوبہ ایک اسپتال کا ہے۔"

"آپ عمران خان کے ساتھ شامل کیوں نہیں ہو جاتیں" کسی نے تجویز دی۔

"ہاں۔ شادی تو ابھی تک اس نے بھی نہیں کی ہے" دوسرا حمایت میں بولا۔

نیلم نے کہا "مشورے کا شکریہ۔ عمران خان بہت عظیم آدمی ہے۔ عظیم کرکٹر اور کپتان ہے۔ خدا اسے کامیاب کرے۔ وہ ناکامی کو قبول کرنے والا آدمی نہیں ہے۔ میں بھی اس کے لاکھوں پرستاروں میں شامل ہوں۔ مگر میں لاہور کے ایک ویلفیئر اسپتال کے پروجیکٹ میں شمولیت کا سوچ رہی ہوں۔"

ایک صحافی نے کہا "کہیں وہ کمال کا اسپتال تو نہیں؟"

"یہ خیال آپ کو کیسے آیا؟" نیلم نے کہا۔

"اس لیے کہ ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن قرۃ العین کو آج کل آپ کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔"

نیلم نے میری طرف دیکھا اور میں نے سر کی خفیف سی جنبش سے اپنی مرضی ظاہر کردی۔ نیلم نے کہا "یو آر رائٹ۔ گزشتہ چند ماہ سے عینی میرے ساتھ ہے اور اس نے مجھے تفصیل سے اس اسپتال کے بارے میں بتایا تو میں نے اس امکان کا جائزہ لیا۔ اور مجھے یہ پروجیکٹ واقعی اپیل کرتا ہے۔ اس کی دیگر وجوہات بھی ہیں۔ حال ہی میں کرنل خان کی بیٹی لندن آئی تھیں اور انہوں نے کمال اسپتال کے تو سیعی منصوبے کے سلسلے میں یہاں کچھ میڈیکل سپلائی کمپنیوں سے معاہدے کیے۔ اس دورے میں عینی بھی ان کے ساتھ رہی اور مجھے عینی سے مزید تفصیلات حاصل ہوئیں۔ لاہور کے ایک بہت بڑے بزنس مین ناصر عظیم نے اس اسپتال کو دو کروڑ کا عطیہ دیا ہے۔ ڈاکٹر کمال کی وائف ناصر عظیم کی چھوٹی بہن ہیں۔"

"اور مس قرۃ العین ڈاکٹر کمال کی چھوٹی بہن ہیں" ایک صحافی نے حساب لگا کے کہا۔

"جی۔ اس طرح یہ ایک فیملی پروجیکٹ ہے۔"

"کیا مس عینی بھی ڈاکٹر ہیں؟" کسی نے پوچھا۔

"نہیں" نیلم مسکرائی "وہ اس پروجیکٹ کی پی آر او ہیں۔ ایک جرنلسٹ ہیں اور دو سال سے لندن میں مقیم

ہیں۔"

"پھر کیا انہیں لاہور میں نہیں ہونا چاہیے؟"

"وہ بین الاقوامی عطیات کے سلسلے میں یہاں لوگوں سے رابطے میں ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ بیشتر صحافی انہیں نہیں جانتے۔"

نیلم نے صحافیوں کی موجودگی سے جتنا فائدہ اٹھایا تھا' اس سے زیادہ فائدہ عینی کو اور ناصر عظیم کے حق میں بیان دے کے مجھے پہنچایا تھا۔ یہ فیصلہ اس کا اپنا تھا جس کے بارے میں مجھے وہ بہت پہلے بتا چکی تھی لیکن اس نے اعلان کے لیے لندن کا انتخاب کیا تو اس کی مصلحت کو وہ خود بہتر سمجھتی تھی۔

اچانک ایک صحافی نے مجھ سے سوال کردیا "مسٹر شاہ عالم! کیا آپ بھی مس نیلم کے ساتھ ہیں؟"

میں نے الٹا اس سے سوال کردیا "میرے بھائی! کیا آپ مس نیلم کے ساتھ نہیں ہیں۔ اور ان کے نام کو چھوڑیئے' اچھا کام کوئی بھی کرے' کیا ہم سب کو اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیے؟"

وہ بغلیں جھانکنے لگا "آپ نے تو سیاسی جواب سے ٹرخا دیا۔"

میں نے کہا "سوال بھی تو سیاسی تھا۔"

نیلم نے کہا "تھینک یو لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔"

"لیکن ہمیں تو اور بہت کچھ پوچھنا تھا" ایک صحافی نے فریاد کی۔

"یار زندہ صحبت باقی" نیلم اٹھ گئی "آج میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اسی لیے آپ مجھے یہاں دیکھ رہے ہیں ورنہ یہ وقت میرے لیے شوٹنگ میں مصروفیت کا ہوتا ہے۔"

صحافی ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے تو میں نے پوچھا "تمہارے اس بیان میں کتنی صداقت تھی کہ تم بیمار ہو۔"

نیلم ہنسنے لگی "تمہیں اعتبار نہیں مجھ پر تو میری صورت غور سے دیکھو۔ کیا میں بیمار نہیں لگتی؟ سچ ویسے یہ ہے کہ فلم یونٹ کو کچھ دوسرے مسائل درپیش تھے۔ کیمرا مین کے کیمرے میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا اسسٹنٹ وجہ بتائے بغیر غائب ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھاگ گیا۔ لندن میں گم ہوگیا اور اب لوٹ کے نہیں جائے گا۔ ہدم صاحب نے کہا کہ آج کا دن سارے مسائل پر قابو پانے کے لیے چھٹی۔ چلو اوپر چلتے ہیں۔"

نیلم کے فون سے میں نے لاہور میں سب سے بات کی۔ پہلا نمبر چندا کا تھا۔ اس نے کہا "ابھی میں بے حد مصروف ہوں' چنانچہ رات کو فون کروں گی۔ رات کو کہیں مصروف مت ہو جانا۔ مجھے تم کو بہت ڈانٹنا ہے۔"

میں نے کہا "صرف ڈانٹنے کے لیے فون کرو گی؟ کیا ضرورت ہے تمہیں اتنی تکلیف کرنے کی۔ مختار نامہ نیلم کو دے دو۔ وہ تمہاری طرف سے مجھے ڈانٹ سکتی ہے۔ جو تم کہو گی وہ مجھے معلوم ہے اور نیلم بھی کہہ سکتی ہے۔"

مگر میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی چندا فون رکھ چکی تھی۔ فرید نے یہ کام فی البدیہہ کیا۔ اس نے مجھے شرمندہ کرنے کی پوری کوشش کی اور اس حد تک گر گیا کہ مجھ پر لندن کی میموں میں دلچسپی لینے کا الزام عائد کردیا۔ میں نے تردید نہیں کی "یہ سچ ہے دوست۔ لیکن اس قسم کی باتوں کی توقع مجھے چندا سے تھی۔ تم سے نہیں۔ میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے؟ میموں کو دیکھ کے لاحول پڑھتے اور پاکستان لوٹ جاتے؟"

اس نے ایک آہ بھری "نہیں۔ میں تو کسی میم کو دیکھ کے پہلے یہ دیکھتا کہ بیوی کدھر دیکھ رہی ہے۔ تم ابھی آزاد ہو کہ جسے چاہو تاڑ لو۔ جسے چاہو چکر دو۔ ایک طرف شبنم کو نیلے خواب دکھاؤ' دوسری طرف چندا کو سبز باغ دکھاؤ۔ ایک سے عشق کرو' دوسری سے شادی کا وعدہ۔ تیسری سے منگنی اور چوتھی سے عقد مسنونہ۔ تمہارے حرامی پن کی کوئی حد ہوتی تو تم انسان کے بچے ہوتے۔"

آخری گفتگو قمر سے ہوئی۔ اس نے مجھے بتایا "بھائی۔ نام لکھو۔"

میں نے چلا کے کہا "کیا۔ چار دن میں اتنے بھانجے آگئے کہ نام لکھوانے کی ضرورت پڑ گئی۔ میں لندن آیا تو ایک تھا۔"

ناہید سلطانہ اختر کے شہرہ آفاق قلم سے ایک طویل شاہکار ناول

زندان میں پھول

قیمت 300/- روپے

لمحہ بہ لمحہ بطریہ سطر تجسس اور درد میں ڈوبی ایک حقیقی داستان

ایک حادثے کے نتیجے میں باپ کی محبت سے محروم ہو کر وقت اور حالات کی سختیوں کے رحم و کرم پر رہ جانے والے چار بہن بھائیوں کی کہانی، جن کی بدقسمتی نے ان کی اپنی ماں کو بھی ان سے بیگانہ کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ہنسنے لگی "میں نے کچھ نام لکھے ہیں رسالوں سے۔ چاکلیٹ کے برانڈ ہیں۔ لندن میں ضرور ملیں گے۔"

میں نے کہا "لندن میں چاکلیٹ اور چرس بیچنا خریدنا ایک جیسے جرائم قرار دے دیے گئے ہیں' سوری۔"

مگر اس نے نام لکھوا کے چھوڑے "وزن زیادہ ہو تو بحری جہاز سے بھجوا دینا۔ کوئی بھی چاکلیٹ دس پاؤنڈ سے کم نہ ہو۔"

میں نے کہا "میں پورا شپ بھر کے بھجوا دیتا ہوں۔ اپنے میاں سے کہنا کہ شپ کو لاہور لے جائے' پاگل...!"

بولی "آخر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ ٹاس کر لو بھائی!"

میں نے کہا "کس معاملے میں؟"

"یہی کہ شادی کرو گے تو شبنم سے یا چندا سے؟"

میں نے کہا "لعنت ٹاس کرنے والے پر۔ میں دونوں سے شادی کروں گا۔ ایک ہی دن' ایک ہی وقت' کوئی اعتراض؟"

فون رکھ کے میں نے نیلم سے کہا "مجھے ایک لاکھ پاؤنڈ چاہئیں۔"

"ایک لاکھ پاؤنڈز...! کس لیے؟" وہ حیران ہو کے بولی۔

میں نے کہا "وجہ پوچھنا ضروری ہے؟ مجھے جعلی نوٹ چاہئیں۔ رب نواز کو دینے کے لیے۔"

"اصل چاہئیں تو بتاؤ' میں کہیں سے بندوبست کروں؟"

میں نے کہا "مجھے ایک لاکھ کا مال اٹھانا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قیمت ادا کیے بغیر کیسے اٹھاؤں؟"

وہ بولی "چوری کر لو۔"

میں نے چٹکی بجائی "رائٹ۔ یہی کرنا چاہیے مجھے۔ میں اب چلتا ہوں۔ وہ شہزادی این آئے تو اسے روک کے رکھنا۔"

"شہزادی این...!"

میں نے کہا "وہی جو سونی سے عینی بنی اور یہاں آ کے این بنی پھر رہی ہے۔"

"تمہیں کیا جلدی ہے بھاگنے کی۔ آرام سے بیٹھو" نیلم نے خفگی سے کہا۔

"آرام آج تم کر رہی ہو تو کیا دنیا بھی کچھ نہ کرے۔ مجھے جمی کے پاس جانا ہے مگر اس سے پہلے اپنی مجازی شریک حیات کی خبر لینی ہے۔ میں رات کو آؤں گا۔"

میں گھر پہنچا تو دروازے کھلے دیکھ کے مجھے حیرانی ہوئی۔ اندر قدم رکھتے ہی مجھے گڑبڑ کا احساس ہوا۔ گھر کی کچھ چیزیں الٹی پلٹی پڑی تھیں۔ روشنی کی ماں ایک دیوار کے پاس سیدھی بیٹھی پلکیں جھپکائے بغیر خلا میں دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں زندگی کی روشنی معدوم تھی۔ پھر میں نے روشنی کو دیکھا۔ وہ فرش پر الٹی پڑی تھی۔ اندر والے کمرے میں آہٹ سن کے میں چوکنا ہوا۔ میں نے ریوالور نکالا اور دبے پاؤں آگے بڑھ کے کمرے میں جھانکا۔ کوئی شخص ایک دم ہنسا۔

وہ پروفیسر کی ایک فائل کیبنٹ میں گھسا ہوا کوئی چیز تلاش کر رہا تھا اور اپنے کام میں اتنا مگن تھا کہ اسے میرے قدموں کی چاپ بھی سنائی نہ دی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی صورت کے خدوخال اسے جنوبی ایشیا کا رہنے والا ثابت کرتے تھے۔ وہ پاکستانی انڈین' بنگلہ دیشی یا سری لنکا کا ہو سکتا تھا۔ اس نے جینز کے ساتھ سرخ اور سیاہ دھاریوں والی اسپورٹس شرٹ پہن رکھی تھی اور اپنے بال اتنے بڑھا رکھے تھے کہ انہیں چہرے پر جھولنے سے بچانے کے لیے سامنے کی طرف ایک ہیئر بینڈ باندھ رکھا تھا۔

کمرے کی حالت بتاتی تھی کہ میرے آنے سے پہلے وہ پروفیسر کی.... لکھنے کی میز کی ہر دراز نکال کے دیکھ چکا تھا۔ درازوں کا سب سامان جو چھوٹی بڑی نوٹ بکس اور کاغذات پر مشتمل تھا' فرش پر بکھرا پڑا تھا۔ اس نے الماریوں کو کھنگالا تھا اور الماری میں لٹکے ہوئے کپڑے تک باہر پھینک دیے تھے۔ اپنے مطلب کی چیز اسے ابھی تک نہیں ملی تھی ورنہ وہ اپنا نام و نشان چھوڑے بغیر جا چکا ہوتا۔

میں نے اسے بے خبری میں پیچھے سے دبوچنے کا فیصلہ کیا۔ وہ جسمانی طور پر مضبوط تھا اور اس امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے دفاع کے معاملے میں کمزور نہ ہو۔ چنانچہ میں ہر طرح اس سے نمٹنے کے لیے تیار ہو کے دو قدم آگے بڑھا لیکن بدقسمتی سے میرا پیر ایک بلیسٹر پیک پر پڑ گیا۔ معلوم نہیں اس میں کون سی گولیاں تھیں غالباً حلال کرنے والے نے جب چیزوں کو ادھر ادھر پھینکا تو یہ بلیسٹر پیک بھی اڑتا ہوا دروازے کے باہر آ گرا تھا۔

سخت پلاسٹک کے ٹکڑے نے میرے جوتوں سے دب کر صدائے احتجاج بلند کی تو اس کے چٹخنے کی آواز بھی پٹاخوں کی طرح سنائی دی۔ وہ چونک کے اور گھبرا کے ایک پلٹا۔ صرف ایک لمحے کے لیے ہماری نظریں ملی۔ پھر عادت کے مطابق اس کا ہاتھ بڑے پُرمہارت انداز میں جیب کی طرف گیا۔

میں تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کے پھر دروازے کی اوٹ میں چلا گیا "رک جاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا" میں نے اسے حکم دیا۔

لیکن میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ غوطہ مار کے اسٹیل کی فائل کیبنٹ کے پیچھے چلا گیا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس نے ایک فائر بھی کر دیا تھا۔ اسے نشانہ لینے کی مہلت نہیں ملی تھی اور اس کا جسم حرکت میں تھا چنانچہ گولی دروازے سے نکل کے نہ جانے کدھر گئی۔ فائل کیبنٹ کے پیچھے مورچا بند ہونے کے بعد وہ زیادہ سکون کے ساتھ مجھے نشانہ بنا سکتا تھا۔ غالباً اس نے مجھے دیکھتے ہی یہ بات سمجھ لی تھی کہ اب مجھے راستے سے ہٹائے بغیر وہ باہر نہیں جا سکتا۔

چند سیکنڈ انتظار کرنے کے بعد میں نے انگریزی میں کہا۔ "دیکھو' تم جو بھی ہو' اس وقت تمہاری پوزیشن چوہے دان میں پھنسے ہوئے چوہے جیسی ہے۔"

اس نے پلٹ کر اردو میں جواب دیا "چپ کر چوہے کے بچے۔ تجھ میں ہمت ہے تو سامنے آ۔"

میں نے کہا "سامنے آؤں اور تو مجھے گولی مار دے' یہ ہمت نہیں' حماقت ہوگی۔ تو الماری کے پیچھے کیوں چھپا بیٹھا ہے۔ تو سامنے آ جا۔ آخر وہاں بھی کتنی دیر بیٹھا رہے گا؟ باہر کیسے نکلے گا؟"

"میری فکر مت کر' اپنی کر۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے' میں پولیس کو بلا لیتا ہوں۔ وہ چوہے پکڑنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ خود نکال لیں گے تجھے۔"

اس نے چند سیکنڈ بعد کہا "دیکھ بھائی' میری تیری کوئی دشمنی نہیں۔"

میں نے کہا "اب ہے۔ یہ سب جو تو نے کیا ہے ناقابلِ معافی ہے۔ ان عورتوں کو کیوں مارا تو نے سؤر کے بچے۔ اس بچے کو کمزور تھی؟ اب میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔"

وہ بولا "میرا راستہ روکنا مہنگا پڑے گا تجھے۔ بہتر ہے مجھے جانے دے۔ میں جس چیز کی تلاش میں آیا تھا وہ مجھے نہیں ملی۔ شاید پروفیسر کہیں اور رکھ گیا ہے۔"

"سب پولیس کو بتایا پروفیسر کو۔ میں صرف کرائے دار ہوں اور اس گھر کی ایک ناکارہ سوئی بھی کسی کو لے جانے نہیں دوں گا۔"

"پروفیسر خود چور ہے۔ اس نے بڑے قیمتی سائنسی تحقیقاتی کاغذات چوری کرائے تھے۔ میں وہی واپس لے جانے آیا ہوں۔"

"یہ وضاحت قبول نہیں کر سکتا۔ ریوالور پھینک کے سامنے آ جا ورنہ پہلے میں ماروں گا اور پھر پولیس۔"

"مجھے پٹانا مشکل ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں اس کا پکا بندوبست کر کے آیا تھا۔ میرے پاس دستی بم ہے۔ میں نے پن نکال دی تو سب مر جائیں گے۔"

میں نے کہا "تیرا کیا خیال ہے کہ میں اس بکواس پر یقین کر لوں گا۔ کوئی کاغذات کی چوری کے لیے دستی بم لے کر جاتا ہے؟"

اس نے کہا "آئرش ری پبلکن آرمی کا نام سنا ہے کبھی؟"

میں نے کہا "سنا ہے۔"

"میں اسی کا ایک رکن ہوں۔ ہم برطانیہ کے خلاف آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں' جان ہتھیلی پر لے کر جاتے ہیں۔"

"پروفیسر کا اس جنگ سے کیا تعلق؟" میں نے کہا۔

"کوئی تعلق ہے' مجھے معلوم نہیں کیا۔ مجھے تو حکم کہ پروفیسر کے گھر سے ایک نیلے رنگ کی ڈائری لے آؤ۔ اس میں ہوگی کوئی ایسی بات۔"

"بات کچھ بھی ہو' میں اس دستی بم کی دھمکی سے ڈرنے والا نہیں ہوں' میں چھوڑوں گا نہیں تجھے۔"

"پاگل خانے!" وہ بولا "تجھے شاید یقین نہیں آیا کہ میرے پاس دستی بم ہے۔ یہ دیکھ۔"

اس نے دستی بم کے ساتھ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کے دستی بم کی نمائش کی۔ اسے کیا خود مجھے نہ خیال تھا اور نہ یقین کہ اس ایک لمحے میں کچھ ہو سکتا ہے۔ بہت سے واقعات خود بخود پیش آ جاتے ہیں چنانچہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان کے نہیں قدرت کے فیصلے ہوتے ہیں۔

میرا نشانہ کبھی اتنا اچھا نہیں تھا کہ محاورے کے مطابق میں زمین سے آسمان میں اڑتی چڑیا کو نشانہ بنانے کی سوچوں' اس وقت سوچنے کے لیے بس ایک ہی لمحہ تھا جو سوچ کے فیصلہ کرنے کے لیے بہت ناکافی تھا۔ نہ جانے کیسے اور کب میرے ذہن میں یہ خیال آیا اور میرا ریوالور والا ہاتھ خود بخود اٹھ گیا۔ میں نے نشانہ بھی ضرور لیا ہوگا ورنہ گولی رخ بدل کے خود اس کی کلائی کو نشانہ نہیں بنا سکتی تھی۔

جب فائر ہوا اور میں نے اس کی چیخ سنی تو مجھے یقین آیا کہ گولی نے اس کی کلائی کو زخمی کر دیا ہے۔ میں نے خون کا لال رنگ دیکھا اور اس چیز کو جسے وہ دستی بم بتا رہا تھا' زمین پر گرتا دیکھا۔ وہ گالیاں بک رہا تھا اور تکلیف سے چلا رہا تھا۔

ایک جست نے مجھے اس کے سامنے پہنچا دیا۔ میں نے لات مار کے دستی بم کو اس کی پہنچ سے دور کیا اور پھر اسے دیوار اور الماری کے کونے میں دبا دیا۔ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا مگر زخمی ہونے والے ہاتھ کی اذیت اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ گولی نے اس کی کلائی کی ہڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

توڑی تھی۔

میں نے دوبارہ گھٹنا اٹھا کر اس کی ٹانگوں کے درمیان مارا۔ وہ بلبلا کے تڑپا اور ریوالور خود اس کے ہاتھ سے نکل کے فرش پر گر گیا۔ اب وہ منہ کھول کے سانس لینے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ میں نے اسے گردن سے دبوچا اور اس کے سر کو کئی بار دیوار پر مارا یہاں تک کہ وہ بے سدھ ہو کے دیوار کے ساتھ ساتھ سلپ کرتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

میں نے اسے چیک کیا کہ کہیں اس کی بے ہوشی ایک بہانہ تو نہیں مگر وہ واقعی حواس کھو چکا تھا۔ اس کی کلائی سے بہنے والے خون نے میرے کپڑے بھی خراب کیے تھے۔ اسے مرنے سے بچانے کے لیے خون کو روکنا ضروری تھا۔ میں نے ایک کپڑا پھاڑ کے مضبوطی سے اس کی کلائی پر لپیٹا۔ اس سے خون بہنا بند تو نہیں ہوا مگر بہت کم ہو گیا۔

اب میں نے دستی بم کا معائنہ کیا۔ اس پر کوئی ایسا نشانہ نہیں تھا یا تحریر نہیں تھی جس سے بم کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا۔ میں دستی بموں کے بارے میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اس کی پن نکال دی جائے تو وہ پانچ سیکنڈ میں پھٹ جاتا ہے اور خاصی تباہی پھیلاتا ہے۔ یہ پن آسانی سے نہیں نکلتی۔ میں نے فلموں میں فوجیوں کو یہ پن دانتوں سے کھینچ کر نکالتے اور پھر بم کو فوراً دور پھینکتے دیکھا تھا۔ خود اس کا نشانہ بننے سے بچنے کے لیے وہ فوراً زمین پر لیٹ جاتے تھے۔

میں نے دستی بم کو احتیاط سے ایک طرف رکھا۔ ایک بار پھر بے ہوش پڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ ایک ایشیائی باشندے کا آئرش ری پبلکن آرمی کی جدوجہد سے کیا تعلق۔ لیکن پیسہ انسان کو پرائی جنگ میں اپنی جان کی بازی لگانے پر بھی مجبور کر دیتا ہے۔ وہ کسی مقصد کے لیے نہیں، معاوضے کے لالچ میں آج ایک فریق کی طرف سے دہشت گردی کر سکتا ہے تو کل دوسرے کو اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے بھی صرف پیسے کی بات کرتا ہے۔

پہلے کمرے میں لوٹ کے میں نے سب سے پہلے روشنی کی ماں کو دیکھا۔ وہ زندہ تھی۔ میں نے اسے سیدھا کر کے بستر پر لٹایا اور پھر روشنی کی طرف متوجہ ہوا۔ ماں کے مقابلے میں اس کی نبض کی رفتار خاصی بہتر تھی اور جب میں نے اسے اٹھایا تو وہ کراہنے لگی جس کا مطلب یہ تھا کہ بہت جلد وہ ہوش میں آجائے گی۔ اسے ماں کے پہلو میں لٹا کے میں نے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اس کے تلوؤں کو سہلایا اور گالوں پر آہستہ آہستہ تھپڑ مارے تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کی آنکھوں میں دہشت کے سائے لرزاں تھے۔ وہ چند سیکنڈ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر ایک دم چلائی "ماں۔ ماں کہاں ہے؟"

میں نے اسے اٹھنے نہیں دیا "ادھر دیکھو۔ ماں تمہارے پاس ہے۔ اور بالکل ٹھیک ہے۔"

وہ زور لگا کے اٹھنے لگی "نہیں، اس نے ــ ماں کو مار دیا۔ چھوڑو مجھے۔"

میں نے اس کو چھوڑ دیا اور سہارا دے کر بٹھا دیا "تمہیں یقین نہیں تو خود دیکھ لو۔ ماں صرف بے ہوش ہے۔ ابھی کچھ دیر میں ہوش میں آجائے گی۔"

وہ ماں پر جھک کے چلانے لگی "ماں۔ میری طرف دیکھو ماں۔"

میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا "ماں کو ہوش تو آنے دو۔ لو یہ پانی پیو۔"

اس نے پانی پی لیا "ماں مر جائے گی۔"

میں نے کہا "نہیں۔ ماں ٹھیک ہو جائے گی۔ تم مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا؟"

"پہلے تم ڈاکٹر کو بلاؤ" وہ چلائی۔

میں نے کہا "اوکے۔ اوکے! لیکن ڈاکٹر آئے گا تو وہ بھی یہ سوال ضرور کرے گا، پھر پولیس پوچھے گی۔"

اس نے ایک گہری سانس لی اور اپنے بال ٹھیک کرنے لگی۔ "لیکن ڈاکٹر نہ آیا تو ماں مر جائے گی۔"

میں نے کہا "میں اسی کلینک سے کسی کو بلاتا ہوں جہاں تمہاری ماں داخل تھی۔ یہ سوچ لو کہ ہم انہیں کیا بتائیں گے۔ ہم اپنی ذمے داری پر ماں کو لائے تھے۔"

وہ میرے کندھے پر سر رکھ کے رونے لگی "ناصر۔ کچھ کرو پلیز!"

میں نے اسے لٹا دیا "ٹھیک ہے۔ یہ ہمارا معاملہ نہیں ہے۔ ہم پولیس کو سب سچ بتا دیں گے۔"

میں نے اسپتال فون کیا اور انہیں بتایا کہ روشنی کی ماں کے ساتھ ایک حادثہ پیش آگیا ہے۔ چند منٹ میں سائرن بجاتی ایک ایمبولینس آگئی اور انہوں نے روشنی کی ماں کو اسٹریچر پر اٹھا لیا۔ پھر پولیس پہنچ گئی۔ میرا خیال ایمبولینس کے ساتھ ہی جانے کا تھا مگر پولیس کو مجھ سے اور روشنی سے کچھ سوالات کرنے تھے۔

روشنی نے ضد کی "مجھے ماں کے ساتھ جانا ہے۔"

پولیس آفیسر نے کہا "اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس کی دیکھ بھال ڈاکٹر کریں گے اور میں نے ڈاکٹر سے بات کی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں رہی۔ آپ چند سوالات کے جواب دے کر جا سکتی ہیں۔"

میں نے روشنی کے شانے پر ہاتھ رکھا "اٹ از رائٹ۔"

آفیسر نے ایک نوٹ بک کھولی "یہ شخص کون تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا" روشنی نے کہا "جب اس نے کال بیل دی تو میں سمجھی کہ میرے شوہر آئے ہیں، وہ کچھ بولے بغیر دروازے کو دھکیل کر اندر آگیا اور فوراً ہی ریوالور نکال لیا۔ ریوالور کو دیکھ کے میری ماں چیخنے لگی کہ میری بیٹی کو قتل کیا جا رہا ہے۔ وہ مدد کے لیے چلانے لگی۔ اس شخص نے مجھے دھکا دے کر آگے کیا۔ میں نے ماں سے کہا کہ وہ خاموش ہو جائے لیکن وہ سائرن کی طرح آواز نکال رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میری ماں کی آواز بند نہ ہوئی تو وہ اس کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گا۔ میری منت سماجت سے ماں چپ ہو گئی۔ پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے مطلب کی چیز وہ خود ہی تلاش کر لے گا لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسے خاموشی سے کام کرنے دیں۔ اس نے کہا کہ اسے روپیہ پیسہ یا زیور وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ وہ ہم سے کوئی دشمنی رکھتا ہے۔ اس لیے ہم نے تعاون کیا تو وہ ہمیں نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جائے گا۔"

میں نے کہا "کیا تم نے اسے بتایا تھا کہ ہم صرف کرائے دار ہیں۔"

پولیس آفیسر نے مجھے ناگواری سے دیکھا "تفتیش کے سلسلے میں سوالات ہم کریں گے۔ تم فی الحال خاموش رہو۔"

"میں نے اسے بتایا تھا کہ ہم نے یہ مکان صرف چھ مہینے کے لیے ایک پروفیسر سے حاصل کیا ہے اور وہ ریسرچ کے سلسلے میں باہر گیا ہوا ہے چنانچہ ہم اس کی عدم موجودگی میں گھر کی ہر چیز کی حفاظت کے ذمے دار ہیں اور اسے کوئی چیز اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس پر وہ غرانے لگا کہ اجازت کون حرامی مانگ رہا ہے تم سے؟ تم چپ کر کے بیٹھو اور بس۔ ظاہر ہے میں اس کو روک نہیں سکتی تھی۔ وہ مرد تھا اور خاصا توانا پھر وہ مسلح بھی تھا لیکن اچانک ماں نے تمام صورت حال خراب کر دی۔ وہ اس شخص پر جھپٹ پڑی، اس نے ریوالور چھیننے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے یہ آسان نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا۔ اس شخص نے ماں کے سر پر مکا مارا اور وہ نک آؤٹ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی خود پر کنٹرول نہ رہا، میں نے اسے گالیاں دیں اور ایک ٹیبل لیمپ سے اس پر حملہ کیا مگر اس نے مجھے دھکیل کر دیوار پر دے مارا اور میرے بال پکڑ لیے۔ میں چیخنے لگی تو اس نے میرے سر کو دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا، مجھے نہیں معلوم۔"

پولیس آفیسر نے سر ہلایا اور میری طرف متوجہ ہو گیا۔ "پہلے کسی بھرے کے بغیر مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا، اور کیا ہوا؟"

میں نے اسے سب بتا دیا۔ اس نے مجھ سے میری شناخت کے بارے میں چند سوالات کیے اور پھر بولا "کیا تم نے اپنے مالک مکان پروفیسر کو اطلاع دی ہے۔"

میں نے کہا "اب دوں گا۔"

اس نے اپنی نوٹ بک بند کر کے کہا "تھینکس۔ اب تمہیں کورٹ میں یہ بات بتانا ہوگا لیکن ایک بات اور ــ یہ شخص زخمی کیسے ہوا؟"

میں نے کہا "جب اس نے دستی بم دکھایا تو مجھے اس کے ہاتھ کا نشانہ لے کر گولی چلانا پڑی۔"

"بہت اعتماد ہے تمہیں اپنے نشانے پر؟" وہ بولا "گولی دستی بم کو بھی لگ سکتی تھی؟"

میں نے کہا "ایسی صورت میں شاید تمہیں یہاں صرف ملبے میں دبی ہوئی لاشیں نظر آتیں۔ بیان دینے کے لیے کوئی نہ ملتا۔ گولی کا نشانے پر لگنا ایک اتفاق تھا۔ میں دوبارہ ایسی مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ بات کچھ عجیب نہیں ہے کہ صرف کاغذات چوری کرنے کے لیے آنے والا ہینڈ گرینیڈ لے کر آیا تھا۔"

"وہ توپ یا ٹینک بھی لا سکتا تھا۔ میں کیا تبصرہ کروں اس پر۔ کیا تمہارے سوالات ختم ہو گئے؟"

اس کی تیوری چڑھ گئی "اتنی جلدی کرو گے تو میں تم کو پکڑ کے پولیس اسٹیشن بھی لے جاؤں گا۔ تم نے ایک آدمی پر گولی چلائی تھی۔ اس ریوالور کو میرے حوالے کرو۔"

میں نے کہا "ریوالور تم شوق سے لے جاؤ۔ لیکن جہاں تک مجھے پولیس اسٹیشن لے جانے کا تعلق ہے تو پہلے میرا پاسپورٹ دیکھ لو۔ یہ ڈپلومیٹک پاسپورٹ ہے اور مجھے اپنے سفارت خانے کا پورا تحفظ حاصل ہے۔"

اس نے مجھ سے اتفاق کیا "ٹھیک ہے لیکن یہ جگہ چھوڑنے یا رہائش بدلنے سے پہلے پولیس کو اطلاع دینا مت بھولنا۔ یا اپنے سفارت خانے کو بتا دینا۔"

میں نے کہا "میں خیال رکھوں گا۔"

"ہم ابھی یہاں کچھ تفتیش کریں گے۔ تم اپنی بیوی کے ساتھ اسپتال جا سکتے ہو" وہ بولا۔

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور روشنی کو ساتھ لے کر اسپتال روانہ ہو گیا۔ روشنی پر خوف کا دہرا اثر تھا۔ اسے اپنی ماں کی طرف سے تشویش تھی کہ کہیں یہ سانحہ اس کی موت کا سبب نہ بن جائے اور وہ اس نامعلوم حملہ آور کی وجہ سے بھی پریشان تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اسے تسلی دی "سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"کیسے ٹھیک ہوجائے گا۔ آئرش ری پبلکن آرمی کی دہشت گردی کا مقابلہ حکومت نہیں کرسکتی۔"

میں نے کہا "ان سے ہماری کیا دشمنی؟"

"کوئی تو وجہ ہوگی کہ اس کا نشانہ ہم بنے؟"

میں نے کہا "اول تو مجھے یہ جھوٹ لگتا ہے۔ آئرش ری پبلک آرمی کا بھلا ایک سائنسی ریسرچ کرنے والے پروفیسر سے کیا تعلق۔ اسے ضرور کسی حریف کمپنی یا کسی ایسے شخص نے بھیجا ہوگا جو پروفیسر کی ریسرچ کو ضائع کرنا چاہتا ہے یا پروفیسر کو اس کام سے روکنا چاہتا ہے۔"

"کس کام سے؟"

"کسی بھی کام سے جو پروفیسر کررہا ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔ اس شخص نے تو پروفیسر پر الزام لگایا تھا کہ وہ چور ہے اور دستاویزات وغیرہ کی چوری میں پہل اس نے کی تھی۔ وہ صرف چوری کا مال واپس لینے آیا تھا۔ اب پتا نہیں جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا لیکن کتنی شرمناک بات ہے کہ پروفیسر کی سطح کے ریسرچ اسکالر بھی چوری ڈکیتی میں ملوث ہوجاتے ہیں۔ دراصل سائنسی تحقیق بھی اب براہِ راست معاشیات سے منسلک ہوگئی ہے۔ ایک نئی ایجاد پیٹنٹ کرانے سے لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا فائدہ ہوتا ہے اور اس ایجاد کو مارکیٹ کرنے والی کمپنی اربوں ڈالر کماسکتی ہے۔ خواہ وہ کوئی مہلک امراض کے علاج کی مؤثر دوا ہو یا الیکٹرانک آلہ۔ جس سے موٹر انڈسٹری جہاز سازی یا کسی بھی صنعت میں کوئی انقلابی تبدیلی آجائے۔

میں اپنی سوچ کو الفاظ کا پیرایہ دے رہا تھا لیکن روشنی کا ذہن کہیں اور تھا۔ "اگر ماں کو کچھ ہوگیا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

میں نے کہا "مجھے اس کا ذمے دار سمجھنا بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔"

"کیوں' تمہاری وجہ سے وہ یہاں آئی؟"

"لیکن اس وقت میری نیک نیتی پر مبنی پیشکش تمہیں بہت اچھی لگی تھی' تم بہت شکرگزار ہوئی تھیں۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کس جال میں پھنس رہی ہوں۔ کسی مداری کی طرح ڈگڈگی بجا کے تم نے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی تھی۔ تم ہرگز وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو اور نہ تمہارے معاملات اتنے سادہ ہیں جتنے تم بتاتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ میں کسی بہت بڑی مشکل میں پڑگئی ہوں جس کا ابھی خود مجھے کوئی اندازہ نہیں۔ شاید تمہاری فراخ دلی اور ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی قیمت مجھے اور ماں کو اپنی جان دے کر ادا کرنی پڑے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ روشنی کے اندیشے بالکل بے بنیاد بھی نہیں تھے اور میں اس سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ۔ تم روٹھے ہم چھوٹے۔ دس ہزار پاؤنڈز لو اور اپنا راستہ پکڑو۔ تم جیسی ایک ڈھونڈو ہزار ملتی ہیں۔

لیکن ایک تو وہ جو کچھ کہہ رہی تھی' شاک اور دہشت کا ردِعمل تھا ورنہ وہ ہر لحاظ سے ایک سمجھ دار' تعاون کرنے والی اور باہمت لڑکی تھی۔ دوسرے وہ حالات کے باعث بہرحال مجبور تھی اور اگر میں اس کے ساتھ معاہدہ ختم کردیتا تو وہ یقیناً شدید مشکلات کا شکار ہوجاتی۔ بعد میں وہ بھی پچھتاتی اور مجھے بھی اپنی جلد بازی پر افسوس ہوتا۔

چنانچہ میں اپنا غصہ پی گیا۔ اسپتال میں چیف میٹرن کے سامنے پیش ہونے تک ہم نے آپس میں کوئی بات نہیں کی۔ میٹرن وہی تھی جس نے روشنی کی ماں کو اس کے حوالے کرتے ہوئے ہم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا ہم خود کو یہ ذمے داری سنبھالنے کے قابل سمجھتے ہیں؟ صرف دو دن بعد ہم نے خود کو نااہل تسلیم کرتے ہوئے بڑی شرمندگی محسوس کی۔

میں نے کہا "مدر۔ یہ جو کچھ ہوا' اس میں ہماری کوتاہی شامل نہیں۔"

"پھر کس کی کوتاہی سے ایسا ہوا؟"

میں نے کہا "یہ ایک حادثہ تھا۔ ایسے ہی جیسے مریض کی ایمبولینس میں گھر جاتے ہوئے راستے میں بھی پیش آسکتا تھا اور حادثات کیا اسپتال کے اندر نہیں ہوتے۔ کسی ڈاکٹر نرس کی کوتاہی سے قطع نظر۔ کیا یہ ناممکن ہے کہ کوئی مریض خود کو نقصان پہنچالے۔ یا اسے دوسرے مریض کے حملے سے کچھ ہوجائے۔"

"جو تمہارے گھر میں ہوا۔ اسے حادثہ کہنا غلط ہے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا "تم جانتے تھے کہ وہاں یہ خطرہ ہے۔"

میں نے کہا "ہرگز نہیں۔ مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود ہر روز کتنے ڈاکے پڑتے ہیں۔ چور ڈاکو تو کسی بھی گھر میں آسکتے ہیں۔ کیا اس ڈر سے کوئی گھر میں کسی کو مہمان نہ رکھے؟ یا گھر میں لوگ بیمار ہو چھوڑ دیں۔ یا عورتوں' بچوں اور بیماروں کو حفاظت کے لیے وقت مسلح رکھنا چاہیے۔"

وہ کچھ قائل ہوئی "آل رائٹ مسٹر عالم۔ تم پھر اس

مریض کو اپنی ذمے داری پر گھر لے جاسکتے ہو۔"

"از دیٹ اوکے!" روشنی نے پوچھا۔

"یس۔ ایک ذہنی مریض کے لیے جسمانی تشدد کا صدمہ کسی حد تک نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ اتنا نقصان ضرور ہوا ہے۔ چوٹ یا زخم کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اسے فی الحال TRANQUILISER دے کر سلادیا ہے۔ اس کے سوا کوئی علاج ہے ہی نہیں۔ امید ہے یہ چوبیس گھنٹے سو کے اٹھے گی تو نارمل ہوگی۔ میرا مطلب ہے جس حد تک پہلے تھی۔"

روشنی نے کچھ تذبذب کے ساتھ میری طرف دیکھا "اگر ہم ماں کو یہیں رکھیں؟"

میں نے سختی سے کہا "نو۔ ماں گھر پر ٹھیک ہے۔ ہم ایک نرس ضرورت پڑنے پر ہول ٹائم ڈاکٹر بھی رکھ سکتے ہیں۔"

روشنی نے کمزور سے لہجے میں کہا "مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"ہم وہ گھر چھوڑ دیں گے۔ میں ایک سیکیورٹی گارڈ کا انتظام کردوں گا۔ تم کو بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

روشنی نے میرے بازو کو تھام لیا اور بڑی شکرگزار نظروں سے مجھے دیکھا "تم اتنا کررہے ہو میرے لیے۔"

میں نے ایک فرض شناس محبت کرنے والے شوہر کی طرح اس کے ہاتھ پر تھپکی دی۔ "میں وہی کررہا ہوں جو مجھے کرنا چاہیے۔ بس تم پریشان ہوکے مجھے پریشان کرنا چھوڑ دو۔"

ایک گھنٹے بعد ہم سکون سے سونے والی ایک بوڑھی عورت کو واپس لے آئے۔ اسے نہ کہیں جانے کی خبر ہوئی تھی نہ لوٹ کر آنے کی۔ دنیا سے اس کا تعلق ویسے بھی جسمانی ضروریات کی حد تک رہ گیا تھا۔ ذہنی طور پر وہ اپنی دنیا میں الگ تھی اور باہر کی دنیا کے معاملات سے اس کو سروکار نہ تھا۔

گھر میں اب دوسری قسم کی پولیس کے لوگ موجود تھے۔ ان کا تعلق قتل کے شعبے سے نہیں تھا۔ انہوں نے مجھ سے بڑی تفصیل کے ساتھ سوالات کیے مگر میں انہیں کیا بتاتا کہ چور کس چیز کی تلاش میں آیا تھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ پروفیسر کس قسم کی سائنسی تحقیق کررہا ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ ویسے بھی مجھے سائنس کی اے بی سی کا پتا نہیں۔"

ان میں سے ایک نے کہا "ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ وہ جینیاتی سائنس پر کام کررہا ہے اور اس شعبے میں کچھ غیر معمولی کامیابیاں اس سے منسوب کی جاتی ہیں۔"

"منسوب کی جاتی ہیں کا کیا مطلب؟ وہ خود نہیں بتاتا؟"

"نہیں۔ وہ اپنی ریسرچ کے نتائج کو خفیہ رکھ رہا ہے۔ تاہم دنیا میں خفیہ کچھ نہیں رہتا۔"

دوسرا بولا "وہ کلوننگ پر کام کررہا ہے۔"

"کلوننگ؟" میں چونکا "حیوانی یا انسانی؟"

"کیا فرق ہے دونوں میں؟ اگر آپ ایک جانور بنا سکتے ہیں تو آدمی کیوں نہیں بنا سکتے۔ تمام میڈیکل سائنس انسانوں سے پہلے گنی پگ خرگوش اور بندروں کو تجربے کے لیے رکھتی ہے۔"

قدرتی طور پر میرا ذہن ہاشم رضا کی طرف گیا تھا جس نے اس کام میں ناقابلِ یقین اور خطرناک حد تک کامیابی حاصل کرلی تھی۔ وہ کلوننگ تو نہیں کررہا تھا مگر اس نے حیوانی طاقت اور انسان کی اعلیٰ ترین ذہانت کو یکجا کرکے ایک ایسی مخلوق بنانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی جو جسمانی قوت کے استعمال میں گوریلے جیسی تھی لیکن صورت شکل اور عقل میں انسان کا نمونہ نظر آتی تھی۔ ایسے دو نمونے جمبو اور لالی تھے جن کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ افریقی بن مانس اور ایک عام عورت کے ٹیسٹ ٹیوب بے بی تھے۔

میں نے معذرت کی کہ مجھے جینیاتی سائنس کا سرپیر معلوم نہیں اور نہ اس سے دلچسپی ہے "میں آج ہی پروفیسر کو مطلع کردوں گا۔"

"یہ کام ہم کرچکے ہیں" ایک سراغ رساں بولا "وہ تم سے بھی بات کرنا چاہتا تھا۔"

"کیا وہ واپس آرہا ہے؟"

"نہیں۔ اس کو ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا کہ چور کو روکنا بالکل نامناسب تھا۔ وہاں اس کے کام کی کوئی چیز میں نے چھوڑی ہی نہیں تھی۔ وہ تو مذاق میں کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اور کہو کہ گھر کا سامان نہ لے جائے اور کچھ چاہیے تو اطمینان سے دیکھ لے۔"

میں نے کہا "پھر کیا اسے چھوڑ دیا جائے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ اس کے خلاف متعدد جرائم بنتے ہیں۔ گھر میں گھسنا' مارپیٹ' غیر قانونی اسلحہ۔ اور سب سے بڑھ کر وہ دستی بم!"

"کیا اس کا تعلق آئی آر اے سے بنتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔ آئی آر اے جس قسم کے دستی بم استعمال کرسکتی ہے' وہ اور طرح کے ہوتے ہیں۔"

"پھر اس نے جھوٹ کیوں بولا؟" میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے کہا "لوگ جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ شاید وہ بیٹی مارنا چاہتا تھا کہ اس کا تعلق کسی مقصد کے لیے لڑنے والی فوج سے ہے۔ حالانکہ وہ ایک معروف دہشت گرد ہے۔"

"کیا اسے شناخت کرلیا گیا ہے؟"

وہ بولا "آف کورس۔ ہم نے اس کے فنگر پرنٹ اور فوٹوگراف اپنے ہیرو کو بھجوادیے تھے۔ انہوں نے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سے چیک کرکے اس کا نام لسٹ میں بتادیا۔"

میں پولیس کی کارکردگی کے اس معیار پر بھونچکا رہ گیا۔ اگر یہی واقعہ ہمارے ملک میں پیش آتا تو پولیس پہلے دو چار دن اس کی خوب چھترول فرماتی۔ اگر کوئی ٹک مکا کرنے والا آجاتا تو الگ بات ہے ورنہ عدالت سے اس کا چودہ دن کا جسمانی ریمانڈ لیتی رہتی اور وہ سارے جرائم جن کا کوئی سراغ نہیں تھا' اس کے کھاتے میں ڈالتی جاتی۔ انجام کار یا تو وہ تفتیش کے اس عمل کی تاب نہ لاکے "خودکشی" کرلیتا یا پھر عدالت میں پیشی کے لمبے عمل سے گزر کے "باعزت" رہا ہوجاتا۔

یہاں ایک گھنٹے میں وہ سب ہوگیا تھا جو میرے خیال میں ایک سال کی تفتیش میں معلوم نہ ہوتا۔ پولیس نے فنگر پرنٹس وغیرہ کی ساری کارروائی مکمل کرلی تھی اور تصویریں بھی اتار لی تھیں چنانچہ انہوں نے خاتونِ خانہ کو اجازت دی کہ وہ چاہیں تو اپنے بے ترتیب گھر کو سمیٹ سکتی ہیں۔ میں نے بھی ان پر واضح کردیا کہ دریں حالات میں اس گھر میں مزید قیام کا رسک نہیں لے سکتا۔ اس مجرم کے جو ساتھی آزاد ہیں وہ مجھے پریشان کرسکتے ہیں۔

وہ ہنسنے لگے "مفروضات پر مت جاؤ۔ اگر کسی نے تمہیں پریشان کیا تو پھر وہ آزاد نہیں رہے گا۔"

"میں ویسے ہی دو چار دن میں پاکستان جانے والا تھا۔ البتہ میری بیوی یہاں ہوگی۔" میں نے کہا۔

"تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ پھر بھاگنا کیوں چاہتے ہو؟" ایک نے کہا۔

میں نے کہا "بھاگنے والے پر لعنت۔ میں ایک بزنس مین بھی ہوں اور آتا جاتا رہتا ہوں۔ میرا رابطہ سفارت خانے سے رہتا ہے۔"

دوسرے نے شانے ہلائے "میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب تمہاری ضرورت پڑے تو تم عدالت میں پیش ہوجاؤ۔"

"اس میں کوئی مشکل نہیں۔ میری بیوی مجھے فون کرسکتی ہے اور میں چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے لندن پہنچ جاؤں گا۔"

فون کی گھنٹی بجی تو روشنی نے ریسیور اٹھایا اور مجھے پکڑادیا۔ یہ پروفیسر تھا۔ "پولیس نے مجھے تمہاری بہادری کی داستان سنائی۔"

میں نے کہا "میری ساری بہادری دھری رہ جاتی اگر چور کی چلائی ہوئی پہلی گولی مجھے لگ جاتی۔"

وہ ہنسا "تم نے اسے مس ہینڈل کیا۔ تم اس کی مدد کرتے تلاش میں تو وہ اچھے جذبات کے ساتھ تم سے ہاتھ ملا کے رخصت ہوتا' خالی ہاتھ۔"

میں نے کہا "میں فوری طور پر تمہارا یہ گھر چھوڑ رہا ہوں۔"

"تھینکس! میں بھی اپنا دورہ مختصر کرکے کل پہنچ جاؤں گا۔ میری بیوی کو فکر ہے کہ چور نے کہیں اس کے زیورات کا باکس تو نہیں کھولا۔"

میں نے کہا "اب تم خود ہی آکے دیکھ لینا۔ میری بیوی اس واقعے سے اتنا ڈر گئی ہے کہ یہاں رہنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔"

مجھے رب نواز کے مال کی ڈلیوری لینے کے لیے جانا تھا اور ایک غیر متوقع حادثے کے باعث مجھے دیر ہوچکی تھی۔ میں نے روشنی کو بہت تسلی دی کہ اب خطرے کی بات کوئی نہیں مگر اس کا خوف دور نہیں ہوا۔ "تم نے سنا نہیں' وہ ایک دہشت گرد تھا۔"

میں نے کہا "لیکن وہ اب پولیس کی تحویل میں ہے۔"

"ایسے لوگ اکیلے کام نہیں کرتے اور ایک ناکامی سے حوصلہ ہار کے نہیں بیٹھتے۔ اس کا کوئی ساتھی آگیا تو؟"

میں نے کہا "تم فون اپنے پاس رکھو۔ دروازہ کسی کے لیے مت کھولو۔ میرے لیے بھی نہیں جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو کہ آواز میری ہے۔ اور یہ ریوالور اپنے پاس رکھو۔" میں نے ریوالور اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا "مجھے ان آتشیں کھلونوں سے کھیلنا نہیں آتا۔ میرے لیے یہ بے کار ہے۔"

"اس کے استعمال کے لیے کوئی کورس نہیں کرنا پڑتا۔ یہ دیکھو' اس کو یوں تھامو' یہاں سے ان لاک کرو۔ اس کا رخ دشمن کی طرف کرو اور یہ ٹریگر سے اسے دبادو۔ باقی کام گولی خود کرے گی۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "نہیں۔ یہ سب میرے بس کی بات نہیں' بس تم مجھے چھوڑ کے مت جاؤ۔"

میں نے کہا "روشنی۔ مجھے بہت ضروری کام ہے۔ میرے نہ جانے سے بہت خرابی ہوگی اور نقصان ہوجائے گا۔ پلیز' سمجھنے کی کوشش کرو۔"

اس نے کہا "اگر ماں کو کچھ ہوگیا۔"

"ماں سو رہی ہے۔ اسے فوری طور پر کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ اور تم چار سال سے لندن میں ہو۔ تمہیں علم ہونا چاہیے کہ ہنگامی صورتِ حال میں کس کو بلایا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر' ایمبولینس' پولیس سب ایک فون کال کے فاصلے پر ہیں۔ میں نارٹن بار جارہا ہوں' اس کا نمبر بھی لکھ لو۔"

"کیا یہ نہیں آسکتی یہاں؟" اس نے کہا۔

میں نے سوچ کے جواب دیا "یقیناً آسکتی ہے۔ اگر وہ ہوٹل میں مل گئی تو تمہارا پیغام ملتے ہی آجائے گی۔ اچھا ایسے شکلیں مت بناؤ' میں فون کرتا ہوں۔"

خلافِ توقع یہ نہیں مل گئی۔ وہ مرزا عاقل دہلوی عرف دیوانے مسخرے کے ساتھ کہیں جانے کے لیے تیار ہورہی تھی مگر وہ میرا حکم ٹال نہیں سکتی تھی۔ مرزا عاقل اس سے زیادہ مستعد اور فرمانبردار ثابت ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "پروگرام تو کوئی خاص نہیں تھا۔ بس آج فرصت مل گئی تھی۔ ہم نے سوچا کہ تھوڑی تفریح ہوجائے لیکن کام پر تفریح کو ترجیح تو نہیں دی جاسکتی۔"

میں نے کہا "نیلم آنا چاہیں تو۔"

"تو بھی نہیں آسکتیں۔" اس نے مجھ سے پہلے میرا جملہ مکمل کردیا "آج ان کی شوٹنگ کا شیڈول رات تک تھا۔ ہم آتے ہیں ابھی آدھے گھنٹے میں۔"

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے بڑی کوشش سے یہیں کو اپنے ساتھ تھیٹر لے جانے کے لیے دو ٹکٹ حاصل کیے تھے اور نیلم کی سفارش سے چھٹی لی تھی۔ ظاہر ہے اس کے پروگرام پر پانی پھرگیا۔ ٹکٹ الگ ضائع ہوئے اور شام کی تفریح الگ گئی۔

ان کے آتے ہی میں روانہ ہوگیا۔ نارٹن بار پہنچتے پہنچتے مجھے مزید ایک گھنٹا لگ گیا۔ دو گھنٹے کی تاخیر جمی سے زیادہ رب نواز برہم تھا "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ رات کی فلائٹ سے مجھے جانا ہے۔"

میں نے کہا "کیا میری وجہ سے فلائٹ لیٹ ہوگئی؟"

"تمہاری وجہ سے میں یہاں پھنسا ہوا تھا۔"

میں نے کہا "میں خود ایک چکر میں پھنس گیا تھا۔"

وہ بگڑ کے بولا "تمہارے تو ہر روز نئے چکر ہوتے ہیں۔"

میں نے بھی پلٹ کے جواب دیا "میرے ساتھ ایسے پیش آنے کی ضرورت نہیں جیسے میں تمہارا ماتحت یا ملازم ہوں۔ میں اپنے کام چھوڑ نہیں سکتا تمہارے لیے۔"

وہ بولا "یہاں مال کی ڈلیوری لینا بھی تو تمہارا کام تھا۔"

میں نے کہا "وہ میں جمی سے وصول کرلیتا۔ تمہیں پہلی لاٹ کے ساتھ ہزار پاؤنڈ مل گئے ہیں تو تم جاؤ۔"

"اور تم نے دوسری لاٹ کے لیے جو ایک لاکھ پاؤنڈز کی ذمے داری قبول کی تھی؟" وہ بولا۔

میں نے کہا "میں نے کہا تھا کہ میں کوشش کروں گا۔ لیکن میں بندوبست نہیں کرسکا۔ اب تم چاہو تو مال مت دو۔ جمی کے پاس ہزار ہے۔ کوئی اور خریدار ملتا ہے تو اسے دے دو۔ ورنہ واپس لے جاؤ اپنے ساتھ۔"

رب نواز بھڑک اٹھا "جمی۔ تم نے دیکھا یہ کیسے بات کرتا ہے؟"

میں نے سختی سے کہا "جب نقد کسی کے پاس نہیں ہیں تو اور کیا ہوسکتا ہے؟"

جمی نے صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے کہا "شاہ عالم ٹھیک کہتا ہے۔ فوری طور پر تمہیں ایڈوانس ادائیگی میرے لیے بھی ناممکن ہے۔ تم مال میرے پاس چھوڑو اور مطمئن رہو۔ اسی ہفتے کے ختم ہونے سے پہلے تم کو رقم مل جائے گی' کیوں عالم!"

میں نے سر ہلایا "مجھے پوری امید ہے۔"

بات تلخی سے شروع ہوکر پھر اعتماد کی فضا پر ختم ہوگئی۔ جمی نے مجھے اپنے ساتھ لے جاکے وہ سب مال دکھایا جس کی مارکیٹ ویلیو ڈھائی سے تین لاکھ پاؤنڈز کے درمیان ضرور تھی مگر ہمیں رب نواز کو صرف ایک لاکھ ساٹھ ہزار پاؤنڈز ادا کرنے تھے۔ جمی کو اس سودے میں ایک لاکھ پاؤنڈز کا یقینی منافع نظر آرہا تھا۔

لیکن میری نظر کچھ اور دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ میرے ذہن میں اپنا پروگرام فائنل ہورہا تھا۔

میں نے جمی یا رب نواز سے اس واردات کا ذکر نہیں کیا تھا جو پروفیسر کے گھر میں پیش آئی تھی۔ میں اس گھر کو چھوڑنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ مجھے یوں بھی اگلے دو چار دن میں لوٹ کر پاکستان جانا تھا اور میری عدم موجودگی میں یہیں کو ہی روشنی کے ساتھ رہنا تھا۔ ہم یہ طے کرچکے تھے کہ نیلم اپنے پروگرام کے مطابق فلم یونٹ کے ساتھ پاکستان لوٹ جائے گی لیکن یہیں چھ ماہ کے ویزے کو پوری طرح استعمال کرے گی اور بعد میں اس کی توسیع کراکے ایک سال تک لندن میں روشنی کے ساتھ رہے گی۔ سونی کو یہیں بنانے اور اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شناخت قائم کرنے کے لیے یہ ناگزیر تھا اور وطن عزیز میں پولیس کے ریکارڈز سے سونی کے نام کو حرفِ لفظ کی طرح مٹانے کے لیے بھی۔

مجھے یقین تھا کہ اپنی عقل و ذہانت سے کام لیتے ہوئے اور کچھ روشنی کی مدد سے یعنی اس مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ یہاں کے صحافتی حلقوں میں ایک نووارد صحافی کی حیثیت سے اس نے تعارف حاصل کرلیا تو پھر کوئی بھی اسے سونی ثابت نہیں کرسکے گا۔ روشنی اسے انگریزی میں بات چیت کرنا بھی سکھادے گی اور ولایتی طور طریقے بھی۔ دوسری شخصیت اختیار کرنے کا ایک ناکام تجربہ میں نے بھی کیا تھا۔ مگر میری ناکامی کی اصل وجہ شاہ عالم کی سیاسی شہرت تھی۔ اگر وہ ایک گمنام شخص ہوتا تو ناصر عظیم کے لیے شاہ عالم بن جانا مشکل نہ ہوتا۔ سونی کے لیے یعنی بن جانا آسان تھا کیونکہ یعنی ایک غیر معروف کردار تھی اور ہم سب اس کو بچانے کے لیے پورا کور فراہم کررہے تھے۔

لندن بہت بڑا شہر ہے۔ اس میں مختلف قوموں اور نسلوں کے لوگ آبادی کا ایک حصہ ہیں۔ خصوصاً ایشیائی یہاں اتنی بڑی تعداد میں آباد ہیں کہ ان کے علاقے منی پاکستان اور منی انڈیا کی حیثیت سے مشہور ہوگئے ہیں۔ روشنی کے ساتھ سونی ایسے ہی کسی علاقے میں گمنام رہ سکتی تھی۔ اس طرح کہ جمی یا رب نواز جیسے لوگوں کو شاہ عالم کے غائب ہوجانے کے بعد ان کا سراغ کبھی نہ ملے۔

میں نے جمی کے سامنے یادداشت کے متاثر ہونے کا ڈراما کامیابی سے کیا تھا اور اسی طرح ان خریداروں' ایجنسیوں اور اسمگلروں کے نام پتے حاصل کرنے میں کامیاب رہا تھا جو پاکستان سے لائے جانے والے نوادرات کو خریدتے تھے اور دنیا کی منڈی میں آگے پہنچاتے تھے۔ یہ فہرست اب تقریباً مکمل تھی اور اس معاملے میں اب میں جمی یا رب نواز کی مدد کا محتاج نہیں رہا تھا۔ میرا اصل کام اس کے بعد شروع ہوتا تھا لیکن اس کام کا آغاز مجھے برطانیہ سے نہیں اپنے وطن پاکستان سے کرنا تھا جہاں ملک کے اس نایاب تاریخی اور تہذیبی خزانے کو چرانے والے اور باہر بھیجنے والے اصل مجرم موجود تھے۔

لندن میں شاہ عالم کا وجود اب غیر ضروری تھا۔ میں یہ محسوس کرتا تھا کہ مزید چھ مہینے تک شاہ عالم کو زندہ رکھنا میرے لیے ناممکن ہوگا۔ اسے اب جلد از جلد مرجانا چاہیے تاکہ ناصر عظیم اپنی زندگی گزارنے کے لیے مکمل آزادی حاصل کرسکے۔ اس کے لیے پورا پلان میرے ذہن میں تھا اور میرے مرنے کے بعد شاہ عالم کی حقیقی بیوہ ہونے کی سند حاصل کرنا صرف روشنی کا کام تھا۔

ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا مال وصول کرتے ہوئے میرے خیالات بہت واضح تھے۔ مجھے یہ مال لے کر غائب ہوجانا تھا۔ اور پھر اسے واپس وہیں پہنچانا تھا جہاں سے یہ چوری کیا گیا تھا۔ یہ کام اتنا آسان نہیں تھا جتنا نظر آتا تھا۔ اگر میں قانونی راستہ اختیار کرتا تو مجھے پہلے مقامی کسٹم حکام سے کلیئرنس لینی پڑتی۔ یہ ثابت کرنا پڑتا کہ میں ان نایاب اشیا کا جائز اور قانونی مالک ہوں۔ ہر ملک نوادرات کی برآمد پر خصوصی تحفظات رکھتا ہے۔ شاید مجھے کسی محکمے یا وزارت وثقافت سے این او سی وغیرہ حاصل کرنا پڑتا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ میں اسمگلر نہیں ہوں' ادھر میرے اور مال کے غائب ہوتے ہی جمی اور اس کی چوری شدہ انفورس شاہ عالم کی تلاش میں لندن کا چپا چپا چھانتی۔ بحری اور فضائی راستے اس لحاظ سے بالکل غیر محفوظ تھے کہ وہاں سے کسی مسافر یا اسباب کی روانگی کا پتا فوراً چل جاتا ہے۔

چنانچہ سامان کی فوری طور پر وطن واپسی ممکن نہ تھی۔ مجھے اتنا عرصہ انتظار کرنا تھا کہ جمی اینڈ کمپنی مایوس اور ناکام ہوکے اس کی تلاش ختم کردیں اور سابقہ نقصانات میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار پاؤنڈ کی رقم بھی شامل کرکے صبر کرلیں۔ یہ ان پر بہت جلد واضح ہوجائے گا کہ پہلی بار شاہ عالم نے بدنیتی سے ان کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا تھا یہ دیدہ دلیری کی انتہا تھی کہ وہ پھر اپنا اعتبار قائم کرنے آگیا' اس نے باتوں سے یقین دلایا کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہے۔ پرانے دوستوں کے اور کاروباری رشتے بحال کرنے کا خواہش مند ہے اور گزشتہ تمام نقصانات پورے کرنے کے معاملے میں بے حد مخلص اور سنجیدہ ہے اور انہیں بے وقوف بنا کے دوسری واردات کرگیا۔

وہ آسانی سے ہار ماننے والے لوگ نہیں تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ شاہ عالم کی تلاش کبھی ختم نہیں کریں گے۔ ابتدائی چند ہفتوں میں ان کی جدوجہد پورے یقین کے ساتھ اور شدت کے ساتھ دن رات جاری رہے گی۔ لندن کی انڈر گراؤنڈ ورلڈ میں جمی کے مراسم کی کوئی انتہا نہیں تھی اور شاہ عالم کے لیے بھی یہ ناممکن ہوجاتا کہ وہ لندن میں رہے اور کبھی پکڑا نہ جائے۔ جمی کے گرگے اسے مہینوں بلکہ سالوں تلاش کرتے رہتے۔ لیکن اس مال کو کسی فرضی نام سے واپس بھیجنا ممکن تھا۔

شاہ عالم کی تلاش کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ تھا کہ

اس مرتبہ شاہ عالم ایسے مرے کہ اس کے دوستوں اور دشمنوں کو اس کی موت کے حقیقی ہونے میں شک نہ رہے یہ میرے لیے ایک اور مشکل چیلنج تھا جس میں میری کامیابی کا انحصار جتنا میری کوشش پر تھا اتنا ہی سازگار حالات میسر آنے پر تھا۔ اگر سب کچھ میری مرضی اور خواہش کے مطابق ہوتا جاتا تو میں شاہ عالم کی موت کو مستند دستاویزات اور معتبر گواہوں کی مدد سے ثابت کرسکتا تھا لیکن یہ کام جتنا مشکل تھا اتنا ہی خطرناک بھی تھا۔ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے ایک مہینے کے اندر اندر شاہ عالم کی وفات کا پکا بندوبست کرنا تھا تاکہ جمی اور رب نواز اپنے نقصان پر روکے آرام سے دفن جائیں۔

جمی نے جہاں اپنا مال جمع کر رکھا تھا' وہ ایک بیڈروم کا [illegible] اپارٹمنٹ تھا جہاں مستقلاً کوئی نہیں رہتا تھا لیکن [illegible] بیری کے عارضی انتظامات اچھے تھے۔ کمرے میں ایک [illegible] نشین آلود چادر والا بیڈ۔ ایک آدھا کھایا ہوا برگر۔ [illegible] ویفرز کا ایک خالی ڈبا۔ کافی کے داغ دار مگ۔ فرش پر [illegible] شراب کی بوتل اور میز پر رکھے ہوئے جام اور کرسی پر [illegible] سے پڑے ہوئے ایک مردانہ بنیان اور ایک زنانہ [illegible] خود بہت سی ان کہی کہانیوں کے راز فاش کرتے تھے۔

فرش پر بچھے ہوئے قالین کی حالت بتاتی تھی کہ اس پر [illegible] نے کبھی ویکیوم کلینر یا برش سے صفائی نہیں کی۔ اس پر [illegible] سگریٹوں کے ٹکڑے اور کافی یا شراب کے داغ [illegible] کاغذوں کے پرزے بکھرے ہوئے تھے۔ فرنیچر سے [illegible] تک ہر چیز گندی اور گرد آلود تھی مگر وہ جو یہاں [illegible] آتے تھے' انہیں نہ صفائی کی ضرورت محسوس [illegible] تھی اور نہ اس طرف ان کا دھیان جاتا تھا۔

دو دیواروں کے ساتھ ساتھ بے در کی الماریوں جیسے [illegible] شاف استادہ تھے اور ان میں نیچے سے اوپر تک لگے ہوئے ہر ایک پر آثارِ قدیمہ کے جعلی اور اصلی نمونے بھرے پڑے تھے۔ ان میں چھوٹے بڑے مجسمے تھے۔ قدیم ظروف اور آرائشی اشیا تھیں اور وہ سب تھا جو میں نے بچپن سے اب تک میوزیم کی الماریوں کے شیشوں سے ناک لگا کے دیکھا تھا کیونکہ انہیں چھونے کی اجازت نہ تھی۔

تیسری دیوار کے ساتھ بند دروازوں والی دو الماریاں تھیں۔ جمی نے انہیں کھولا تو میرے سامنے پرانے مخطوطات' پیتل اور چاندی کی الواح اور قدیم زیورات' چھری' کانٹے اور چمچے۔ پیالیاں اور سماوار آگئے۔ ان سب کی بھی اپنی تاریخی اہمیت تھی لیکن میرے لیے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ اصلی نقلی کی پہچان مجھے کیا ہوتی۔ میں تو یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ زیورات اور سکے پیتل کے ہیں یا سونے کے۔ ایک الماری میں قلمی نسخے اور مصوری کے نمونے دیکھ کے مجھے سخت صدمہ ہوا کیونکہ ایک نسخے کے بارے میں خود رب نواز نے مجھے بتایا کہ یہ اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کا نسخہ ہے۔ اگر یہ سچ تھا تو نسخہ تاریخی اہمیت کے اعتبار سے انمول تھا اور جھوٹ تھا تو یہ جھوٹ ایجاد کرنے والے ملعون تھے۔ مصوری کے نمونوں کے بارے میں رب نواز بھی تفصیل سے کچھ نہیں بتا سکا مگر اس نے کہا کہ ان کا تعلق مغل دربار کے مصوروں سے تھا۔

میں نے کہا "رب نواز۔ یہ سب کچھ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھ کر ہنسنے لگا "کیا تم جانتے نہیں؟"

جمی نے کہا "اس کی پرابلم کو سمجھو نواز۔ بہت سی باتیں اسے یاد دلانی پڑتی ہیں۔"

رب نواز نے کہا "بکواس۔ اسے سب یاد ہے۔ یہ ڈراما کرتا ہے تمہارے سامنے' اور کچھ نہیں۔"

جمی نے کہا "نہیں۔ اس کی میموری کو تھوڑا سا دھکا لگانا پڑتا ہے۔ پھر گاڑی چل پڑتی ہے۔ تم اسے بتا کیوں نہیں دیتے؟"

رب نواز نے چڑ کے کہا "ہر چیز کے بارے میں مکمل تاریخی حقائق بروشر میں درج ہیں۔"

"حقائق" میں نے تلخی سے کہا "کیا قرآن کا یہ نسخہ واقعی اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے؟"

"بالکل ہوگا۔ یہ میں نے میوزیم سے نکلوایا تھا۔"

"اور اس کی جگہ کیا رکھا گیا تھا؟ تاج کمپنی لیمیٹڈ کا مطبوعہ قرآن پاک؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اور معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ مجھے میوزیم کے نگراں نے یہ ایک لاکھ روپے میں دیا تھا۔"

میں نے کہا "رب نواز۔ کم سے کم قرآن کو تو بخش دیتے۔ آخر تم مسلمان ہو۔"

"مسلمان تو وہ بھی تھا جس نے یہ نسخہ مجھے بیچا۔ اس نے مجھے ایک ایجنٹ کا پتا بھی دیا تھا جس کی معرفت استنبول کے "توپ کاپی" میوزیم اور قاہرہ کی جامعہ الازہر کے کتب خانے سے سودا۔"

میں نے کہا "خدا کے لیے بس کرو۔ میں یہ سودا کرنے والے جنسی پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔ بہتر ہے تم خود اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس لے جاؤ۔"

"کہاں لے جاؤں؟" رب نواز بولا۔

"یہ مقدس امانت واپس وہیں پہنچادو۔ جہاں سے لائے تھے۔"

وہ بولا "تم پاگل تو نہیں ہوگئے۔ ایک تو وہ نگراں اب موجود نہیں۔ گزشتہ ماہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے دماغ میں پھوڑا ہوگیا تھا۔ برین ٹیومر اچانک۔"

میں نے ایک گہری سانس لی "اچھا ہوا۔ خدا نے خود اسے اس جرم کی سزا دے دی۔ ورنہ وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا۔"

"اب تم خود سوچو کہ میں یہ واپس لے جاکے کسے دوں اور کیسے دوں۔ چھ مہینے سے مجھے اس ایجنٹ کا پتا نہیں ملا۔ اب اگر تم۔"

میں نے کہا "شٹ اَپ۔۔۔ اسے میں واپس لے جاؤں گا' کیسے؟ یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

رب نواز کچھ شرمندہ نظر آنے لگا تھا "جیسی تمہاری مرضی۔"

میں نے کہا "تمہارے ایک لاکھ میں ادا کروں گا۔"

جمی بولا "یار ہم مذہب کے معاملے میں اتنے جذباتی پہلے کبھی نہیں تھے۔ یا یہ بزنس ہے بزنس!"

میں نے کہا "میں اپنے غصے کو بڑی مشکل سے کنٹرول کررہا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ بات بگڑ جائے۔"

"اوکے' اوکے!" اس نے میرے کندھے پر تھپکی دی۔ "اگر تمہارے جذبات مجروح ہوئے ہیں تو آئی ایم سوری۔ باقی مال تم نے دیکھ لیا۔ یہ جگہ!... کینگسٹن اینٹک ہائی پر مارکیٹ سے زیادہ دور نہیں ہے اور میری ملکیت ہے۔ یہاں لوگ مجھے ایک دولت مند آرٹ کلکٹر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اس جگہ کی دو ہی چابیاں ہیں۔ ان میں سے ایک میرے پاس رہتی ہے۔ دوسری رب نواز کے پاس ہے۔ یہ گزشتہ رات بھی یہاں تھا' باسٹرڈ۔"

رب نواز نے چابی مجھے تھمادی "تم یہاں کسی بھی وقت آسکتے ہو۔ اکیلے یا کسی کے ساتھ۔ اچھا وقت گزارنے کے لیے اچھی جگہ ہے کچن میں چائے کافی کا بندوبست ہے۔ اس کا واش روم بھی اچھا ہے۔ باتھ ٹب بھی ہے اس میں۔"

میں نے ناگواری سے کہا "میرا اپنا گھر بہت اچھا ہے۔ میری گھر والی بھی بہت اچھی ہے۔"

ان دونوں نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا "یقین نہیں آرہا کہ تم وہی پہلے والے شاہ عالم ہو۔"

"تم تو ایک دم مولوی بن گئے ہو؟" رب نواز بولا۔

جمی نے کہا "نہ شراب نہ لڑکیاں' یہ بھی کوئی زندگی ہے؟"

میں نے کہا "رب نواز' تمہاری کتنی زمین ہے؟"

وہ بولا "تم کیوں پوچھ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تمہارے باپ دادا صرف زمیندار تھے۔ پھر انہوں نے سیاست میں قدم رکھا۔ تم صنعتکار بھی بن گئے۔ تمہاری آمدنی کم تو نہیں ہے۔ اس کے باوجود تم نے یہ کاروبار پھیلا رکھا ہے جو کسی طرح بھی قانونی نہیں ہے' آخر کیوں؟"

وہ بولا "یہ آج تم کس قسم کے سوال کررہے ہو؟"

میں نے کہا "جمی کو دیکھو۔ نارٹن بار اور جوئے خانے چلا رہا ہے۔ میں اچھا بھلا سیاست میں خوش حال تھا۔ لیکن اب ہم ایک مجرمانہ کاروبار میں شریک ہیں اور ہماری زندگی ایک مسلسل فرار ہے۔ قانون کے خوف سے۔"

رب نواز نے سرہلایا "زمینداری میں بڑے ٹھاٹ باٹ تھے۔ لیکن کچھ زمین زرعی اصلاحات میں نکل گئی۔ کچھ تقسیم ہوگئی۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم اپنے علاقے میں بادشاہت کرتے تھے۔ سیاست کے شوق نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ بھائی صاحب مرحوم نے صرف لٹایا۔ انہوں نے سیاست کو شوق اور شان کی بات سمجھا۔ بزنس میں نے بنایا۔ سیاست کے کاروبار میں آدمی ایک لگا کے دس نہ کمائے تو کیا ضرورت ہے اس جھمیلے میں پڑنے کی۔ میں نے کچھ ٹھیکے لیے۔ کچھ لائسنس اور اپنا بزنس شروع کیا۔"

"لیکن اب بھی تم محسوس کرتے ہو کہ تمہاری آمدنی تمہارے اخراجات کی کفالت نہیں کرسکتی؟" میں نے کہا۔

"ایسا تو ہم سب محسوس کرتے ہیں" جمی بولا "اور دولت تو طوائف سے زیادہ بے وفا ہے۔"

میں نے کہا "کتنا اچھا ہوتا اگر ہم سب بہت بڑے صنعتکار یا بزنس ٹائی کون ہوتے۔ اوناسس کی طرح ہمارے جہاز سمندروں میں اور آسمانوں میں چلتے۔ یا آئل کنگ ہوتے۔ ہیرڈز اور وال مارٹ جیسے اداروں کے مالک ہوتے۔"

جمی نے افسوس سے سرہلایا "جو نہیں ہوسکتا وہ نہیں ہوسکتا۔"

رب نواز بولا "ہم اس کے لیے کوشش ضرور کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "نہیں ملک صاحب! یہ ہماری تقدیر ہے جسے ہم بدل نہیں سکتے۔ ہماری زندگی جیسے گزر رہی ہے' ایسے ہی

گزرے گی۔"

"اپنی قنوطیت کا زہر خود پیو۔ ہمیں امید کے ساتھ جینے دو" جمی نے برہمی سے کہا۔

ملک نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی "میری فلائٹ کا وقت قریب ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم اپنا کام کب تک نمٹاؤ گے؟"

"اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن میں کوشش کررہا ہوں۔ ایک ہفتہ تو دو مجھے۔ میں کل سے رابطے کروں گا۔"

"ایک نہیں' تم دو ہفتے لو۔ مگر اس سے زیادہ نہیں۔"

میں نے کہا "دو ہفتے میں تمہاری رقم تمہیں مل جائے گی۔"

"پکی بات؟"

میں نے اس سے ہاتھ ملایا "ایک دم پکی۔"

"چلو پھر اس خوشی میں کہیں کھانا کھاتے ہیں۔ ڈنر میری طرف سے۔"

میں نے کہا "میں ضرور چلتا لیکن وہ لڑکی قرۃ العین میرا انٹرویو لینے آئے گی مجھے تو فوراً واپس جانا ہے۔"

رب نواز نے مایوسی سے کہا "افسوس کہ میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں بھی چلتا تمہارے ساتھ۔ ایک بار دیکھ لیتا اسے۔"

میں نے کہا "لگتا ہے اس نے تمہیں کچھ زیادہ ہی دیوانہ بنالیا ہے؟"

"وہ چیز ہی ایسی ہے۔ یہ عدالت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں لوٹ کے ہی نہ جاتا۔ جب تک کہ اس رنگین چڑیا کو سونے کے پنجرے میں نہ اتار لیتا۔"

میں نے کہا "ملک۔ ابھی وقت ہے۔ سنبھل جاؤ۔ میں جانتا ہوں اسے وہ بڑی خطرناک چیز ہے۔"

ملک ہنسا "ملک کو خطرناک چیزیں پسند ہیں۔ ہر ناگن کو قابو کرنے کا منتر ہے میرے پاس۔ عورت صرف عورت ہوتی ہے شاہ جی۔ کوٹھے پر بیٹھنے والی ہو یا کوٹھی میں رہنے والی۔ شاہزادی ہو یا حسن کی ملکہ۔ اس کی ایک قیمت ہوتی ہے۔"

"کسی دن تمہیں تجربہ ہوجائے گا ملک کہ اپنے محدود تجربات سے تم نے جو سمجھا وہ سب آفاقی حقیقت نہیں تھی۔ صرف ایک ناکامی تمہیں خوش فہمی کے فریب سے دور کردے گی۔ تم اسے خرید نہیں سکو گے۔"

اس نے مجھے غور سے دیکھا "تمہاری کیا لگتی ہے وہ۔ اس حد تک تم کیسے جانتے ہو اسے؟"

میں نے کہا "میں نے جو سنا ہے۔"

وہ بولا "کسی دن تم یہ بھی سنو گے کہ وہ پکے پھل کی طرح ملک کی جھولی میں آگری ہے۔ ہوسکتا ہے اسی جگہ جہاں ہم موجود ہیں وہ خود چل کر آئے۔ اور تم مال اٹھانے آؤ تو اسے میرے ساتھ دیکھو۔"

میرے وجود میں غصے کی ایک لہر سی اٹھی مگر میں نے یہ گالی برداشت کی کیونکہ اس صورت حال کا ذمے دار کسی حد تک میں خود ہی تھا اور ملک جیسے غلیظ ذہن رکھنے والے شخص کے منہ سے اچھی بات کی توقع رکھنا لاحاصل تھا۔ تاہم میں نے عینی کو محتاط ہونے اور ملک کی طرف سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دینے کا فیصلہ کیا۔ وہ کتنی بھی چالاک سہی ملک جیسے عیار اور مکار شکاری کے مقابلے میں اسے مات ہوسکتی تھی۔

رات گئے میں واپس پہنچا تو صورت حال قدرے بہتر تھی۔ عینی کے آجانے سے روشنی کی پریشانی کم ہوگئی تھی۔ ان دونوں نے مل کے گھر کو پھر سیٹ کردیا تھا اور الٹ پلٹ ہوجانے والے سارے سامان کو سمیٹ کر الماریوں اور درازوں میں بھردیا تھا۔ میری گولی سے زخمی ہونے والے مجرم کا خون بھی صاف کیا جاچکا تھا اور اس حادثے کے نتیجے میں بہت زیادہ نروس اور ٹینس ہوجانے والی روشنی بھی اب پُرسکون نظر آرہی تھی۔

روشنی کی ماں ابھی تک سو رہی تھی لیکن اس کی نیند ڈسٹرب ہونے لگی تھی۔ وہ بار بار چونک کر کراہتی تھی اور پھر کروٹ بدل کے سوجاتی تھی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ شاید ایک دو گھنٹے بعد وہ جاگ جائے گی۔ نیلم کی خواہش تھی کہ ہم رات کا کھانا اس کے ساتھ کھائیں مگر روشنی کو ماں کے ساتھ چھوڑ کے جانا مشکل تھا۔

میں نے اس سے کہا "بہتر ہے کہ تم یہاں آجاؤ۔ اور جب آؤ تو ہم سب کے لیے بھی کھانا لے کر آؤ۔"

وہ ہنسنے لگی "واہ۔ گھر آپ کا اور مہمان آئے تو اپنا ہی نہیں' گھر والوں کے لیے بھی کھانے کا انتظام کرے۔ آخر یہ بیوی کا روگ کیوں پالا ہے تم نے؟"

میں نے کہا "آج گھر میں کھانا پکانا ممکن نہیں تھا۔ وجہ تم آؤ گی تو بتاؤں گا۔"

وہ ایک گھنٹے بعد آئی تو ساری بات سن کے بہت پریشان ہوئی "آخر یہ کیا مصیبت ہے۔ تم جہاں جاتے ہو کچھ ہوجاتا ہے۔"

میں نے کہا "یہاں جو بھی ہوا' اس میں میرا کیا قصور تھا۔ ایک چور گھس آیا تھا۔ میں نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا۔ چور کیا تمہارے ہوٹل کے کمرے میں نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آسکتا؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔ کل پرسوں تک میں یہ جگہ چھوڑ دوں گا۔ کرائے کے گھر بہت۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ پروفیسر کی ریسرچ کے ساتھ کوئی جھگڑا بھی ہے تو میں یہ گھر کبھی نہ لیتا۔ وہ واپس آرہا ہے کل پرسوں تک۔"

وہ بولی "لیکن تمہارا نام تو آگیا نا واردات میں۔ خبروں میں بھی آجائے گا۔"

میں نے کہا "اب کیا ہو سکتا ہے۔ اگلی مرتبہ میں کسی گمنام آدمی کا مکان لوں گا اور کوشش کروں گا کہ خود بھی گمنام رہوں۔ میرا نام کرائے داروں کے معاملے میں بھی نہ آئے۔ صرف مجھے ہی نہیں روشنی کو اور اس کی ماں کو بھی کسی پُرسکون گوشۂ عافیت کی ضرورت ہے۔ جہاں یہنی بھی خاموشی سے وقت گزار سکے۔ تم کب تک واپس جاؤ گی؟"

"میرا خیال ہے کہ شاید اسی ہفتے میں کام ختم ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے فلمی دنیا چھوڑنے کے اعلان کا کیا ردعمل سامنے آیا؟"

وہ بولی "ایک دو فون آئے تھے۔ اصل ردعمل لاہور میں ہوگا مگر میں نے طے کر لیا ہے۔ اس وقت تین فلمیں زیرِ تکمیل ہیں۔ بس ان کے بعد نئی فلم کوئی نہیں۔ جن سے ایگریمنٹ ہوئے ہیں انہیں بھی ایڈوانس کی رقم واپس کر دوں گی۔ اور یہ بھی طے کر لیا ہے میں نے کہ اس کے بعد کمال کا اسپتال جوائن کروں گی۔"

"یعنی میرے ساتھ یتیم خانے کے پروجیکٹ میں کام نہیں کرو گی؟"

"وہ پروجیکٹ ابھی ہے کہاں۔ اس کے علاوہ مجھے وہاں کا ماحول اچھا لگا۔ جہاں ڈاکٹر کمال کے علاوہ تمہاری بہن قمر ہے' چندا ہے اور کوئن ہے۔ میں اس اسپتال میں ایک ونگ کا اضافہ کروں گی' شادو کے نام سے۔"

میں اچھل پڑا "شادو کے نام سے۔"

"ہاں۔ تمہاری وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس لیے کہ وہ بڑی عظیم عورت تھی۔ اسی نے تمہیں وکیل کے زندگی کے راستوں پر آگے بڑھایا۔ تمہارے لیے اپنی زندگی کی ہر خوشی اور بالآخر اپنی زندگی بھی قربان کر دی۔ اس کی محبت میں بڑی طاقت تھی۔ دیکھو اس نے کیسے تمہارا ہاتھ تھاما' کیسے تمہاری حوصلہ افزائی کی اور تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا کے کتنی خاموشی کے ساتھ تمہارے راستے سے ہٹ گئی۔۔۔ کہ جاؤ اب کامیابی کی منزل پالو۔"

میں نے کہا "چھوڑو نیلم! مجھے دکھ ہوتا ہے ایسی باتوں سے۔"

"اچھا! میں تو سمجھی تھی کہ تم بھول گئے اسے؟" نیلم طنز سے کہا۔

"اگر تم بھی ملنے دو گی تو میں کیا کروں گا۔ تم جانتی ہو کہ اسے بھول جانا میرے بس کی بات نہیں۔"

"مگر تم نے اسے یاد بھی نہیں رکھا۔ تمہیں آج شاید بھی معلوم نہیں کہ اس کی قبر کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟" نیلم تلخی سے بولی "میں نے سوچا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اور اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں شادو کے نام پر ایک زنانہ وارڈ بنا دوں۔ ایسی عورتوں کے لیے جو بھیک مانگتی ہیں۔ کچرا اٹھاتی ہیں اور کاغذ کے ٹکڑے چنتی ہیں۔ اور وہ کوئی شادہ خانم لیڈیز ونگ نہیں ہوگا۔ بس شادو وارڈ۔ کیونکہ وہ شادو تھی۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ آج میں بہت تھک گئی تھی اور صبح پھر شوٹنگ کا شیڈول بڑا سخت ہے۔"

نیلم چلی گئی مگر وہ ایک مندمل ہو جانے والے زخم کو کر گئی تھی۔ اس رات میں نے شادو کو بہت یاد کیا۔ میں بہت سے اور روشنی سے شادو کی باتیں کرتا رہا۔ وہ باتیں جو پرانی ہو گئی تھیں اور وقت کی گرد میں دھندلا گئی تھیں۔ وہ سب پچھلے جنم کی باتیں لگتی تھیں جب میں نے ایک فقیر کی بیٹی کو چاہا تھا اور اس نے میرا ہاتھ تھام کے اپنی دنیا چھوڑ دی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ' پڑھو۔ بھول جاؤ مجھے۔ جب تک تمہارا ٹیسٹ کا امتحان نہیں ہو جاتا میں تم سے نہیں ملوں گی۔ وہ عمر میں مجھ سے صرف دو سال زیادہ تھی مگر عقل میں بہت بڑی تھی۔ اس نے کہا کہ شادی کرو گے تو ذمے داریوں کی زنجیروں میں بندھ جاؤ گے۔ بیوی بچے پالنے پڑے تو ترقی کی راہ پر آگے کیسے جاؤ گے۔ جانتے بوجھتے اس نے مجھ سے بے وفائی کا الزام قبول کیا اور اپنے سے دوگنی عمر کے ہاشمی صاحب سے شادی کر لی۔ کتنی دور کی سوچی تھی اس نے۔ جب ہاشمی صاحب نہیں ہوں گے تو ان کی لیگل فرم کی مالک وہ خود ہو گی اور تب تک میں وکیل بن گیا تو وہ کمپنی میرے حوالے کر دے گی۔ میں وکیل تو نہ بن سکا مگر شادو نے ہاشمی صاحب کی ساری دولت جائداد کا مالک مجھے بنا دیا۔ اس کے لیے خود شادو کو پڑا مگر مرنے سے پہلے وہ سارے وعدے پورے کر گئی۔ اس نے اپنی جوانی کے سب ارمان میری خاطر قربان کیے اور میری نفرت کو خاموشی سے قبول کیا۔ لیکن اس کے سامنے ایک مقصد تھا۔ زندگی کے زہر کو اس نے میری خاطر پیا اور موت

میرے لیے گلے لگایا۔

روشنی بڑی متاثر ہوئی۔ محبت کی یہ کہانی بڑی عجیب تھی ... میں ہیروئن ایک فقیر کی بیٹی تھی اور ہیرو یتیم خانے میں ... ورش پانے والا ایک بے نام و نسب لڑکا۔ اس کہانی پر کوئی ... نہیں بنی تھی مگر زندگی کی یہ حقیقت ہزار پیار و محبت کی ... نیوں پر بھاری تھی۔

رات دو بجے کے قریب روشنی کی ماں جاگی تو اس نے ... کمزور سی آواز میں روشنی کو پکارا۔ روشنی نے ... زبردستی تھوڑا سا گلوکوز ملا ہوا پانی اور چند چمچے جوس کے ... کے پھر خواب آور انجکشن دے دیا۔ پھر یہنی اور روشنی ... سونے کے لیے لیٹ گئیں۔ میں دوسرے کمرے کے ... سونے کی کوشش کرتا رہا اور آنے والے وقت میں ... گزر جانے والے وقت کی نشانیاں دیکھتا رہا۔ آدھے گھنٹے کے ... سے مجھے پہلے شبنم نے اور پھر چندا نے فون کر کے ایک ... سوال پوچھا۔ میں واپس کب آرہا ہوں؟ اور میں نے ... نہیں ایسا ہی جواب دیا کہ بہت جلد۔ شاید آئندہ چار پانچ ... ن میں۔ مگر وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئیں۔ ... نوں نے یہی کہا کہ میں جھوٹ بول کے انہیں ٹال رہا ... ہوں۔ میں تفصیل سے تاخیر کے اسباب پر بحث کے موڈ میں ... نہیں تھا چنانچہ میں نے انہیں گزشتہ دو دن کے واقعات کی ... کوئی رپورٹ نہیں دی۔ یہ نہیں بتایا کہ میں رب نواز اور جمی ... کے ساتھ ... تھ کرنے والا ہوں۔ میں نے نیلم اور یہنی کے ... مستقبل ... حالات پر تبصرے سے گریز کیا اور آج کے ... حادثے کا ذکر نہیں کیا۔

شبنم نے میرے لیے آفس حاصل کر کے ڈیکوریشن کا کام ... شروع کرا دیا تھا اور چندا مجھے بتانا چاہتی تھی کہ میں نے ... اپنے لیے جو ساز و سامان خریدا ہے' اس کی تنصیب کے ... بعد کتنا خالی ... ہوگا مگر میں نے دونوں سے سر کے درد کا بہانہ ... کر کے معذرت کر لی۔

صبح مجھے بہت سے کام کرنے تھے چنانچہ میں نے پھر سونے کی کوشش کی اور بالآخر رات کے آخری پہر میں مجھے نیند آئی۔ صبح میری آنکھ کھلی تو نو بج چکے تھے۔ ابھی میں غسل سے فارغ ہوا ہی تھا کہ پروفیسر کا فون آگیا۔

میں نے کہا "تم کب واپس آرہے ہو؟"

وہ بولا "میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا۔ شاید مجھے ایک ہفتہ اور لگ جائے گا۔"

میں نے کہا "لیکن میں مزید ایک ہفتہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

وہ بولا "فکر مت کرو۔ میں نے بہت سے لوگوں سے بات کر لی ہے۔ تم کسی قانونی الجھن میں نہیں پڑو گے اور کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔ اپنا نقصان کیوں کرتے ہو۔ میں تمہاری دی ہوئی رقم واپس نہیں کر سکتا۔ وہ خرچ ہو گئی ہے' بہتر ہے کرائے میں پوری وصولی کر لو۔"

میں نے کہا "میں رقم کی خاطر جان کا خطرہ مول نہیں لے سکتا لیکن تم کہہ رہے ہو کہ سب ٹھیک کر لیا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔"

ابھی ہم ناشتا کر رہے تھے کہ مرزا عاقل دہلوی نمودار ہوئے۔ آج وہ دیوانہ مسخرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے معقول لباس پہن رکھا تھا اور چہرے پر بھی سنجیدگی طاری کر رکھی تھی۔

میں نے کہا "تم اس وقت یہاں کیسے؟ تمہیں تو فلم یونٹ کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا "دنیا میں وہ سب نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے اور جو نہیں ہونا چاہیے' ہو جاتا ہے۔ آدمی کو انسان ہونا چاہیے' مگر آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا اور بے سبب کسی سے عشق نہیں ہونا چاہیے مگر ہو جاتا ہے۔"

"لگتا ہے آج کل تمہارا دل کام میں نہیں لگتا" یہنی نے سب سمجھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

اس نے ایک آہ بھری "ہاں۔ دل کہیں اور لگ گیا ہے دل لگی میں۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے۔"

میں نے کہا "رات کو نیلم نے بتایا تھا کہ صبح بہت کام ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو۔"

وہ بولا "اطلاعاً عرض ہے کہ میں نے فلم یونٹ کو طلاق ..... دے دی ہے تین بار۔"

"کیا سطلب؟" میں نے اور یہنی نے ایک ساتھ پوچھا۔

"میں نے سلیس اردو میں عرض کی تھی۔ میرا اب فلم یونٹ سے کیا فلمی دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ آج صبح ہدم صاحب نے مجھے کام چوری اور سینہ زوری کے موضوع پر لیکچر دے کر شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے استعفیٰ ان کے سامنے رکھ دیا جو میں لکھ کر لے گیا تھا۔ شاید یہ دنیا کا پہلا منظوم استعفیٰ ہوگا' سنو گی؟"

"نہیں۔ یہ بتاؤ آخر ہوا کیا؟" یہنی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ نیلم نے فلمی دنیا چھوڑنے کا اعلان کر دیا تو اپنا بھی دل اچاٹ ہو گیا۔ اب کیا رکھا ہے فلم نگری میں۔ گل گئے گلشن گئے کدو کریلے رہ گئے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عینی نے دل شکستہ لہجے میں کہا "یعنی۔ صرف نیلم کے لیے۔۔؟"

"ہاں' صرف نیلم کے لیے" اس نے میز پر مکا مارا "قلم گمری کیا' میں دنیا چھوڑ سکتا ہوں اس کے لیے۔"

عینی کا پارا چڑھ گیا "اتنی محبت کرتے ہو اس سے؟"

"ہاں۔ ہر روز اسے ایک محبت نامہ لکھتا ہوں۔ بالشافہ دن میں بیچ دفعہ اس سے اظہارِ عشق کرتا ہوں۔ ہر رات اس کے خواب دیکھتا ہوں۔"

عینی رونے کے قریب ہوگئی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جھوٹ اور صرف جھوٹ" وہ غمگین صورت بنا کے بولا۔

عینی کا اڑا ہوا رنگ بحال ہوگیا۔ وہ مسکرانے لگی "اور سچ کیا ہے؟"

"سچ؟ سچ اس کے برعکس یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور یہ سب میں نے تمہارے اور صرف تمہارے لیے کیا" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

اس اعلان نے ایک لمحے کے لیے ہم سب کو دم بخود کردیا۔ عینی کا رنگ رفتہ رفتہ گلابی اور پھر لال ہوگیا۔ روشنی مسکرانے لگی۔ میں اس شخص کو حیرانی سے دیکھتا رہا جو اتنا دیوانہ بھی نہیں تھا اور تھا تو بکار خویش ہوشیار۔

"یس!" وہ بولا "یہ اعتراف میں دو گواہوں کی موجودگی میں کرنا چاہتا تھا اور کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر۔ نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی کی پروا کرتا ہوں۔ میرے آگے پیچھے ایسا کوئی نہیں جو میرا ضامن ہو۔ میں جو بھی ہوں خود ہوں اور سب کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہوں۔ میرے سارے فیصلے اپنے ہوتے ہیں اور میں نے آج تک کسی فیصلے پر پچھتانا نہیں سیکھا اس لیے میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں مس قرۃ العین کہ میں نے آپ کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

ایک روایتی مشرقی لڑکی کی طرح عینی نے کچھ شرما کے اور گھبرا کے وہاں سے اٹھ جانا بہتر سمجھا لیکن فرار کے اس انداز میں اور اس کے چہرے کی حجاب آلودہ مسکراہٹ میں اقرار و اعتراف کے سارے مسرت آفریں رنگ واضح تھے۔ اس کی مرزا عاقل کے ساتھ وابستگی نے سارے راز پہلے ہی افشا کردیے تھے لیکن مجھے یہ اندازہ ہرگز نہ تھا کہ چند دن کی شناسائی اتنے کم وقت میں تمام عمر کی رفاقت کے فیصلے میں بدل جائے گی' ممکن ہے خود عینی کے لیے یہ فیصلہ غیر متوقع اور عاجلانہ ہو مگر وہ اس سے خفا ہرگز نہ تھی۔ وہ منہ پھٹ اور کسی کا لحاظ نہ کرنے والی لڑکی تھی۔ اسے اختلاف ہوتا وہیں مرزا صاحب کی ایسی تیسی کردیتی اور شاید اسے پوری ہونے سے پہلے بے عزت کرکے گھر سے نکال دیتی ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور خاموشی کی زبان میں کہہ گئی مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔

لیکن میں یہ سب کچھ سمجھ لینے کے باوجود فوراً مبارک باد نہیں دے سکتا تھا۔ میں کسی رشتے سے عینی پر حق جتانے کا دعویٰ نہیں رکھتا تھا اور بظاہر ایسی کوئی وجہ نہ تھی مگر میں اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اسے کروں لیکن میرے ذہن میں کچھ تحفظات تھے اور میں ضروری سمجھتا تھا کہ مرزا عاقل کو وہ سب باتیں بتادوں اسے معلوم نہیں تھیں۔

میں نے کہا "مرزا جی! تم زندگی کے سارے فیصلے عجلت پسندی کے ساتھ کرتے ہو' سوچے سمجھے بغیر؟"

وہ بولا "ہر بات پر غور ضرور کرنا چاہیے مگر آدمی کو حد تک وہمی اور شکی مزاج نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ایفل کے سامنے کھڑا ہو تب بھی سوچ بچار میں پڑا رہے کہ یہ ٹاور ہی ہے یا کچھ اور۔ کہیں یہ قطب مینار تو نہیں۔ میں میں ہوں یا لندن میں اور یہ بات لوگوں سے پوچھے اور ایفل ٹاور تسلیم کرنے سے پہلے تحقیق اور تجسس کرے کہے کہ آدمی کو جلدی میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے ہنس کے کہا "ایفل ٹاور تو دنیا میں ایک مگر شریکِ زندگی کے لیے ہر شخص انتخاب کرتے ہو پسند کے معیار کو مدِ نظر رکھتا ہے۔"

"یہ بھی صحیح فرمایا آپ نے۔ مگر خوب سے خوب جستجو کہیں تو ختم ہونی چاہیے۔ اگر ایک مثالی شریک کے سو نمبر فرض کرلیے جائیں تو یہ ناممکن ہے کہ کوئی سو نمبر لے کر پاس ہو۔ تھرڈ ڈویژن بھی چلتی ہے۔ ڈویژن مل جائے تو اللہ میاں کی مہربانی کا شکر ا چاہیے۔"

روشنی بھی مسکرانے لگی "عینی کو کتنے نمبر د جناب نے؟"

"ساٹھ فیصد۔ امورِ خانہ داری سیکھ لے گی تو د بڑھ جائیں گے۔ ہوگئی فرسٹ ڈویژن" وہ بولا "اب کہنا کہ میں نے نمبر دینے میں فیاضی سے کام لیا۔ ممتحن میں ہوں۔"

میں نے کہا "چلو ٹھیک ہے لیکن یہ فیصلہ ایسے کیے طور پر تو نہیں ہوسکتا۔"

"بالکل نہیں ہوسکتا۔ یہ آدھا فیصلہ ہے۔ باقی آدھا عینی کرنا ہے۔ وہ آپ کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتی ہے اور اس نے پر یہ واضح کردیا تھا کہ آپ کی تصدیق کے بغیر فیصلے کی کوئی یت اور اہمیت نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا "یعنی معاملات پہلے ہی ڈسکس ہوچکے ہیں۔ ری گئد۔ مجھے ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ جس حد ک میں نے تمہیں دیکھا ہے تم بھی کسی لڑکی کے لیے فرسٹ ہین والے شوہر ثابت ہوسکتے ہو۔ اس کے باوجود میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا شادی سے پہلے جان لینا مارے لیے بے حد ضروری ہے۔"

"ایسی کیا بات ہے۔ آپ فرمایئے' میں ہمہ تن گوش ں۔"

میں نے کہا "آخر اتنی جلدی کیا ہے۔ شادی آج تو نہیں ورہی ہے۔"

روشنی نے کہا "یہ بھی پوچھ لیں۔ کہیں یہ دعوت نامہ ب میں لیے پھر رہے ہوں۔"

وہ کچھ خفیف ہوا "دیکھیے' میں سمجھتا ہوں آپ کا مارہ۔ پہلی بات تو یہ کہ جب میں مستقبل کے لیے کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو ماضی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ عینی سے بھی ں نے یہی کہا کہ میری گزشتہ زندگی۔۔۔۔ ایک کہانی ہے جو تم ہوئی۔ میں نے زندگی میں بہت غلطیاں کی ہوں گی۔ کچھ ی بے وقوفی سے۔ کچھ گردشِ حالات کے باعث' ایسی طیاں سب کرتے ہیں۔ ہم آئندہ بھی کریں گے کیونکہ ہم سان ہیں۔ فرشتے نہیں۔ ہمیں فراخ دلی سے کام لینا ہیے۔ ہر غلطی پر ہم ایک دوسرے کو شرمندہ کرنے کا حق کھتے ہیں مگر ہمیں معاف بھی کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "میں اس نقطۂ نظر کو قابلِ ستائش سمجھتا ں۔"

وہ ہاتھ اٹھا کے بولا "ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔ پ کے پاس عرض داشت کے ساتھ حاضر ہونے سے پہلے ں مس نیلم کے پاس گیا تھا۔ وہ میری بہت اچھی مشیر ہیں۔ ں نے ان سے کہا کہ میں عینی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وں نے مجھے بہت ڈانٹا کہ شادی کیا فلم کا ایگریمنٹ ہے سوچے سمجھے بغیر ایڈوانس لیا اور سائن کردیا۔ کہ کوئی ت نہیں۔ اگر فلم فلاپ ہوگئی تو اگلی بار اسکرپٹ اور ٹیم ے کے سائن کریں گے۔ اس میں اگلی بار کوئی نہیں۔ فلم پ تو بس فلاپ۔ روتے رہو اور پچھتاتے رہو ساری عمر۔ ں کے بعد انہوں نے مجھے پاس بٹھا کے بہت کچھ سمجھایا۔ وہ مجھے کئی سال سے جانتی ہیں لیکن عینی کے بارے میں مجھے واقعی کچھ معلوم نہیں تھا۔ جو کچھ انہوں نے بتایا۔"

"اس کے بعد بھی تمہاری رائے نہیں بدلی؟" میں نے کہا۔

وہ بولا "میرے دل میں عینی کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ میں کسی سفارش کا قائل نہیں لیکن آپ اسے سفارش سمجھتے ہیں تو سمجھ لیں کہ مس نیلم نے مجھے اپنی آشیرباد دی۔ انہوں نے کہا کہ پاگل مسخرے' یہ تم نے اپنی زندگی کا سب سے اہم اور اچھا فیصلہ کیا ہے۔"

میں نے کہا "اگر نیلم نے ایسا کہا ہے تو مزید کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ میری طرف سے بھی مبارک باد۔" پھر میں نے عینی کو آواز دی "اب تشریف لے آیئے آپ بھی۔ بہت ہوگیا شرمانے کا ڈراما۔"

عینی دروازے سے لگی کھڑی تھی۔ وہ مسکراتی جھینپتی آگئی "آپ خفا تو نہیں ہیں نا مجھ سے؟"

میں نے اس کے سر پر بڑے بھائی کی طرح ہاتھ رکھا "اگر تو ایک بے وقوف لڑکی ہوتی تو شاید میں فکر کرتا۔"

مرزا نے ایک آہ بھری "میرے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں چنانچہ میں خود رکھتا ہوں۔"

میں نے دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا "خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔"

یہ خبر ایسی نہ تھی جو چھپی رہ سکتی۔ میں نے فون پر نیلم سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ شوٹنگ کے لیے جاچکی تھی۔ خود مجھے آج بہت سے کام نمٹانے تھے چنانچہ میں نے مرزا عاقل کو اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک ذہین اور معاملہ فہم آدمی تھا جس کی انتظامی صلاحیت گزشتہ روز پریس کانفرنس میں سامنے آچکی تھی۔

روشنی کی ماں کی طبیعت بھی پُرسکون اور بہتر تھی۔ صبح جاگنے کے بعد اس نے دوائیں بھی خاموشی سے کھالی تھیں اور بیٹی کے اصرار پر ایک کپ دودھ بھی حلق سے اتار لیا تھا۔ روشنی کا خیال تھا کہ فوری طور پر اسے کسی ڈاکٹر یا نرس کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ہمارے نکلنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجی۔ عینی نے دوسرے کمرے میں کال ریسیو کی اور مجھے آواز دے کے بلایا "آپ کے بزنس پارٹنر اور دوست ملک رب نواز۔"

میں نے کہا "ملک صاحب' خیر تو ہے؟"

اس نے بے حد خوشی کا اظہار کیا "اویار' میری ضمانت پکی ہوگئی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے مایوسی ہوئی "عدالت نے ضمانت کی توثیق کردی؟"

"ہاں۔ اور یہ تمہاری مہربانی سے ہوا شاہ جی!"

"میری مہربانی سے۔؟"

"ہاں۔ تم نے اپنی پرانی بیوی رخشندہ کو فون کرکے کہہ دیا تھا نا کہ اس کا شوہر میرے لندن جانے کے معاملے کو نہ اٹھائے' تو اس نے نہیں اٹھایا۔"

مجھے یقین نہ آیا "یعنی اس نے بات ہی نہیں کی؟"

"نہیں۔ اس نے بیوی کی بات مان لی۔ ضمانت کی مخالفت تو کی مگر یہ نکتہ نہیں اٹھایا کہ بندہ عدالت سے اجازت لیے بغیر ملک سے باہر گیا تھا۔ میرا وکیل تو بہت پریشان تھا اور بہت ناراض بھی تھا کہ یہ آپ نے کیا بے وقوفی کی ملک صاحب۔ لندن گئے تھے تو وہاں پریس کانفرنس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خاموشی سے جاتے اور آجاتے۔ میرا وکیل تو بہت ناامید تھا کہ اب ضمانت نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا "خیر' مبارک ہو تمہیں۔"

میری سمجھ میں نہ آیا کہ فرید عباسی نے ضمانت کی منسوخی کا اتنا اچھا موقع کیوں گنوادیا۔ میں نے رخشی سے کچھ نہیں کہا تھا اور شبنم کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ اس نے پریس کانفرنس کی رپورٹ اور تصاویر نمایاں طور پر شائع کی ہوں گی۔ پھر فرید عباسی نے عدالت کی توجہ ملک رب نواز کے اس جرم کی طرف کیوں نہیں دلائی۔"

ملک بولا "شاہ جی۔ اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ تم دیکھنا' اب میرے خلاف جو کیس کے مقدمات بنائے گئے ہیں' وہ کیسے ختم ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں۔ سیشن کورٹ میں استغاثہ کا کیس ختم کرانا تمہارے لیے کیا مشکل ہے۔ ثبوت بھی غائب ہوجائیں گے اور گواہ بھی۔"

"اوجی' ایک ایک سے نمٹ لوں گا میں" ملک رب نواز نے بڑے غرور آمیز جارحانہ لہجے میں کہا "یہ سب پاگل کے بچے جو ملک رب نواز کی گردن میں پھانسی کا پھندا دیکھنا چاہتے تھے' ان سب کی۔"

چڑیا گھر کے پنجرے کا شیر آج پھر جنگل کے بادشاہ ببر شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔ دھمکیاں دے رہا تھا اور گالیاں بک رہا تھا۔ اس کا بے خوف اعتماد بحال ہوگیا تھا اور وہ طاقت کے نشے میں سرشار تھا۔

رب نواز سے بات ختم کرتے ہی میں نے شبنم کو فون کیا "یہ میں کیا سن رہا ہوں ایڈیٹر صاحبہ۔ رب نواز کی ضمانت ہوگئی؟"

"مجھے ابھی ابھی خبر ملی ہے۔"

"مجھے رب نواز نے فون کرکے بتایا ہے کہ فرید عباسی نے لندن کی پریس کانفرنس میں رب نواز کی موجودگی کا معاملہ اٹھایا ہی نہیں۔ کیا تم نے خبر نہیں چھاپی؟"

"خبر پہلے صفحے پر ہے۔ تصویر کے ساتھ۔ دوسرے اخبارات نے اندر چھاپی ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ ملک رب نواز کا عبوری ضمانت کے دوران میں عدالت کو بتائے بغیر بیرون ملک جانا کوئی جرم نہیں تھا۔ اور پھر اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ پریس کانفرنس!"

"معلوم نہیں کیوں فرید عباسی عدالت میں نہیں تھا۔"

"کیا؟ وہ خود اپنی مقدمے کی پیروی کرنے نہیں گیا؟"

شبنم نے کہا "ہاں۔ اس کا ایک ماتحت وکیل تھا۔ مظلوم اور مسکین قسم کا نوجوان۔ اس نے کہہ دیا کہ عدالت چاہے تو ضمانت کی توثیق کردے۔"

"یعنی اسے کوئی اعتراض نہیں۔ مگر ایسا کیوں کہا اس نے؟"

شبنم بولی "پتا نہیں۔ میں خود عدالت میں موجود تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ نوجوان وکیل کچھ ڈرا ہوا ہے۔ میں فیصلے کے بعد اس سے ملنے کی کوشش کی تو وہ جاچکا تھا۔"

"تم نے فرید عباسی سے بات کی ہوتی۔"

"کی تھی اور معلوم ہے اس نے کیا بتایا' اس نے وہ ساڑھے گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ رخشی کو اس مشکل سے جگایا۔ وہ دونوں رات کو سونے پہلے ایک گلاس دودھ کا پیتے ہیں۔ اسے شک ہے کہ کسی نے دودھ میں خواب آور دوا ملادی تھی۔"

"مگر کیسے؟"

"فرید نے بتایا کہ دودھ والا شام کے وقت آتا ہے۔ ساڑھے پانچ کے درمیان۔ کل وہ رات آٹھ بجے کے آیا۔ وہ خود نہیں تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو بھیجا تھا۔ بتایا کہ ابا کی سائیکل کو کسی نے ٹکر ماردی تھی۔ وہ زخمی اور سارا دودھ بھی ضائع ہوگیا۔ ابا نے کہا جاؤ دوسری سائیکل پکڑو اور کہیں سے بھی دودھ کا بندوبست کرکے گاہکوں تک پہنچا۔ اب یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ دودھ والے بغیر وجہ کے بھی ناغہ کرجاتے ہیں اور اگر کچھ کہیے تو وہ بہانہ کردیتے ہیں کہ نانی مرگئی تھی یا شادی تھی۔ اتنا فرض شناس کون ہوتا ہے کہ ہوجائے اور سائیکل ٹوٹ پھوٹ جائے تب بھی بیٹے

کو جا بازار سے دودھ خرید کر تقسیم کرے۔ لیکن فرید نے اس وقت تو بالکل غور نہیں کیا۔ شاید دل ہی دل میں دودھ والے کی تعریف کی ہوگی اور اس کے بیٹے سے ہمدردی۔"

"اس نے دودھ والے کے بیٹے کو دیکھا تھا پہلے؟"

"نہیں۔ اس کے علاوہ رات ہوگئی تھی۔ دودھ دینے والا باہر اندھیرے میں تھا۔ فرید نے اس کی شکل غور سے دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی لیکن خواب آور دوا اسی دودھ میں ہوگی۔ آج شام کو دودھ والا آئے گا تو کنفرم ہوجائے گا کہ اس نے کسی بیٹے کو نہیں بھیجا تھا۔"

میں نے کہا "کیا کرے گا اب فرید؟"

"کچھ نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ دودھ میں کوئی مہلک زہر نہیں ملایا گیا تھا۔ ورنہ وہ ساڑھے گیارہ بجے نہیں یوم حشر پر اٹھتے۔ دودھ وہ پی گئے اور اب یہ ہوسکتا ہے کہ گلاس میں بچے ہوئے چند قطروں کو تجزیے کے لیے لیبارٹری بھیجیں مگر اس کے لیے پہلے پولیس رپورٹ چاہیے۔ تجزیے سے بھی کیا معلوم ہوگا' یہی کہ دودھ میں خواب آور دوا تھی۔ مجھے تو شک ہے کہ اس کے ماتحت کو بھی کسی نے دھمکی دی ہوگی کہ وہ اپنا منہ بند رکھے۔"

"ایسی بات ہوتی تو رب نواز مجھے بتاتا۔"

"ممکن ہے یہ اس کے ہونہار بیٹے دلنواز کا سارا حسن انتظام ہو۔ اس نے ابا جی کی عزت کے تحفظ کا کردار ادا کیا ہو۔ آخر ہے تو وہ بھی رب نواز کا خون اور اسی ماحول کا پروردہ۔ میں تمہیں معلوم کرکے بتاؤں گی۔"

میں نے کہا "اب یہ ہوسکتا ہے کہ میں کل ہی واپس آجاؤں۔"

روشنی اپنی ماں کو انجکشن لگانے میں مصروف تھی۔ عینی اور مرزا عاقل کھانے کی میز پر کرسیاں جوڑے شاید اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی میں اتنے محو تھے کہ میری رب نواز اور شبنم کی گفتگو بھی کسی نے نہیں سنی تھی۔

مرزا عاقل دہلوی ایک ہونے والے داماد جیسی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کے جذبے سے سرشار میرے ساتھ بیٹھ گئے تو میں نے کہا "پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہیں کیا کہوں' صرف مرزا۔ مرزا عاقل۔ یا عاقل۔"

"اگر آپ مجھے میڈ جو کہیں تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ دنیا کہتی ہے۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں تمہیں عاقل کہوں گا۔"

"جو میں ذرا بھی نہیں ہوں لیکن ٹھیک ہے۔"

"عاقل۔ آج مجھے دو کام کرنے ہیں جن میں تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ ایک تو مجھے کینکسٹن کی ہائبرا نٹیک مارکیٹ دیکھنی ہے۔"

"وہ تو میں نے بھی نہیں دیکھی۔"

"آج دیکھنا۔ دوسرے مجھے ایک ایسا مکان تلاش کرنا ہے جہاں ہر سہولت ہو لیکن وہ اس جگہ سے دور اور محفوظ ہو۔ میں خود تو شاید کل واپس پاکستان چلا جاؤں لیکن روشنی کو یہاں رہنا ہے۔ اور عینی کو اس کے ساتھ۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی آسانی سے ان کا سراغ لگا کے عینی کے لیے پریشانی کے اسباب پیدا کرے۔"

"آپ کا مطلب ہے سونی کے لیے؟"

میں نے اسے غور سے دیکھا "یس۔ اُس سونی کے لیے جو اب نہیں ہے۔"

"مگر اس کے ماضی کا آسیب ہے جو ہر جگہ اس کا تعاقب کرتا رہا ہے۔ وہ عینی سے دور ہے۔"

"تم سب جانتے ہو سونی کے بارے میں؟"

"کل رات جب میڈم واپس آئیں تو میں ہوٹل میں ان کا منتظر تھا۔ ہم رات کے تین بجے تک باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے مجھے سب بتادیا۔"

"اس کے باوجود تمہارے خیالات نہیں بدلے' بڑی اچھی بات ہے۔"

"میرے خیالات یقیناً بدل گئے۔ اب میں خود پر اخلاقی ذمے داری کا زیادہ دباؤ محسوس کرتا ہوں" وہ بولا۔

"یہ میرے لیے بڑے اطمینان کی بات ہے۔ اب تک میں بلکہ ہم سب سونی کو کسی نہ کسی طرح بچانے میں کامیاب رہے تو یہ خدا کی مہربانی ہے۔ اب ہم نے اسے اپنے ماضی سے الگ کرکے عینی کا مستقبل دینے کا سوچا ہے۔ اگر وہ صرف ایک سال تک لندن میں عینی بن کے محفوظ رہے تو یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔"

"آپ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔"

میں نے کہا "لیکن تمہارا قیام عارضی ہے۔ تم کو فلم یونٹ کے ساتھ واپس لاہور جانا ہوگا۔"

"آپ کیا مذاق سمجھتے ہیں میری بات کو۔ میں نے واقعی فلمی دنیا سے علیحدگی اختیار کرلی ہے اور اب میں یہیں رہوں گا' لندن میں۔"

میں نے اسے حیرانی سے دیکھا "کیسے رہو گے لندن میں۔ اور پھر بقول مرزا غالب۔ ہم نے یہ مانا کہ لندن میں رہیں کھائیں گے کیا؟"

وہ ہنسا "میں مرزا غالب نہیں مرزا عاقل ہوں۔ ایک تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرا عقیدہ ہے کہ بندے کا رزق ہر جگہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ میرے پاس برطانوی شہریت ہے۔"

"واقعی؟ یہ تو۔۔۔ کمال ہو گیا گویا۔"

"پہلے میرا ارادہ اتنی عجلت میں اپنا فیصلہ عینی پر مسلّط کرنے کا نہیں تھا مگر کل رات مس نیلم سے بات کرنے کے بعد میں صبح تک جاگتا رہا اور سوچتا رہا۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ عینی سے شادی اس مسئلے کا سب سے اچھا حل ہے۔ اس سے عینی کو بھی برطانوی شہریت مل سکتی ہے اور پھر عینی میری ذمے داری بن جاتی ہے۔ کس کی مجال کہ میری بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھے اور اسے سوتی سمجھنے کی غلطی کرے۔ اب رہا کھانے کا سوال تو میں نے بی بی سی میں درخواست دی ہے۔ میں نے انگلش میں ایم اے کیا تھا۔ صحافت کا اور ریڈیو کا عملی تجربہ الگ ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ کچھ عرصے قبل بی بی سی والوں نے ساؤتھ ایشیا سروس کے لیے کچھ پروڈیوسر مانگے تھے۔ ان کا ایک تحریری امتحان ہوا۔ جو میں نے پاس کر لیا تھا۔ پھر ایک طویل انٹرویو ہوا۔ اس میں بھی مجھے کامیابی ہوئی۔ آڈیشن ٹیسٹ بھی پاس کر لیا میں نے تو مجھے کال آ گئی لیکن اچانک میرا ارادہ بدل گیا۔ میں نے سوچا کہ کیا ضرورت ہے فلمی دنیا چھوڑ کے سات سمندر پار جانے کی۔ آمدنی ٹھیک ٹھاک تھی میری۔ اس بات کو زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے امید ہے بی بی سی اردو سروس والے مجھے بلا لیں گے۔ پاکستان کے حساب سے کوئی ایک لاکھ روپے تنخواہ ہوگی۔ کام میری پسند کا ہے اور آزادی کے ساتھ انٹرنیشنل میڈیا میں قدم جمانے کا موقع بھی ہے۔ پھر اس سے مجھے اضافی مدد ملے گی۔"

میں نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ عینی کو تائید ایزدی حاصل ہے۔ اس کے ساتھ زندگی میں جو بھی ظلم اور زیادتی ہوئی۔ قدرت اب اس کی تلافی کر رہی ہے۔ میری تو ساری فکریں دور کر دیں تم نے۔"

"ایک بات بتاؤں' میں بہت ڈرا ہوا تھا۔ عینی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کو جلال آ جائے تو خالی ہاتھوں سے آپ وہی کام کرتے ہیں جو قریشی برادری چھرے بغدے سے کرتی ہے۔ ہڈیاں توڑنا' قیمہ بنانا' چانپیں الگ کرنا۔"

"یہ ڈر بے سبب تھا۔ تم نے کون سا غلط کام کیا تھا۔"

"آپ نے میرے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا؟ کہ میں کون ہوں' کہاں سے آیا ہوں اس دنیا میں اور کیوں؟"

میں نے ہنس کے کہا "میرے نزدیک یہ حسب نسب کے حوالے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے خود اپنے بارے میں میرے پاس بہت سے ایسے ہی سوالات کوئی جواب نہیں جن کا تعلق میرے شجرۂ نسب' خاندان رشتوں سے ہو۔ میرے سارے حوالے اپنی ذات کے ہیں چنانچہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر تم نہ بتانا چاہو۔"

"میرے والدین بھنگی تھے۔"

میں نے اسے چونک کے دیکھا لیکن وہ سنجیدہ تھا۔

"ان کا تعلق سیالکوٹ کے ایک علاقے ڈسکہ سے تھا میری ماں جوزیفائن لاہور کارپوریشن میں ملازم تھی۔ اس کی شادی ہونے والی تھی کہ وہ اغوا ہو گئی۔ وہ زیادہ خوبصورت بھی نہیں تھی مگر جوان تھی اور جوانی کا اپنا حسن ہوتا ہے راہ چلتے لوگوں کو متوجہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں ایک دن یونیورسٹی کے سامنے جھاڑو دے کر ٹائلٹن مارکیٹ کے برآمدے میں آرام کر رہی تھی کہ ایک گاڑی آئی جس میں مشٹنڈے سوار تھے۔ انہوں نے میری ماں کو گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک مہینے بعد اسے رہائی ملی تو وہ بڑی بری حالت میں واپس آئی۔ میرا باپ اسے پولیس اسٹیشن لے گیا جہاں اس نے مجرموں کے خلاف اغوا اور آبروریزی کی رپورٹ درج کرانے کی کوشش کی۔ میری ماں کو فوراً حدود آرڈی نینس کے تحت گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ باپ نے شور کیا تو اسے پولیس نے جوتے مار کے بھگا دیا۔ مجرم عام لوگ نہیں تھے۔ وہ ایک بہت بڑے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ میری ماں نے مزید ایک ماہ حوالات میں گزارا اور بالآخر کسی تھانے دار کی مہربانی سے اس کی جان ہر رات کے عذاب سے چھوٹی۔ میرے باپ نے اس سے شادی کر لی اور وہ دونوں لاہور چھوڑ کے واپس سیالکوٹ چلے گئے۔ وہاں ان کا پہلا بچہ پیدا ہوا جسے انہوں نے ایک وعدے کے مطابق مشن اسپتال کو دے دیا۔ میں دو سال بعد پیدا ہوا۔ لیکن مجھے جنم دیتے ہوئے ماں نے اپنی جان گنوا دی۔ سنا ہے اس کی ذمے دار وہ انا ڑی دائی تھی جس نے پہلی بار زچگی کی تھی۔ میرا باپ دو سال اور جیا۔ اسے ہیروئن کی لت لگ گئی تھی۔ اس نے بھیک مانگنا اور چوری کرنا شروع کر دیا۔ مجھے وہ کیسے پالتا۔ محلے کے ایک مولوی صاحب کی بیوی میری دیکھ بھال کرتی تھی۔ بالآخر میرے باپ نے ایک ہزار روپے میں مجھے بھی بیچ دیا۔ مولوی صاحب کو پتا چلا تو وہ ایک ہزار ادا کر کے مجھے اپنے پاس لے آئے۔ خدا نے انہیں اولاد نہیں دی تھی۔ انہوں نے مجھے قانونی طور پر گود لے لیا۔ اس وقت تک میرا باپ غائب ہو گیا تھا۔ اس کا نام تھا جوزف۔ یوں

جوزف اور جوزیفائن کی کہانی تمام ہوئی۔ میں مولوی غلام رسول کا بیٹا بن گیا۔ میں نے مسجد کے حجرے میں پرورش پائی اور مدرسے میں ابتدائی تعلیم مکمل کی۔"

میں نے کہا "مولوی غلام رسول نے اپنے بیٹے کا نام مرزا عاقل دہلوی کیسے رکھا؟"

وہ ہنسا "یہ تو میرا اپنا اختیار کردہ نام ہے۔ میرا اصل نام غلام محمد ہے جو اسکول سے کالج اور یونیورسٹی تک تمام دستاویزات پر درج ہے۔"

"اور ولدیت کے خانے میں کس کا نام ہے؟"

"ظاہر ہے مولوی غلام رسول کا۔ جب چار سال کی عمر میں اس نے مجھے مدرسے میں بٹھایا تو میری دینی تعلیم کا آغاز ہو گیا تھا۔ پہلے دن اس نے مجھ سے کلمہ پڑھوایا اور مجھے بتایا کہ اب میں مسلمان ہوں اور میرا نام غلام محمد ہے۔"

"اس سے پہلے وہ تمہیں کس نام سے پکارتے تھے؟"

"جس نام سے میں مشہور تھا۔ چندو!"

میں نے کہا "یہ سب باتیں تمہیں کس نے بتائیں؟"

"خود مولوی غلام رسول نے۔ دو سال کی عمر میں مجھے کیا معلوم ہو سکتا تھا۔ چار سال میں جب اس نے مجھے کلمہ پڑھوا کے مشرف بہ اسلام کیا تب بھی میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ مسجد میں پڑھنے کے لیے آنے والے دوسرے بچوں سے مجھے بہت کچھ معلوم ہوا۔ وہ سب اسی محلے کے بچے تھے۔ انہیں ضرور ان کے والدین نے بتایا ہوگا کہ غلام محمد درحقیقت چاند مسیح عرف چندو ہے جس کے ماں باپ بھنگی تھے۔ مولوی غلام رسول نے مجھے پالا ہے اس لیے میرا نام غلام محمد رکھ دیا ہے ورنہ میں بھی بھنگی ہوں۔ بچے تو بچے ہوتے ہیں' آدھے مجھے مسلمان مانتے تھے تو آدھے چوڑا کہہ کے ہی مخاطب ہوتے تھے۔ پھر میں انہیں مارتا تھا اور ان کے ماں باپ مولوی صاحب کے پاس میری شکایت لے کر آتے تھے۔ مولوی غلام رسول مجھے سمجھاتا تھا کہ میں جاہل اور بدتمیز بچوں کی بات نہ سنوں مگر یہ ناممکن تھا۔ جب میں بڑا ہوا تو انہوں نے مان لیا کہ یہ غلط نہیں ہے مگر میں اب الحمدللہ مسلمان ہوں۔ میرے ذہن میں اتنا انتشار تھا کہ میں نے مدرسے میں پڑھنے سے انکار کر دیا۔ مولوی غلام رسول نے مجھے ایک اسکول میں داخل کروا دیا جہاں میں نے میٹرک تک پڑھا۔ میں انتہائی ذہین اور بہت حساس لڑکا تھا۔ میٹرک کے بعد میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ مجھے میٹرک میں اچھے نمبروں کی بنیاد پر وظیفہ ملا تھا چنانچہ مجھے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ مل گیا۔ یہ میری زندگی کا سب سے اہم موڑ تھا جس نے مجھے کامیابی کی راہ پر گامزن کر دیا ورنہ شاید میں دہری شخصیت کی کشمکش میں بٹ کر رہ جاتا۔ تعلیمی میدان میں کامیابی نے مجھے حوصلہ دیا۔ مجھے اساتذہ اچھے ملے۔ ان میں ایک انگلش کے پروفیسر مرزا عاقل تھے۔ انہوں نے مجھے بڑی پر شفقت رہنمائی فراہم کی اور میرے مستقبل کی راہوں سے ہر الجھن کو دور کیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اب میں خود طے کروں کہ مجھے آبائی مذہب اختیار کرنا چاہیے یا اسلام۔ انہوں نے مجھے مطالعے کا مشورہ دیا اور کتابیں فراہم کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے سوچ سمجھ کر' عقل و شعور کے ساتھ دوسری بار اسلام قبول کیا۔ اور خدا کا شکر ہے جس نے مجھے صحیح فیصلے کی توفیق عطا کی۔ یہ تو جب میں نے فلمی دنیا میں قدم رکھا اور فلموں کے لیے گانے اور کہانیاں لکھنی شروع کیں تو اپنا نام بدل کے مرزا عاقل دہلوی کر لیا۔ اور یہ نام مقبول بھی ہو گیا۔"

میں نے کہا "تم کبھی دوبارہ مولوی غلام رسول سے ملے؟"

"پہلے چند سال میں ان سے دور رہا۔ معلوم نہیں کیوں ان کے خلاف میرے دل میں نفرت کے جذبات تھے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا کہ آخر آپ کو کیا ضرورت تھی مجھے خرید کر پالنے کی۔ آپ اگر چاہتے تو میرے باپ کو سمجھاتے۔ اسے اس کی ذمے داری کا احساس دلاتے اور اسے مسلمان کرنے کی کوشش کرتے لیکن مولوی صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا کہ غلام محمد' ہر کام آدمی کی کوشش سے ہو جاتا تو دنیا جنت بن جاتی مگر کچھ فیصلے تقدیر کے پاس ہوتے ہیں جنہیں کوئی بدل نہیں سکتا۔ جب میں بی اے میں تھا تو پروفیسر مرزا عاقل سے بحث ہو گئی اور انہوں نے مجھے قائل کیا کہ صحیح طریقے سے ہوا یا غلط طریقے سے' لیکن آج میں جو بھی ہوں مولوی غلام رسول کی وجہ سے ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے گھر نہ لاتے تو شاید میں لاوارث بچوں کی طرح دربدر ہو جاتا۔ انہوں نے مجھے صحیح راہ دکھائی۔ تعلیم کے مواقع فراہم کیے اور میری ہر خواہش پوری کی۔ جب میں نے سوچا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مولوی غلام رسول نے میرے ساتھ صرف نیکی کی تھی۔ کسی لالچ یا صلے کی تمنا کیے بغیر۔ ورنہ ایک بھنگی کے بیٹے کو اپنے گھر میں کون جگہ دیتا ہے پھر میں مولوی غلام رسول سے ملنے گیا۔ وہ بہت ضعیف ہو گئے تھے اور ان کی آنکھوں کی بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ ان کی بیوی جنہیں میں نے ایک بار بھی ماں نہیں کہا تھا مر چکی تھی۔ اس کے بعد میں دو سال تک باقاعدگی سے گرمی کی چھٹیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سیالکوٹ جاتا رہا۔ آخری بار ایم اے کا رزلٹ آنے کے بعد گیا تھا تو مولوی صاحب بھی فوت ہو چکے تھے۔"

میں نے کہا "اور وہ جو تمہارے ماں باپ کے گھر والے تھے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "اب ان سے میرا کیا تعلق۔ خود انہوں نے ایک بار بھی میری خبر نہیں لی۔ انہوں نے مجھے خاندان اور برادری سے خارج کر دیا تھا۔"

میں نے پوچھا "تم یہ سب بینی کو بتا چکے ہو؟"

"جب آپ سے کچھ نہیں چھپایا تو بینی سے کیوں چھپاتا؟"

میں نے کہا "اور در جواب آں غزل۔ اس نے اپنا سارا ماضی کھول کے تمہارے سامنے رکھ دیا۔"

"اعتماد کے رشتے کی استواری کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کو ماضی کے ہر حوالے سے سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی اپنی محرومیوں کے کیپکیس سے نہیں ڈرتے۔"

"میرے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

وہ کچھ حیران ہوا "وہی جو ساری دنیا جانتی ہے۔"

میں نے کہا "مگر یہ ہو سکتا ہے کہ کسی دن میرے بارے میں بھی تم پر ایسے ہی ناقابلِ یقین انکشافات ہوں۔ ابھی تو میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"میں اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔"

میں نے کہا "اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں تم پر اعتماد نہیں کرتا۔ اعتماد کا جذبہ متبادل ہوتا ہے۔ یکساں اور مساوی۔ لیکن میری کچھ مجبوریاں ہیں۔"

اس وقت تک ہم کینگسٹن پیلس پہنچ چکے تھے۔ انٹیک ہائی پر مارکیٹ کے عین مقابل پارکنگ ایریا میں گاڑی کھڑی کر کے میں نے وقت دیکھا' صبح کے ساڑھے دس بجے تھے۔ میں نے عاقل کے ساتھ مارکیٹ کا ایک راؤنڈ لگایا۔ زیادہ تر دکانوں کے باہر شوکیس میں دنیا بھر کے نوادرات اور آرٹ کے نمونے جمع تھے۔ ہر دکان کا چھوٹا سا دروازہ دیکھنے سے اندر کی دکان کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اندر سے ہر دکان کسی چھوٹے موٹے میوزیم کی طرح تھی۔ نیچے ایک بڑا ہال۔ اس کے اوپر دو یا تین گیلریاں جو ہال کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں اور ایک عقبی حصہ جس میں مخصوص گاہکوں کو زیادہ بیش قیمت اشیا دکھائی جاتی تھیں۔

مارکیٹ میں اور آس پاس غیر ملکی سیاحوں کی ریل پیل تھی۔ ہر ملک اور ہر براعظم۔ ہر قوم اور نسل کے کالے پیلے گندمی اور سفید فام۔ ہر زبان بولنے والے ٹورسٹ بری طرح بازار میں سرگرداں تھے اور دکانداروں کے ایجنٹ مسلسل ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ یہ ایجنٹ کم سے کم تین زبانیں جانتے تھے۔ انگریزی اور فرنچ کے بعد وہ عربی بول سکتے تھے یا اسپینی۔ میں نے کچھ ایجنٹوں کو روسی' چینی سیاحوں کے ساتھ انہی کی زبان میں بات کرتے بھی دیکھا۔ یہ ایک پیشہ ورانہ ضرورت تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ زبانیں جانتے ہوں۔

ایک خاص بات یہ تھی کہ یہاں سیاحوں کی اکثریت عمر رسیدہ تھی۔ وہ نوجوان جوڑے جو سیرو تفریح یا ہنی مون کے لیے لندن آتے تھے' اس کباڑ خانوں کی دنیا کا رخ نہیں کرتے تھے جہاں ان کے مطلب کی کوئی چیز نہیں تھی۔ نتیجہ یہ کہ یہاں فیشن اور گلیمر کے نظارے بھی نہیں تھے۔ بوڑھوں میں ریسرچ کرنے والے کم تھے۔ وہ دولت مند زیادہ تھے جو اپنے عالی شان ایوانوں کو بیش قیمت نوادرات سے سجانا چاہتے تھے اور اس خواہش میں حسنِ ذوق سے زیادہ قوتِ خرید کی نمائش کے قائل تھے۔

مارکیٹ کے باہر ملنے والا سب سے پہلا ایجنٹ ایک انگریز تھا۔ اس کی عمر چالیس پینتالیس سال یا کچھ زیادہ اور جسم کچھ فربہی کی طرف مائل تھا۔ اس نے بہت اچھا سوٹ پہن رکھا تھا اور بڑے سلیقے سے ٹائی باندھی تھی۔ اپنے سیاہ فریم والی عینک کے ساتھ وہ پروفیسر نظر آتا تھا۔

اس نے مجھ سے مصافحہ کیا "میں آر نڈ میکنزی ہوں۔ اور تم غالباً ٹورسٹ ہو' انڈین!"

میں نے کہا "بالکل غلط' میں پاکستانی ہوں۔"

اس نے فوراً معذرت کی "آئی ایم سوری۔ مجھے اندازہ ہے کہ انڈین اور پاکستانی ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر اپنی قومیت کے معاملے میں بہت زود رنج اور حساس ہوتے ہیں۔ کیا تمہیں نوادرات سے دلچسپی ہے۔"

میں نے کہا "ظاہر ہے یہاں جوتے یا سبزیاں خریدنے نہیں آیا ہوں۔"

وہ بولا "میں نے بیس سال تک قدیم آرٹ اور آرکیالوجی کے مضامین پڑھائے اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ میری رائے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے لیکن میں اصل اور نقل کی پہچان یقیناً رکھتا ہوں۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں زیادہ تر جعلی مال فروخت ہوتا ہے۔"

"ٹھیک سنا ہے تم نے۔ صرف بیس پاؤنڈ میں تم میری خدمات حاصل کر کے دھوکا کھانے سے بچ سکتے ہو۔"

میں نے کہا "بیس پاؤنڈ میرے لیے بہت زیادہ نہیں ہیں مگر میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس مارکیٹ میں کس کی مدد کرتے ہو؟ خریداروں کی یا دکانداروں کی۔"

"دیکھا جائے تو دونوں کی" وہ بولا "ہر دکاندار ہمارے ذریعے سے آنے والے گاہک کی خریداری پر ہمیں کمیشن دیتا ہے۔ ٹورسٹ سے ہم رہنمائی کے بیس پاؤنڈ الگ لیتے ہیں۔"

"کیا تم انہیں بتا دیتے ہو کہ کون سی چیز اصلی ہے اور کون سی نقلی؟"

"ہمارا کام اور کیا ہے۔ اگر بیس پاؤنڈ ادا کرنے کے بعد بھی کوئی نقلی چیز ہی خریدتا ہے تو یہ اس کی مرضی۔"

میں نے کہا "مگر جانتے بوجھتے نقلی چیز کون خریدتا ہے؟"

"زیادہ تر لوگ۔ کیونکہ وہ سستی مل جاتی ہیں اور اصلی نظر آتی ہیں۔ عام آدمی اس فرق کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اگر تم میری خدمات حاصل کرنا چاہو مسٹر۔؟"

میں نے کہا "شاہ عالم۔ اور یہ مسٹر عاقل!"

اس نے سر ہلایا "ویل مسٹر شاہ عالم اور مسٹر اکیل۔ تم کو بیس پاؤنڈ پہلے ادا کرنے ہوں گے۔"

میں نے کہا "کیا دس پاؤنڈ کافی نہیں؟"

اس نے انگلی سے اشارہ کیا "تم وہ مصری گائیڈ لے لو۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اہرام کی کھدائی کرنے والے مزدوروں میں شامل تھا۔ اس نے انگریزی سیکھ لی اور یہاں آ کے مصری تہذیب اور تاریخ کے ماہروں میں شمار ہونے لگا۔ شاید وہ آٹھ پاؤنڈ بھی قبول کر لے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ یہ لو بیس پاؤنڈ۔ یہ مارکیٹ تو بہت بڑی ہے۔ اگر ہم شام تک پھرتے رہیں تب بھی ایک مہینہ چاہیے۔"

"تم مجھے اپنی چوائس بتا دو" اس نے شکریہ ادا کر کے نوٹ پاؤنڈ رکھ لیے۔

"میں انڈیا پاکستان کے نوادرات میں دلچسپی رکھتا ہوں۔"

اس نے سر ہلایا "ویسے تو سب ملا جلا سامان رکھتے ہیں لیکن تمہارے کچھ ہم وطن مل جائیں گے جو وہاں سے نوادرات لاتے ہیں اور یہاں کے چند دکانداروں کو دیتے ہیں۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا "تم ایسے کسی شخص سے واقف ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔ ایسے سودے ہمیشہ خفیہ اور پس پردہ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے سب نوادرات قانونی طریقے سے نہیں آتے۔ بلکہ قانونی طریقے سے تو کچھ بھی نہیں آ سکتا۔ لیکن لانے والے پھر بھی ہر چیز نکال لاتے ہیں۔ میں تمہیں ایسی دکانوں پر لے جاؤں گا جہاں انڈیا پاکستان کا مال ملتا ہے۔"

میں یہی چاہتا تھا۔ آر نڈ کی ماہرانہ رائے کی مجھے قطعی ضرورت نہیں تھی۔ میں تو صرف اس کے ذریعے نوادرات کی مخصوص دکانوں پر جا کے پاکستانی مال دیکھنا چاہتا تھا۔ ویسے میں سارے بازار کی خاک چھانتا اور ایک ایک سے پوچھتا پھرتا تو بے وقوف بنتا اور اپنا وقت ضائع کرتا۔

پروفیسر کی پیشہ ورانہ قابلیت پر مجھے شک تھا۔ وہ اپنی عمر' شخصیت... لباس ... اور پر اعتماد گفتگو سے ٹورسٹ کو متاثر کرنا جانتا تھا اور جھوٹ بھی بڑے یقین کے ساتھ بولتا تھا۔ میں نے اس سے نہیں پوچھا کہ قدیم آرٹ اور نوادرات کی ڈگریاں اس نے کہاں سے لی تھیں اور یہ مضامین اس نے کہاں پڑھائے تھے۔ وہ اگلا جھوٹ ڈگریوں کے بارے میں بولتا اور کسی بھی یونیورسٹی یا کالج کا حوالہ دے کر مجھے مرعوب کرتا تو میں اس سے ثبوت طلب نہیں کر سکتا تھا۔

وہ مجھے پہلے نوادرات کے اسٹور پر لے گیا تو وہاں پنڈتوں کے حلیے والے ایک شخص نے میرا استقبال کیا۔ اس نے جسم کے نچلے حصے پر گیروے رنگ کی دھوتی باندھ رکھی تھی۔ اوپر کے حصے میں صرف رنگین منکوں والی مالائیں تھیں۔ اس کے گنجے سر کے ایک حصے میں چھپکلی کی دم جیسی چوٹی لٹک رہی تھی اور اس نے ماتھے پر تلک لگا رکھا تھا۔ یہ حلیہ خالص ہندو تہذیب کا آئینہ دار تھا۔ دکان میں اس جیسے تین سادھو مہاتما اور بھی موجود تھے جو سب سیلز مین تھے اور یہ حلیہ ان کے لیے کاروباری ڈریس یا یونیفارم جیسا تھا جس پر ٹورسٹ متوجہ ہوتے تھے۔

اس نے ہاتھ جوڑ کے مجھے پرنام کیا۔ میں نے سر ہلا کے جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا اور دکان کے مال پر ایک نظر ڈالی۔ یہاں تین چوتھائی حصے میں ہندو مت کے دیومالائی کرداروں کے بت اور تصاویر بھری پڑی تھیں۔ دیوی دیوتا۔ رامائن اور مہابھارت کے کردار۔ مذہبی تقریبات اور تہواروں کے مناظر اور ہر طرح کی پوجا کا سامان۔ ظاہر ہے مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

دوسری دکان ایک سکھ کی تھی وہ بھی اپنے روایتی حلیے میں تھا۔ لمبے لمبے کیس' جھاڑ جھنکاڑ داڑھی۔ گلے میں کرپان اور بالوں میں کنگھی۔ اس کی دکان میں یورپ ایشیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افریقہ کے نوادرات کا اچھا ذخیرہ تھا۔ بہت سی چیزوں پر مجھے شبہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے عہد حکومت کی ہیں یا گندھارا تہذیب کے دور سے تعلق رکھتی ہیں مگر بعد میں میرا خیال غلط ثابت ہوا۔

ایسی سب دکانوں میں اور بازار کی عام دکانوں میں ایک فرق یہ ہے کہ جنرل اسٹور یا گروسری شاپ پر آپ گھوم پھر کے چیزوں کو دیکھنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ آپ اپنے مطلب کی چیز اٹھا کے قیمت ادا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں گاہک ایک ایک چیز کو غور سے دیکھتے رہتے تھے۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے اور پھر آگے بڑھ جاتے تھے۔ سیلز مین انہیں ہر بات تفصیل سے بتانے کے پابند تھے اور دکان میں گھنٹوں گزارنے کے باوجود گاہک کچھ نہ خریدے تو اس کی مرضی۔ دکان دار نہ برا مناتا تھا نہ اسے تضیع اوقات سمجھتا تھا۔ سو گاہک دکان کا مال دیکھنے آئیں تو ایک بہرحال جینوئن خریدار ثابت ہوتا تھا۔ یہ دہری پسند کا معاملہ تھا۔ پہلے چیز پسند آئے' پھر قیمت۔

میں نے مختلف چیزوں کے بارے میں آرنلڈ سے مشورہ کیا اور اس نے اپنی دانست میں مجھے اپنے ماہرانہ مشورے سے نوازا کہ فلاں چیز جینوئن ہے اور فلاں جعلی' فلاں چیز کی اتنی قیمت بھی کم ہے اور فلاں مفت میں ملے تو کچرا ہے۔ وہ صرف بکواس کر رہا تھا۔ اسی بکواس میں اس کی کامیابی کا راز پوشیدہ تھا۔ وہ اصلی کو نقلی بتائے یا نقلی کو اصلی۔ جب گاہک اس کے مشورے سے کوئی چیز خریدے گا تو دکاندار اس کا کمیشن ضرور دے گا۔ اور یہ شکایت بھی نہیں کرے گا کہ تم نے میری دکان کی اس چیز کو نقلی کیوں بتایا تھا جو سو فیصد اصلی تھی۔ آخر وہی نقلی کو اصلی بھی بتاتا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹے میں ہم نے سرسری انداز میں چار دکانیں دیکھ لی تھیں لیکن ابھی تک میں نے کسی چیز میں حقیقی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ میرا مقصد کچھ اور تھا۔ میں کسی مال کے خریدار یا ایجنٹ کی تلاش میں تھا جو شاہ عالم کو جانتا ہو۔ عاقل کوئی سوال کیے بغیر شرافت سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ ایک جگہ موقع پا کے اس نے مجھے مشورہ دیا کہ مسٹر آرنلڈ کو فارغ کر دیا جائے۔

"اس لیے کہ وہ جھوٹا ہے" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے جھوٹ کو سمجھنے کے لیے ہمیں دوسرے جھوٹے ماہر کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں اور پھر انہی دکانوں پر جانا چاہیے۔"

میں نے کہا "عاقل۔ بات تو تمہاری سولہ آنے ٹھیک ہے مگر کیا فائدہ۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ جن چیزوں کو آرنلڈ نے جعلی قرار دیا تھا کوئی دوسرا انہی کو اصلی بتائے گا۔ یہاں جتنے ایجنٹ پھر رہے ہیں سب بدمعاش اور جھوٹے ہیں۔ ٹورسٹوں کو ہر جگہ ایسے ہی بے وقوف بنایا جاتا ہے۔"

"یعنی ہم یہاں آج کا دن بے وقوف بن کے گزاریں گے؟ یہ شوق ہم اس کباڑ خانے کے بجائے کہیں اور پورا کر سکتے تھے۔ مثلاً سوہو کے علاقے میں چیرنگ کراس پر یا آکسفورڈ اسٹریٹ پر۔"

میں نے کہا "مرزا جی۔ وہاں جو پیشہ ور قسم کی لڑکیاں پھرتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں بے وقوف بن کے لٹنے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔ یہاں بھی میں کچھ خریدنے نہیں خریدار دیکھنے آیا ہوں۔ ابھی وقت نہیں ہے کہ میں تفصیل میں جاؤں۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ کچھ لوگ پاکستان کے تاریخی ورثے اور تہذیبی اثاثے چرا کے یہاں لا رہے ہیں۔ وہ عجائب خانوں اور آثار قدیمہ کے خزانوں کو لوٹ کر خالی کر رہے ہیں۔"

وہ بھونچکا رہ گیا "کون ہیں یہ لوگ؟ آپ جانتے ہیں انہیں؟"

"جانتا تو ہوں' پہچانتا نہیں۔ یہ لوگ اصل نوادرات کی بڑی ماہرانہ نقل بنواتے ہیں اور پھر اصل کی جگہ رکھوا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ کام ان لوگوں کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا جو عجائبات خانوں اور آثار قدیمہ کے رکھوالے ہیں۔ ہوس زر نے چوروں کو اور چوکیداروں کو متحد کر دیا ہے۔ سرکاری حکام اپنے خزانے بھر رہے ہیں اور ملک کا تاریخی خزانہ خالی ہو رہا ہے مگر نہ کسی کی اس طرف توجہ ہے اور نہ کسی کو پروا ہے۔ سسٹم والے تو اس لیے بدنام ہیں کہ عام لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ وہاں ایک سے بڑھ کر ایک مافیا موجود ہے۔ ایک مافیا چوری چھپے محکمہ جنگلات والوں سے مل کر درخت کاٹ رہی ہے۔ دوسری مافیا معدنی وسائل کو باہر منتقل کر رہی ہے۔ نوادرات کی مافیا کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں حالانکہ اخبارات میں آئے دن خبریں شائع ہوتی ہیں۔"

"لیکن میوزیم تو بھرے ہوئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں۔ اب جو کچھ موجود ہے اس میں کتنا اصلی ہے کتنا نقلی۔ یہ صرف ماہرین ہی جان سکتے ہیں۔ عام آدمی تو عجائب خانوں سے تماشائی بن کے گزر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مافیا اصلی نوادرات کے ساتھ نقلی مال تیار کر کے بین الاقوامی مارکیٹ میں پہنچا رہی ہے۔ لیکن ایسا تو ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ اہرام مصر سے نکلنے والی ممی تک جعلی بنالی گئی تھیں۔ روم اور قاہرہ سے موہنجوداڑو اور استنبول تک ہر جگہ

جعلسازی سے نوادرات خوب فروخت کیے جاتے ہیں۔"

"تو آپ یہاں کسے پکڑنے آئے ہیں' جعلسازوں کو۔"

"نہیں۔ یہ کام وہ شوق سے کریں۔ لوگ جعلی نوادرات خریدتے ہیں تو مجھے کیا۔ میں اپنے ملک کے اصل نوادرات کا سراغ لگانے کے چکر میں ہوں۔"

وہ بولا "کیسے لگائیں گے سراغ آپ؟"

میں نے کہا "میں مال لاؤں گا۔ بلکہ مال لے آیا ہوں۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ ایجنٹ کہاں ملتا ہے اور کس خریدار کے پاس لے جاتا ہے۔"

"کہاں ہے آپ کا مال؟"

میں نے کہا "یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ ویسے تو میرے پاس چوالیس خریداروں کی فہرست ہے جو یہ مال خریدتے رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے وہ مجھے کچھ نہیں بتائیں گے کہ انہوں نے مال کہاں سے اور کیسے حاصل کیا۔ میرے پاس کوئی قانونی اختیار بھی نہیں ہے کہ میں کسی سے یہ سوال کروں۔"

"پھر یہاں پھرنے کا مقصد؟"

میں نے کہا "شاید یہ بات تمہیں بڑی عجیب اور مضحکہ خیز لگے۔ مگر میری صورت ایک بہت بڑے چور بلکہ ڈاکو سے ملتی ہے۔ وہ یہاں باقاعدگی سے مال لاتا تھا۔ اور پاکستان میں شاید اس سے بڑا نوادرات کا چور اور جعلساز کوئی نہیں تھا۔"

"تھا کیا مطلب' کیا اس نے یہ کام چھوڑ دیا ہے؟"

"نہیں" میں نے کہا "وہ مر چکا ہے لیکن اس کا دھندا دوسرے لوگ چلا رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے پہچانے۔ یہ سمجھے کہ میں وہی چور ہوں۔ مجھ سے پوچھے کہ اب میں مال کیوں نہیں لاتا۔ مال میرے پاس ہے۔ میں انہیں ٹریپ کر کے ان چوروں کا سراغ لگاؤں جو اب یہ کام کر رہے ہیں۔ پھر ان سے مزید معلومات حاصل کروں۔"

عاقل بولا "میرا خیال ہے کہ آپ کو آرنلڈ میکنزی سے بات کرنی چاہیے۔"

آرنلڈ میکنزی اپنا نام سن کے چونکا "میرے بارے میں کیا بات ہو رہی ہے؟"

میں نے کہا "مسٹر آرنلڈ! میں سوچ رہا تھا کہ کیا مجھے تم سے اس معاملے میں مدد لینی چاہیے؟"

"کس معاملے میں؟"

میں نے کچھ سوچ کے کہا "بات یہ ہے آرنلڈ کہ میں کوئی خریدار نہیں ہوں اور نہ میں ٹورسٹ ہوں۔"

"پھر کیا ہو؟" وہ مجھے گھورنے لگا۔

میں نے کہا "میں کچھ مال بیچنا چاہتا ہوں۔ کچھ جینوئن اشٹیک چیزیں ہیں میرے پاس اور کچھ۔۔۔ وہی۔۔۔ جعلی!"

"آئی سی۔ یہ بات تم نے مجھے پہلے بتا دی ہوتی تو ہمارا اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔" وہ بولا "کہاں سے لائے ہو تم یہ مال؟"

"ظاہر ہے پاکستان سے۔ کیا تم مجھے کسی ایسے ڈیلر سے ملوا سکتے ہو جو پاکستان سے لایا جانے والا مال خریدتا رہا ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "خریدار تو سب ہی ہیں مگر ایک تو کوئی بھی کسی ایک ملک کے نوادرات نہیں لیتا۔ بس نوادرات ہونے چاہئیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہر دکان پر دنیا بھر کے ٹورسٹ اور کلکٹر جاتے ہیں۔ پاکستانی یا انڈین سیاحوں کے لیے کوئی بھی دکان مخصوص نہیں ہے۔ وہ خود زمانے بھر کی چیزیں لیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے ریگولر سپلائر ہیں۔ جن کو یہ جانتے ہیں۔ جعلی نوادرات کی کوئی بات نہیں۔ وہ ساری دنیا میں بن رہے ہیں۔ مسئلہ بن جاتا ہے اصل نوادرات کا۔ دنیا کے ہر ملک نے تاریخی حیثیت کے حامل نوادرات کو ملک سے باہر لے جانے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ کوئی جینوئن چیز آتی ہے تو وہ چوری ہو کے آتی ہے۔ خطرہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی چور پکڑا گیا تو پولیس اس سے پوچھے گی کہ مال کسے دیا تھا اور وہ انہیں سیدھا ان کے پاس لے آئے گا۔ چوری کا مال خریدنا ویسے تو ہر جگہ جرم ہے مگر ان تاریخی نوادرات کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔

میں نے کہا "ہاں۔ انہیں یہاں کی حکومت ضبط کر لے گی اور اس ملک کو واپس کر دے گی جہاں سے یہ لائے گئے تھے۔"

"رائٹ۔ لیکن اس کے باوجود یہ غیر قانونی کاروبار چل رہا ہے اور اس کے انڈر گراؤنڈ راستے استعمال ہو رہے ہیں۔ تم فکر مت کرو۔ میں تمہیں کسی ایسے شخص سے ملواؤں گا جس کا خریداروں سے رابطہ ہوگا۔ یو سی' ایسے معاملات میں ہمیشہ تھرڈ پارٹی کی ڈیل چلتی ہے۔ درمیان میں ایک ایجنٹ ضرور ہوتا ہے جو دونوں طرف۔۔۔۔ سے اطمینان کر لیتا ہے پھر ڈیل کراتا ہے۔ وہ ایک طرح سے ضامن بن جاتا ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔"

میں نے کہا "تم ایسے کسی ایجنٹ کو جانتے ہو؟"

وہ بولا "تقریباً پچاس سال سے۔"

میں نے کہا "اتنی تو تمہاری اپنی عمر ہوگی۔"

وہ مسکرانے لگا "ہاں۔ میں خود کو پیدائش کے وقت سے جانتا ہوں۔ اگر تم شروع میں ہی بتا دیتے کہ تم سپلائر ہو تو۔۔۔ خیر' یہ بتاؤ مال کہاں ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "کیا ہم ایک دوسرے پر اعتبار کر سکتے ہیں؟"

"اعتبار کا رسک تو لینا ہی پڑے گا۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی۔ کل میں تمہیں خریدار سے ملواؤں گا۔ مال کی قیمت وہ لگائے گا لیکن اس میں دس فیصد کمیشن ہو گا میرا۔"

"جو تم مجھ سے وصول کرو گے؟" میں نے کہا۔

وہ بولا "پانچ فیصد تم سے' پانچ فیصد خریدار سے۔ یس آر نو؟"

"اوکے' یس!" میں نے اس سے ہاتھ ملایا "میرے پاس تقریباً تین لاکھ پاؤنڈز کا مال ہے۔"

وہ بے یقینی سے آنکھیں جھپکانے لگا "تین لاکھ پاؤنڈز۔ یہ تو بہت زیادہ قیمت ہے' بہت بڑی رقم ہے۔"

میں نے کہا "میں نے کم سے کم قیمت لگائی ہے۔ میں چار لاکھ پاؤنڈ مانگوں گا اور تین سے کم پر سودا نہیں کروں گا۔ یہ تمہاری قسمت ہے کہ تمہیں مجھ سے پندرہ ہزار پاؤنڈ ملتے ہیں یا بیس ہزار۔"

وہ نفی میں سر ہلانے لگا "کوئی ایک ڈیلر اتنا بڑا سودا نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے تو کم سے کم چار پانچ خریدار ہونے چاہئیں۔ تم ایسا کرو' مجھے مال دکھاؤ۔ پھر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دو۔ یہ ذرا مشکل کام ہے لیکن میں تمہاری مدد کروں گا۔ ہر لاٹ میں ایک لاکھ کا مال رکھ لو۔ پہلے کسٹمر کو صرف ایک لاٹ دکھاؤ اور جب اس کا سودا ہو جائے تو دوسری لاٹ کی بات کرو۔ یہ ناممکن نہیں ہے کہ اس طرح تمہیں چار لاکھ سے بھی زیادہ مل جائیں۔ اس میں وقت تو لگے گا' باری باری ہر لاٹ کو نکالنے کے لیے تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا اور ہوشیاری سے۔ ایک لاٹ بک جائے تو کم سے کم ایک ہفتے بعد دوسری لاٹ سامنے لے آؤ۔ کسٹمر وہی ہوں گے ہر بار۔ لیکن ان کے درمیان کاروباری مقابلہ ہے۔ آج کل مارکیٹ میں مال کم ہے۔ ایسا ہوتا ہے کبھی کبھی اور تم حالات سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔"

"میں تمہارے مشورے پر ضرور عمل کروں گا۔"

"اب یہ بتاؤ مال کہاں ہے؟" وہ بولا۔

میں اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے بارے میں میرے خدشات دور ہو چکے تھے۔ وہ بلاشبہ ایک کوالیفائڈ اور تجربہ کار آدمی تھا۔ اس نے میرے ساتھ جا کے تمام نوادرات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے کس حد تک اصلی اور نقلی کی پہچان ہے۔ اس کے پاس صرف ایک محدب عدسہ تھا جس سے وہ ہر چیز کا ایسے معائنہ کرتا تھا جیسے دست شناس ہاتھ کی لکیریں دیکھتے ہیں۔

ابھی تک میں نے اسے کیٹلاگ نہیں دکھائی تھی لیکن اس نے ہر چیز کے بارے میں بالکل صحیح رائے دی۔ یہ جعلی ہے' یہ اصلی ہے۔ اس کی مارکیٹ ویلیو اتنی ہو گی۔ اس جعلی چیز کو بنانے والا ماہر ہے۔ یہ کسی اناڑی کا کام ہے۔ وہ ایک ایک چیز کو اٹھا کے دیکھتا گیا اور رکھتا گیا۔ میرے لیے حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس کی رائے سو فیصد درست تھی۔

کیٹلاگ اس نے بعد میں دیکھی "یہ بہت اچھا کیا تم نے۔ تم اس میدان کے پرانے شہسوار لگتے ہو۔ حیرت ہے کہ مارکیٹ کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ اس کیٹلاگ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم پرانے ڈیلر ہو۔"

میں نے کہا "اب کیا خیال ہے تمہارا؟"

"اس کیٹلاگ کی وجہ سے تمام چیزوں کی مارکیٹ ویلیو پچیس سے پچاس فیصد تک بڑھ جائے گی۔ تم چار سے پانچ لاکھ پاؤنڈز آسانی سے وصول کر سکتے ہو بشرطیکہ جلدی نہ کرو۔ اور اناڑی پن کا ثبوت نہ دو۔ کسی کو یہ اندازہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس فیلڈ میں نووارد ہو مسٹر شاہ علام!"

میں نے کہا "یہ کیٹلاگ کوئی مستند دستاویز نہیں ہے۔"

"لیکن عام لوگ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔"

میں نے کہا "کیٹلاگ کو مستند بنانے والی انڈین اسٹری پر دو کتابیں ہیں۔ کیا تم انہیں دیکھو گے۔ اس میں ان چیزوں کے حوالے ملتے ہیں۔"

وہ مزید حیران ہوا "کہاں ہیں وہ کتابیں؟"

میں نے اسے وہی دو کتابیں دکھائیں جو مجھے جمی نے دی تھیں۔ وہ ایک ہندو مورخ نے لکھی تھیں اور تاریخ کے سچ میں جھوٹ اسی طرح شامل کیا تھا جیسے آٹے میں نمک ملایا جاتا ہے۔ میں نے اسے مختلف صفحات پر نشان زدہ حصے پڑھوائے تو وہ بھونچکا رہ گیا۔

"یہ کتابیں خود تم نے لکھی ہیں؟"

میں نے کہا "نہیں۔ پیسے دے کر لکھوائی ہیں۔ اس طرح کہ ان سب چیزوں کا ذکر واضح الفاظ میں آ جائے۔ مصنف نے کہیں کہیں ایک پیراگراف شامل کر دیا ہے۔ ظاہر ہے اس سے تاریخ نہیں بدلتی۔ مگر ان چیزوں کو سند حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ کس کے استعمال میں تھیں اور ان کی تاریخی اہمیت کیا ہے؟"

وہ کتاب بند کر کے سوچ میں پڑ گیا۔ "برا مت ماننا' یہ تعریف ہے تمہاری۔ میں نے جعلساز تو بہت دیکھے ہیں مگر تم جیسے نہیں۔ تم تو استاد ہو' سچ بتاؤ' یہ آئیڈیا کس کا تھا؟ جعلی نوادرات کو تاریخ کی سند عطا کرنے کا؟"

میں نے کہا "تھے میرے بھی ایک استاد۔ اللہ ان کی مغفرت نہ کرے۔ پہلے وہی سب کچھ کرتے تھے۔ ان کی اچانک موت نے کچھ عرصے کے لیے کاروباری راستے بند کر دیے تھے' میں انہی کو پھر کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

آرنلڈ نے سر ہلایا "میرا ایک مشورہ ہے۔"

میں نے کہا "تم خود کو میرا اعزازی مشیر اعلیٰ سمجھو۔"

"اعزازی کچھ نہیں۔ میں کوئی خدمتِ خلق کا ادارہ نہیں چلا رہا ہوں۔ میں اور تم دونوں اس بازار میں پیسہ کمانے کے لیے بیٹھے ہیں۔ اگر تم میرا کمیشن پچیس فیصد رکھو تو تمہیں ایک سے دو لاکھ پاؤنڈ کا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"میں تمہاری بات عجائب خانوں سے کرا سکتا ہوں۔ ایک لندن شہر میں ہی کوئی درجن بھر پرائیویٹ میوزیم ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی میوزیم ہیں۔ پیرس' میونخ اور ایمسٹرڈم کے کلکٹر ہیں۔"

میں نے کہا "کیا وہ زیادہ قیمت دیں گے؟"

"آف کورس' ان کی تاریخی حیثیت مسلم ہے۔ تمہیں دگنی رقم مل سکتی ہے۔ چھ لاکھ بھی سمجھو تو ڈیڑھ لاکھ میرے اور ساڑھے چار تمہارے۔"

"اس میں یقیناً وقت بہت زیادہ لگے گا۔"

"ٹائم از منی بینگ مین۔ وقت لگے گا تو پیسہ بھی زیادہ ملے گا۔"

میں نے کہا "میں انتظار نہیں کر سکتا۔ کیا ایسی کوئی صورت نہیں کہ کوئی فنانسر اس مال کو صرف آدھی رقم ادا کر کے مجھے کوئی گارنٹی فراہم کر دے۔"

"کس قسم کی گارنٹی؟"

میں نے کہا "مثلاً یہ کہ باقی رقم مجھے ایک دو مہینے میں یا تین ماہ میں ادا کر دی جائے گی۔"

"ایسا تو ایک ہی شخص ہے۔" وہ بولا "لیکن جو تمہیں تین لاکھ پاؤنڈ دے گا اس کو تم کیا گارنٹی فراہم کرو گے؟"

"میرا مال میری گارنٹی ہے" میں نے کہا۔

"کیا تم مال کے ساتھ فرار نہیں ہو سکتے؟" وہ بولا "تین لاکھ پاؤنڈز معمولی رقم نہیں ہے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ میں نارٹن بار کے مالک جیمز پونڈ کو ضامن بنا سکتا ہوں۔ وہ اس بات کی ذمے داری قبول کرے گا کہ مال میں سے ایک سوئی بھی ادھر اُدھر نہیں ہو گی۔ مال یہیں رہے گا۔ جمی ہر ڈیل کو فائنل کرے گا اور باقی تین لاکھ پونڈ اسے ادا کیے جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سودا ہو جائے گا۔ تم آج شام چھ بجے یہاں ملو۔ میں لارڈ پرائس کو یہاں لانے کی کوشش کروں گا۔"

"لارڈ پرائس؟" میرے کان کھڑے ہوئے "یہ نام سنا ہوا لگتا ہے۔"

"ضرور سنا ہو گا۔ اس کا پرائیویٹ میوزیم لندن میں نمبر ون ہے لیکن وہ انٹرنیشنل مارکیٹ میں بھی اپنی ساکھ رکھتا ہے۔"

میں نے کہا "مجھے یاد آیا۔ اس کی ایک نئی نویلی اور بہت خوبصورت بیوی ہے جو فائن آرٹ میں ڈگری رکھتی ہے مگر آرٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اور لارڈ پرائس اس کے کہنے پر ہر چیز آرٹ کا شہکار سمجھ کے خرید لیتا ہے۔"

آرنلڈ نے سر ہلایا "تمہاری معلومات کم نہیں ہیں۔ آف کورس آرٹ کے بارے میں لارڈ پرائس مار کھا جاتا ہے۔ مگر نوادرات کے معاملے میں نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں آنے سے پہلے تم سے ملنا چاہے۔ تمہیں اس کے پیلس میں جا کے خوشی ہو گی۔"

"آف کورس یہ میرے لیے ایک اعزاز ہو گا۔"

"اب میں چلتا ہوں لیکن جانے سے پہلے ایک بات۔ میرے تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم کسی تیسرے شخص کو نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کاروباری اخلاق کا تقاضا ہے کہ ہمارے درمیان مکمل اعتماد کی فضا قائم رہے۔ یہ مسٹر آکل کون ہے؟"

میں نے کہا "یہ میرا منیجر ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور سیڑھیاں اتر گیا۔

مرزا عاقل دلوی دھم سے بیڈ پر گر گئے اور اپنا سر تھام لیا "آج میں نے خاموش رہنے کا لائف ٹائم ریکارڈ توڑ دیا۔ اس سے میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ اور میرا دماغ چکرا رہا ہے جگر چھلنی ہے دل گھبرا رہا ہے۔"

میں نے کہا "مرزا عاقل دبالغ۔ تمہارا ساتھ میرے لیے بہت مبارک ثابت ہو رہا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"لیکن یہ چکر کیا ہے؟" وہ بولا۔

میں نے کہا "جلدی مت کرو۔ آہستہ آہستہ سمجھ میں آئیں گی ساری باتیں۔ ابھی ہم چل کے کہیں کھانا کھاتے ہیں۔ کسی اچھی سی جگہ پر بیٹھ کے بات کریں گے۔ ایک دن تم نے بھی رب نواز سے دس ہزار پاؤنڈ مفت میں اینٹھ لیے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر کہاں دس ہزار پاؤنڈ' کہاں تین لاکھ۔"

میں نے کہا "جب وہ ملیں گے تو میں جہاز چارٹر کر کے تمہیں پیرس کے اس ریسٹورنٹ میں لے جاؤں گا جہاں مشہور ایکٹر مارلن برانڈو ہفتے میں یا شاید مہینے میں ایک بار آتا تھا۔ ایک مخصوص ٹیبل پر بیٹھتا تھا اور سکیانگ کی مشہور بطخ کھا کے چلا جاتا تھا۔"

وہ ہنسا "یہ میں نے بھی سنا ہے۔ واللہ اعلم کس حد تک سچ ہے۔"

عاقل مجھے وائرلو برج کی طرف سے دریائے ٹیمز کے اس پار لے گیا جہاں نیشنل فلم تھیٹر اور نیشنل تھیٹر کے ساتھ ہی رائل فیسٹول ہال اور کوئن الزتھ ہال کے گرد و نواح میں بہت سے خوبصورت ریسٹورنٹ تھے۔ دلکش باغ فواروں اور آبشاروں والے ایک جاپانی ریسٹورنٹ کے انتخاب نے اتنے طویل سفر کی ضرورت کو جائز ثابت کر دیا۔ عاقل نے سی فوڈ کا مشورہ دیا جو میں نے بلا چوں وچرا مان لیا۔ کچھ دیر بعد ایک جاپانی حسینہ نے جو روایتی قسم کی گیشا گرل تھی ہماری میز پر کھانا پکانے کے پر تکلف عمل کا آغاز کیا۔ اس نے انتہائی نفاست اور نزاکت سے ہر چیز تیار کر کے پیش کی مگر یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ ہمیں ڈسٹرب کر رہی ہے یا اس نے میز کو کچن جیسا کباڑ خانہ بنا دیا ہے۔

ایک گھنٹا چالیس منٹ تک جاری رہنے والے اس لنچ کے دوران میں نے اطمینان سے ان واقعات کا خلاصہ پیش کیا جو شاہ عالم سے میری ملاقات سے آغاز ہوتے تھے۔ میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ آنے والے دنوں میں عاقل کی حیثیت ایک فیملی ممبر سے کم نہ ہوگی اور اس سے کچھ بھی چھپانا ممکن نہیں رہے گا۔ وہ ایک مضبوط کردار کا اور قابلِ اعتماد نوجوان تھا جس پر بھروسا کرنے میں کوئی رسک نہیں تھا۔

میں بہت خوش تھا اور خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ عاقل کو شریک راز کر کے میرے شانوں پر سے الجھنوں کا بہت بڑا بوجھ کم ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ ایک بہت بڑی ذمے داری کا بارِ گراں قبول کر چکا تھا۔ اس نے سونی کو یعنی کے طور پر تمام زندگی کے لیے مانگ کے مجھ سے وہ سب پریشانیاں لے لی تھیں جن کا تعلق سونی کی زندگی کو لاحق خطرات سے تھا۔ اب وہ محفوظ تھی اور اس کا مستقبل محفوظ تھا۔ وہ لندن میں تنہا نہیں تھی اس کی فکر کرنے والا ایک پاگل مسخرہ تھا جو سونی کو ماضی کے تاریک سایوں سے نجات دلا کے یعنی کا تابناک مستقبل دینے کی ذمے داری قبول کر چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی ذمے داری نبھانے کا اہل ہے۔

میرا پلان غیر متوقع کامیابی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اب ایک دو دن کی بات تھی۔ پھر میں واپس پاکستان جا سکتا تھا۔ میرے لندن آنے کے سارے مقاصد پورے ہو گئے تھے۔ ناصر عظیم کا تعاقب کرنے والا شاہ عالم کی زندگی کا آسیب ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا تھا۔ رب نواز کو اس کے وطن دشمن کاروبار کی سزا ملنے کا وقت قریب تھا۔ اس امید میں کہ شاہ عالم کے ہاتھوں اسے جتنا نقصان اٹھانا پڑا تھا وہ شاہ عالم کی بہ زیمت واپسی اور کاروباری رشتوں کی بحالی سے پورا ہو جائے گا' وہ دوسری بار بھی دھوکا کھا کے گھاٹے کا سودا کر بیٹھا تھا۔ اس کا مجموعی نقصان اس تمام فائدے سے بڑھ سکتا تھا جتنا وہ اس کاروبار میں اب تک حاصل کر چکا تھا۔ اور اس کے لیے مستقبل میں اس دھندے میں کچھ نہیں تھا۔ سوائے ناکامی' ناامیدی اور شکست کے۔ ذلت و رسوائی کے اور بدبختی کے۔

عاقل کی عقل خبط ہو چکی تھی۔ اس کے لیے میری باتیں کسی طلسم ہوشربا سے کم نہ تھیں لیکن وہ یقین کرنے پر مجبور تھا کیونکہ میرے سارے حوالے مستند تھے اور سچ کا اصل چہرہ وہ دیکھ سکتا تھا اور محسوس کر سکتا تھا۔ میں نے اس لیے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا کیونکہ آدھی اور ادھوری حقیقت اسے خلفشار میں مبتلا رکھتی اور اس کے ذہن میں خلش پیدا کرنے والے سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔

میں نے کہا "تمہیں اور کچھ پوچھنا ہے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "ابھی تو وہ سب مجھے ہضم نہیں ہوا جو آپ نے بتایا ہے۔ باقی باتیں آہستہ آہستہ خود سمجھ میں آجائیں گی۔ وقت کے ساتھ ساتھ۔"

میں نے کہا "عاقل خاں۔ باقی باتیں تم یعنی سے بھی پوچھ سکتے ہو۔ اس کہانی کے سارے کردار ایک ہیں۔ سچائی کی حد تک۔ ڈاکٹر کمال ہو یا چندا۔ قمر ہو یا نیلم۔ فرید عباسی رخشی اور رئیس خان۔ سب کی آپ بیتی میں یہ واقعات شامل ہیں۔"

"آپ مجھ پر بھی بھروسا کر سکتے ہیں" وہ بولا "آپ کو کبھی احساس نہیں ہوگا کہ مجھے اعتماد میں لے کر آپ نے کوئی غلطی کی تھی یا جلد بازی سے کام لیا تھا۔"

جب اس نے بل طلب کیا تو میں حیران رہ گیا۔ ہم دو افراد کے کھانے کا بل تقریباً چار سو پاؤنڈ بن گیا تھا۔ وہ لندن کے مہنگے ترین ریسٹورنٹس میں سے ایک تھا جہاں قیمتی کھانے کی نہیں اس ماحول یا اس وی آئی پی ٹریٹمنٹ کی جاتی ہے جو کسی عام ریسٹورنٹ میں نہیں ملتی۔

دوپہر سے شام تک کا وقت ہم نے اسی علاقے میں کوئی معقول رہائش گاہ تلاش کرتے ہوئے گزارا۔ میں چاہتا تھا کہ روشنی اور یعنی لندن کے اس علاقے سے بہت دور رہیں جہاں نارتھ پارک اور جمی کی بدمعاشی کا راج تھا۔ ہم نے بروکرز کے ساتھ کئی گھر دیکھے اور بالآخر اوول کے کرکٹ گراؤنڈ کے پیچھے لندن الیس ڈیلیو ٹائن کے علاقے میں بیتھون روڈ پر ایک مکان مجھے پسند آگیا۔ یہ انتہائی پرسکون اور خاموش علاقہ تھا جہاں سب گھر ایک سے بنے ہوئے تھے۔

کرائے داری کے معاملات طے کرنے میں کوئی دشواری اس لیے پیش نہیں آئی کہ عاقل کے پاس برطانوی شہریت تھی۔ مکان کی مالک ایک عمر رسیدہ خطیلی قسم کی عورت تھی جو ایشیائی باشندوں کو کرایہ دار رکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔

"وہ نہایت بدتمیزی کے ساتھ رہتے ہیں۔ مکان کا ستیاناس کر دیتے ہیں اور کبھی نہ کبھی کسی قانونی مشکل میں ضرور پڑ جاتے ہیں۔ صرف رنگ یا نسل کی بنا پر میں کسی کے خلاف نہیں ہوں۔"

عاقل نے کہا "لیکن میں برطانوی شہری ہوں۔ آپ میرے کاغذات دیکھ سکتی ہیں۔"

بڑی بی نے کاغذات ملاحظہ فرما کے واپس کر دیے "تم وعدہ کرتے ہو کہ شرافت سے رہو گے؟"

"شریف آدمی ہر جگہ شرافت کے ساتھ ہی رہ سکتا ہے۔"

اس نے سر ہلایا "تم کرتے کیا ہو؟"

عاقل نے کہا "میں ایک آرٹ ڈیلر ہوں۔ انٹیک اشیا منگواتا ہوں' میرا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا ہے۔"

"تم شادی شدہ ہو؟"

"کیا میری چہرے کی مظلومیت سے اس کا اندازہ نہیں ہوتا" وہ بولا۔

بڑی بی مسکرائیں "تمہارے بدتمیز بچے ہوں گے جو لان میں کرکٹ کھیل کر میرے شیشے توڑیں گے اور پڑوسیوں کو تنگ کریں گے۔"

عاقل نے ایک آہ بھری "میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ حلف نامہ لیے بغیر بچوں کو پیدا نہیں ہونے دوں گا کہ وہ بڑے ہو کر کوئی شرارت نہیں کریں گے۔ اونچی آواز میں بات نہیں کریں گے۔ چپ چاپ گھر میں بیٹھے رہیں گے۔"

وہ ہنسنے لگی "نائی بوائے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ ان سے بچپن کی معصوم شرارتوں کا حق کیسے چھین سکتا ہے کوئی۔"

عاقل بولا "ابھی تو گھر میں صرف تین افراد ہیں۔ میں اور میری شرافت۔ میرا مطلب ہے گھر والی اور اس کی بیمار ماں۔ ماں کی بیماری کی وجہ سے ہم خود گھر کے ماحول کو پرسکون رکھتے ہیں۔"

"کیا بیماری ہے تمہاری ساس کو؟" بڑی بی نے ہمدردی سے کہا۔

"اولڈ ایج۔ اور اس کے لوازمات۔ ڈیپریشن' تنہائی' الزائمیر۔"

"اوہ۔ خدا اس وقت سے سب کو اپنی امان میں رکھے۔ میں خود ایک نرس تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ایک اولڈ ہوم میں جاتی ہوں۔ ہفتے میں تین بار۔ میری خدمات رضاکارانہ ہیں۔ وہاں میں دیکھتی ہوں کہ بڑھاپا اگر کسی کے کام نہ آئے تو کتنا عذاب ناک ہوتا ہے۔ خیر' ایک بات اور۔ مجھے گھر میں شور شرابا بالکل پسند نہیں۔ رات گئے تک گھر میں کوئی ہلے گلے والی پارٹی نہیں ہونی چاہیے۔ جو لوگ اونچی آواز میں محلے والوں کو موسیقی سنواتے ہیں' انہیں میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

عاقل نے کہا "میں تمام باتوں کا خیال رکھوں گا۔"

"گڈ بوائے۔ میرا خیال ہے کہ تم کو کرایہ دار رکھا جا سکتا ہے۔ میرے پاس نیچے کا پورا مکان ہے۔ اوپر کی منزل پر صرف ایک کمرا میرے پاس ہے۔ باقی دیا جا سکتا ہے' تم کس حصے میں رہو گے؟"

"ہمیں یہ مکان اسی لیے پسند آیا تھا کہ ہم اوپر نیچے کے دونوں پورشن لینا چاہتے تھے۔ ہماری رہائش اوپر آپ کے ساتھ ہوگی۔"

"اوپر صرف دو بیڈ روم ہیں مگر بالکل الگ۔"

"ہمیں کافی ہیں۔ نیچے ہم مہمانوں کا کمرا رکھیں گے۔ باقی حصے میں میرے آرٹ کے نمونے اور انٹیک اشیا ہوں گی۔"

"کیا اس کے خریدار بھی یہاں آئیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں یہ چیزیں باہر سے منگواتا ہوں اور خود ہی لوکل مارکیٹ میں سپلائی کرتا ہوں۔ ان چیزوں سے آپ کے گھر کو بالکل نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

وہ بولی "تم اپنا سامان کب لاؤ گے؟"

عاقل نے کہا "جب آپ اجازت دیں گی۔"

"دراصل مجھے اوپر والے حصے کو الگ کرنا ہے۔ ایسے کہ نہ مجھے کوئی ڈسٹرب کرے۔ نہ میری وجہ سے کرائے دار ڈسٹرب ہو' پہلے میں پورے گھر میں رہتی تھی لیکن یہ میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضروریات سے بہت زیادہ ہے اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس طرح مجھے اضافی آمدنی ہو سکتی ہے۔ نیچے والے حصے میں تھوڑا سا رنگ روغن کا کام ہے۔"

عاقل نے کہا "ہم ہفتہ دس دن انتظار کر سکتے ہیں۔"

"ابھی تم کہاں رہتے ہو؟"

عاقل نے ایک غلط پتا بتا دیا۔ "اس جگہ ہم جتنا کرایہ ادا کرتے تھے اس کے مقابلے میں ہمارے پاس گنجائش بہت کم تھی۔"

وہ بولی "ہاں۔ شہر کے وسطی علاقے میں کرائے زیادہ ہیں۔ تمہارا یہ دوست جو خاموش کھڑا ہے' کیا یہ بھی برطانوی شہری ہے؟"

میں نے کہا "نو میڈم! میں پاکستان سے آتا جاتا رہتا ہوں۔ میرے پاس پانچ سال کا ویزا ہے۔ میں ایک بزنس مین ہوں۔"

"اچھا تم بیٹھو۔ میں کاغذات لے کر آتی ہوں۔ جو پہلے سے تیار ہیں۔ تم کو صرف اپنا نام پتا وغیرہ لکھنا ہے اور دستخط کرنے ہیں" بڑی بی نے کہا اور اٹھ کر اوپر چلی گئی۔

میں نے عاقل کی پیٹھ ٹھونکی "تم میری توقع سے زیادہ سمجھ دار ثابت ہو رہے ہو۔"

وہ بولا "یہ سب ایکٹنگ ہے۔ یعنی نے مجھے سب سمجھا دیا تھا کہ تمہیں متاثر کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "میں اپنے نام سے مکان کرائے پر نہیں لینا چاہتا تھا۔ جمی کا کچھ پتا نہیں۔ وہ اپنے سارے جاسوس میری تلاش پر مامور کر سکتا ہے۔ اور امکان خواہ ایک فیصد ہو مگر وہ شہر کے ہر بورو کے سب مل کر سارے کرائے داروں کا سراغ لگانا چاہیں تو کبھی نہ کبھی شاہ عالم کا پتا چلا سکتے ہیں۔"

"ایم اے دہلوی سے ان کا باپ بھی تم تک یا یعنی تک نہیں پہنچ سکتا۔"

بڑی بی نے کچھ دیر بعد ہمارے سامنے چائے رکھی۔ پھر کرایہ نامہ پیش کیا۔ عاقل نے اس پر نام لکھ کے دستخط کر دیے۔

"تو جوان بڑے بے پروا اور جلد باز ہوتے ہیں۔ تم نے اس دستاویز کو پڑھے بغیر دستخط کر دیے۔" بڑی نے افسوس سے سر ہلایا۔

"مجھے آپ پر بھروسا ہے کہ یہ کرایہ نامہ ہی ہوگا۔ میرا ڈیتھ وارنٹ نہیں۔"

جب ہم وہاں سے رخصت ہوئے تو شام ہو گئی تھی۔ میں نے عاقل کی جاں بخشی کرتے ہوئے اسے اجازت دی کہ وہ جہاں چاہے جائے۔ مجھے اب جمی سے ملنا تھا اور پھر چھ بجے لارڈ پرائس سے ڈیل کرنے جانا تھا۔

جمی کے نارٹن بار میں پھر کسی ڈانسر کے معاملے میں ہنگامہ ہو گیا تھا اور وہ نائٹ کلب کے منیجر پر گرج برس رہا تھا کہ اس کی غفلت اور عدم دلچسپی کے باعث آئے دن صورت حال خراب ہونے لگی ہے۔ منیجر اپنی صفائی پیش کر رہا تھا لیکن جمی اس کی ایک نہیں سن رہا تھا۔ اس کی بیوی نے مجھے باہر ہی روک لیا "کافی پیو گے؟"

میں نے کہا "تم اتنی محبت سے اور ایسی ورغلانے والی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ زہر کا جام بھی دو تو میں پی لوں گا۔"

وہ بولی "میں شرط لگا سکتی ہوں کہ تمہاری شادی ناکام ہو جائے گی کیونکہ تم اپنی عادت نہیں بدل سکتے۔ تم اسی طرح دوسری عورتوں کی تعریف کرتے رہو گے۔"

میں نے آگے جھک کے کہا "چونکہ تم نے میری عادت کو سمجھ لیا ہے۔ اس لیے تم مجھ سے شادی کرو تو ناکام نہیں ہوگی۔ ویسے بھی اب میں لکھ پتی ہونے والا ہوں۔ تقریباً ایک گھنٹے میں' چھوڑو لعنت بھیجو جمی پر۔"

وہ ہنسنے لگی "جمی قتل کر دے گا تمہیں۔"

میں نے کہا "مقتول کو بھلا کوئی کیسے قتل کر سکتا ہے۔ قتل تو تم نے کیا ہے مجھے۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنے دوست کی بیوی پر ڈورے ڈال رہے ہو؟"

"پہل تم نے کی۔ مجھے مسکرا کے بلایا۔ اپنے پاس بٹھا کے کافی پیش کی۔ اور مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ مگر قصور تمہارا نہیں' میں کسی بھی ہینڈسم ہیرو سے زیادہ خوبرو ہوں۔"

اسی وقت منیجر غصے میں لال پیلا ہوتا نکلا اور مجھے بلاوجہ خوں آشام نظروں سے گھورتا ہوا گزر گیا۔ میں اپنی کافی کا مگ اٹھا کے اندر لے گیا۔ جمی اپنی وہیل چیئر کی پشت پیچھے کر کے آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ اس نے آنکھیں کھولے بغیر مجھ سے کہا "بیٹھو۔ اور مجھے دو منٹ دو تاکہ میں پرسکون ہو جاؤں۔"

پرسکون ہونے کے لیے اس نے ایک گولی کھائی۔ پھر ایک بوتل سے منہ لگا کے تھوڑی سی شراب حلق سے اتاری اور ایک لمبی گہری سانس لی "یس۔ اب بتاؤ کیا پروگریس ہے؟"

میں نے کہا "میں ایک خوش خبری لایا ہوں۔"

"ایسا لگتا ہے کہ تم نے کوئی بڑا سودا کیا ہے؟"

"بڑا سودا! یوں سمجھو کہ بہت بڑا سودا ہو گیا ہے۔ اس سے دگنی قیمت میں جتنی ہم EXPECT کر رہے تھے۔"

"اس بزنس میں اتنا بڑا بے وقوف کون ہو سکتا ہے؟" وہ سوچ میں پڑ گیا۔

میں نے اسے آرنلڈ کے بارے میں بتایا اور لارڈ پرائس سے ڈیل کے امکانات سے آگاہ کیا۔ وہ دلچسپی اور بے یقینی کے ساتھ سنتا رہا۔ میرے پاس تفصیل میں جانے کے لیے وقت نہیں تھا۔ میں نے اسے کم سے کم الفاظ میں ساری بات بتا دی۔

چند سیکنڈ خاموشی میں گزر گئے۔ پھر جمی نے خود کلامی کے انداز میں کہا "ویسے تو لارڈ پرائس نے آج تک کسی سے اتنی بڑی ڈیل نہیں کی۔"

میں نے کہا "کیا اس کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی کہ کسی نے اسے اتنی بڑی ڈیل کی آفر نہیں کی۔ پیسہ تو اس کے پاس ہے۔"

"مگر وہ یہودی ہے۔ چھ لاکھ کا مال دس لاکھ میں نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ وہ کوئی عام آرٹ ڈیلر نہیں ہے۔ وہ ایک لارڈ ہے۔ مستند اور نجیب الطرفین۔ وہ ایک تاریخ داں ہی ہے چنانچہ انٹیک کی پہچان رکھتا ہے۔ لیکن تمہیں اس مال کے وہ تین لاکھ نقد دے' یہ مجھے مشکل ہی نہیں' ناممکن لگتا ہے۔"

"ہمارے مال کے پیچھے ایک مستند کیٹلاگ ہے اور تاریخی سند ہے لیکن اصل مسئلہ درپیش ہے گارنٹی کا۔ اگر تم"

"میں؟" اس نے میری بات کاٹ دی "کیا میں شکل سے اتنا احمق لگتا ہوں کہ تین لاکھ کی گارنٹی فراہم کر دوں' وہ بھی تمہیں۔"

"یس۔ مجھے تمہاری گارنٹی چاہیے۔"

"دیکھو شاہ جی۔ اول تو یہ ناممکن سی بات ہے۔ اس کے علاوہ فرض کرو میں تمہارا ضامن بننے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ تو کیا لارڈ پرائس اس سے مطمئن ہو کے تمہیں تین لاکھ ادا کر دے گا؟ تم خواب دیکھ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تمہاری مالی حیثیت اتنی بری بھی نہیں۔"

وہ بولا "میری مالی حیثیت بہت مستحکم ہے لیکن میرے اثاثوں کا زیادہ حصہ بلیک منی پر مشتمل ہے۔"

"اور لارڈ پرائس کے پاس؟"

"بلیک منی اس کے پاس بھی بہت ہے" جمی نے تسلیم کیا "وہ اسی میں سے چھ لاکھ نکالے گا۔ تین لاکھ کا مال خریدے گا تو پچاس ہزار کا سودا دکھائے گا اور بعد میں آہستہ آہستہ چھ لاکھ سے دس لاکھ بنائے گا۔ اس پر ٹیکس دے گا اور دس لاکھ کی وائٹ منی کا مالک بن جائے گا۔"

میں نے کہا "اس کی فکر ہم کیوں کریں۔ لارڈ جو چاہے کرے۔ تم بتاؤ کہ تم مجھے گارنٹی فراہم کر رہے ہو یا نہیں؟"

"نہیں۔ میری گارنٹی کی کوئی حیثیت نہیں۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔"

میں نے کہا "سمجھ دار بزنس مین کسی شریف آدمی کے مقابلے میں ایک بدمعاش کے وعدے کو زیادہ قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔"

"شاہ جی' سمجھنے کی کوشش کرو۔ انڈر گراؤنڈ ورلڈ میں یہ سب نہیں چلتا۔ حلف نامے اور پرامسری نوٹ۔ انڈر ٹیکنگ اور گارنٹی۔ صرف زبان پر سارے معاملات طے ہوتے ہیں لیکن بدقسمتی سے کوئی زبان سے پھر جائے تو پھر قانون کی زبان میں کوئی بات نہیں ہوتی۔ وعدہ خلافی کرنے والے کی قانون کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"فرض کرو لارڈ پرائس تمہاری گارنٹی پر سودا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ تو تم مجھے گارنٹی فراہم کرو گے؟"

"آخر میں تمہارا ضامن کیسے بن سکتا ہوں؟" وہ جھنجھلا کے بولا۔

"کیوں؟ کیا ہم بزنس پارٹنر نہیں ہیں؟"

"بزنس پارٹنر۔ مائی فٹ! جس طرح تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔"

میں نے کہا "وہ بات پرانی ہوئی۔"

وہ چلانے لگا "کیا ہے تمہاری حیثیت یہاں۔ اور کیا ہے تمہارے پاس؟"

"یہ تم میرے ساتھ چل کے دیکھو۔ مارکیٹ میں میری گڈ ول ہے۔ میں ایک ذاتی گھر کا مالک ہوں۔ میرے پاس ڈپلومیٹک پاسپورٹ ہے۔" میں نے برہمی سے کہا "میں کوئی ہسٹری شیٹر یا گمنام آدمی نہیں ہوں۔ پاکستان کا کوئی بھی اخبار اٹھا کے دیکھو۔ اس میں میری کل والی پریس کانفرنس کی رپورٹ ہے۔"

وہ کچھ نرم پڑ گیا "میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"

"اور کیا مطلب تھا تمہارا۔ آج تم مجھ سے میری حیثیت پوچھ رہے ہو۔ کوئی حیثیت نہیں ہے میری تو ہمیں الگ ہو جانا چاہیے۔"

اس کا لہجہ بدل گیا "آئی ایم سوری۔ میرا مقصد ہرگز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہیں بے عزت کرنا نہیں تھا۔ دراصل میں اس وقت کچھ زیادہ ہی تلخ ہو رہا ہوں۔ آج کا دن میرے لیے بہت خراب تھا۔ تم ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ میں تمہاری طرف سے تین لاکھ پاؤنڈ ادا کرنے کی ذمے داری کیسے لے سکتا ہوں؟"

"ٹھنڈے دماغ سے تم سوچو۔ اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟"

"پریشانی کی بات تو اس وقت ہوگی جب تم تین لاکھ پاؤنڈ لے کر بھاگ جاؤ گے۔"

"اول تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ بزنس شروع کرنے سے پہلے میں خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماروں۔ پھر اس سے تمہیں کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ تقریباً اتنی ہی مالیت کا سامان تمہارے پاس پڑا ہے۔ اور اگر لارڈ پرائس کی قیمت لگائی جائے تو چھ لاکھ کا۔"

وہ طنزیہ انداز میں ہنسا "لارڈ نے ابھی مال کی جھلک بھی نہیں دیکھی۔"

میں نے کہا "آرنلڈ کوئی شیخی باز اور احمق نہیں ہے کہ اپنا' میرا اور لارڈ پرائس کا وقت ضائع کرے۔ اس نے تجربے کی بنا پر ایک رائے قائم کی ہے جو صرف اس حد تک غلط ہو سکتی ہے کہ لارڈ چھ کے بجائے پانچ لاکھ لگا دے۔ اس سے کم پر میں خود بات کو آگے نہیں بڑھاؤں گا۔ آدھی رقم دے کر وہ پورے مال کا قبضہ لے گا۔ تین لاکھ کا ادھار ہم کریں گے۔ اسے بلا سود ادائیگی کے لیے تین ماہ کی مہلت ہم دیں گے۔"

جمی ایک کاغذ پر تین اور چھ کے ہندسے بنا کے کاٹتا رہا "یہ تو خیر ٹھیک ہے۔"

میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "رہی میرے بھاگ جانے کی بات تو مجھے بہت افسوس ہے کہ تم ایسا سوچتے ہو۔ ایسی بداعتمادی کے ساتھ کوئی کاروباری معاہدہ جاری نہیں رہ سکتا۔ اس سے پہلے ہم کئی سال ساتھ کام کر چکے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ رب نواز کے مقابلے میں ہم بہتر بزنس پارٹنر ثابت ہوں گے۔ گارنٹی فراہم کر کے تم کوئی گھاٹے کا سودا نہیں کر رہے تھے۔ میں تین لاکھ پاؤنڈ لے کر غائب ہو جاؤں تب بھی تمہارے لیے کوئی رسک نہیں۔ تین لاکھ کا مال تمہارے پاس پڑا ہے۔ وہ تم لارڈ پرائس کے حوالے کر دینا۔ اور اگر تم ذرا صبر سے کام لو تو تین مہینے میں تمہیں اس سے دگنی رقم مل سکتی ہے جتنی تم گارنٹی دو گے۔ گارنٹی کیا ہے؟ صرف ایک زبانی وعدہ۔ لارڈ پرائس چھ لاکھ پاؤنڈز میں سے تین مجھے دے گا۔ باقی تین وہ تمہیں ادا کرے گا۔ تم ڈرتے ہو کہ لارڈ اپنے وعدے سے پھر جائے گا یا تم اس سے تین لاکھ وصول نہیں کر سکو گے؟"

جمی ہنسنے لگا "یہ بات نہیں شاہ عالم۔ نہ لارڈ ایسا آدمی ہے اور نہ کوئی جمی کا پیسہ ہضم کر سکتا ہے لیکن — یہ سب اتنا آسان بھی نہیں ہے۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ ہمارے بزنس میں قانون کی زبان کی کوئی اہمیت نہیں۔ کاغذی کارروائی کی کوئی حیثیت نہیں تم جیسے طاقتور شخص کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں بھی تم کو دھوکا دے کر کہاں جا سکتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ بہت لمبے ہیں لندن میں ہر جگہ تم مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔ کیا تمہیں رب نواز نے بتایا نہیں کہ میں نے پریس کانفرنس کیوں بلائی تھی؟ میں پھر اپنے ملک کی سیاست میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ میں رب نواز کو بھی آگے بڑھا رہا ہوں۔ وہ میری سپورٹ بھروسا کرتا ہے۔ میں اس کا محتاج نہیں ہوں۔ اٹھا کے دیکھ آج کے اخبارات' تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میری گنہائی دور ختم ہوا۔ اب میں وہی پہلے والا شاہ عالم ہوں۔ بااثر بارسوخ لیکن میری ایک مجبوری ہے یہ بزنس' جسے میں بہرحال جاری رکھنا چاہتا ہوں' پہلے کی طرح۔ مجھے گارنٹی فراہم کر کے تم ایک بہت اچھی ابتدا کر سکتے ہو۔ یہ دو لاکھ ساٹھ ہزار کے مال کو چھ لاکھ میں نکالنے کا موقع ہماری خوش قسمتی ہے۔ اسے گنوانا نہیں چاہیے' صرف ایک زبانی گارنٹی۔"

میں نے سارا زور بیان صرف کر دیا۔ فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے اور پُراثر الفاظ میں ایسی منطقی بات کی کہ کی قوتِ فیصلہ مفلوج ہو گئی۔

بالآخر اس نے ہتھیار ڈال دیے "شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تم کو مجھ پر اعتبار ہے۔ مجھے تم پر۔ سمجھتا ہوں کہ لارڈ پرائس بھی غلط آدمی نہیں ہے۔ ہم اس اعتبار کر سکتے ہیں مگر اس کو اعتبار تب آئے گا جب تم زبان سے اسے گارنٹی دو گے۔"

"اوکے۔ میں گارنٹی دوں گا لیکن میری کچھ شرائط ہوں گی۔"

میں نے کہا "وہ بھی بتا دو۔"

"نمبر ایک۔ مال میری تحویل میں رہے گا لارڈ پرائس وہ مال کہیں اور شفٹ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی جب وہ مکمل ادائیگی نہ کرے۔ نمبر دو۔ وہ جس چیز کا سودا کرے میں اس کو دے دوں گا۔ نمبر تین۔ ادائیگی تین ماہ میں ہوگی لیکن ایک طے شدہ فارمولے کے مطابق وہ ہر

مال اٹھائے گا' اس کی قیمت مجھے ادا کرے گا۔"

میں نے کہا "یہ بہت معقول شرائط ہیں۔ ان میں سب کے مفادات کا تحفظ ہے۔ لارڈ پرائس کو ان پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

"اگر اس نے ہماری شرائط سے اتفاق کیا تو ہم ایک معاہدہ کریں گے تحریری طور پر' جو ہم خود تحریر کریں گے' میں اسے گارنٹی فراہم کروں گا۔ وہ لکھ کر دے گا کہ تین مہینے میں باقی تین لاکھ پاؤنڈز مجھے ادا کیے جائیں گے اور تم ایک رسید دے کر اپنے حق سے دستبردار ہو جاؤ گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"یہ معاہدہ ہم تمہارے گھر میں بیٹھ کے ڈرافٹ کریں گے۔"

میں نے کہا "میرے گھر میں کیوں؟"

"میں نے ابھی تک تمہارا گھر نہیں دیکھا۔ تمہاری بیوی سے نہیں ملا۔ رب نواز نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اس ماڈل کے لیے یہ گھر خریدا تھا جو تمہیں چھوڑ گئی۔"

میں نے ایک آہ بھری "پرانے زخم کیوں کریدتے ہو۔ اگر لارڈ پرائس نے بھی ایسا چاہا تو میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔"

"ہمیں کہیں بیٹھ کے سارے معاملات کو ڈسکس کرنا ہوگا۔"

میں نے گھڑی دیکھی "چلو پھر دیر مت کرو۔ چھ بجنے والے ہیں۔"

اس نے مجھے روک دیا "ایک منٹ۔ اس فلیٹ کی چابی کہاں ہے جہاں مال رکھا ہے۔ رب نواز نے دی تھی تمہیں؟"

میں نے چابی اسے دے دی "یہ تم شوق سے اپنے پاس رکھو۔"

کہا۔ "میں اس کا تالا بھی بدل دوں گا" جمی نے عیاری سے

جمی کی شاندار لیموزین ایک مخصوص راستے سے عین دروازے کے سامنے لائی گئی۔ شوفر نے اس کا خاص طور پر ڈیزائن کیا ہوا گیٹ کھولا اور جمی اپنی موٹر سے چلنے والی وہیل چیئر کے ساتھ آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کا شوفر ہی اس کا باڈی گارڈ بھی تھا اور میں نے اس کی گن ڈیش بورڈ پر رکھی دیکھی۔ خود جمی بھی مسلح تھا۔ اس کی گاڑی بھی بلٹ پروف تھی۔ یہ سارے حفاظتی انتظامات اس کے لیے کاروباری ضرورت تھے۔

لارڈ پرائس روایت پسند انگریز کی طرح ٹھیک چھ بجے وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ دبلا پتلا اور دراز قد' گنجا اور صورت سے

چُغد نظر آنے والا شخص تھا مگر اس کی رولز رائس بہت شاندار تھی' اس کے شوفر کی وردی بہت شاندار تھی' خود لارڈ کا سوٹ بہت شاندار تھا لیکن سب سے شاندار تھی اس کی شعلۂ جوالہ اور مجسم قیامت بیوی جو عمر میں شاید لارڈ سے نصف ہوگی۔ لارڈ اگر پچاس کا تھا تو ساٹھ کا لگتا تھا اور اس کی بیوی اگر بتیس کی تھی تو چوبیس کی نظر آتی تھی۔ اس نے سرخ اور سیاہ ویلوٹ کا جو لباس پہن رکھا تھا وہ اس کے آدھے سے کم جسم کو کور کر رہا تھا اور باقی آدھے کو خیرہ کن انداز میں نمایاں کر رہا تھا۔ اس کا جتنا بدن جامے سے باہر تھا' وہ مرمر کی سفیدی میں گلاب کے گلابی رنگ کی ساری دلکشی رکھتا تھا اور اس کی نرمی' نزاکت اور اجلے پن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ اس کے دہرے شیڈ والے بال گردن' چہرے اور شانوں پر ایک سرسراتے ریشمی ڈھیر کی طرح بکھر رہے تھے' پھسل رہے تھے۔ پھیل اور سمٹ رہے تھے اور وہ انہیں ایک خاص ادائے ناز کے ساتھ لہرانے پر قادر تھی۔

لارڈ نے خاصی ناگواری سے کہا "تم تین منٹ لیٹ ہو۔"

آرنلڈ نے ہمارا تعارف کرایا "یہ مسٹر شاہ عالم ہیں اور یہ لارڈ پرائس۔ یہ ان کی لیڈی ریکا پرائس!"

صرف میں نے کہا کہ آپ سے مل کے خوشی ہوئی۔ لارڈ نے مجھ سے مصافحہ بھی بادل ناخواستہ کیا لیکن اس کی پیکر حسن و شباب اور کار کی طرح نئے ماڈل کی بیوی نے مجھے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کے۔۔۔۔ اپنا ہاتھ چومنے کی اجازت دی۔ یہ ایک خاص طریقۂ کار ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ پلٹ کر تھوڑا سا آگے بڑھایا پھر میرے لیے لازم ہو گیا کہ میں اس ہاتھ کو تھام کے تھوڑا سا جھکوں اور رسماً اسے چوموں۔

جمی اپنے شوفر کی مدد سے باہر آیا اور اس نے اپنا تعارف خود کرایا "میں لارڈ پرائس سے واقف ہوں۔ ہمارے درمیان پہلے بھی ایک ڈیل ہوئی تھی۔"

"مجھے یاد نہیں" لارڈ نے کہا "تم غالباً جیمز بونڈ ہو؟"

لیڈی ریکا ہنس پڑی "کیا مضحکہ خیزیات ہے۔ جیمز بونڈ اور جیمز بونڈ۔"

جمی نے مسکرا کے کہا "جیمز بونڈ ایجنٹ زیرو زیرو سیون ہے۔ کچھ لوگ مجھے ایجنٹ زیرو زیرو سکس کہتے ہیں۔ سکس میرا لکی نمبر ہے۔"

لارڈ نے اس بے تکلف گفتگو کو پسند نہیں کیا۔ "آرنلڈ نے مجھے تفصیل سے سب بتا دیا ہے۔ میں مال پر ایک نظر ڈالنا چاہوں گا۔ اس کے بعد کیٹلاگ اور وہ انڈین ہسٹری دیکھوں گا جس کو تم ریفرنس کے طور پر استعمال کرتے ہو۔"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہسٹری پر آپ کی گہری نظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے؟"

"یس لیکن میری اسپیشل فیلڈ یورپین ہسٹری ہے۔" وہ بولا۔

جسے لارڈ ایک نظر ڈالنا کہتا تھا وہ بڑا تفصیلی معائنہ ثابت ہوئی۔ اس نے ایک ایک چیز کو اٹھا کے غور سے دیکھا۔ بعض چیزوں کو مختلف زاویے سے نیچے رکھ کے دیکھا لیکن اپنی صورت سے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹے سے بھی زیادہ دیر تک جاری رہا۔ جمی اور میں اسے ہر چیز کے بارے میں مختصراً بتاتے رہے۔ اس کے لیے مجھے بار بار کیٹلاگ دیکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کی بیوی صرف آرٹ میں دلچسپی رکھتی تھی' انٹیک اور نوادرات اس کے نزدیک کباڑی کا مال تھے۔ وہ بور ہوتی رہی مگر موقع پا کے مجھے اپنی قاتل مسکراہٹ سے نوازتی رہی۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ شوخ حسینہ فلرٹ ٹائپ ہوگی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ لارڈ نے اس سے چھ ماہ قبل شادی کی تھی اور یہ اس کی پانچویں بیوی تھی۔ لارڈ اپنی دولت مندی سے صحیح فائدہ اٹھا رہا تھا۔

ایک گھنٹا بیس منٹ کے بعد لارڈ نے لب کھولے "میرا خیال ہے کہ اب ہم بات چیت کا آغاز کرسکتے ہیں۔"

آرنلڈ بولا "یہ جگہ اس کے لیے کچھ مناسب نہیں ہے۔"

جمی نے فوراً کہا "یس' ہم مسٹر شاہ عالم کے گھر چلیں گے۔"

میں نے کہا "میں آپ سب کو ویلکم کروں گا لیکن میں ذرا معلوم کرلوں کہ میرا گھر کھلا ہوا ہے یا نہیں۔ بعض اوقات میری بیوی تالا لگا کے چلی جاتی ہے۔ آج اتفاق سے میرے پاس ڈپلی کیٹ چابی نہیں ہے۔"

میں نے فون کیا تو ریسیور رعینی نے اٹھایا "آپ کہاں ہیں صبح سے؟"

میں نے کہا "پہلے یہ بتاؤ کہ وہ پاگل مسخرہ کہاں ہے؟"

اس نے کچھ رکھائی سے کہا "عاقل ابھی آئے ہیں۔"

میں نے کہا "پھر تم دس منٹ میں اس کے ساتھ نکل جاؤ۔"

"کہاں نکل جاؤں؟"

"یار کہیں بھی نکل جاؤ۔ لندن کا شہر اتنا بڑا ہے۔ میں کیا بتاؤں۔ جمی اور کچھ لوگ میرے ساتھ گھر آرہے ہیں۔ وہاں صرف روشنی کو ہونا چاہیے" میں نے کہا اور جواب سنے بغیر فون بند کردیا۔

ہم پینتیس منٹ میں گھر پہنچے تو روشنی نے ہمارا استقبال کیا۔ مہمانوں کے کمرے میں بیٹھ کے لارڈ نے کیٹلاگ اور اینٹین ہسٹری کے ریفرنس دیکھنے شروع کیے۔ اس کی بیوی بیک وقت مجھے' جمی اور آرنلڈ کو اپنی اداؤں سے قتل کر رہی اور پھر ٹی وی کے چینل بدل بدل کے کوئی پروگرام تلاش کرتی رہی۔ روشنی نے اس کو پسند نہیں کیا تھا۔ خصوصاً اس کے لباس کی وجہ سے۔ وہ کچن میں چائے بناتی رہی۔

بالآخر لارڈ نے کہا "آرنلڈ نے مجھے بتایا ہے کہ تم لاکھ پاؤنڈز مانگ رہے ہو' کیا یہ کچھ زیادہ نہیں ہیں؟"

میں نے کہا "اگر آپ اس بات کو مدِنظر رکھیں کہ سب مال آپ کو آدھی قیمت پر مل رہا ہے اور باقی نصف رقم آپ کو تین ماہ کی مدت میں مال فروخت کرکے ادا کرنی ہے یہ اچھا سودا ہے۔ ہم تین ماہ کی سہولت دینے پر نہ انٹرسٹ چارج کررہے ہیں اور نہ کوئی گارنٹی مانگ رہے ہیں۔"

"گارنٹی؟ گارنٹی تو تم دو گے۔"

میں نے کہا "اگر آپ نے بروقت ادائیگی نہ کی یا ادائیگی روک دی تو اس کا ذمے دار کون ہوگا؟"

"میں ایسا کیوں کروں گا؟" لارڈ نے خفگی سے کہا "تمہیں لاکھ نقد میں دے رہا ہوں۔"

"ہم اس کی رسید دے رہے ہیں اور اس سے دگنی قیمت کا مال آپ کے حوالے کررہے ہیں" میں نے کہا۔

جمی نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ لارڈ پرائس اپنی بزنس ڈیلنگ میں بہت فیئر ہیں۔"

تھوڑی سی بحث کے بعد معاملات طے پاگئے۔ لارڈ نے چھ لاکھ پاؤنڈز میں سودا کرلیا تھا اور وہ تین ماہ کی سہولت سے بھی مطمئن تھا۔ میری طرف سے جمی نے یہ ذمے داری قبول کی کہ مال ادائیگی کے شیڈول کے مطابق لارڈ کے حوالے کیا جاتا رہے گا۔ اس میں سے ایک چیز بھی ادھر اُدھر نہ ہوگی۔ اس کے لیے مال گودام پر دو سیکورٹی گارڈ بٹھائے جائیں گے جن میں سے ایک لارڈ کا نمائندہ ہوگا اور دوسرا جمی کا۔ جو مال وہاں سے فروخت کے لیے نکالا جائے گا اس کا اندراج ہوگا۔ ایک رسید بنے گی اور جب اس کی قیمت ادا کردی جائے گی تو دوسری چیز نکالی جائے گی۔ لارڈ نے اس پر اعتراض کیا تو جمی نے کہا کہ تین لاکھ میں چھ لاکھ کا مال اس کے حوالے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جہاں چاہے لے جائے۔

بالآخر تمام معاملات طے پاگئے۔ لارڈ نے مجھ سے ادائیگی کا طریق کار پوچھا تو میں نے پچاس پچاس ہزار پاؤنڈ کے چھ پے آرڈرز یا ڈیمانڈ ڈرافٹ طلب کیے لیکن لارڈ نے انکار کردیا۔ وہ کیش ادائیگی کرنا چاہتا تھا۔

"تین لاکھ پاؤنڈز کیش۔ میں کہاں رکھوں گا؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"اس کی فکر میں کیوں کروں" وہ بولا "اگر تمہیں مسئلہ

ہے تو کل تم ساری رقم نقد وصول کرسکتے ہو۔"

جمی نے... میری طرف دیکھ کے سر ہلایا "میرے خیال میں خطرے کی کوئی بات نہیں۔"

میں نے سوچ کے کہا "خطرے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ میں کسی نجی سیکورٹی کمپنی کی خدمات حاصل کرسکتا ہوں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے" جمی نے کہا "میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

معلوم نہیں کیوں مجھے جمی کے لہجے میں تحفظ کی یقین دہانی ایک کیموفلاج کی طرح لگی جس کے پیچھے خطرہ چھپا ہوا تھا۔ لندن کا شہر بھی ہر بڑے شہر کی طرح اتنی بڑی رقم رکھنے کے لیے غیر محفوظ تھا۔ جرائم پیشہ افراد راہ چلتے لوگوں کو لوٹتے تھے۔ ان کے گروہ بینکوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور تین لاکھ پاؤنڈز اتنی بڑی رقم تھی کہ لندن شہر کے سارے چور اُچکے میرے پیچھے لگ جاتے۔

مجھے میرا خوف بھی کہا جاسکتا تھا۔ میری چھٹی حس کی پیش بینی یا محض وہم لیکن میں جمی کے حفاظتی انتظام پر بھروسا کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ یہاں جو ڈیل ہورہی تھی اس کا علم باہر کے کسی شخص کو نہیں تھا چنانچہ خطرہ اگر ہوسکتا تھا تو انہی سے جو واقفِ حال تھے۔ جمی خود یہ ڈراما کرسکتا تھا کہ اس کے دو محافظ ہمارے ساتھ جائیں اور واپسی میں اس کے اپنے چار نقاب پوش ساتھی ہم سے کیش چھین کر لے جائیں۔ جمی ایک گروہ کا سرغنہ تھا اور اس کے لیے یہ پلاننگ آسان تھی۔ بعد میں خود پولیس کچھ ثابت نہ کرپاتی اور میرے لیے بھی صبر کے... اچارہ نہ ہوتا۔

یہ کام لارڈ بھی کرسکتا تھا۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ وہ جمی جیسا بدمعاش ہے یا نہیں مگر اس کا اور جمی کا دھندا ایک تھا۔ چنانچہ میرے لیے کسی پر بھروسا نہ کرنا ہی بہتر تھا لیکن میں نے اس وقت جمی یا لارڈ پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔

میں نے کہا "جمی ساتھ ہوگا تو پھر ٹھیک ہے۔"

"تم کل دو بجے آسکتے ہو؟" لارڈ نے پوچھا۔

میں نے کہا "بالکل آسکتا ہوں۔"

لارڈ نے کہا "اب مسئلہ ہے مال کا۔ تمہارے پاس سارے آئٹمز کی کوئی فہرست (INVENTORY) ہے؟"

جمی نے کہا "آف کورس' میرے پاس مکمل فہرست ہے۔ تم ایک ایک آئٹم کو چیک کرسکتے ہو۔ ہم اسی انونٹری کی بنیاد پر (VALUATION) کریں گے۔"

لارڈ نے کہا "ایک میری قیمتِ خرید ہوگی جو میں طے کروں گا۔ دوسری ہوگی میری قیمتِ فروخت جو میں تم کو بتانے کا پابند نہیں۔"

"مجھے تین ماہ میں تین لاکھ پاؤنڈز ادا کرنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ تم نے اس پوری لاٹ کو خرید لیا ہے۔ اب تم اسے جس قیمت پر چاہو بیچو۔"

"لیکن اس تین مہینے میں اگر کوئی چیز غائب ہوجاتی ہے تو میں اس کی قیمت مجموعی رقم میں سے کاٹ لوں گا۔ وہ فہرست کہاں ہے؟"

"میرے آفس میں" جمی نے کہا۔

"بہتر ہے تم وہ منگوالو کیونکہ اسٹاک ٹیکنگ اور پیکنگ اوور کی ساری کارروائی آج ہی مکمل ہوجانی چاہیے۔"

"یہ تو بہت لمبا کام ہے" جمی نے گھڑی دیکھی "کیوں ہم کل صبح پر رکھ لیں۔"

"ٹھیک ہے۔ صبح میں ایک سیکیورٹی گارڈ کے ساتھ آؤں گا۔ ایک گارڈ تم بھی لاسکتے ہو۔ وہ سارے مال کی حفاظت مل کے کریں گے" لارڈ نے کہا۔

جب روشنی چائے لے کر آئی تو لارڈ کچھ حیران ہوا لیکن اس کی بیوی نے کھل کے کہہ دیا "مجھے ایک ڈرنک چاہیے' چائے نہیں۔"

میں نے کہا "آئی ایم سوری۔ میں اپنے گھر میں وہ چیز نہیں رکھتا جو مذہب کی رو سے میرے لیے حرام ہے۔"

انہوں نے میرا دل رکھنے کے لیے چائے پی۔ چلتے چلتے آرنلڈ نے مجھے یاد دلایا کہ میں اس کے کمیشن کو نہ بھولوں۔

ان کے جانے کے بعد روشنی نے کہا "یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ تین لاکھ پاؤنڈز کیش لے کر کہاں جائیں گے۔ رقم گھر لائیں گے؟"

میں نے ہنس کے کہا "تم فکر مت کرو۔ میں کوئی انتظام کرلوں گا۔"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندر سے میں بھی خوف اور اندیشوں میں مبتلا ہوگیا تھا۔ میرے پاس صرف ایک رات تھی اور کل کا آدھا دن اور میرے ذہن میں کوئی لائحہ عمل واضح نہیں تھا۔ صورتِ حالات خطرناک حد تک پے چیدہ ہوگئی تھی اور میری معمولی سی غلطی یا ایک ناسازگار اتفاق کامیابی کی ساری امیدوں کو خاک میں ملا سکتا تھا۔

میں نے روشنی کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن تجسس اسے مجبور کررہا تھا کہ مجھ سے میرے عزائم کے بارے میں سوالات کرے۔ ایسا وہ بدنیتی کی بنیاد پر نہیں کررہی تھی۔ وہ مجھے اپنا محسن سمجھتی تھی اور میرا برا نہیں چاہتی تھی لیکن میں اسے اپنے تمام معاملات میں شریکِ راز نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے پہلے اسے ٹالا اور پھر سختی سے منع کردیا "جن معاملات سے تمہارا تعلق نہیں' ان کے بارے میں مجھ سے مت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوچھو۔"

وہ روہانسی ہوگئی "آپ کا رویہ میرے لیے بالکل ناقابل فہم ہے۔ کبھی آپ اتنی اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں کہ مجھے خوش فہمی ہونے لگتی ہے کہ جیسے میں سچ مچ آپ کی بیوی ہوں۔ یہ بھول جاتی ہوں کہ مجھے ایک ایکٹریس کی حیثیت سے بیوی کا رول کرنے کے لیے رکھا گیا ہے۔"

میں نے کہا "دیکھو۔ میرا اور تمہارا تعلق بہت عارضی ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں اپنی زندگی کے ہر راز میں شریک کرلوں۔ اس میں مجھ سے زیادہ تمہارے نقصان کا احتمال ہے۔"

"آپ نے تو کہا تھا مجھ سے کہ سوال مت کرنا۔ بس میں ہی بھول جاتی ہوں ہر بات۔ آئندہ خیال رکھوں گی" اس نے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

میں نے اپنی بے رخی کا انداز برقرار رکھا "عینی اور عاقل کہاں گئے ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ مجھے بتا کے جانے کے پابند نہیں ہیں" وہ بولی۔

"اچھا وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ مجھ سے نیلم کے ہوٹل میں رابطہ کریں" میں نے باہر جاتے ہوئے کہا۔

لندن میں نیلم کی یہ آخری رات تھی۔ اس کے یونٹ نے اپنا کام قبل ازوقت مکمل کرلیا تھا لیکن فلم کے آخری چند سین فلم بند کرانے کے لیے نیلم کا واپس جانا ضروری تھا۔ میں نے اسے فون کیا تو اس کے ساتھ فلم کے ہدایت کار ہمدم صاحب بھی موجود تھے۔

میں نے کہا "تمہیں عینی اور عاقل کا کچھ پتا ہے؟"

"ہاں' سب پتا ہے۔ یہ بڑا تیز رفتار دور ہے شاہ جی۔ کسی پر ایک نگاہ میں فریفتہ ہونے سے ملنے کے جتن کرنے' چوری چھپے ملنے اور پھر عشق کے سارے مرحلے طے کرکے وصل کی منزل تک پہنچنے میں مہینوں کیا سالوں لگ جاتے تھے' انہیں دیکھو' جمعہ جمعہ۔"

میں نے کہا "میرا سوال یہ تھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گے؟"

"ہاں' ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے ہوں گے' خوابوں میں گم ہوں گے۔"

میں نے کہا "خدا کے لیے نیلم' اگر وہ آئیں تو انہیں روک لینا۔ میں ابھی آتا ہوں لیکن دیر بھی ہوئی تو آؤں گا ضرور۔"

رات ساڑھے نو بجے میں پھر نیک دل خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا مکان ہم نے کرائے پر لیا تھا "میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو نیند میں ڈسٹرب کیا۔"

"اوہ نو۔ اس عمر میں نیند کہاں آتی ہے اتنی جلدی۔ تو خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ ٹی وی ایجاد ہوگیا۔ یہ گھر کا فرد ہے جو ساتھ چھوڑ کے نہیں جاتا۔ ہر وقت مجھ سے مرضی کی باتیں کرنے کے لیے اور مجھے خوش رکھنے کے مستعد رہتا ہے۔ مجھے اکیلے پن کا احساس نہیں ہونے دیتا۔ خیر' تم بتاؤ کیسے آئے؟"

میں نے کہا "ایک مجبوری کی وجہ سے آنا پڑا۔ آپ کے گھر کا نیچے والا پورشن مجھے فوری طور پر چاہیے۔ اس میں آپ کا ارادہ رنگ روغن کرانے کا تھا' اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں کیونکہ نیچے مجھے صرف اپنا سامان رکھنا ہے۔"

"آخر ایسی کیا مجبوری ہے اور تم سامان رکھ دو گے تو کہاں رہو گے؟"

میں نے کہا "پرابلم میرے لینڈ لارڈ کی ہے۔ اس کی بیوی کو اسپتال سے گھر لانا ہے اور وہ معذور ہے۔ اسے اوپر منزل پر نہیں رکھا جاسکتا۔ ہم نے اپنی رہائش کوئی الحال ایک کمرے تک محدود کرلیا ہے۔ دو کمرے خالی کرنے کے سامان کو شفٹ کرنا پڑے گا۔ وہ سب آرٹ اور ہینڈ کرافٹ' انٹیک وغیرہ ہیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم چاہو تو ابھی سامان لاؤ لیکن اوپر کا پورشن تمہیں ایک ہفتے سے پہلے نہیں ملے گا۔ مجھے بیچ میں دیوار اٹھا کے اپنی رہائش الگ کرنی ہے۔ بہرحال پرائیویسی چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "تھینک یو ویری مچ۔ میں کل کسی وقت سامان اٹھالوں گا۔"

مجھے امید تھی کہ وہ مان جائے گی لیکن نہ مانتی تو میں بھی گودام کرائے پر حاصل کرنے میں دیر نہ لگاتا۔ ابتدا تھی اور اب تاخیر یا التوا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کل دوپہر کے بعد یا رات کے وقت نوادرات کا سامان چیک کرکے کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنا تھا۔ لارڈ براکس کو اشاک چیک کرنا تھا اور دوپہر کے بعد مجھے ادائیگی کرنا ظاہر ہے یہ کام اس کے بعد ہی کیا جاسکتا تھا۔

ابھی تک میرے ذہن میں کچھ واضح نہیں تھا کہ پروفیشنل سیکیورٹی گارڈز کی موجودگی میں یہ کام کیسے ہوگا۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کے اپنا دامن بچانا چاہا اور ایسی پوزیشن پیدا کرنا چاہتا تھا کہ جمی اور لارڈ دوسرے کو الزام دینے کے سوا کچھ نہ کرسکیں۔ میری کسی کا شک ہی نہ جائے۔

ٹیکسی میں ایک لمبی ڈرائیو کے بعد میں رات ساڑھے گیارہ بجے نارتن بار پہنچا۔ اس علاقے میں بہت سے اور نیک نام نائٹ کلب تھے اور جوئے خانے تھے چنانچہ رات کے وقت دن نکلتا تھا۔ میں جلتی بجھتی رقص کرتی روشنیوں کے دامن میں زندگی کے بھرپور تضاد کو دیکھتا ہوا چلتا تھا۔ ایک طرف دولت کی فراوانی تھی' یہاں عیاشی کے لیے آنے والے عیش و عشرت اور مسرت کی سنسنی خیزی کے چند لمحات کے خریدار تھے اور انہیں یہ لمحات فراہم کرنے والے ہر خدمت کے لیے حاضر تھے۔ ان کے لیے دنیا کی اعلیٰ ترین شراب اور ہر ملک' رنگ اور نسل کی نوخیز لڑکیاں اپنے حسن و شباب کے ساتھ چشم براہ تھیں۔ خوبرو کڑیل جوان تھے جوان پیشہ در لڑکیوں کی طرح برائے فروخت تھے لیکن انہیں کوئی MALE PROSTITUTE نہیں کہتا تھا۔

باہر گاڑیوں کے ڈرائیور' ملازم اور خدمت گار۔ آوارہ گرد اور ہیروئن جیسے نشوں کے عادی' کال گرلز اور بروکرز۔ پیشہ ور بدمعاش اور چھوٹی موٹی وارداتیں کرنے والے بھی سرگرداں تھے۔ میں غور سے سب کی صورتوں کو دیکھتا جارہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اپنے مقصد کا آدمی کہاں اور کیسے تلاش کروں۔

ایک کلومیٹر پیدل چلنے کے بعد میں پلٹا ہی تھا کہ ایک نائٹ کلب کے باہر کچھ ہنگامہ نظر آیا۔ ایک سیاہ فام بیک وقت تین افراد سے لڑ رہا تھا اور اکیلا ہونے کے سبب مار کھا رہا تھا مگر پیچھے ہٹنے پر تیار نہ تھا۔ وہ تینوں بھی اس جیسے ہی تھے چنانچہ وہ اسے اٹھا کے سڑک پر پھینکنے میں کامیاب رہے۔ سڑک پر گرنے والا گالیاں بکتا ہوا اٹھا اور چلانے لگا "یو باسٹرڈ' تم انسان نہیں شیطان ہو۔"

تینوں نے اسے پھر پیچھے دھکیل دیا "جہنم میں جاؤ تم۔"

"تم سمجھتے ہو میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ میری بیوی کی بیماری کا بہانہ جھوٹ ہے۔ اپنے اس حرامی مالک سے پوچھو کہ کیا پہلے کبھی میں نے کوتاہی کی۔" سیاہ فام چیخ کے بولا۔

"وہ تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا" اس کے ایک حریف نے کہا۔

سیاہ فام نے رو کے کہا "خدا کی قسم' میری بیوی اسپتال میں ہے۔ مجھے اس کے علاج کے لیے پیسہ چاہیے۔ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔"

دوسرے حریف نے کہا "واجبات لینے کے لیے کل دن میں آنا۔ اب دفع ہوجاؤ یہاں سے۔ ہمیں مجبور مت کرو کہ ہم پولیس کو بلائیں۔"

سیاہ فام شکست خوردہ سا کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ اس نے اپنے بھاری بھرکم ہاتھوں سے اپنے چہرے پر بہنے والے آنسو صاف کیے۔ اس کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہورہی تھی۔ ایک تندرست و توانا مرد جو شاید خود کو بدمعاش ہی سمجھتا تھا اپنی بے بسی پر رونے کے سوا کچھ بھی کرنے سے قاصر تھا۔

میں نے اسے دو گاڑیوں کے درمیان فٹ پاتھ پر بیٹھے دیکھا اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا مسئلہ ہے جونی؟" میں نے کہا۔

اس نے گردن گھما کے مجھے دیکھا "دفع ہوجاؤ' تم کچھ نہیں کرسکتے۔"

میں اس کے پاس بیٹھ گیا "ابھی جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا' اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ مجھے تمہارے لیے کچھ کرنا چاہیے۔"

"تمہارے پاس کوئی جاب ہے؟" اس نے پُرامید لہجے میں کہا۔

"ہوسکتا ہے۔ یہ بتاؤ تم کیا کرسکتے ہو؟"

"اس وقت تو میں پیسے کے لیے اپنے باپ کا خون بھی کرسکتا ہوں۔ اگر ان سؤر کے بچوں نے میرے واجبات ادا نہ کیے اور میری بیوی مرگئی تو میں ان سب کو جان سے ماردوں گا۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔ اگر اس مہینے میں دیر سے آیا' یا کسی دن نہیں آیا۔ زیادہ دن غیر حاضر رہا تو اس کی وجہ بھی ہے۔ وہ بھی جانتے ہیں۔"

میں نے کہا "تم یہاں کیا کرتے تھے؟"

"وہی جو باقی سب کرتے ہیں۔ میں تینوں کے ساتھ مل کے یہ خیال رکھتا تھا کہ کوئی ہنگامہ نہ ہو۔ کہیں کوئی بدمعاشی نہ دکھائے۔"

میں نے کہا "ایک کام ہے میرے پاس' اگر تم کرسکو؟"

"تم بتاؤ' میں کروں گا" وہ میرا ہاتھ تھام کے بولا۔

میں نے کہا "کیوں نہ ہم کہیں اطمینان سے بیٹھ کے بات کریں۔ میرے ساتھ آؤ۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم میرے مطلب کے آدمی ہو۔"

"میرا نام ہوگر ہے۔" وہ میرے ساتھ چلنے لگا "مجھے بتاؤ کام کیا ہے؟"

ہم ایک پب (شراب خانے) میں بیٹھ گئے۔ میں نے اس کے لیے خود اس کی پسند کی شراب کا آرڈر دیا۔ اس نے ایک جام چڑھا کے سکون کا سانس لیا۔

"تم کیوں نہیں پی رہے ہو؟" وہ بولا۔

میں نے کہا "میں شراب نہیں پیتا۔ ہوگر' تمہیں اس کام کے دس ہزار پاؤنڈز مل سکتے ہیں۔ لو ایک اور جام۔"

اس کے ہاتھ سے جام چھوٹ گیا۔ دوسرا جام حلق میں انڈیلتے ہی اسے پھندا سا لگ گیا "دس ہزار۔ تم نے یہی کہا تھا یا میں نے غلط سنا؟"

"تم نے ٹھیک سنا۔ میں تمہیں دس ہزار پاؤنڈز دوں گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تم کو پیسے کی سخت ضرورت ہے اور تم قتل کرنے کے لیے بھی تیار ہو۔ ویل۔۔۔ میں تم سے ایسا کوئی کام نہیں کہوں گا لیکن یہ کام شریفانہ بہرحال نہیں ہے۔ اس کے لیے تمہیں کچھ ہمت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ تھوڑی سی عقل سے کام لینا ہوگا اور احتیاط سے۔"

ہوگر پلک جھپکائے بغیر مجھے دیکھتا رہا۔ "آخر تم کام کیوں نہیں بتاتے؟"

میں نے کہا "میں بتا رہا ہوں۔ اتنی جلد بازی مت کرو۔ مجھے نروس اور ٹینس نہیں' پُرسکون اعصاب والے ٹھنڈے دماغ کے آدمی کی ضرورت ہے۔ یہ کام ایک ٹیم کا ہوگا۔ تمہارے ساتھ کم سے کم دو افراد اور ہوں تو اچھا ہے۔ ان کو تم کیا دیتے ہو' یہ تمہارا معاملہ ہے۔ کیا تمہارے پاس بھروسے کے آدمی ہیں جو تمہاری مرضی پر چلیں اور بعد میں کسی کو کچھ نہ بتائیں؟"

ہوگر پریشان ہونے لگا "یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

میں نے کہا "اگر یہ کام اطمینان بخش طریقے پر ہو گیا تو تمہارے لیے دوسرا کام ہوگا اور ممکن ہے میں تمہیں مستقل بنیاد پر رکھ لوں۔ جو شخص پہلے میرے ساتھ تھا وہ بہت قابلِ اعتماد تھا لیکن اپنی ایک غلطی کے باعث آج وہ جیل میں بیٹھا ہے اور ابھی کافی عرصہ باہر نہیں آسکتا۔ اس نے اپنی بیوی کو شریکِ راز کرلیا تھا۔"

اس نے حقارت سے کہا "بیوی۔ گرل فرینڈ یا کوئی عورت اس قابل نہیں ہوتی کہ آدمی اسے کاروباری راز بتائے۔"

میں نے کہا "تم مجھے شاید جانتے نہیں' میں نارٹن بار کے جی کا دشمن نمبر ون ہوں۔"

"جی۔۔۔ وہ تو بہت خطرناک آدمی ہے" ہوگر بولا۔

"یس لیکن وہ اگر دنیا میں کسی سے ڈرتا ہے تو مجھ سے۔ ظاہر ہے جنگل کے شیر کا دشمن کوئی گیدڑ نہیں ہوسکتا۔ اگر تم سے غلطی ہوئی یا تم نے کوئی حرامی پن کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ سمجھ لو' میں تمہیں واچ کروں گا۔ کیسے' یہ میں ابھی نہیں بتاؤں گا' تمہیں وقت آنے پر معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں تیار ہوں۔ تم مجھے دس ہزار پاؤنڈز دو گے۔ میں ایک ایک ہزار دو بندوں کو دوں گا۔ ان کی ذمے داری میری۔"

میں نے کہا "تم نے لارڈ پرائس کا نام سنا ہے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "لندن میں سیکڑوں لارڈ ہیں۔"

"میں تمہیں اس کا پتا سمجھاتا ہوں۔ کل دوپہر دو بجے سے تین بجے کے درمیان میں لارڈ پرائس کے گھر سے جی کی گاڑی نکلے گی' تم اس کی گاڑی کو پہچانتے ہو؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا "اس میں آگے معذور والی وہیل چیئر فٹ ہوتی ہے۔"

"وہ آگے بیٹھتا ہے۔ اپنے ڈرائیور کے ساتھ۔ ڈرائیور کے پاس گن ہوتی ہے۔ کیا تم اس گاڑی کو اغوا کرسکتے ہو؟"

اس کا منہ حیرت اور خوف سے کھل گیا "گارڈز کو؟"

"ہاں۔ میں تمہیں گاڑی کا راستہ سمجھا سکتا ہوں۔ راستے پر تم کہیں بھی گاڑی کو روکو اور ہائی جیک کرو۔ خیال رکھنا کہ لارڈ کے محل کے باہر سے نیلے رنگ کی ایک گاڑی تمہارا تعاقب کرے گی۔"

ہوگر بولا "لیکن یہ ناممکن ہے۔ بہت مشکل ہے۔ راستہ روکنے والے کو گولی مار سکتا ہے۔"

"ہاں لیکن میں نے کہا تھا کہ یہ کام صرف ہمت کا نہیں' عقل کا بھی ہے۔ راستے میں کسی جگہ جی کی گاڑی کا ٹائر فلیٹ کردو۔"

"چلتی گاڑی کا ٹائر کیسے فلیٹ کیا جاسکتا ہے؟ اگر گولی چلائی جائے تو ٹائر برسٹ ہو جائے گا۔ گاڑی الٹ جائے گی۔"

میں نے کہا "اگر تم کسی موڑ پر چھپ کے بیٹھ جاؤ اور جیسے ہی گاڑی گزرے' مٹھی بھر کیلیں پھینک دو۔ دو چار یقیناً پچھلے ٹائروں میں گھس جائیں گی اور سو گز کے اندر ایک یا دو ٹائر فلیٹ ہو جائیں گے پھر ڈرائیور لازمی طور پر وہیل چینج کرنے کے لیے اترے گا اور وہ مناسب ترین وقت ہوگا جب تم اور تمہارے دو ساتھی چہرے چھپا کے وہاں پہنچ جائیں۔ ایک ڈرائیور کو ناک آؤٹ کرے' دوسرا جی کو گن پوائنٹ پر نیچے اتار دے اور تیسرا وہیل بدلے۔ تم چاہو تو جی کو بھی ناک آؤٹ کرسکتے ہو۔ پانچ منٹ میں تم گاڑی لے کر فرار ہو جاؤ گے۔"

"ان دونوں کو وہیں چھوڑ کے؟" ہوگر نے کہا۔

"یس۔ اسی گاڑی میں تم مجھے دیکھو گے۔ پچھلی سیٹ پر۔ تم مجھے بھی ناک آؤٹ کرو گے۔"

"تمہیں بھی۔۔۔؟" اس نے بے وقوفوں کی طرح پوچھا۔

"ہاں مجھے بھی پھر تم گاڑی لے کر چار سو گز آگے جاؤ گے۔ نیلی گاڑی تمہارے پیچھے ہوگی۔ تم گاڑی روکو گے دس ہزار پاؤنڈز وصول کرو گے۔"

"کس سے؟"

"نیلی گاڑی کے ڈرائیور سے" میں نے کہا "اور بھاگ جاؤ گے۔"

"جی کی گاڑی میں" ہوگر بولا۔

"نہیں بے وقوف۔ وہ گاڑی چھوڑ کے۔ تمہارا کام ختم۔"

وہ فکرمند نظر آنے لگا "یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ظاہر ہے دس ہزار پاؤنڈز میں تمہیں بلاوجہ

تو نہیں دے رہا ہوں۔ اگر کسی بچے کے ہاتھ سے لالی پاپ لینی ہوتی تو میں خود بھی لے سکتا تھا۔"

وہ بولا "جی بہت خطرناک آدمی ہے۔"

میں نے کہا "چلو پھر رہنے دو۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کام کے لیے موزوں نہیں ہو۔ مجھے کسی اور کو تلاش کرنا ہوگا۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں' یہ بات نہیں۔ دراصل ٹائم بہت کم ہے۔ مجھے سوچنا پڑے گا کہ اپنے ساتھ کسے لے جاؤں۔"

میں نے جال کا پھندا کچھ اور ٹائٹ کردیا "یہ ہوسکتا ہے کہ میں دس ہزار تم کو الگ دے دوں اور تمہارے دو مددگاروں کو دو ہزار فی کس الگ دے دوں۔"

اس کی ساری مزاحمت ختم ہوگئی "اوکے باس۔ میں یہ کام کروں گا۔"

میں نے کہا "تمہارے اور میرے مستقبل کے تعلقات کا انحصار اس پہلے کام کی تکمیل پر ہے۔"

"آخر تم کرتے کیا ہو؟" وہ بولا۔

میں نے کہا "کیا یہ بتانا ضروری ہے؟ ایک وقت میں آدمی بہت سے کام کرتا ہے اور کام کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ میں ایک بہت بڑے گروہ میں دوسری پوزیشن پر ہوں اور فی الحال اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔ میرے ساتھ رہ کے تم ایک ہزار پاؤنڈز فی ہفتہ تو یقیناً پاؤ گے لیکن اس کے علاوہ خصوصی کام نکلتے ہیں۔ ان کا خصوصی معاوضہ بھی ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا میں اپنے ساتھ گن لے جاسکتا ہوں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر تمہیں اپنے آپ پر کنٹرول ہے تو تم بے شک ایٹم بم لے جاؤ لیکن کام چوری ڈکیتی کا ہو تو قتل جیسا سنگین جرم کرنے سے بچنا چاہیے۔"

"کیا تم مجھے وہ جگہ ابھی دکھا سکتے ہو؟"

میں نے کہا "نہیں۔ کل صبح تم مجھے کہیں ملو۔ میں تمہیں پورا راستہ سمجھا دوں گا۔ یہ مشکل سے تین کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اس کا اچھی طرح جائزہ لے کر خود فیصلہ کرو کہ تم جی کی گاڑی کو کہاں روکو گے؟"

"نیلی گاڑی میں کون ہوگا؟"

میں نے کہا "اس کے نام سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ ظاہر ہے وہ بھی مجھ سے کم اہم نہیں ہے۔ وہ تم پر نظر رکھے گا اور تمہیں ادائیگی کرے گا۔"

"اور اگر اس نے ادائیگی نہ کی یا وہ دس ہزار پاؤنڈز نہیں چودہ ہزار پاؤنڈز بچانے کے لیے گاڑی چھین کر لے گیا یا مجھے گولی مار کے نکل گیا؟"

میں نے کہا "دیکھو۔ دنیا میں اعتماد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ رسک کیا میں نہیں لے رہا ہوں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تم یہ کام خراب کردو یا کر ہی نہ سکو۔ راتوں رات تمہارے خیالات بدل جائیں۔ میں تم پر بھروسا کر کے کتنا بڑا رسک لے رہا ہوں۔ یہی نہیں' میں تمہیں اصول اور قاعدے کے مطابق نصف رقم ایڈوانس دے رہا ہوں۔ پانچ ہزار پاؤنڈز اور مجھے کوئی ڈر نہیں کہ تم یہ کام نہ کرسکے یا رقم لے کر غائب ہوگئے تو میں کیا کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ایسا نہیں کرسکتے۔ کرو گے تو اپنی زندگی کو داؤ پر لگاؤ گے۔ تمہیں اسی پیشے میں رہنا ہے اور زندہ بھی رہنا ہے۔"

اس نے سر ہلایا "کل میں کہاں آؤں؟"

میں نے کہا "تم نے چیم برج روڈ دیکھی ہے؟ ناٹنگھم ہل گیٹ کی طرف جاتے ہوئے تمہارے بائیں ہاتھ پر لینڈ روک روڈ ہے۔ اس کے شروع میں ہی ایک تھیٹر ہے اور ایک چرچ ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے۔"

"میں اس تھیٹر کے سامنے ملوں گا۔ ٹھیک نو بجے۔"

"میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟" ہوگر بولا۔

میں نے کہا "تم مجھے باس کہہ سکتے ہو۔"

"اور بگ باس کون ہے؟"

میں نے اسی دن صبح کے اخبار میں ایک رپورٹ پڑھی تھی کہ گزشتہ دو ہفتوں کے دوران میں پولیس اغوا برائے تاوان اور بینک ڈکیتی کی دو بڑی وارداتوں کا سراغ لگانے میں ابھی تک ناکام ہے جبکہ ان کے پیچھے جس گروہ کا ہاتھ ہے' اس کا نام کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لکی ماؤس کہلانے والے اس مجرم کا نام پہلے ایک سال میں شیطان کی طرح مشہور ہوا ہے یا کیا گیا ہے اور عوام میں یہ تاثر بڑھتا جارہا ہے کہ پولیس لکی ماؤس سے ملی ہوئی ہے یا اس سے خوف زدہ ہے۔

میں نے پُرسکون لہجے میں کہا "تم نے کبھی لکی ماؤس کا نام سنا ہے؟"

اس کا منہ پھر کھل گیا "لکی ماؤس؟"

میں نے کہا "آہستہ بولو' دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بگ باس کے لیے کچھ کرنے سے پہلے ہی تم دھر لیے جاؤ۔ وہ خود بھی گمنام رہنا پسند کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے کارکن بھی نیچی باز نہ ہوں۔ پریس میں جتنی پبلسٹی ہے وہ لوگوں میں اپنا تاثر قائم رکھنے کے لیے ضرور ہے لیکن اس سے زیادہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ سخت مرعوب ہوا "میں بگ باس کی توقعات پر پورا اتروں گا۔"

میں نے کہا "پھر کل صبح' وقت اور جگہ یاد رکھنا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے سہلایا "باس...! وہ ایڈوانس... میرا مطلب ہے کچھ..."

میں نے اسے سو پاؤنڈز دیے "ایڈوانس صبح ملے گا، اب تم جاؤ۔"

جب وہ چلا گیا تو میں نے ٹیکسی پکڑی اور ہوٹل پہنچ گیا۔ عینی اور عاقل مجھ سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔

نیلم نے سخت خفگی ظاہر کی "کیا کرتے پھر رہے ہو تم آخر؟"

میں نے کہا "جو کچھ میں کر رہا ہوں، اسے زندہ رہنے کی کوشش سمجھو۔"

"تم مرنے کے کام کر رہے ہو" وہ بولی "خدا کے لیے ناصر...!"

میں نے کہا "زندگی ایک مسلسل جدوجہد ہے نہ مرنے کے لیے اور میرے لیے تو خطرات کے اس دریا کو عبور کیے بغیر سلامتی کے ساحل تک پہنچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اسے میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی کہو یا بدبختی کہ ناصر عظیم اپنی زندگی کے راستے کو چھوڑ کے کسی اور کی زندگی کی راہ پر چل پڑا تھا اور وہ اتنا آگے نکل گیا تھا کہ اس کے لیے واپسی اب اتنی آسان نہیں رہی۔ مجھے زندگی کا سفر پھر وہیں سے شروع کرنا ہے جہاں سے چھوڑا تھا۔ اس کے لیے مجھے الٹے قدم واپس آنا ہے اور اپنے سارے نقشِ پا مٹانے ہیں، سارے سراغ ختم کرنے ہیں تاکہ پھر شامتِ اعمال میرا تعاقب کرتی ہوئی کبھی میرے سائے تک بھی نہ پہنچ پائے۔ میں نے یہ مشکل کام تقریباً ختم کر لیا ہے۔ بہت جلد شاہ عالم گزرے ہوئے کل کا ایک خواب پریشاں رہ جائے گا اور آنے والا کل صرف ناصر عظیم کا ہوگا جس میں ہم سب ساتھ ہوں گے۔ اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر پانے کی مشترکہ جدوجہد کرنے کے لیے۔ مجھ پر بھروسا رکھو۔ میں نے یہ کام بڑی احتیاط اور بہت محنت سے سوچ سمجھ کے اور ایک ہی مقصد کو سامنے رکھ کے کیا ہے لیکن مجھے کچھ مشکل اور کچھ خطرناک فیصلے بھی کرنے پڑے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق عطا کی اور ہمت بخشی۔ تم سب نے میری حمایت کی اور میرا حوصلہ بڑھایا۔ بس اب کچھ دن کی بات ہے۔"

میری بات کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ نیلم مسکرانے لگی۔ "یہ تم سے کس نے کہا کہ ہمیں تم پر اعتماد نہیں لیکن جو کچھ تم کرتے پھر رہے ہو..."

"بات یہ ہے نیلم کہ شاہ عالم کی زندگی بہت سے رشتوں سے بندھی ہوئی تھی۔ ان سب کو کاٹنا ضروری تھا۔ یہ کام تقریباً ختم ہو گیا ہے۔"

"اب تم کرتے رہو اپنا قوامانچو کی واپسی کا آپریشن۔ میں تو کل رات پاکستان پہنچ جاؤں گی اور پھر شامل ہو جاؤں گی تمہاری واپسی کا انتظار کرنے والوں میں۔"

میں نے کہا "آج منگل ہے نا۔ جمعرات یا جمعے کو میں ناشتا تمہارے ساتھ کروں گا۔"

"عینی تو اب یہیں رہے گی۔"

میں نے کہا "اس کی بات چھوڑو۔ یہ اب ہمارا دردِ سر نہیں رہی۔"

عینی مصنوعی خفگی سے بولی "میں دردِ سر تھی؟"

"ایسا ویسا...! سر کا درد تو اسپرین سے ٹھیک ہو جاتا ہے جو تمہیں ٹھیک کرنے کی کوشش کرے وہ پاگل مسخرہ۔"

عاقل ہنسنے لگا "میں خود بہت بگڑا ہوا ہوں۔ اب دیکھو کون ٹھیک ہوتا ہے اور کون کسے بگاڑتا ہے؟"

میں نے کہا "نیلم۔ آج ہم تھوڑا سا جشن منائیں گے۔ ایک بہت بڑے فیصلے کی خوشی میں۔ جس پر سب سے زیادہ خوش میں ہوں۔"

عینی کا چہرہ مسرت سے دمکنے لگا "سچ کہہ رہے ہیں آپ؟"

"نہیں۔ میاں عاقل وبالغ کی طرح جھوٹ بول رہا ہوں۔ جیسے یہ تمہارے سامنے بول کے تمہیں امپریس کرتا ہے۔"

عاقل بولا "کیا کریں سرجی! یہ عورتیں جھوٹ سے ہی خوش ہوتی ہیں۔"

میں نے کہا "نیلم۔ انہوں نے ایک فیصلہ کیا ہے جسے ہماری تائید اور حمایت حاصل ہے۔ جوانی کے سب فیصلے ایسے ہی ہوتے ہیں مگر میری دعا ہے کہ عجلت میں کیا ہوا یہ فیصلہ کبھی غلط ثابت نہ ہو۔ یہ ہمیشہ اس پر فخر کریں۔"

"آمین، آمین، آمین!" نیلم نے کہا۔

میں نے کہا "اب وہ جو ایک رسم ہوتی ہے منگنی کی یا اعلانِ عام کی، وہ تو ہم یہاں کر نہیں سکتے لیکن ہم بہرحال ان کے بزرگ ہیں اور یہ ان کی سعادت مندی ہے کہ انہوں نے ہم سے منظوری لی۔ تو ہمارا بھی کچھ فرض بنتا ہے۔ یہاں تو لڑکے جیب میں انگوٹھی لیے پھرتے ہیں کہ جہاں موقع ملا، کسی کو پسند دو لیکن میاں عاقل کو اتنا ہوش کہاں۔"

عاقل نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک مخملی ڈبیا برآمد کی "صرف یہ ثابت کرنے کے لیے میں عاقل وبالغ ہی نہیں، ہوش مند بھی ہوں۔"

"ارے واہ!" نیلم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ڈبیا

کھولی۔

میں نے کہا "تم نے تو یار موقع پر شرمندہ کر دیا۔"

ڈبیا میں ہیرے کے نگینے والی خوبصورت انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ عینی بالکل کسی دلہن کی طرح شرمانے لگی اور سر جھکا کے بیٹھ گئی۔

میں نے کہا "برخوردار تم ہماری توقعات پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پورے اترتے دکھائی دیتے ہو، چلو خیر ہے، بسم اللہ۔"

نیلم نے کہا "بھئی تمہاری طرف سے کیا ہے، تم لڑکی والے ہو۔"

میں نے سر کھجایا "یہ کیا پوزیشن پیدا کر دی تم نے۔ میرے پاس لڑکے کو پہنانے کے لیے کیا ہے۔ یہ جوتے پہنا دوں اگر آ جائیں۔ خود ننگے پاؤں چلا جاؤں گا۔"

نیلم ہنسنے لگی "چلو تم لڑکے والے بن جاؤ، یہ لو انگوٹھی اور میں لڑکی کی طرف سے یہ انگوٹھی پہناتی ہوں۔" اس نے اپنی انگوٹھی اتار لی۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟" عاقل نے کہا۔

"کیوں۔ میری کیا منگنی کی انگوٹھی تھی؟" نیلم نے انگوٹھی عینی کو دی "چلو جی۔ یہ تم پہناؤ مگر پہلے دولہا میاں۔"

عاقل نے عینی کا ہاتھ پکڑا اور انگوٹھی پہنا دی پھر کانپتے ہاتھوں سے یہی رسم عینی نے پوری کی۔ ہم نے تالیاں بجائیں اور طے کیا کہ خوشی کے اس موقع پر دعوت باہر کہیں ہوگی۔

ہر بڑے بین الاقوامی شہر کی طرح لندن شہر بھی چوبیس گھنٹے جاگتا رہتا ہے۔ ہم اسی علاقے میں چلے گئے جہاں ایشیائی باشندوں نے اپنی تہذیب اور روایات کی پوری دنیا آباد کر رکھی ہے۔ ہم نے ایک پاکستانی ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ عاقل اور عینی اتنے ہی خوش تھے جتنے کسی منگنی کی خاندانی تقریب میں ہونے والے دولہا دلہن نظر آتے ہیں حالانکہ یہاں ہم صرف چار افراد تھے لیکن خوشی کا تعلق تو جذبات سے ہے۔ خوشی اندر سے پھوٹ رہی ہو تو ساری کائنات مسکراتی نظر آتی ہے۔

عاقل نے مجھے کچھ مایوسی کے ساتھ بتایا کہ بی بی سی والوں نے اسے ٹکا سا جواب دے دیا ہے کہ "حضرت، جب بلایا تھا تو آپ آئے نہیں تھے۔ اب اس وقت تو ہم آپ کی خدمت کرنے سے قاصر ہیں۔ کبھی ضرورت ہوگی تو پھر اشتہار دیں گے۔ دوبارہ سب کے ساتھ قسمت آزما کے دیکھ لینا۔"

میں نے کہا "اس میں منہ بسورنے کی کیا بات ہے یار، بی بی سی کی نوکری نہ سہی، بی بی جی کی غلامی تو مل گئی ہے۔"

وہ ہنسنے لگا "ہم تو ویسے بھی مومن ہیں۔ دل کو تسلی دے سکتے ہیں کہ اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہوگی اور بندے کا رزق اسے خود کھینچ کر لے جاتا ہے۔"

میں نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ تمہارے رزق کو خدا نے میری طرف بھیج دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

میں نے کہا "اگر تمہیں کام ہی کرنا ہے تو چھوڑو یہ نوکریوں کے چکر، تم میرے ساتھ کام کرو۔"

"آپ کے ساتھ کیا کروں؟ ایسے ہی دم چھلا بن کے پھروں؟"

میں نے کہا "مفت خورے پالنا میرے نزدیک گناہ ہے۔ حرام خوری کے مرض کی حوصلہ افزائی ہے۔ کام بہت بڑے بڑے ہیں میرے پاس لیکن ابھی کام کرنے والا کوئی نہیں۔ نیلم نے کتنا بڑا فیصلہ کیا ہے میرا ساتھ دے کر۔"

"ان کے پاس بڑے کاموں کے لیے بڑا سرمایہ تھا۔"

میں نے کہا "کام صرف سرمائے سے نہیں ہوتے۔ صلاحیت سے بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف نیلم کے ساتھ مل کے کیا کر سکتا ہوں۔ کچھ بھی نہیں۔ مجھے قابلِ اعتماد ساتھیوں کی ضرورت ہے۔"

"دیکھیے، برا ماننے کی بات نہیں۔ میں آپ کی نوکری نہیں کر سکتا۔ کام آپ جو دیں گے کروں گا لیکن معاوضہ لے کر نہیں۔"

"کسی کو بیگار میں پکڑنا مجھے منظور نہیں۔ فی الحال تم سوچنے کے لیے آزاد ہو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟"

"میں یہاں فری لانس جرنلزم کروں گا۔ بے روزگار تو میں بیٹھ نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے میں کوئی پروڈکشن ہاؤس جوائن کر لوں یا کوئی ڈاکومینٹری فلم بناؤں جس کا مجھے بہت شوق ہے۔"

میں نے کہا "عینی یہاں رہے گی۔ اسے آپ اپنا اپرنٹس سمجھیں اور پوری ٹریننگ دیں۔ ادب آداب، انگریزی زبان، صحافت، سب سکھائیں۔ یہ روشنی کے ساتھ رہے گی تو وہ بھی کچھ سکھائے گی۔"

عینی نے اعلان کر دیا "مجھے کسی سے کچھ نہیں سیکھنا۔ جو سیکھنا ہوگا میں خود سیکھ لوں گی۔ زبردستی کے استادوں کو مجھ پر مسلط مت کرو۔"

نیلم نے کہا "اس کی خودسری اور دیگر تمام ذہنی امراض کا علاج بھی تمہیں ہی کرنا ہے۔"

عینی اسے چڑانے لگی "کیا بات ہے۔ ایک دیوانہ مسخرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علاج کرے گا میری دیوانگی کا اور اپنی کیئس سکھائے گا مجھے؟"

نیلم نے کہا "میں تو جارہی ہوں کل واپس۔ اب تم دونوں جو چاہو کرو سوائے شادی کے۔ وہ ہوگی لاہور میں دھوم دھام سے اور ہماری مرضی سے۔"

میں نے کہا "میں بھی شاید پرسوں چلا جاؤں مگر میں آتا جاتا رہوں گا۔"

آدھی رات کے بہت بعد میں اور عینی گھر لوٹے تو روشنی ہمارا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی۔ میں نے اپنی چابی سے دروازہ کھولا اور ہم کسی کو ڈسٹرب کیے بغیر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

عینی نے اپنا بیگ ایک طرف پھینکا اور بستر پر گر گئی "مجھے تو بہت سخت نیند آرہی ہے۔ اتنا تھک گئی آج۔"

میں نے کہا "جاؤ منہ دھو کے کافی بناؤ۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنا ہے۔"

اس نے رونی شکل بنائی "ایسی کیا بات ہے جو کل نہیں کی جاسکتی؟"

میں نے کہا "ہے کچھ ایسی ہی بات۔"

وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ "اچھا تو پھر کہو' میں سن رہی ہوں۔"

میں نے کہا "مائی ڈیئر عینی۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ہم دونوں اپنی اس زندگی کا ایک نیا دور شروع کرنے جارہے ہیں۔"

وہ خوش ہوکے چلائی "بھیا کیا آپ نے بھی فیصلہ کرلیا ہے۔ آخر کس نے جیتا ہے یہ مقابلہ۔ شبنم نے یا چندا نے؟"

میں نے کہا "تو واقعی پاگل ہے لڑکی۔ اچھا انتخاب کیا ہے تو نے اس پاگل مسخرے کا۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"کمال ہے۔ ابھی خود آپ نے کہا تھا۔"

میں نے کہا "میں اپنی شادی کی بات نہیں کررہا تھا۔ میں نے تو ابھی اس بارے میں سوچنا بھی شروع نہیں کیا۔"

وہ بولی "میرا مشورہ ہے کہ سوچنا شروع کردیں۔"

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ شادی تو ایک دن ہو ہی جاتی ہے سب کی۔ میں بات کررہا تھا اس زندگی کا جو آدھی سونی نے گزاری اور باقی آدھی عینی جیے گی۔"

وہ بولی "آپ کا مطلب ہے چوالیس سال ہوگی میری عمر۔ صرف بائیس سال باقی ہیں میری زندگی کے۔"

میں نے کہا "تو سیریس ہوگی یا میں لگاؤں ایک۔ جھانپڑ!"

"چلیں' میں ہوگئی سیریس' جھانپڑ کے بغیر ہی۔"

میں نے کہا "اسی طرح جیسے شاہ عالم کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا تو صرف ناصر عظیم کی زندگی ہوگی۔ میری اپنی زندگی۔ ایسے ہی بہت جلد سونی اپنے ماضی کے ساتھ ایک بھولا ہوا خواب بن جائے گی اور مستقبل ہوگا صرف عینی کے لیے۔ ہم یہ سب کچھ کررہے ہیں اس خوشی اور اس کامیابی کے لیے جس سے ہم ابھی تک حالات کی ستم ظریفی کے باعث محروم رہے۔"

وہ بولی "میں تو عینی بن گئی ہمیشہ کے لیے اور میں کس زبان سے کہوں کہ مجھے بچانے اور ایک پُرتحفظ مستقبل دینے کے لیے آپ سب نے کتنی کوشش کی۔"

میں نے کہا "رسمی باتیں چھوڑ۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ غور سے سن۔ مجھے ایک دن کے لیے سونی کی زندگی چاہیے۔"

وہ میری بات کا مطلب کچھ دیر بعد سمجھی "سونی کی زندگی؟"

"ہاں۔ اس سونی کی زندگی جو چوری ڈکیتی کے فن میں طاق تھی۔ مرنے مارنے سے نہیں ڈرتی تھی اور میں نے اسے ایک جنگل سے پکڑا تھا۔"

اس کی حیرت برقرار رہی "جو کہنا ہے کھل کر کہئے۔ پہیلیاں مت بجھوائیے۔"

"کل تجھے میرے ساتھ ایک جگہ ڈاکا ڈالنے جانا ہوگا۔"

وہ چونکی "ڈاکا ڈالنے؟"

"ہاں۔ لیکن اس بات کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہیے" میں نے کہا۔

وہ میری بات بڑے دھیان سے سنتی رہی۔ میں نے اسے اپنے پورے پلان کے بارے میں تفصیل اور ترتیب کے ساتھ بتایا۔ یہ سمجھایا کہ میں ایسا کیوں کررہا ہوں۔ اس پر عمل درآمد کیسے ہوگا۔ ناکامی کے امکانات اور خطرات کیا ہیں اور کامیابی کے امکانات کیا ہوں گے۔

میرے خاموش ہوجانے کے بعد بھی وہ سوچتی رہی۔ بالآخر اس نے کہا "بھیا' ویسے تو میری زندگی پر آپ کو پورا اختیار ہے' جب چاہیں لے لیں لیکن آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہم پاکستان میں نہیں' لندن میں ہیں؟"

"افلاطون۔ سوچنے کا سارا کام کرلیا ہے میں نے۔ تو اپنے دماغ پر زور مت ڈال۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ بتائیں' مجھے کیا کرنا ہے؟"

میں نے کہا "کل صبح ہم کوئی بہانہ کرکے ایک ساتھ چلیں گے۔"

وہ میری بات کاٹ کے بولی "بھیا' برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں' کیا آپ کو ان سب پر اعتماد نہیں ہے۔ نیلم' روشنی اور عاقل پر؟"

میں نے کہا "اعتماد یقیناً ہے لیکن روشنی کو میں اپنے تمام معاملات میں رازدار بنانا نہیں چاہتا۔ عاقل کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس صورتِ حال کو کس طرح دیکھے گا۔ اسے تیرا ایک دن کے لیے بھی پھر سونی بننا اچھا لگے گا یا نہیں؟ رہی نیلم کی بات تو وہ کل جارہی ہے واپس۔ وہ بلاوجہ پریشان ہوگی۔ اس کے علاوہ میں کسی اضافی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ نیلم کے ذریعے یہ بات لاہور پہنچے گی' وہاں بہت لوگ آپ سیٹ ہوں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ اس معاملے سے ہم دونوں نمٹ لیں۔"

"لیکن بھیا' یہاں ہم پھنس گئے تو۔؟"

میں نے خفگی سے کہا "مجھے ڈر لگتا ہے یا تو ساتھ دینا نہیں چاہتی تو صاف انکار کردے۔ ابھی ڈائیلاگ مار رہی تھی کہ زندگی آپ کی ہے۔"

وہ افسردہ ہوگئی "اب میں نہیں بولوں گی' آپ کہئے۔"

میں نے کہا "صبح ہم پہلے ہوگر سے ملیں گے لیکن اس سے بھی پہلے میں ایک نیلے رنگ کی گاڑی کرائے پر لوں گا۔ جہاں سے بھی ملی۔ تو اس گاڑی میں دور سے دیکھتی رہے گی۔ تیرے کپڑے مردانہ ہوں گے اور تو میرے پیچھے رہے گی۔ میں ہوگر اور اس کے ساتھیوں کو پہلے وہ جگہ دکھاؤں گا جہاں سارے نوادرات موجود ہیں پھر وہ راستہ جس پر میں جمی کے ساتھ واپس آؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ بارہ ایک بجے تک جمی اپنا سارا اسٹاک لارڈ پرائس کے حوالے کردے گا اور ان کے سیکیورٹی گارڈز ڈیوٹی سنبھال لیں گے۔ ان کے رخصت ہوتے ہی میں دونوں گارڈز سے نمٹوں گا اور تو اپنے سابقہ تجربے کی مدد سے تالا کھولے گی۔ میں سارے نوادرات بڑی بی کے گھر پہنچا کے دو بجے سے پہلے جمی کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تو دو بجے نیلی گاڑی میں لارڈ پرائس کے گھر سے کچھ فاصلے پر ہمارے آنے کا انتظار کرے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہم تین بجے کیش لے کر نکلیں گے۔ راستے کا تجھے علم ہے۔ ہمارے پیچھے ہوں گے ہوگر اور اس کے ساتھی۔ ان کے پیچھے تو جائے گی۔ آگے سب پروگرام کے مطابق ہوگا۔ تو جمی کی گاڑی میں سے کیش نکال کے گھر آجائے گی۔"

"اور ہوگر کو ادائیگی کون کرے گا؟"

"تو کرے گی اور کون۔ اس کے بغیر وہ گاڑی تیرے حوالے کہاں کریں گے۔ ایک بات کا خیال رکھنا' انہیں جمی کی گاڑی میں کیش کی موجودگی کا علم نہیں ہے۔ اپنی گن ساتھ رکھنا اور ان سے بات ایسے کرنا کہ وہ رعب میں رہیں۔ اپنی رقم لے کر گاڑی تیرے حوالے کریں اور چپ چاپ چلے جائیں۔"

"اگر انہوں نے گڑبڑ کی۔۔۔ پھر۔؟"

"پھر بے شک انہیں گولی مار دینا۔ باقی معاملات میں سنبھال لوں گا مگر اس نیلی گاڑی کو یہاں مت لانا۔ راستے میں کہیں بھی چھوڑ دینا۔ میں تلاش کرلوں گا بعد میں۔ میرا مطلب ہے ہوش میں آنے کے بعد۔"

وہ متفکر ہوگئی "لیکن بھیا' کہیں چوٹ زیادہ لگ گئی اور پولیس آپ کو لے گئی اسپتال' پھر کیا ہوگا؟"

"وہ میں نے سوچ لیا ہے۔ میں تجھے فون کرکے بتادوں گا۔"

اس نے ایک گہری لمبی سانس لی "خدا کرے کوئی گڑبڑ نہ ہو' جو آپ نے سوچا ہے' بہت خطرناک کام ہے۔"

کال بیل بجی تو ہم دونوں اچھل پڑے "یہ۔ اس وقت کون آگیا؟" عینی نے خوف زدہ سرگوشی کی۔

میں نے کہا "میں دیکھتا ہوں۔" میں نے دروازے کے پاس جاکے پوچھا "کون ہے؟"

جواب ملا "پولیس!"

میں نے ذرا آگے سے جھانک کر دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے ایک پولیس مین کی پُرسکون صورت نظر آئی۔ اس کے پیچھے گلی میں ایک پولیس کار تھی جس میں دوسرا پولیس مین ڈرائیور کی سیٹ پر زیادہ سکون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بظاہر خطرے کی بات کوئی نہیں تھی ورنہ وہ دونوں گن ہاتھ میں لیے بے حد مستعد اور مقابلے کے لیے تیار نظر آتے۔

دوسری دستک ہونے سے پہلے میں نے دروازہ کھول دیا "یس آفیسر!"

اس نے مجھے نظر جما کے دیکھا "اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم ہی شاہ عالم ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری غلطی صرف یہ ہے کہ تم نے مجھے نیند سے جگایا۔"

وہ میرے جواب سے خوش نہیں ہوا "کیا پروفیسر واپس آگیا ہے؟"

میں نے بدمزگی کا اظہار کیا "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے لیے آدھی رات کے بعد یہ معلوم کرنا کیوں ضروری ہوگیا تھا۔"

اس نے سخت لہجہ اختیار کرلیا "ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے فالتو وقت نہیں ہوتا۔ جو پوچھا جائے' اس کا جواب دو۔"

میں نے رکھائی سے کہا "اس نے اپنی واپسی ایک ہفتے کے لیے ملتوی کردی ہے۔ اب یہ مت پوچھنا کہ کیوں' کیا یہ بات تم صبح فون پر نہیں پوچھ سکتے تھے۔"

وہ بولا "ہم صبح تک انتظار نہیں کرسکتے تھے۔ اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

میں نے کہا "کس جرم میں؟"

وہ بولا "جرم کوئی نہیں۔ ہم نے یہاں سے جس چور کو پکڑا تھا' وہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اور وہ بھی صبح تک انتظار نہیں کرسکتا۔؟"

"یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے اب کوئی صبح نہ ہو' وہ مرنے والا ہے۔"

میں بھونچکا رہ گیا "مرنے والا ہے ۔ تم نے ماردیا اسے؟"

"ہم نے ماردیا!" وہ خفگی سے بولا "واٹ نان سینس؟"

میں نے کہا "سب سمجھتا ہوں میں۔ تم نے تفتیش کے نام پر جو تشدد کیا' اس کے نتیجے میں ملزم کی یہ حالت ہوئی' کیا یہ غلط ہے۔"

"یہ بکواس ہے" پولیس مین سپاٹ لہجے میں بولا "لیکن میرا خیال ہے کہ تم سوئیں رہے تھے' پینے میں مصروف تھے۔"

میں نے کہا "میں اس بے ہودہ بات پر سخت احتجاج کرتا ہوں۔ میں ایک پکا مسلمان ہوں اور میرے لیے شراب کی بوتل کو چھونا بھی گناہ ہے۔"

"پھر اس احمقانہ بات کا کیا مطلب ہے؟ ملزم دل کا مریض تھا مگر یہ بات اس نے ہمیں دل کا دورہ پڑنے کے بعد بتائی۔"

میرا ردِعمل فطری اور میرے مخصوص حالات کے منظر کا نتیجہ تھا۔ میرے ملک میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ پوری آدھی رات کے بعد ہر مہینہ ملزم سے تفتیش شروع کرتے اور اس سے اعترافِ جرم کرانے کے لیے تشدد کے انسانیت سوز اور وحشیانہ طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ صبح تک مریض تڑپ تڑپ کے جان دے دیتا ہے۔ یہ واقعات عام ہیں اور اخبارات میں بھی رپورٹ ہوتے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہر قانونی قتل کے بعد پولیس مقابلے کا نتیجہ ہویا تفتیش کا۔ سرکاری مؤقف ہوتا تھا کہ ملزم دل کا مریض تھا اور دورہ پڑنے سے مرگیا۔ پولیس حکام زیادہ ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے یہ بیان دینے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے کہ ملزم نے حوالات میں شلوار کے ازار بند سے خود کو پھانسی لگالی۔ حوالات تھانے کے اندر ہوتی ہے۔ دروازے پر ایک مسلح پولیس مین کھڑا رہتا ہے اور عموماً رات کے وقت حوالات خوب آباد ہوتی ہے۔ اِدھر اُدھر سے لائے جانے والے مبینہ ملزم اور مشکوک افراد وہاں کوٹ کوٹ کر بھرے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ایک شخص سب کے سامنے شلوار سے ازار بند نکالتا ہے' گلے میں پھندا لگا کے خود کو حوالات کی سلاخوں سے باندھتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے پھندے کو اتنا سخت کرتا ہے (کیونکہ اوپر لٹکنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی) کہ ہلاک ہوجاتا ہے اور باہر کھڑا سنتری اور حوالات کے دیگر ملزمان خاموشی سے سب دیکھتے رہتے ہیں' اسے روکتے نہیں' کسی کو بلاتے نہیں' شور نہیں کرتے اور وہ مرجاتا ہے۔

اس سے بھی زیادہ کمال کی بات یہ ہے کہ جب جوڈیشل انکوائری ہوتی ہے تو ایسا گواہ کوئی نہیں ملتا جو کہے کہ یہ غلط ہے۔ عدالتی تفتیش کرنے والے ناممکن کو ممکن ثابت کردیتے ہیں۔ پولیس کے پاس قانون کے نام پر قتلِ عام کا لائسنس ہے' اس کی تجدید ہر دورِ حکومت میں ہوتی رہتی ہے خواہ وہ جمہوری ہو یا غیر جمہوری۔

لیکن یہاں تفتیش کا مطلب قطعی مختلف تھا۔ پولیس تھرڈ ڈگری یعنی جسمانی تشدد کا طریقہ استعمال کرتی تھی تو بہت

احتیاط کے ساتھ اور ایسے کہ ثابت کچھ نہ ہوسکے۔ یہ ناممکن اور بعید از قیاس تھا کہ کوئی پولیس تشدد سے ہلاک ہوجائے اور پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ قتل یہاں قتل تھا خواہ عام آدمی کرے یا پولیس اور قاتل کے لیے سزا بھی ایک ہی تھی۔

میں نے پولیس سے تیار ہونے کے لیے چند منٹ کی اجازت لی۔ روشنی کو جگانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یعنی کو خود میں نے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دی اور پانچ منٹ کے بعد پولیس کار میں بیٹھ گیا۔ وہ مجھے ایک اسپتال میں لے گئے جسے شاندار کہنا غیر ضروری ہے کیونکہ یہاں صحت صفائی دیکھ بھال اور علاج معالجے کی سہولتوں کے اعتبار سے سب اسپتال ایک جیسے تھے۔

ملزم انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں کسی وی آئی پی کی طرح لیٹا ہوا تھا۔ اسے ایک نرس اور ایک ڈاکٹر دیکھ رہے تھے۔ کمرے کے باہر پولیس ضرور موجود تھی مگر اس کی حیثیت قانون کے نمائندے سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ وہ ڈاکٹروں کی مرضی کے بغیر مریض کے پاس پھٹک نہیں سکتا تھا۔

مریض کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ مجھے آنے میں دیر ہوچکی ہے۔ فرشتۂ اجل مجھ سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ نرس اب مریض کے دل کی دھڑکن کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔ ڈاکٹر اسے کوئی انجکشن لگا رہا تھا۔ ہاتھوں سے خاموش ہوجانے والے دل میں زندگی کی رمق پیدا کرنے کی کوشش بے سود رہی تو نرس نے اسے الیکٹرک شاک دینے کی تیاری شروع کی۔ اس نے دو جگہ تار لگے مشین کو آن کیا۔ مریض کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ تھوڑا سا اچھلا اور پھر ساکت ہوگیا۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا۔ کسی نے بھی میری طرف نظر اٹھا کے نہیں دیکھا۔ دس منٹ بعد مرنے والے کو حیاتِ نو دینے کی کوششیں ترک کردی گئیں۔ ڈاکٹر نے اسے مردہ قرار دے دیا۔

رسمی اور قانونی کارروائی مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر نے مجھ سے بات کی "تم نے آنے میں بہت دیر کی۔"

میں نے کہا "دیر میں نے نہیں پولیس نے کی۔ مجھے ابھی آدھے گھنٹے پہلے بتایا۔"

پولیس مین نے احتجاج کیا "خود مجھے ڈاکٹر نے آدھے گھنٹے پہلے کہا تھا۔ میں تمہارے ساتھ ایک گھنٹے میں واپس پہنچ گیا ہوں۔"

میں نے کہا "خیر' کیا تم جانتے ہو ڈاکٹر کہ مرنے والا مجھ سے کیا کہنا چاہتا تھا۔ بات یہ ہے کہ میرے لیے وہ صرف ایک چور تھا جسے میں نے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ نہ زندگی میں اس نے مجھے پہلے کبھی دیکھا اور نہ میں نے اسے۔ چنانچہ میں یہ اندازہ کرنے سے قاصر ہوں کہ مرنے سے پہلے اس نے مجھے کیوں یاد کیا تھا؟"

"صرف معافی مانگنے کے لیے" ڈاکٹر ایک فولڈر میں کچھ لکھتا رہا۔

میں نے کہا "پولیس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک دہشت گرد تھا۔ اس نے زندگی میں نہ جانے کتنی وارداتیں کی ہوں گی۔ پھر خاص طور پر مجھ سے معافی مانگنا۔"

ڈاکٹر نے میری بات کاٹ دی "ظاہر ہے' وہ ان سب کو نہیں بلا سکتا تھا جو آج تک اس کے مجرمانہ عزائم کا شکار ہوئے۔ یہ اس کی آخری واردات تھی اور اس کی چھٹی حس نے اسے یقین دلادیا تھا کہ یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہوگی چنانچہ اس نے اپنے آخری گناہ کا داغ اپنے ضمیر سے دھونے کی کوشش کی۔"

"ضمیر!" میں نے تلخی سے کہا "کیا ایسے لوگوں کا ضمیر زندہ ہوتا ہے؟"

"زندہ ہوجاتا ہے۔ موت کو سامنے دیکھ کر۔" ڈاکٹر نے کسی فلسفی کی طرح سوچ کے کہا "ہم اس کا مشاہدہ دن رات کرتے ہیں۔ اس نے مجھ سے تو کچھ نہیں کہا۔ ایک نرس کے سامنے بولتا رہا اور جو نرس کی سمجھ میں آیا' یہ تھا کہ اس نے کسی بوڑھی اور بیمار عورت کو ماردیا تھا۔ غالباً اس کی بیٹی کو بھی۔ کیونکہ وہ اس کی راہ میں مزاحم ہوئی تھیں۔ ہم نے پولیس سے کنفرم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں' اس نے تو اپنی طرف سے انہیں مار ہی دیا تھا مگر وہ سخت جان تھیں کہ بچ گئیں۔ وہ بڑھیا بھی زندہ ہے اور اس کی بیٹی بھی۔ نرس نے جب یہ بات اسے بتائی تو وہ بہت پُرسکون ہوگیا اور بولا کہ خدا کا شکر ہے' اب میں سکون سے مرسکوں گا۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میں اس شخص سے بھی معافی مانگ لوں جو اس بڑھیا کا بیٹا یا داماد تھا۔ ہم نے پھر پولیس سے بات کی اور وہ تمہیں لے آئے' لیکن۔" ڈاکٹر نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

میں نے کہا "ہم مسلمان ایک بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آخری وقت میں کی جانے والی توبہ کو خدا قبول نہیں کرتا۔ اگر میں اسے معاف کر بھی دیتا تو کیا فرق پڑتا۔"

"اس معاملے کا ایک قانونی پہلو بھی ہے۔"

میں نے کہا "اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی ہفتے مالک مکان لوٹ آئے گا تو وہ جانے اور اس کی بلا۔ اگر کیس چلتا تو شاید میری بیوی شناخت کی ایک گواہ ہوتی مگر ملزم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مرجانے کے بعد اس کی فائل بھی داخلِ دفتر ہوئی۔ قصہ ختم' میں اب چلتا ہوں۔"

عینی میری واپسی کے انتظار میں جاگ رہی تھی اور پریشانی میں شریک کرنے کے لیے اس نے روشنی کو بھی جگادیا تھا۔ روشنی کئی سال سے لندن میں تھی اور اس کے لیے کسی شخص کے پولیس اسٹیشن جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ وہاں اسے کسی بھی ناکردہ جرم کی پاداش میں ڈک دیا جائے گا اور پھر شروع ہوجائے گی تفتیش بذریعہ چھترول کا عمل۔ لیکن عینی کا ذہن اس حقیقت کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا۔

جب صبح کے تین بجے میں نے واپس پہنچ کے سب ٹھیک ہے کی خبر دی تو عینی کو قرار آیا۔ میں خود بھی اتنا تھکا ہوا تھا کہ پڑتے ہی سوگیا۔ صبح تو عملاً ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک پُرخطر چیلنج درپیش تھا اور اس دن کے آغاز سے انجام تک میری زندگی کی ناؤ کو ایک سیل بلاخیز سے گزرنا تھا جس میں ہر موڑ پر حادثات خطرات اور غیر متوقع مشکلات کا سامنا تھا۔ ایک معمولی سی کوتاہی یا بے پروائی شاہ عالم کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچانے کا سبب بن سکتی تھی جہاں وہ سزا کی ساری مدت ناصر عظیم بننے کے خواب پریشاں پر آنسو بہاتا رہتا یا پھر جمی کے ساتھ دغابازی کرنے کے جرم کی سزا میں اس کے گرگوں کے ہاتھوں ہلاک ہوجاتا اور ناصر عظیم بننے کی حسرت دل میں لیے لندن کے کسی گمنام مدفن میں یومِ حشر تک پڑا رہتا۔

ذہنی طور پر میں اتنا پریشان اور کچھ خوف زدہ تھا کہ میری آنکھ بار بار کھل جاتی تھی۔ ایک بار میں نے خواب میں جولی کی بیوی کو دیکھا جو مجھ پر گولی چلانے کے بعد اپنے شوہر کو بتا رہی تھی کہ یہ خبیث مجھ پر بھی ڈورے ڈالتا تھا۔ دوسرا خواب اس سے بھی زیادہ بے سروپا تھا۔ تمام نوادرات کے ساتھ پاکستان جاتے ہوئے جمی نے مجھے ہوائی جہاز میں پکڑلیا تھا اور اس نے مسافروں کو حکم دیا تھا کہ مجھے ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے اور مسافر جو سب اس کے حکم کے غلام تھے' یہی کررہے تھے۔

بالآخر صبح ہوئی اور میں نے عینی کو ایک بار پھر بریف کیا کہ آج اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔ میں نے ناکامی کے امکانات کو نظرانداز نہیں کیا اور اسے سمجھادیا کہ کوئی گڑبڑ ہوجائے اور پلان فیل ہو تو وہ کیا کرے۔

وہ مزید پریشان ہوئی "بھیا' پھر سوچ لو۔"

میں نے کہا "سوچا جاتا ہے' کام شروع کرنے سے پہلے۔ کام شروع کرنے کے بعد کیا سوچنا۔"

"میرا مطلب تھا۔ کم سے کم عاقل کو بتادیتے۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔ میں کیا کم عاقل ہوں۔ اس مسخرے پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ کیا سوچے گا کہ جرائم پیشہ لوگوں میں پھنس گیا۔ اور میرا تو کوئی نقصان نہیں وہ تجھے چھوڑ کے بھاگ جائے گا۔"

عینی نے سخت برا مانا "وہ ایسے نہیں ہیں بھیا!"

"بے وقوف لڑکی! عشق انسان کی آنکھوں پر جذبات کی پٹی باندھ دیتا ہے۔ اسے حقیقت نظر ہی نہیں آتی۔ ابھی دن کی شناسائی ہے۔ تجھے کیسے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کیا اور کیا نہیں ہے۔"

"آپ آزما چکے ہیں اسے۔ اس پر بھروسا نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ بتاتے۔ اب بھی کون سی بات چھپی ہوئی ہے اس سے۔ وہ میرے بارے میں سب جانتے ہیں۔ آپ نے خود اپنے بارے میں سب کچھ بتادیا ہے۔ اگر یہ ڈر ہوتا کہ بھانڈا پھوڑ دے گا یا بدظن ہوجائے گا تو آپ بھی اس کو سارا دن ساتھ نہ لیے پھرتے۔"

اس کی بات نے مجھے کچھ لاجواب کیا "یہ تو خیر ٹھیک ہے مگر۔"

"کیا مگر بھیا! خدانخواستہ ایسی ویسی کوئی بات ہوگئی تو وہ سنبھال لے گا۔"

میں نے کہا "لڑکی! برا مت سوچ۔ ایسی ویسی بات کیا ہوسکتی ہے اور ہوئی تو وہ کیا فلمی ہیرو کی طرح نمودار ہوکے سب کا مار مار کے حشر نشر کردے گا؟ وہاں کوئی فلمی فائٹ نہیں ہوگی۔ دنادن گولیاں چلیں گی۔ وہ حرامی کون سا میں مارخاں ہے۔"

عینی نے بے چینی سے پہلو بدلا "مجھے ۔۔۔ کچھ ڈر لگتا ہے۔"

میں نے کہا "ڈر لگتا ہے' تو اتنی بزدل ہوگئی ہے لڑکی! یاد کر اپنے اس ماضی کو جب تو سچ مچ کے ڈاکے ڈالنے جاتی تھی۔ کیا کہتے ہیں وہ۔۔۔ جان ہتھیلی پر رکھ کے اور سر سے کفن باندھ کے۔"

"جب جاتی تھی' تب جاتی تھی۔ آپ نے خود ہی تو مجھے سونی سے عینی بنایا اور اب مجھ سے توقع رکھتے ہیں۔" وہ روہانسی ہوگئی۔

"اوکے ۔۔۔ اوکے! اب رونا مت شروع کردینا۔ میں اس تجویز پر سنجیدگی سے غور فرمانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب اتنا وقت بھی تو نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ الو کا پٹھا اس وقت کہاں ملے گا؟"

نظر جھکا کے بولی "بھیا! آپ ناراض تو نہیں ہوں

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ "تو نے پہلے ہی اسے سب ہے؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے آہستہ سے اقرار میں سر ہلایا۔

میں نے اپنا سر پیٹ لیا "بزرگوں نے سچ فرمایا تھا۔ ت کو شریکِ راز کرنے والا اور یہ توقع رکھنے والا کہ وہ ی سے کچھ نہیں کہے گی' ۔۔۔ احمق ۔۔۔ کب بتایا تو نے ؟"

وہ رک رک کے بولی "رات ۔۔۔ رات کو۔ نیند نہیں ری تھی مجھے۔"

"ہاں' نیند کیسے آتی۔ پیٹ میں مروڑ جو اٹھ رہے ہوں ر بات ہضم نہیں ہورہی ہوگی۔ یا دل مجبور کررہا تھا کہ دل بات سیاں جی سے کہہ دے۔ پاگل' بے وقوف۔"

"کون ۔۔۔ میں یا وہ؟"

"دونوں ۔۔۔ پھر کیا کہا اس جوکر کے بچے نے؟ ڈائیلاگ را کوئی فلمی قسم کا کہ جان من' تمہارا ساتھ نبھانے کی قسم کھائی ہے تو اب بے شک جہنم میں جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ وں گے۔ دل کیا' جان بھی حاضر ہے۔ جو چاہو لے لو۔"

"انہوں نے کہا ۔۔۔"

میں نے کہا "سب پتا ہے مجھے اس ڈرامے باز نے کیا کہا ہوگا۔ فلموں کی کہانیاں اور مکالمے لکھتا ہے وہ لڑکی' وہی بولے ہوں گے تیرے سامنے۔ تو اس کی باتوں پر مت جا۔ پتا نہیں کس کس سے یہی کہہ چکا ہوگا۔ سالا فلمی بلم ہرجائی۔"

عینی نے کچھ گھبرا کے اِدھر اُدھر دیکھا "بھیا۔ فلمی دنیا میں نیلم بھی تو ہے۔ اس دنیا میں ہر شخص ویسا نہیں ہوتا۔"

میں نے ہنس کے کہا "جب اسے وکیل تیرے جیسا مل گیا ہے تو پھر کیا ہوسکتا ہے۔ چل فون کردے اسے۔"

"فون کی کیا ضرورت ہے" عینی نے دروازے کی طرف ترچھ کرکے خاص لوفروں کے اسٹائل میں سیٹی ماری۔

دروازے کے پیچھے سے عاقل خان نے سر نکال کے کہا "آداب بجا ۔۔۔ لاتا ہوں حضرت!"

میں اچھل پڑا "تم ۔۔۔ اندر تھے' کب سے؟"

اس نے سامنے آکے اپنی بتیسی نکالی "آپ خواہ مخواہ پریشان ہورہے ہیں' یقین مانئے میں نے کچھ نہیں سنا۔"

میں ہنسنے پر مجبور ہوگیا۔ "میں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ کیوں نور چشم عینی!"

"آپ کہہ سکتے ہیں' بزرگ ہیں ہمارے" وہ مکاری سے بولا۔

میں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ "او بھائی! ابھی سے مجھے بزرگی کے عہدے پر مت فائز کر۔ ابھی تو میں خود لاوارث پھر رہا ہوں۔ مجھ سے سینئر تو تم ہوگئے ہو کہ کم سے کم منگنی کرچکے ہو۔"

اس نے کسی فلسفی کی طرح فرمایا "دراصل آپ کی زندگی کا اونٹ ابھی غور فرمارہا ہے کہ کس کروٹ بیٹھے۔ ایک طرف شبنم ہے دوسری طرف چندا!"

"میرا خیال ہے کہ اونٹ کو ٹاس کرلینا چاہیے۔" عینی شوخی سے بولی۔

"اونہوں۔ سب سے اچھا ہے اگر اونٹ بیٹھنے کا خیال ہی چھوڑ دے۔" عاقل بولا۔

عینی نے کہا "پھر کیا کھڑا رہے ساری عمر اکیلا؟"

"نہیں بھئی' ان دونوں کو بتائے اور چل پڑے' سوئے منزلِ مراد۔"

میں نے انہیں ڈانٹا۔ "چلو بہت بکواس ہوگئی۔ یہ بتاؤ کہ تم کب آئے۔ اس کا فون ملتے ہی سر کے بل نکل کھڑے ہوئے تھے صبح دم۔"

اس نے ایک آہ بھری "مجبوری تھی سر جی۔ آخر خود کو جانباز عاشق صادق بھی تو ثابت کرنا تھا۔ صبح صادق کے وقت نکلا تھا۔ اب مذاق کی بات چھوڑیں۔ وقت کم ہے' چلنے کی سوچیں۔"

میں نے کہا "سوچنا کیا' بس ناشتا کرکے نکلتے ہیں۔"

روشنی نے ہماری باتیں ضرور سنی ہوں گی مگر وہ قطعی لاتعلقی سے آتی جاتی رہی اور ناشتے کے انتظام میں لگی رہی۔ نہ اس نے کوئی سوال کیا اور نہ مشورہ دیا۔ گزشتہ رات میری بے رخی کے انداز نے اسے کچھ زیادہ ہی مایوس کیا تھا اور اس نے خود کو اپنے کردار تک محدود کرلیا تھا۔

عاقل کے ذہن میں شکوک یقیناً ہوں گے مگر اس نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سوال کوئی نہ کرے۔ گھر سے نکل کے میں نے اسے مختصراً اپنے پلان کے بارے میں بریف کیا۔ وہ بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ یہ ایک خالص مجرمانہ منصوبہ تھا لیکن وسیع تر زاویۂ نگاہ سے اور مجموعی مفادات کے ساتھ اسے قبول کرنا اس کے لیے بھی ناگزیر تھا۔ وہ اختلاف یا انکار کرتا تو اس سے میرا پروگرام متاثر نہ ہوتا لیکن عینی کے ساتھ اس کا جذباتی رشتہ یقیناً مجروح ہوجاتا چنانچہ اس نے کچھ خوشی سے اور کچھ عینی کی خوشی کے لیے ساتھ دیا۔

پہلا مرحلہ عینی کے لیے کرائے کی ایسی گاڑی کا حصول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا جس کا رنگ نیلا ہو۔ یہ کوئی مشکل تلاش نہیں ثابت ہوئی۔ تیسری جگہ مجھے ایک گاڑی نظر آگئی جس کا رنگ شوخ آسمانی نیلا تھا۔ مجھے محفوظ رکھنے کے لیے یہ گاڑی عاقل نے اپنے نام سے کرائے پر لی اور اس کا نام بھی عاقل دہلوی کے بجائے غلام محمد لکھا گیا جو قانونی دستاویزات کی رو سے اس کا اصل نام تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ قلمی نام کی وجہ سے اس کے لیے اکثر قانونی مسائل پیدا ہوئے تھے۔ نااہل قسم کے اعلیٰ افسران بھی اس سے پوچھتے تھے کہ آخر آپ کے دو نام کیوں ہیں؟ بینک میں اکاؤنٹ کھلواتے وقت اور عاقل دہلوی کے نام سے ملنے والا ہر چیک غلام محمد کے اکاؤنٹ میں جمع کراتے ہوئے اسے مشکل پیش آئی تھی۔ جب وہ پہلی بار پاکستان میں پاسپورٹ بنوانے گیا تو اس کی باقاعدہ جھڑپ ہوگئی تھی۔ پاسپورٹ آفیسر نے دہرے نام کو مہذب الفاظ میں دھوکا دہی اور جعلسازی سے تعبیر کیا۔ وہ ڈگریاں رکھنے والا شخص قلمی نام کا مطلب نہیں سمجھتا تھا لیکن ابن انشا کے کالم پڑھتا رہا تھا۔ عاقل نے بتایا کہ ان کا نام شیر محمد تھا تو وہ کچھ حیران ہوا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ یہ جون ایلیا جو اتنا بڑا شاعر ہے' یہ مسلمان ہے یا عیسائی۔ اور یہ کہ اس کا اصل نام کیا ہے؟ پاسپورٹ آفیسر نے کہا کہ جون ایلیا کرسچین نام ہے اور ظاہر ہے یہی اصل نام بھی ہوگا۔ عاقل نے کہا کہ وہ سید ہیں امروہہ کے اور اصل نام بتایا تو پاسپورٹ آفیسر خفیف ہوا۔ اسے مزید شرمندہ کرنے کے لیے عاقل نے پوچھا کہ میرا بائی بھی شاعری میں بہت بڑا نام ہے۔ یہ عورت تھی یا مرد اور ہندو تھی یا مسلمان تھی؟ پاسپورٹ آفیسر نے اپنی عقل کے مطابق کہا کہ عورت ہی میرا ہو سکتی ہے اور یہ ہندوانہ نام ہے۔ عاقل نے بتایا کہ میرا بائی دراصل شناء اللہ خاں تھے تو پاسپورٹ آفیسر معافی مانگنے لگا کہ اسے معلوم نہیں تھا۔ بعد میں ایسی صورتِ حال سے بچنے کے لیے عاقل دہلوی نے اس مشکل کا حل یوں نکالا کہ نیا شناختی کارڈ بنواتے ہوئے اپنا نام غلام محمد عرف عاقل دہلوی لکھا۔ بعد میں یہی نام پاسپورٹ پر بھی آگیا اور انگریزی میں عرف کے بجائے ALIAS لکھا گیا۔ قلمی نام کی ابھی تک کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔

اگلا مرحلہ چند منٹ بعد طے ہوگیا' جب عینی ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں گئی اور واپس آئی تو مردانہ لباس میں تھی۔ اپنا زنانہ لباس اس نے ایک پیکٹ کی صورت میں اٹھا رکھا تھا۔ نیلے رنگ کی جینز پر لوز فٹ شرٹ نے اس کے زنانہ پن کو مکمل طور پر چھپالیا تھا۔ اس کے بال البتہ ایک مسئلہ تھے۔ انہیں اس نے جوڑے کی شکل میں سر پر اکٹھا کیا اور اوپر کرکٹرز جیسا سفید ہیٹ مضبوطی سے جمالیا۔

عاقل نے اسے غور سے دیکھا تو وہ شرمائی "کیا رہے ہو؟"

"تمہارا یہ بھیس ایک دم فلاپ ہے۔"

"کیوں فلاپ ہے؟" عینی نے خفگی سے کہا۔

"یہ تم میری نظر سے پوچھو۔ اور ویسے بھی بدنام ہے اس معاملے میں۔ تم ایک نازک اندام لڑکا لگ رہی ہو۔"

"فضول مت بکو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہاں ہم جنس پرستی تک قانونی تحفظ حاصل ہے۔ سو سائٹی تو خیر سب کر لیتی ہے۔ لوگ انگلیاں تم پر نہیں مجھ پر اٹھائیں گے۔" عاقل اسے پریشان کرتا رہا۔

"تم پر انگلیاں کیا ہاتھ بھی اٹھائیں تو ٹھیک ہے۔" عینی نے ڈرائیونگ سنبھال لی۔

"اور اگر تمہارا یہ ہیٹ اڑ گیا' خدانخواستہ۔ تو بل کھا کے نکل آئیں گے گیسوئے تابدار جن کے بارے علامہ صاحب نے فرمایا ہے کہ گیسوئے تابدار کو تابدار کر۔ یعنی بالوں کو قابو میں رکھ۔ چٹیا باندھنے کی ہے دخترانِ اسلام کو۔"

عینی ہنسنے لگی "فرزندانِ اسلام کے بارے میں کچھ کہا ہے انہوں نے' وہ یاد نہیں؟"

عاقل ڈھٹائی سے جواب گول کر گیا "کسی سکھ لیا کھلے بالوں کے ساتھ تو گلے لگانے گاؤ اگورو کا خالصے کہ کیا سوہنا جوان ہے۔"

میں نے کہا "کیا تم نے دیو آنند کی مشہور فلم ڈرائیور دیکھی تھی؟"

"ہاں' بڑا مشہور ہوا تھا ایک گانا' جائیں تو جائیں کہاں۔"

میں نے کہا "اس میں شاید پہلی بار میں نے کلپنا کو مردانہ رول کرتے دیکھا تھا۔ بعد میں تو یہ فلمی چیز ہو گئی۔"

"یہاں تک کہ آج ہم اسے استعمال کر رہے ہیں مس عینی' اگر تم نے زبان درازی کی ... میرا مطلب بولنے کی کوشش کی تو صاف پتا چل جائے گا کہ کو گھونسلے میں کوئل چہک رہی ہے۔ خبردار جو آج مجھ سے کی۔"

"میں آواز بدل بھی سکتی ہوں۔" اس نے بھاری

شن میں ایک مضحکہ خیز آواز نکالی۔

عاقل ہنسنے لگا "یہ نہ کوا نہ بلبل' لگتا ہے الو کا پٹھا بول

"

اب ان کی لڑائی شروع ہوئی' میں اپنے خیالات میں محو ورہا۔ دن کے پروگرام کو تصور میں ترتیب و تشکیل دے نا۔ جب لارڈ پرائس کی گاڑی نظر آئی تو میں نے انہیں خدا کے لیے اب اپنی بک بک بند کرو۔"

"میں سر بک بک کلوز۔ یعنی تم بھی شٹ اَپ!" عاقل

میں نے گاڑی کو خاصے فاصلے پر اس طرح پارک کیا کہ سری گاڑیوں کی قطار میں غیر نمایاں ہو جائے۔ "عینی۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں وہ جگہ دکھا دیتا ہوں۔ آگے جاتا ہوں' تم چند قدم پیچھے رہو۔ میں دیکھوں گا کہ ل کیفیت کس مرحلے میں ہے اور ابھی انہیں کتنی دیر گی۔ تم جگہ دیکھ کے واپس آجاؤ' اور انتظار کرو۔"

عاقل بولا "انتظار تو میرے لیے ہے۔ بقول شاعر۔ ہم ار کریں گے تا قیامت تک۔ خدا کرے کہ قیامت ہو تو آئے جاتے ہوئے وعدہ کر جاؤ کہ آؤ گی۔"

"یہ ڈائیلاگ کس فلم کے لیے لکھا تھا؟" عینی نے کہا۔

"ایک بڑی زبردست رومانی فلم۔ عینی اور عاقل کے ... جو بن رہی ہے ... اس کے مقابلے میں لیلیٰ مجنوں' ں فرہاد' رومیو جولیٹ مسی پنوں ... سب فلاپ۔"

عینی اپنی آواز کی طرح اپنی چال بھی بدلنے سے قاصر ... لندن جیسے شہر میں اچھی بات یہ تھی کہ کوئی بھی کسی کی ... توجہ نہیں دیتا تھا۔ ہر شخص کو اپنے کام سے کام تھا کسی نے بھی اس خوبصورت چھوکرے پر توجہ نہیں دی ... کی چال نیم مردانہ نیم زنانہ ہو گئی تھی۔ گوا چلا جس کی ... اپنی چال بھی بھول گیا۔ عینی کو دیکھ کر یہ مثل یاد آئی ...

اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر دو مختلف ظام والے محافظ مستعد کھڑے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ ... میں سے ایک جمی کے ساتھ آیا تھا اور دوسرا لارڈ پرائس ... ساتھ۔ میں نے ایک بار پلٹ کے عینی کو دیکھا اور پھر اندر ... کی کوشش کی۔

ایک گارڈ نے میرا راستہ روک لیا "کیا چاہیے؟"

میں نے کہا "چاہیے تو بہت کچھ مثلاً برطانیہ کی ... شہریت' جو نصیب میں ہو وہی ملتا ہے۔"

"لگتا ہے تمہارے نصیب میں آج ذلت اٹھانا لکھا ہے" دوسرا بد تمیزی سے بولا۔

میں نے کہا "جمی اور لارڈ پرائس کے کسی معزز دوست سے ایسا کہنے کا نتیجہ الٹا بھی نکل سکتا ہے۔"

پہلے نے سوچ کے کہا "تم یہاں ٹھہرو' میں انہیں اطلاع کر دوں۔"

میں نے دوسرے سے کہا "تم نے آج اپنا ہورسکوپ دیکھا تھا؟"

"ہاں' روز دیکھتا ہوں۔" وہ بولا "اخبار مجھے فری ملتا ہے کیونکہ میرا سر نکالتا ہے۔ وہی لکھتا ہے یہ بکواس بھی کہ آج کا دن کیسا گزرے گا۔ اسے میرے پروگرام کا علم ہوتا ہے چنانچہ وہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔"

"آج کے بارے میں کیا تھا؟"

"کسی بدخواہ کی طرف سے اچھی خبر ملے گی۔ ابھی کچھ دیر پہلے میری ساس نے بتایا ہے کہ اسے کینسر ہو گیا ہے" وہ بولا۔

پھر لارڈ پرائس نے دروازے کی اوٹ سے اسے اشارہ کیا کہ مجھے آنے دے۔ میں اندر چلا گیا۔ وہاں جمی کے ساتھ ایک اسسٹنٹ تھا جو ایک کانڈی پلندے میں دیکھ کر پڑھتا جا رہا تھا اور لارڈ پرائس کے ساتھ آنے والا ایک کنجا بوڑھا فرانٹ قسم کا شخص الماریوں اور چھت تک لگے ہوئے ریکس میں سے ایک ایک چیز اٹھا کے او کے کرتا جا رہا تھا۔

وہ ہر چیز کو اٹھا کے رکھتا تھا اور پھر اپنی فہرست میں نشان لگا دیتا تھا۔ اگر وہ چیزیں وہاں ڈھیر کر دی جاتیں تو شاید ہر چیز کو تلاش کرنے اور فہرست میں دیکھنے کے بعد ترتیب سے رکھنے کا کام ایک ہفتے میں بھی مکمل نہ ہوتا لیکن جمی کے تجربہ کار اسٹور کیپر والے ذہن نے ترتیب کا خاص خیال رکھا تھا۔ ہر چیز فہرست کی ترتیب سے رکھی گئی تھی یا اسباب رکھنے کے بعد یہ فہرست بنائی گئی تھی کہ وہ تیزی سے اپنا کام نمٹاتے اور آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق وہ ایک تہائی کام ختم کر چکے تھے اور باقی کام کے لیے انہیں دو گھنٹے کافی تھے۔

جمی اپنی وہیل چیئر پر ایک جام تھامے بیٹھا تھا۔ اس کی حسین بیوی بڑے ہوشربا لباس میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ جمی سے محبت کرتی تھی' اس کی بے حساب دولت سے یا جمی سے ڈرتی تھی۔ جس معاشرے میں شوہر پرستی اور وفاداری کے تصورات کی کوئی اہمیت نہ ہو' وہاں یہ بات کچھ عجیب سی لگتی تھی کہ جولی ایک معذور اور بدصورت شخص سے واقعی پیار کرتی ہو لیکن دل آنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈھنگ نرالے ہیں۔ جولی کے ساتھ میں تو صرف مذاق کرتا تھا مگر اس پر سچ مچ فریفتہ ہونے والے خوبرو اور صحت مند مردوں کی کمی نہ ہوگی لیکن وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔ کم سے کم اس کے رویے سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ ایک روایتی مشرقی عورت سے زیادہ شوہر کی پرستش کرتی ہے۔

جمی نے کہا "ہیلو شاہ عالم' تم ادھر کیسے آ گئے؟"

میں نے کہا "بس میں ادھر سے گزر رہا تھا۔ سوچا ایک نظر جولی کو دیکھ لوں تاکہ دل کو کچھ قرار آئے۔"

جولی ہنسنے لگی "یہ تم سے زیادہ چاہتا ہے مجھے۔"

جمی بھی ہنسا "فکر مت کرو۔ میں وصیت کر جاؤں گا کہ میرے بعد جولی تمہیں ملے۔"

میں نے آہ بھر کے کہا "مگر تم تو مرو گے مجھے مار کے۔"

لارڈ پرائس نے اس بے ہودہ مذاق کا سخت برا مانا "تمہارا وہ ایجنٹ کہاں ہے؟"

میں نے کہا "آر نلڈ میکنزی' میرا خیال تھا وہ یہاں ہوگا۔"

جمی نے کہا "معلوم نہیں وہ کیوں نہیں آیا؟"

لارڈ نے کہا "میں نے فون پر اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ غائب ہے۔"

غائب ہے کے الفاظ نے مجھے چونکایا "کہاں غائب ہے؟"

"اگر تم معلوم کر کے بتا سکو تو مجھے ضرور بتانا" لارڈ نے کہا۔

میں نے سر ہلایا "یہاں تو میں کام کی پروگریس دیکھنے کے لیے رک گیا اور یہ بتانے کے لیے کہ اب میں پروگرام کے مطابق دو بجے نہیں آ سکتا۔ میں شام چار بجے کے بعد آؤں گا۔ پانچ بجے رکھ لو۔"

"لیکن کیوں؟" جمی کا ردِ عمل انتہائی شدید تھا۔

میں نے کہا "میری کچھ مصروفیت ہے۔"

وہ بگڑ گیا "ایسی کیا مصروفیت ہے جو اس کام سے بھی زیادہ اہم ہو گئی۔"

میں نے کہا "آئی ایم سوری۔ لیکن مجھے برطانیہ میں پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر نے بلایا ہے اور میں اسے انکار نہیں کر سکتا تھا۔"

جمی نے دانت پیس کے کرسی کے بازو پر مکا مارا "تمہیں دوسروں کی مصروفیت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔"

میں نے کہا "اگر آج تمہیں کوئی مجبوری درپیش ہے تو یہ معاملہ کل پر بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔"

لارڈ پرائس نے شاہانہ انداز میں شانے ہلا "لیے آج کل سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم آپس کرلو۔"

جولی نے شوہر کے کندھے پر ہاتھ رکھا "اٹ جمی! نیک اٹ ایزی۔ ہم وہ پروگرام کل پر رکھ لیں

جمی نے ایک گہری سانس لی "آج ہماری پانچویں سالگرہ ہے۔ میں نے جولی سے وعدہ کیا تھا بچے کی فلائٹ سے ویک اینڈ منانے سوئزرلینڈ گے۔ اور دو دن بعد واپس آئیں گے۔ میں کبھی ہوا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔"

"اٹ از آل رائٹ ڈارلنگ! ہم رات کو بائی چلے جائیں گے۔ وہیں جہاں ہم پچھلے سال گئے تھے پیار سے کہا۔

جمی نے ہاتھ بڑھا کے بیوی کا چہرہ قریب کیا او "آئی لو یو جولی!"

دس منٹ بعد میں واپس گیا تو عینی کی جگہ ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آیا۔ عینی اس کے ساتھ کریم کھا رہی تھی۔ میں پیچھے بیٹھ گیا۔

عینی بولی "میں اسی رفتار سے چاکلیٹ اور کھاتی رہی تو موٹی ہو جاؤں گی۔"

"اچھا ہے تم موٹی ہو جاؤ۔ مجھے بہانہ مل جائے کسی اور لڑکی پر عاشق ہونے کا" عاقل نے کہا۔

عینی نے آئس کریم باہر پھینک دی "میں قتل تمہیں اور اسے۔ تم میری پراپرٹی ہو اور میں ہوں بیٹی۔ ڈاکو کے مال پر کوئی ڈاکا ڈالے' ناممکن۔"

میں نے کہا "عاقل خاں۔ جانا تو ہمیں کہیں او پہلے چلو ذرا ہائی پراٹیک مارکیٹ۔"

"کیوں' خیریت تو ہے نا؟"

"ابھی تک تو ہے۔ وہ ہمارا دوست آر نلڈ میکنز نہیں آیا اور جس انداز میں لارڈ پرائس نے کہا کہ ہے۔ اس سے مجھے کچھ شک ہوتا ہے کہ معاملہ ہو گیں۔"

"گڑبڑ کیسی؟"

"لارڈ پرائس کی بات نے مجھے شک میں ڈال میں نے کہا "یہ عالی نسب شخص اور جمی مال وزر کے میں ایک ہی ذہنی سطح رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک پیسہ ہوتا ہے۔ حلال یا حرام' کالا سفید' جائز نا نہیں۔"

عینی نے کہا "یہ بات تو سمجھ میں آ گئی لیکن۔"

میں نے کہا "آر نلڈ نے یہ سودا کرایا تھا اور دونوں طرف سے پانچ فیصد کے حساب سے اس کا کمیشن بنتا تھا تیس ہزار پاؤنڈ۔ اس میں آدھے مجھے دینے تھے اور باقی آدھے یعنی پندرہ ہزار لارڈ کو۔ اور اس کے لیے یہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"اتنی بڑی بھی نہیں کہ اس کی خاطر لارڈ نے آر نلڈ کو قتل کر دیا ہو؟" عینی نے میرے اندیشے کو مسترد کر دیا۔

"اس سے کم رقم دے کر میں ایک کام کرا رہا ہوں۔ جو زیادہ خطرناک ہے" میں نے کہا "اور اصل بات یہ ہے کہ لارڈ کا رویہ' اس کا لہجہ اور اس کے الفاظ کا انتخاب مجھے کھٹک گیا۔ وہ پوچھ سکتا تھا کہ آر نلڈ کہاں ہے؟ وہ آج آیا کیوں نہیں' اس کا آنا بھی کوئی ضروری نہیں تھا۔"

"چلو اپنی تسلی کر لیتے ہیں" عاقل بولا "ابھی معلوم ہو جائے گا کسی نہ کسی سے۔"

ہائیر مارکیٹ میں گزشتہ روز میں نے بہت سے بروکرز دیکھے تھے۔ ایک شناسا صورت نظر آتے ہی میں گاڑی سے اتر کے مارکیٹ کی طرف چلنے لگا۔ عینی اور عاقل کو میں نے عمداً اس تفتیش سے دور رکھا۔ عینی کا اعتراض غلط نہیں تھا۔ خود میں اپنے خیال کو منطقی جواز عطا کرنے سے قاصر تھا لیکن یہ معاملہ ہی چھٹی حس کا تھا جس کا تعلق نہ صرف احساس سے ہوتا ہے اور یہ احساس ایک وجدانی یا الہامی کیفیت رکھتا ہے جس کی خلش اندر محسوس ہوتی ہے۔ کچھ اس طرح کہ ٹالنے کی کوشش کے باوجود اسے نظرانداز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بروکر نے مجھے غور سے دیکھا تو میں مسکرایا۔ اس کی کچھ حوصلہ افزائی ہوئی۔ وہ میرے ساتھ چلنے لگا "آپ کچھ خریداری کرنے آئے تھے پہلے بھی۔"

میں نے کہا "ہیں۔ اور میرا خیال ہے میں نے تمہیں بھی دیکھا تھا۔ میرا نام ہے راج گوپال اور میں ایک ٹورسٹ ہوں۔ فرام انڈیا!"

اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "میرا نام اسٹیو نسن ہے۔ میں ایک بروکر ہوں اور یہ آپ میری بدولت بھروسا کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "تھینکس مسٹر اسٹیو نسن' لیکن کل مجھے ایک بروکر ملا تھا۔ کیا نام تھا اس کا۔؟ آر نلڈ۔ میک ملن' کچھ ایسا ہی تھا۔"

بروکر کے چہرے کی سوگوار سنجیدگی میرے اندیشوں کی تصدیق کر رہی تھی "بے چارہ آر نلڈ۔ وہ اب نہیں ہے۔"

میرا دل تیزی سے دھڑکا مگر میں نے اپنے ردِ عمل کو کنٹرول میں رکھا "کیا مطلب نہیں ہے' کہیں چلا گیا ہے وہ؟"

"ہی از ڈیڈ۔ مجھے بھی کچھ دیر پہلے پتا چلا۔"

"لیکن کیسے...؟ وہ بالکل ٹھیک تھا کل۔ کیا اسے کوئی ہارٹ پرابلم وغیرہ تھی؟" میں نے کہا۔

"ہوگی... لیکن اس نے خودکشی کی۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ ہم سب اسے جانتے تھے۔ اس کے لیے کوئی وجہ نہیں تھی ایسی... کہ وہ خود کو پھانسی لگا لیتا۔ وہ ایک آسودہ اور مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔ اس کی بیوی نہیں رہی تھی مگر بچے تھے جو سب اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ بس شوقیہ یہ کام کرتا تھا۔ اے پرفیکٹ جنٹلمین' وہ بہت قابل اور جینوئن شخص تھا۔"

میں نے سر ہلایا "مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ پروفیسر تھا۔ قدیم تاریخ پڑھاتا تھا۔ میں نے یقین نہیں کیا۔"

"لیکن یہ سچ تھا۔ خیر مسٹر راج گوپال۔ مجھے بتائیں' آپ کس قسم کی خریداری کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "اسٹیو نسن۔ تم نے آر نلڈ کی خبر سنا کے مجھے اداس کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے میں پھر کبھی آؤں گا۔"

اس نے مجھے ایک کارڈ تھما دیا "آپ جب چاہیں مجھ سے رابطہ کریں' میں اس پیشے میں بیس سال سے ہوں۔ آپ کا قیام کہاں ہے؟"

میں نے اسے ایک ہوٹل کا نام بتا دیا۔ آر نلڈ کی موت کے مشتبہ حالات میرے شک کی تصدیق کرتے تھے اور میں اس قانونی معاملے میں کسی طرح بھی ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا مگر میرے ذہن میں ایک اور خیال کی صورت واضح ہونے لگی تھی۔ یہ ہو سکتا تھا کہ آر نلڈ نے بھی ڈبل گیم کھیلنا چاہا ہو اور لارڈ پرائس سے کوئی ایسی ڈیل کرنے کی کوشش کی ہو جس نے لارڈ کو مشتعل کر دیا ہو۔

میری صورت دیکھ کے عاقل نے اندازہ کر لیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے "تمہاری صورت ایسی کیوں ہو رہی ہے جیسی سردار جی کی بارہ بجے ہو جاتی ہے۔"

میں نے کہا "میرا شک بے بنیاد نہیں تھا۔"

میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو عینی نے پوچھا "کیا ہوا ہے آخر' کچھ بتاؤ۔"

میں نے کہا "غالباً آر نلڈ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ میری چھٹی حس نے غلط نہیں کہا تھا' اب چلو۔"

"تم اپنی چھٹی حس کو سراغ رسی کے لیے استعمال کرو تو ایسی ساری گتھیاں سلجھا سکتے ہو جن میں ہماری پولیس سالہا سال الجھی رہتی ہے۔" عاقل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن ابھی تو تمہیں اپنے دفاع کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ لندن پولیس ہے' جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ چھٹی حس کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور ساتویں حس ان میں تربیت کے دوران میں پیدا کی جاتی ہے اور آٹھویں تجربے سے پیدا ہوجاتی ہے۔"

میں نے کہا "میں اسی لیے متفکر ہوں۔"

"صرف متفکر ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ آپ اب آرنلڈ کا خیال تک دل میں نہ لائیں۔ اس کی موت کے حالات مشتبہ ہوئے تو پولیس سب سے پہلے انہیں پکڑے گی جو کل اس کے ساتھ تھے۔"

"اگر وہ اتنے ہی ہوشیار ہیں تو انہیں سب سے پہلے لارڈ پرائس کو پکڑنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ لوگ بھی جانتے ہیں' اسے میں نے قتل نہیں کیا۔"

عاقل کھڑے جیسا سہلانے لگا "دیکھیے جناب' قانون اندھا ہے چنانچہ ہمارے جاننے نہ جاننے سے فرق نہیں پڑتا۔ دیکھا یہ جائے گا کہ ثبوت اور شہادت سے کون مجرم ثابت ہوتا ہے۔ بس اسے لٹکا دیں گے۔"

مینی چراغ پا ہوگئی۔ "تم کون ہوتے ہو میرے بھیا کے بارے میں ایسی بکواس فرمانے والے۔ میں قتل کروں گی تمہیں۔"

"گزشتہ آدھے گھنٹے میں تم دوبار یہ دھمکی دے چکی ہو ایک مقتول کو۔ میں پھر مرگیا تو بھیا کے ساتھ تم بھی پکڑی جاؤ گی" عاقل بولا۔

"اب آگے کہاں جانا ہے؟ لندن کے راستے جانتے ہو تو پتا سمجھ لو۔ ورنہ نقشہ دیکھ کے چلو" میں نے کہا "یہاں سے چلو' ٹاننگ ہل گیٹ کی طرف۔"

وہ بولا "آگے؟"

میں نے کہا "دائیں طرف آئے گی پیم برج روڈ۔ لاڈ بروک روڈ پر ایک چرچ ہے اور ایک تھیٹر۔ بس تم موڑ سے پہلے رک جاؤ۔"

تھیٹر کے سامنے لوگ قطار میں کھڑے ٹکٹ لے رہے تھے۔ ان دنوں وہاں ارنسٹ ہیمونگ وے کے ناول پر مبنی کھیل پیش کیا جارہا تھا۔ لندن میں تھیٹر اتنا مقبول ہے کہ کامیاب ڈرامے سالوں چلتے ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ کئی مہینے کی ایڈوانس بکنگ ہوتی ہے چنانچہ نورسٹ بے چارے خواہش رکھنے کے باوجود تھیٹر یا اوپیرا کا ٹکٹ حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ تاہم قومی نظم وضبط کا یہ حال ہے کہ نہ کوئی سفارش سے ٹکٹ لے سکتا ہے نہ قطار توڑ کے اور نہ بلیک میں۔

تھیٹر کے پارکنگ ایریا میں بھی سیکڑوں گاڑیاں موجود تھیں اور انہی میں سے ایک پر ہوگر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ قدیمے پرانے ماڈل کی فورڈ کار تھی جس کی چھت ہٹادی گئی تھی۔ ہوگر کے ساتھ گاڑی کے بونٹ پر اس جیسے نظر آنے والے دو حضرات اور بھی تشریف فرما تھے۔ وہ سب مخالف سمتوں میں دیکھ رہے تھے کیونکہ ایک بونٹ کے دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا بائیں طرف۔ ان کے کپڑے بھی ایک جیسے تھے اور شاید ان کی صورتوں میں مشابہت احساس بھی لباس کی یکسانیت کے باعث زیادہ ہوتا تھا ورنہ ان میں خاصا فرق تھا۔

ان سب نے پروگرام کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک خاص وضع کی یونیفارم پہن لی تھی جس سے وہ کسی کمپنی کے ملازم نظر آتے تھے۔ سب کی پتلون اور چار جیبوں والی بشرٹ کا رنگ سلیٹی اور نیلا سا تھا۔ جیب پر ایک ایسا مونوگرام ہوا تھا جس پر آدمی غور کرتا رہ جاتا تھا' یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ ان کے سروں پر بلیک پی کیپ بھی ایک جیسی تھی۔

میں نے قریب جاکے کہا "ہیلو ہوگر!"

وہ کود کے اترا "ہیلو۔ تم تھوڑا سا لیٹ ہوگئے۔"

میں نے کہا "ہاں' آئی ایم سوری۔ دراصل مجھے ایک دوست کی موت کا علم ہوا۔ مجھے وہاں جانا پڑا۔"

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔ ان سے ملو' یہ میرا دوست برٹ۔ اور یہ ٹام" ہوگر نے اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف کرایا۔

میں نے ان سے ہاتھ ملایا "میں شاہ عالم ہوں۔"

وہ خوش دلی سے ہاتھ ملا کے مسکرائے۔ ان میں سے ایک کا سامنے والا دانت سونے کا تھا۔ دوسرے کی ناک ٹیڑھی اور پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کا حلیہ بتاتا تھا کہ پہلے باکسنگ کرتا تھا۔ انہوں نے ایک ساتھ کہا "ہائے شالام!"

میں نے کہا "ہوگر۔ کیا تم نے اپنے دوستوں کو بتادیا کہ تمہیں آج کیا کرنا ہے؟"

وہ تینوں سہلانے لگے "ہمارا کام تم ہم پر چھوڑ دو" بولا۔

ٹام نے کہا "تم اپنا کام کرو۔"

میں نے کہا "اوہ یس۔ ہوگر' یہ پانچ ہزار تمہارے ایک ایک ہزار تمہارے دوستوں کے۔"

برٹ اور ٹام نے اپنے اپنے پیسے تقریباً جھپٹ کے مجھ سے چھینے اور بڑے حریصانہ انداز میں رکھ لیے خود ہوگر کی آنکھوں میں پانچ ہزار پاؤنڈ نے ایک ایسی چمک پیدا کردی تھی جیسی گرما گرم کھانے کو دیکھ کے بھوکے کی آنکھوں میں پیدا ہوتی ہے۔

میں نے کہا "اس بارے میں ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہیے کہ یہ معاوضہ ایک ایسے کام کے لیے ہے جو خطرناک ہے۔ اس میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر قسمت ساتھ نہ دے تو منصوبہ بندی دھری رہ جاتی ہے۔ عام طور پر پولیس نمودار ہوجائے تو یہ ہوسکتا ہے کہ تم پکڑے جاؤ۔ یا تم کوئی زخمی ہوجائے یا مارا جائے۔ ہر صورت میں میری کوئی ذمے داری نہیں۔"

ہوگر نے کہا "فکر مت کرو۔ پولیس ہم سے کچھ نہیں اگلوا سکتی۔"

میں نے کہا "پولیس سب کچھ کرسکتی ہے۔ مگر تم جو بھی بتاؤ گے وہ غلط ہوگا۔ میں نے اپنا نام خود صحیح بتایا لیکن باقی سب۔"

ہوگر نے کہا "تمہیں لیکچر دینے کی ضرورت نہیں۔ سب رسک کی ہے۔"

میں نے کہا "تمہاری یہ گاڑی بھی اتنی ہی بھروسے کے قابل ہے۔"

ہوگر نے گاڑی کو تھپکی دی "یہ میری بیوی سے زیادہ بھروسے کے قابل ہے۔"

میں نے کہا "دیکھنے میں تو ایسی نہیں لگتی۔"

"ہر صورت پر نہیں میرت پر جانا چاہیے۔" اس نے کسی طرح کہا اور تائید کے لیے برٹ اور ٹام کی طرف دیکھا۔

ٹام نے اتفاق کیا "صورت تو ہماری بھی اچھی نہیں ہے۔ بھروسا کرنا کوئی غلطی شمار نہیں ہوگا۔"

ہوگر نے کہا "پولیس کی گاڑی کے سوا اس کا انجن ہر گاڑی کو پیچھے چھوڑ سکتا ہے۔ اور یہ ڈھائی سو سرکش گھوڑوں کی طاقت ہے۔ یہ مشین صرف ٹام کے قابو میں آتی ہے۔ رہا اس کا رنگ' تو اسے میں خود کرتا ہوں اور سال میں دوبار بدلتا ہوں۔"

میں نے کہا "کیا اب ہم چلیں' میں تمہیں جائے واردات دکھا دوں۔"

ہوگر اور ایک ساتھ اچھلے اور جپ لگا کے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ "تم آگے بیٹھ کے راستہ بتاتے جاؤ۔"

ٹام نے گاڑی اسٹارٹ کیا تو میں نے مانا کہ ہوگر نے گاڑی اور اس کے ڈرائیور کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا تھا' وہ مبالغہ آمیز نہیں تھی۔ گاڑی کا انجن بالکل خاموش تھا (کیونکہ لندن میں سائلنسر کاٹ کے یا ہٹا کے دندناتے پھرنے کا کوئی تصور ہی نہیں) لیکن اس کی طاقت بھرپور تھی اور ٹام اسے یوں دوڑا رہا تھا جیسے سڑک پر نہیں' ریس ٹریک پر ہے جہاں اس کے سامنے کوئی نہیں۔ بالآخر مجھے اس سے کہنا پڑا کہ وہ مجھے امپریس کرنے کے لیے ٹریفک پولیس کو پیچھے لگانے والا مظاہرہ نہ کرے۔ وہ کچھ مایوس ہوا۔

راستے میں ایک جگہ پیچھے پلٹ کے میں نے ہوگر سے کہا "تم اس نیلی گاڑی کو دیکھ رہے ہو؟"

اس نے سر کو پیچھے گھمایا "اب دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اس کو ایک لمحے کے لیے بھی نظرانداز مت کرنا۔ وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ سائے کی طرح ہوگی۔"

"اسے کوئی لڑکی چلا رہی ہے؟"

میں نے کہا "تمہاری آنکھیں ابھی سے دھوکا دینے لگیں؟ غور سے دیکھو۔"

"اگر وہ لڑکا ہے تو بہت خوبصورت ہے' کیوں ٹام؟"

ٹام نے کندھے جیسے گنجے سر کو ہلایا "یس باس۔ ایسے لڑکے کے لیے میں اپنی گرل فرینڈ کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

میں نے کہا "ہوگر۔ تم نے ٹام اور برٹ کو کی ماؤس کے بارے میں بتادیا ہے یا نہیں؟"

"کی ماؤس سے ان کا تعارف کرانا ہے۔"

"پھر ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے کارکنوں پر کسی کا عاشق ہونا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

جس کی گاڑی اپنی جگہ پر موجود تھی۔ ہوگر نے لارڈ پرائس کی گاڑی کو بھی پہچان لیا۔ ہم وہاں سے سیدھے گزر گئے اور تقریباً ایک کلومیٹر کے بعد گھوم کر مخالف لین میں واپس آگئے۔ میری ہدایت کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے کرائے کی نیلی کار کو مینی ڈرائیو کررہی تھی۔ شاید اس نے ایڈونچر کی سنسنی کا لطف لینے کے لیے عاقل وبالغ خان کے سامنے اصرار کیا ہوگا اور وہ پگھل گئے ہوں گے کہ جیسی تمہاری مرضی' سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

واپسی پر ہم نے ٹارٹن ہارٹ تک سات کلومیٹر کا فاصلہ احتیاط سے آہستہ آہستہ طے کیا۔ میں نے ہر جگہ' ہر موڑ' ہر کراسنگ اور لین کا بغور جائزہ لیا کہ ہوگر کس پوائنٹ پر جمی کی گاڑی کو روک سکتا ہے۔ خود ہوگر اس معاملے میں میری توقع سے زیادہ ذہین اور ہوشیار ثابت ہوا۔ اس نے میری بتائی ہوئی ایک جگہ کو معقول اعتراض کے ساتھ مسترد کردیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری جگہ کو اس نے قبول کرلیا "یہ ٹھیک ہے۔ ہم یہاں گاڑی روک لیں گے۔ تم نے کہا اس میں تین افراد ہوں گے۔"

"ہاں' ڈرائیونگ سیٹ پر جولی ہوگی۔"

"جولی کون؟ اس نے عورت کو شوفر رکھا ہے؟"

"وہ شوہر ہے اس شوفر خاتون کا" میں نے کہا "وہ بھی کم خطرناک عورت نہیں ہے۔"

"جمی کی بیوی ہے آخر۔"

میں نے کہا "آگے اس کے ساتھ جمی ہوگا۔ اپنی مخصوص معذوروں والی کرسی میں۔ جب ٹائر فلیٹ ہوگا تو اسے بدلنے کے لیے میں ہی اتروں گا۔"

نام اور برٹ ہنسنے لگے۔ "عورت کے ساتھ یہ مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ اچھی ڈرائیونگ کرسکتی ہے مگر ٹائر بدلتے وقت ادھر ادھر دیکھنے لگتی ہے کہ آئے کوئی جوانمرد میری مدد کے لیے آگے۔"

میں نے کہا "گاڑی میں جوانمرد پہلے سے موجود ہوگا اس لیے ممکن ہے وہ نہ اترے۔"

"اسے ہم سنبھال لیں گے۔ نام ایک طرف ہوگا۔ برٹ دوسری طرف اور شوہر کی کنپٹی پر ریوالور ہوگا تو شوفر کی۔"

اس کی بے ہودہ بات پر میں نے توجہ نہیں دی "مجھے کون ناک آؤٹ کرے گا؟"

"میں خود" ہوگر نے بڑے فخر سے بتایا۔

"ہاتھ ذرا ہلکا رکھنا۔ یہ نہ ہو میرے سر کے دو ٹکڑے ہوجائیں یا ہوش میں آنے کے بعد مجھے یاد ہی نہ رہے کہ میں انسان ہوں یا گھوڑا۔ تمہیں بعد میں کمی ماؤس کو بھی منہ دکھانا ہے" میں نے یوں کہا جیسے ہم گنہگار مومن لوگ عادتاً کہتے رہتے ہیں کہ آخر خدا کو بھی تو منہ دکھانا ہے۔ اور پھر گناہ کرتے جاتے ہیں۔

وہ بولا "کم سے کم لوگوں کو ایسا ہی لگے گا جیسے میں نے بڑا زبردست وار کیا ہے لیکن ریوالور کا دستہ صرف تمہیں چھوئے گا۔ باقی سب تمہاری اداکاری ہوگی۔"

میں نے کہا "میری ایکٹنگ دیکھ کے تو لوگ سمجھیں گے کہ میں فوت ہوگیا۔"

"وقت وہی ہوگا؟"

میں نے کہا "وقت چار اور پانچ کے درمیان۔"

اس نے گھڑی دیکھ کے سر ہلایا "ٹھیک۔ چار بجے ہم پھر ملیں گے۔"

میں گاڑی سے اُتر گیا "اگر تم ضروری سمجھو تو ایک ریہرسل کرلو۔ اور راستے کو ایک مرتبہ پھر دیکھ لو۔ کوئی تمہیں اس سے بہتر نظر آئے تو مجھ سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ کام بہرحال تمہیں نمٹانا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ گڑبڑ کوئی نہ ہو۔ بدقسمتی کا تو انتظام نہیں ہوسکتا مگر میں کوئی خامی نہیں رہنی چاہیے۔"

اس نے مجھے انگوٹھا دکھایا "گڈ لک!"

میں نے بھی جواباً ایسا ہی کیا "گڈ لک۔ مجھے امید ہمارا ساتھ اس کے بعد بھی رہے گا' طویل عرصے تک۔"

جب گاڑی میری نظر سے اوجھل ہوگئی تو میں واپس پلٹا۔ عینی نے مجھے آتا دیکھا تو اپنی گاڑی آگے لے آئی "یہ بہت خطرناک لوگ لگتے ہیں۔"

"کام بھی تو خطرناک ہے۔ اس کے لیے شریف صورت والے بندے میں کہاں سے لاتا" میں نے خفگی سے کہا "مگر پہلے یہ بتاؤ کہ میں نے تمہیں گاڑی چلانے سے منع کیا تھا۔"

"عاقل نے کہا تھا کہ ابھی تو بس ریہرسل ہے۔ اصل کام ابھی کہاں شروع ہے۔"

وہ اچھلا "جھوٹ۔ سفید ترین جھوٹ۔ تم نے کہا تھا کہ مجھے ڈرائیونگ کرنے دو۔ تم سے زیادہ ماہر ہوں میں۔"

میں نے کہا "ماہر کی بچی۔ تیرے پاس لندن میں ڈرائیونگ کا لائسنس ہے۔ ذرا سی غلطی پر یہاں ٹکٹ مل جاتا ہے۔ ریکارڈ پر آجاتا کہ اس دن جائے واردات پر یہ گاڑی بھی موجود تھی۔ جو کرائے پر لی گئی تھی۔"

اس نے فوراً گاڑی روک دی "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ دراصل اپنے لاہور میں ڈرائیونگ لائسنس نہ ہو تو جیب میں بیس کا نوٹ ضرور رہنا چاہیے' کام چلتا رہتا ہے۔"

"اب شروع ہوتا ہے پہلا خطرناک مرحلہ۔ اس کے لیے ایک بار پھر اچھی طرح سمجھ لو کہ کس کو کیا کرنا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"مجھے تو کچھ نہیں کرنا" عاقل بولا "سوائے ایک ٹرک لانے اور سامان لاد کر لے جانے کے۔"

"ٹرک کہاں سے لاؤ گے؟"

"ظاہر ہے کسی پورٹر ایجنسی سے۔"

میں نے سوچ کے کہا "برخوردار! جب تفتیش ہوگی تو پتہ بات بڑی آسانی سے معلوم ہوجائے گی کہ ٹرک کس کمپنی سے لیا گیا تھا۔ اور کمپنی کا ڈرائیور پولیس کو سیدھا وہاں لے جائے گا جہاں مال مسروقہ موجود ہوگا۔ کیا ٹرک کرائے پر نہیں ملتے؟"

"میں نے کبھی لیا نہیں لیکن دیکھے ہیں۔"

میں نے کہا "دیکھے ہیں لیکن اس پر کمپنی کا نام نہ ہو۔"

"نام تو ہوگا۔"

میں نے کہا "میرا خیال ہے کہ یہ کام ابھی اتنی عجلت میں کیا گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ ہم بہت آسانی سے پکڑے جائیں گے۔"

"پھر کیا کریں؟" عینی بولی۔

میں نے کہا "ایسا کرتے ہیں' کہیں بیٹھ کے میں اس پلان پر نظرثانی کرتا ہوں۔ جو میرے ذہن میں پہلے سے ہے۔ مگر ہم اس کا ہر پہلو سے جائزہ لیں گے۔"

"ہم اس وقت مناسب جگہ بیٹھے ہیں۔" عاقل نے کہا "اس قسم کے مذاکرات کے لیے گاڑی سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہوگی۔"

"یہ بھی ٹھیک۔"

عینی نے کہا "بھیا۔ فرض کرو تالا نہ کھلا۔"

میں نے کہا "میں ایسا فرض کرنا نہیں چاہتا' تیرا تجربہ؟"

"تجربہ تھا لیکن وہ بات پرانی ہوگئی۔ اس کے علاوہ میں کھوتی تھی وہ دیسی قسم کے لیور والے تالے۔ ڈور لاک وغیرہ یہاں کے تالے زیادہ پے چیدہ ہیں۔"

"تو نے کب دیکھے؟"

"میں مسلسل دیکھ رہی ہوں۔ مقناطیسی تالے الگ ہیں۔ نمبر والے تالے ہیں۔ کمبی نیشن لاک ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ شور مچانے والے تالے بھی ہوتے ہیں' ایسے کہ غلط چابی لگاتے ہی سائرن جیسی سیٹی بجانے لگتے ہیں۔"

"یہ کس سے سنا ہے تو نے؟"

عینی نے عاقل کی طرف دیکھا "اب بولتے کیوں نہیں؟"

عاقل نے کہا "میں نے ہی بتایا تھا عینی کو۔ لاک بعض اوقات براہ راست سکیورٹی ایجنسی سے یا پولیس اسٹیشن سے منسلک بھی ہوتے ہیں۔ غلط چابی یا نمبر ملاتے ہی اندر نصب ریڈیو الارم خاموشی سے سگنل نشر کرنے لگتا ہے اور چور دھر لیا جاتا ہے رنگے ہاتھوں۔"

میں نے کہا "ایسی صورت میں چابی حاصل کرنے کے سوا کوئی صورت نہیں رہ جاتی۔"

"چابی کس کے پاس ہوگی؟" عینی بولی۔

میں نے کہا "سچ پوچھو تو جمی اور لارڈ پرائس کو ایک دوسرے پر ذرا بھی اعتماد نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے سخت بدگمان ہیں ورنہ ایک ہی تالے کی دو چابیاں کافی تھیں۔ ایک جمی کے پاس رہتی اور دوسری لارڈ پرائس کے پاس۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ڈبل چابی والا تالا لگادیں۔"

عاقل بولا "ایسے تالے عام نہیں تھے۔ بینک والے لاکرز میں لگاتے ہیں۔ گھروں کے دروازوں میں لگنے والے تالے دوسرے ہوتے ہیں' جو بازار میں ملتے ہیں۔"

میں نے کہا "یو آر رائٹ۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ دو تالے لگادیں؟"

عاقل نے نفی میں سر ہلایا "آپارٹمنٹس کے ڈور لاک کی عام طور پر تین چابیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ بازار میں ملنے والے ہر تالے کے ساتھ تین چابیاں ملتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایک چابی جمی اپنے پاس رکھے گا' ایک ہوگی لارڈ پرائس کے پاس۔"

"اور تیسری کس کے پاس ہوگی؟" عینی نے بے صبری سے کہا۔

عاقل نے کہا "وہ تمہارے پاس ہونی چاہیے' ہے یا گم کردی؟"

وہ جھینپ گئی "اچھا بابا۔ غلطی ہوگئی جو تم سے پوچھا۔"

"تیسری ہوگی سکیورٹی گارڈز کے پاس۔ ایک لارڈ کا نمائندہ ہے اور دوسرا جمی کا۔ انہیں تاکید کی گئی ہوگی کہ جب تک دونوں مالکان ایک۔ ساتھ نہ آئیں' وہ ایک کو تالا نہ کھولنے دیں۔ یعنی لارڈ چاہے کہ اکیلا جاکے کوئی چیز نکال لے تو جمی کا گارڈ اسے ایسا نہیں کرنے دے گا اور جمی جائے گا تو لارڈ کا گارڈ اڑ جائے گا کہ لارڈ پرائس کے بغیر آپ اندر نہیں جاسکتے۔"

"پھر تیسری چابی۔ اس کا کیا مصرف رہ گیا؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھئے' میں اپنی عقل سے ایک اندازہ قائم کررہا ہوں۔ اگر ان دونوں کی جگہ میں ہوتا تو ایسا ہی کرتا۔"

"بھئی تم ایک کی جگہ ہوسکتے تھے" عینی بولی "کیونکہ تم ایک ہو۔"

عاقل نے اس کی بات جیسے سنی ہی نہیں "میں تیسری چابی دیتا گارڈز کو ایمرجنسی میں استعمال کے لیے۔ خدانخواستہ اندر کچھ گرے یا آگ لگ جائے۔ تو وہ اندر جاسکیں اور اس کے لیے یہ شرط رکھ دیتا کہ ہنگامی صورت حال دونوں کو محسوس ہو اور وہ اتفاق رائے سے اندر جاکے دیکھ لیں۔ اور بعد میں اپنے اپنے مالکوں کو مطلع کردیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "معاف کرنا عاقل ولوی صاحب! ابھی تک میری رائے آپ کے بارے میں کچھ اور تھی۔"

وہ کچھ خفیف ہوا "کیا؟"

"میں سمجھتا تھا کہ آپ صرف نام کے عاقل ہیں۔" میں نے کہا "لیکن۔۔۔ بات ایسی کی ہے تم نے کہ واہ واہ اور سبحان اللہ۔ مکرر ارشاد۔"

عینی ہنسنے لگی "آپ بھی مذاق اچھا کر لیتے ہیں بھیا!"

عاقل نے جھک کر یوں آداب کیا جیسے میں نے اس کے کسی اچھے شعر کی داد دی ہو "جلنے والوں کی میں پروا نہیں کرتا۔"

اسی طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ہم نے نظر ثانی شدہ منصوبہ تیار کر لیا۔ اس وقت تک دو بج گئے تھے۔ ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔ نظر ثانی شدہ منصوبہ ہر لحاظ سے زیادہ مکمل اور محفوظ تھا لیکن ایک ویزے کے حصول کا مسئلہ ابھی تک طے نہیں ہوا تھا۔

"ٹرانسپورٹ ویزہ تو میں حاصل کر لوں گا۔ لیکن اس میں بھی رسک تو باقی رہے گا کہ دیکھنے والے اسے پہچان لیں گے۔ کیا پتا کوئی نمبر دیکھ لے" عاقل بولا۔

میں نے کہا "کوئی ایسی ترکیب نکالو کہ ویزے کا رنگ روپ بدل جائے۔ نمبر تو ہم بدل دیں گے۔"

"کیا مطلب ہے آخر تمہارا۔ کرائے پر لاؤں سفید گاڑی تو واپس کروں نیلی یا پیلے رنگ کی گاڑی۔"

میں نے کہا "دماغ لڑاؤ۔"

عینی بولی "ہاں' آپس میں لڑائیں۔ جیسے بکرے ٹکریں مارتے ہیں ایک دوسرے کو۔"

عاقل بولا "یہ بھی کر سکتے ہیں۔ ٹھوس عقل سے بھرے ہوئے دماغ ہیں۔ زنانہ کھوپڑیاں نہیں ہیں۔ گول گپے جیسی نازک اور اندر سے خالی۔"

میں نے کہا "عاقل خاں۔ ایک خیال ہے قدرے اچھوتا۔"

"پہلے مجھے ایک خیال پیش کرنے کی اجازت ہو تو عرض کروں۔ ایک ویزہ ہے جو دستیاب ہو سکتا ہے' اچھی خاصی بڑی ہے۔"

میں نے کہا "کس کی ہے؟"

"ہمارے فلم یونٹ نے لندن میں شوٹنگ کے لیے حاصل کی تھی۔ اس میں ہم سب سامان بھر کے ادھر سے ادھر آتے جاتے تھے بلکہ ایک دو شاٹس بھی اس میں فلمائے گئے تھے۔ نیلم تو جا رہی ہیں۔ ابھی دو گھنٹے ہیں۔ یونٹ کے کچھ اراکین ان کے ساتھ جائیں گے۔ باقی رات والی اور کل کی فلائٹس سے روانہ ہوں گے۔ وہ ویزہ ابھی واپس نہیں کیا گیا ہوگا کیونکہ وہ لی گئی تھی دو ہفتے کے لیے۔ آج ہوتے ہیں بارہ دن۔ ہم اسے بلا معاوضہ رکھ سکتے ہیں مزید تین دن۔ اور بات معاوضے کی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نہ ہمارا نام آئے گا کہیں نہ کسی قسم کا ریکارڈ ہوگا۔"

میں نے کہا "اگر تم لڑکی ہوتے تو اس بات پر میں تمہارا منہ چوم لیتا۔"

اس نے آہ بھر کے شرارت سے عینی کو دیکھا "ایسی ہماری قسمت کہاں؟"

عینی کا رنگ کچھ لال ہوا "مانتے کیوں نہیں کہ ایسا منہ نہیں' یہ منہ اور مسور کی دال۔"

عاقل نے قہقہہ مارا "خود کو مسور کی دال تو مت کہو۔"

میں نے کہا "اب میرا خیال بھی سن لو۔ ہمارے پاس' یعنی تمہارے پاس کافی وقت ہوگا اگر وہ ویزہ مل گئی۔"

"اگر کی کون سی بات ہے۔ میں ابھی کہہ دیتا ہوں مس نیلم سے فون پر" وہ بولا "ویزہ ہوٹل میں ہی کھڑی ہوگی۔"

میں نے کہا "نہیں۔ ہم چلتے ہیں خود نیلم سے الوداعی ملاقات کرنے۔ اب ائرپورٹ جانے کے لیے تو وقت نہیں ہے۔ رات تک تم انہیں کو رنگین کاغذوں سے سجا دو۔ چاروں طرف پوری پوری ٹیپس لگا دو۔ دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کہ ویزہ کسی خاص مقصد کے لیے ڈیکوریٹ کی جا رہی ہے۔"

عاقل نے ہاتھ بڑھا کے میرے ہاتھ مارا "کیا بات سوچی ہے استاد۔ ہم ایک بار پہلے بھی ایسا کر چکے ہیں۔ بس کی چھت پر ایک ڈانس سیکوئنس فلمبند کیا تھا۔ وہ سمجھیں گے یہ بھی شوٹنگ کا سلسلہ ہے۔"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ کام ہوٹل میں مت کرو۔ فلم یونٹ کی طرف کسی کا شک بھی نہ جائے۔ گاڑی لے آؤ اور کسی ایسی جگہ پر اس کا حلیہ بدلو کہ دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔ اس پر دو نیلی اور لال دھاریاں بنا دو۔ چاروں طرف۔ یہ کلر اسکیم سب کو نمایاں دکھائی دے گی اور دیکھنے والے یہی بتائیں گے کہ واردات میں لال اور نیلی دھاریوں والی ویگن استعمال ہوئی تھی۔ اس کا اصل رنگ کیا ہے؟"

"اصل تو پورا سفید ہے۔ دروازے سے پچھلے حصے تک ایک پٹی پر کمپنی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جس کی گاڑی ہے۔ اسے میں اسٹیکر سے چھپا دوں گا۔ نمبر میں بھی کچھ تبدیلی کر دوں گا جو نظر نہ آئے۔ تین کے ہندسے کو آٹھ بنا دوں گا اسٹیکر

چپکا کے۔ ایک کو چار بنا دوں گا۔"

"ہمارا کام صرف دو تین گھنٹے میں مکمل ہو جائے گا۔" میں نے کہا "ہم رات کے وقت ویگن کو پھر اصل حالت میں لے آئیں گے۔ اسٹیکر ٹیپس اتارنے میں اتنا وقت نہیں لگے گا جتنا چپکانے میں لگے گا۔ کہاں کرو گے یہ کام تم؟"

"ایسی جگہ جہاں کوئی نہ دیکھے" وہ سوچ میں پڑ گیا "ہے تو کوئی نہیں ابھی میرے ذہن میں۔ لیکن میں تلاش کر لوں گا۔"

"کل کے بعد بھی ہم ویزہ کو تین دن اپنے پاس رکھیں گے۔ تاکہ کسی کو بھی شک نہ ہو" میں نے کہا۔

"تو پھر باقی پروگرام طے۔ تم رات کو اسپتال سے فرار ہو کے آؤ گے۔"

"اسپتال سے' ورنہ مردہ خانے سے" میں نے کہا۔

عینی نے دہشت سے چیخ ماری "بھیا۔ کیسی باتیں کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں چیک کر رہا تھا کہ تمہیں کتنی محبت ہے مجھ سے۔ اچھی چیخ تھی۔ بڑا جذباتی انداز تھا لیکن یہ کیوں کہتی ہے تو کہ میں مذاق کر رہا تھا۔ تو خود جو کارنامے سرانجام دینے جا رہی تھی۔ ان میں کیا ہوتا تھا۔ کیا ہر بار سب لوگ تحفظ کی پوری ضمانت کے ساتھ زندہ سلامت لوٹ آتے تھے! ان دفعہ بھی غلط نہیں ہوتا تھا؟"

عاقل نے برہمی سے کہا "کیا ضرورت ہے آخر ایسی فضول کرنے والی باتوں کا اور وہ بھی ایک لڑکی کے سامنے۔ جو کچھ بہادر ہو جذباتی طور پر اندر سے بہت کمزور اور بے بس ہوتی ہے۔"

میں نے کہا "مائی ڈیئر عاقل ولد بالغ۔ آدمی کو حقیقت پسندی سے کام لینا چاہیے۔ ننانوے فیصد امکانات اپنے حق میں ہوں پھر بھی ایک فیصد مخالف چانس کو نظر انداز کیوں نہیں کرتے ہم؟ میں بھی جانتا ہوں کہ کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ لیکن کوئی بھی پلان اس لیے پرفیکٹ نہیں ہوتا کہ حادثات اور حالات کے دھارے پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔ پھر بھی ڈیسپریٹس ہونے کی ضرورت نہیں۔"

عاقل نے ناگواری سے کہا "مسٹر حقیقت پسند۔ کیا یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم کوئی اور بات کریں' کہیں بیٹھ کے کھانا کھائیں؟"

عینی نے منہ پھلا کے کہا "مجھے بھوک نہیں ہے۔"

میں نے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا "اوکے۔ آئی ایم سوری۔ کیوں نہ ہم نیلم کی طرف چلیں۔ وہیں کھانا بھی کھا لیں گے۔ اس لڑکی کا موڈ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ ایسے بسورتی ہوئی تو بالکل اچھی نہیں لگتی۔"

عینی نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور مسکرانے لگی "آپ بھی بڑی چیز ہو بھیا!"

نسیم تیار ہو رہی تھی۔ وہ ہمیں ایک ساتھ دیکھ کے حیران بھی ہوئی اور خوش بھی "تم لوگ اچانک کیسے؟"

میں نے کہا "تم جا رہی ہو۔ ہم نے سوچا کہ تمہاری طرف سے آخری الوداعی لنچ کھا لیں۔"

وہ ہنسنے لگی "چلو یہ اچھا ہوا۔ میں بھی اب تمہارے ساتھ ہی کچھ کھا لوں گی ورنہ ابھی تک مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ کھانا بھی کھانا ہے۔ لیکن یہ آخری الوداعی لنچ کا کیا مطلب۔ تم بھی تو آجاؤ گے دو چار دن میں۔"

میں نے کہا "قبل از وقت کوئی دعویٰ کرنا نہیں چاہیے۔ پتا نہیں تقدیر میں کیا لکھا ہو۔ مجھے پسند آجائے کوئی میم اور میں بھی لوٹ کر ہی نہ جاؤں عاقل کی طرح۔"

"میم تو کوئی نہ روک سکی مجھے کبھی۔ لیکن سات سمندر پار سے ایک پری اڑتی ہوئی آئی اور بس۔۔۔ ہو گیا کام تمام۔"

عینی نے شرما کے برا مانا "میں نے کب روکا ہے تمہیں' تم جاؤ۔"

عاقل بولا "میں نے کیا تمہیں پری کہا ہے۔ میری نظر اتنی خراب نہیں ہے کہ چڑیل کو پری کہوں۔"

"پھر کون ہے وہ پری؟" عینی بگڑ گئی "اور اگر میں چڑیل ہوں تو تم خود کیا ہو؟"

عاقل نے غور کیا "چڑیل تو خیر مؤنث ہے۔ اس کا مذکر کیا ہوا جیسے بھتنی کا ہے بھوت۔۔۔ چڑیلا۔"

میں نے روم سروس سے کھانے کے لیے کہا۔ اتنی دیر میں ہوم صاحب شریف لے آئے اور بولے "اخاہ۔ خیر سے دولھا دلہن آئے ہیں۔ بھئی بہت مبارک ہو ہماری طرف سے میاں عاقل۔"

"یہ کچھ قبل از وقت نہیں ہے۔"

"بھئی قبل از وقت کیا۔ اب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی آ کے۔ اور نیک کام میں دیر کرنی بھی نہیں چاہیے۔ کل کی مبارک باد آج ہی لے لو۔"

عاقل بولا "پہلے مبارک باد بھی لے لی۔ ورنہ آیا تو میں کچھ اور لینے تھا۔"

"کچھ بقایا جات وغیرہ ہیں کیا؟" وہ چونکے۔

"جی نہیں۔ مجھے وہ وین چاہیے جو فلم یونٹ استعمال کر رہا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ بولے "وین پر خوب یاد آیا۔ تم ہی لائے تھے وہ گاڑی۔ اس کا حساب کتاب کیا ہے؟"

"وہ میں کرلوں گا ہدم صاحب!"

"تو وین کا کیا ہے۔ نیچے کھڑی ہے۔ جیسے ہی ہمیں چھوڑ کے آئے تم پکڑلو۔ خیر سے پروگرام کیا ہے؟ کہیں ہنی مون وغیرہ۔" وہ ہنسے۔

عینی نے خفگی سے کہا "آپ نے کیا شادی سے پہلے ہی منالیا تھا؟"

ہدم صاحب اور ہنسے "بھئی سچ پوچھو تو ہاں' لیکن ہم جانتے ہیں یہ لڑکا ہماری طرح بے شرم نہیں ہے۔"

نیلم بولی "گاڑی ابھی ہم سب کو ائرپورٹ چھوڑنے جائے گی' واپسی میں بتادو کہ کہاں آجائے؟"

"وین یہیں آجائے۔ میں آکر لے جاؤں گا" عاقل نے کہا۔

میں نے کہا "افسوس کہ ہمیں کہیں اور جانا ہے ورنہ تمہارے ساتھ ہی ائرپورٹ جاتے' تمہیں سی آف کرنے۔"

وہ بولی "تم اب معاملات کو سمیٹو۔ پھیلاؤ مت۔ اور واپس آنے کی سوچو ورنہ وہ دونوں آجائیں گی اور ہاتھ پکڑ کے لے جائیں گی۔"

عینی نے کہا "ہاتھ نہیں باجی' کان پکڑ کے۔ کان!" عینی نے زور دے کے کہا۔

نیلم اپنے پوائنٹ کے ساتھ تین بجے چلی گئی تو میں نے جمی کو فون کیا "تم کتنے بجے تک آرہے ہو؟"

"میں بس نکلتا ہوں دس منٹ میں۔"

میں نے کہا "یار' یہ ہے بڑا غیر محفوظ معاملہ۔ تین لاکھ پاؤنڈ کیش!"

وہ بولا "ارے تم بے فکر ہوجاؤ۔ جمی ہوگا تمہارے ساتھ۔"

میرے دل میں تو آیا کہ کہہ دوں تم خاک حفاظت کروگے میری جو خود اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتے مگر میں نے اس کی دلآزاری سے گریز کیا۔ وہ بدمعاش تھا اور اسے ناز تھا اپنی غنڈا فورس کی طاقت پر۔ میں نے کہا "تم نے کسی سے ذکر تو نہیں کیا؟"

"تم بے وقوف سمجھتے ہو مجھے؟" وہ بولا "میں صرف جولی کے ساتھ آؤں گا۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے یہ ایک سوشل کال ہے۔"

میں نے کہا "میں بھی اکیلا ہی آرہا ہوں۔"

وہ بولا "تم کہہ رہے تھے۔ کسی سکیورٹی کمپنی سے محافظ لوگے؟"

مجھے یوں لگا جیسے اس سوال کے پیچھے کوئی اور مقصد ہے۔ وہ میرا نہیں اپنا اطمینان چاہتا تھا کہ اگر مقابلہ سکیورٹی گارڈز سے ہو تو وہ بھی چن کے صحیح لوگ بھیجے۔ میں نے کہا "کوئی فائدہ نہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ ہم لارڈ کے محل سے کیش لے کر نکلے ہیں۔ تین لاکھ پاؤنڈز۔"

وہ بولا "ہاں۔ میں نے پکا بندوبست کرلیا ہے۔ ہم واپسی میں سیدھے ناردن بار آئیں گے۔ یہاں سے ایک سکیورٹی کمپنی والے روز کیش لے کر جاتے ہیں۔ میں نے ان سے لاکر لے رکھے ہیں۔ تم بھی بات کرلینا۔ دو سو سال پرانی کمپنی ہے ان کی گڈول پر آج تک حرف نہیں آیا۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑا اچھا ہے۔ میری ساری فکریں ختم ہوگئیں۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ۔ کیا تم نے سارا مال اس لارڈ کے حوالے کردیا ہے۔"

"ہاں۔ تم نے دیکھا تھا۔"

"میرا مطلب تھا کہ وہ مطمئن ہوگیا۔ ہر چیز پوری تھی۔"

"لارڈ یہودی ہے۔ ایک کیل بھی کم ہوتی تو وہ ایک پاؤنڈ گھنٹا دیتا لیکن اسٹاک بالکل انونٹری کے مطابق تھا۔"

میں نے کہا "اب وہاں تمہارا ایک سکیورٹی گارڈ ہے۔ کیا تم نے لارڈ کو کوئی چابی دی ہے؟"

"یہ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔" وہ شکی لہجے میں بولا۔

میں نے کہا "ظاہر ہے' میں بھی اس ڈیل میں ایک پارٹی ہوں۔ بے شک میں اپنا حصہ وصول کرچکا ہوں۔ میرا مطلب ہے آج کرلوں گا۔ لیکن اس سے میری ذمے داری تو ختم نہیں ہوجاتی۔ فرض کرو لارڈ کی نیت خراب ہوجائے؟"

وہ ہنسا "کیسی بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔ میرا بندوبست پکا ہے۔ ایک چابی میرے پاس بھی ہے اور دونوں سکیورٹی گارڈ پابند ہیں کہ تالا ہم دونوں کی موجودگی میں ہی کھولیں۔ ایک کے لیے نہ کھولیں۔"

میں نے تعریفی انداز میں کہا "تم واقعی دور اندیش ہو۔"

وہ خوش ہوا۔ "زمانہ ہی ایسا ہے شاہ جی کہ جو اعتبار کرے وہی مارا جاتا ہے۔ میں نے اپنے سکیورٹی گارڈ سے کہا ہے کہ کبھی لارڈ اکیلا آجائے اور اسے ڈرا دھمکا کے اندر گھسنے کی کوشش کریں تو بے شک اسے شوٹ کردے۔"

میں نے کہا "اور اگر سچ مچ ایسا ہوگیا۔۔۔؟"

"تو میں نمٹ لوں گا۔"

میں نے کہا "ایسی ہی ہدایات لارڈ نے تمہارے لیے دی

ہوں گی۔"

"دراصل پہلے اس نے کہی یہ بات۔ میرے سامنے اپنے گارڈ کو ہدایات دیں تو جواب میں مجھے بھی کہنا پڑا۔"

میں نے کہا "اگر خود گارڈز اندر جانا چاہیں تو؟"

"ان کا اندر کیا کام ہے؟"

میں نے کہا "فرض کرو' خدانخواستہ۔ آگ ہی لگ جائے شارٹ سرکٹ ہونے سے؟"

"ہاں۔ ایمرجنسی کے لیے ان دونوں کے پاس تیسری چابی ہے لیکن وہ مجھے اور لارڈ کو بتا کے اندر جاسکتے ہیں یا پولیس اور فائر بریگیڈ والوں کو بلانے کے لیے۔ میرا آدمی بہت تجربہ کار اور بھروسے کا ہے۔"

مطلب کی بات مجھے معلوم ہوگئی تھی۔ میں نے فون رکھنے کے بعد عاقل کی پیٹھ ٹھونکی "تمہاری سوچ اتنی منطقی تھی کہ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔"

"یہ بات عینی بھی تسلیم کرے تبھی تو ہے" وہ آہ بھر کے بولا "یہ تو مجھے بے وقوف نمبرون سمجھتی ہے۔"

میں نے کہا "اور سمجھتی رہے گی۔ تم نے اسے ثبوت جو فراہم کردیا ہے۔ اس بلا کو عمر بھر کے لیے گلے لگا کے۔ اب پچھتائے کیا ہوت۔"

"بھیا!" عینی چلانے لگی "اپنی بہن کے لیے ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے آپ کو۔ آپ نے مجھے بلا کہا۔"

"او کے۔ خوبصورت بلا۔ اب خوش!"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" عاقل نے گھڑی دیکھی۔

"ہاں۔ جمی بھی روانہ ہورہا تھا" میں نے کہا۔

ہدم صاحب بھی کلیئر کرگئے تھے۔ ہم نے عینی کی دو چار چیزیں اٹھائیں جو رہ گئی تھیں اور کمرا خالی کردیا۔ ہوٹل کا منیجر عاقل سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اسے ابھی تک یہ علم نہیں تھا کہ وہ فلم یونٹ سے الگ ہوچکا ہے۔ اس نے عاقل کے سامنے مسٹس بک رکھ دی۔

"مسٹر ڈیل دی۔ ہم نے آپ کے قیام کو زیادہ سے زیادہ پُرسہولت بنانے کی پوری کوشش کی۔ اس کے باوجود آپ کو کوئی شکایت ہے۔"

"اوہ نو!" عاقل نے کہا "شکایت کا کیا سوال۔ سب کچھ بہترین تھا۔"

"تو پھر یہ بات گیسٹ کمنٹ بک میں لکھ دیں۔" وہ بولا۔

عاقل نے چار پانچ سطریں تعریف میں لکھ کے دستخط کردیے "ہم نے جو وین ہائر کی تھی وہ ائرپورٹ سے واپس آئے گی۔ شام تک میں اسے لے جاؤں گا۔"

"تو پرابلم سر!" وہ بولا پھر۔۔۔ اس کے اشارے پر ایک ویٹر نے عینی کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا "ہمارے ساتھ قیام پر شکریے کے ساتھ۔" وہ بولا "ہم امید کرتے ہیں کہ آپ آئندہ بھی آئیں گی۔"

"تھینکس!" عینی نے کہا۔ پھر اس کی انگریزی ختم ہوگئی ورنہ شاید وہ بھی جواب میں ہوٹل کے لیے کوئی تعریفی پیراگراف بولتی۔

لارڈ پرائس کے گھر سے کیش وصول کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ مشکلات کے مرحلے اس کے بعد شروع ہونے تھے۔ میں نے تمام امکانات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنا پلان ترتیب دیا تھا لیکن اس کے باوجود میں اندیشوں کا شکار تھا اور مجھے اندر سے اپنا اعتماد کھوکھلا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے کوئی بات تھی جو میری کم نگاہی کے باعث مس ہوگئی۔ شاید میں نے جمی کی عیاری اور بدمعاشی کی طاقت کا غلط اندازہ کیا۔ شاید میں نے ہوگر اینڈ کمپنی پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرلیا۔ اگر جمی نے تین لاکھ پاؤنڈز ہتھیانے کے لیے اپنی غنڈا فورس کی پوری بٹالین پیچھے لگادی تو ہوگر کے ساتھی۔ یا ہم ان کو کیسے روک پائیں گے۔ اگر ہوگر یا اس کے کسی ساتھی کی نیت میں فتور آگیا۔ یا ان کو حقیقت معلوم ہوگئی کہ جمی کی گاڑی چھیننے کا مقصد تین لاکھ پاؤنڈز حاصل کرنا ہے۔ تو کیا یہ رقم وہ خود نہیں لے جاسکتے۔ مگر انہیں کیسے پتا چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ ہوگر کا ایک ساتھی ایڈوانس میں ملنے والی رقم چھین کے فرار ہوجائے لیکن صرف سات ہزار پاؤنڈز کے لیے یہ رسک کون لے گا۔ ٹام اور برٹ بہت چھوٹے بدمعاش ہیں اور میں نے انہیں کلی ماؤس کا ہوّا دکھا کے مرعوب کررکھا ہے۔

پھر مجھے ہوگر کا خیال آیا۔ ہوگر پانچ ہزار پاؤنڈز لے کر غائب ہوگیا تو میرا بیڑا غرق۔ چاہے بعد میں وہ کہیں نظر آجائے تو میں اسے گولی ماردوں۔ مگر میرے تین لاکھ پاؤنڈز تو گئے۔ اور ہوگر کو تلاش کرنا بھی کون سا آسان کام ہوگا۔ وہ پولیس کے پاس تو خیر نہیں جاسکتا لیکن دھوکا دے سکتا ہے۔ وہ جمی کے نام سے بھی خائف تھا۔ وہ آج کل بے روزگار بھی ہے۔ جمی کے گروہ میں شامل ہونے کے لیے وہ اس کے پاس جاکے سب بتا سکتا ہے۔ جمی کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے وہ پانچ ہزار پاؤنڈز اس کے سامنے رکھ دے اور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہوجائے کہ مائی باپ غلطی معاف۔ یہ رقم میں نے لے لی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر پھر مجھے میرے ضمیر نے ملامت کی کہ ایک ہم وطن کے لیے ایک کالے انڈین کا ساتھ دینا غلط ہے۔ آخر مجھے رہنا تو اسی شہر میں ہے۔ اس لیے میں آپ کو سب بتانے آگیا۔ اور جمی خوش ہو کے پانچ کے بجائے اسے دس ہزار بخش دے اور اسے کہے کہ بس آج سے تم میرے لیے کام کرو گے۔

کوئی غیر متوقع حادثہ بھی میرے سارے پلان کو سبوتاژ کر سکتا تھا۔ جمی کی گاڑی اتنی شاندار ہے۔ اس کے ٹائر بھی بہت مضبوط ہوں گے۔ اگر ٹائر پلیٹ پروف ہوئے تو کیلوں سے کہاں فلیٹ ہوں گے۔ ان پر تو گولی بھی بے اثر رہے گی اور گاڑی کیلوں کو روندتی گزر گئی تو ہوگر اینڈ کمپنی منہ دیکھتی رہ جائے گی۔ میرے تین لاکھ پاؤنڈ جمی کی جیب میں پہنچ جائیں گے۔

اس کے علاوہ ایک جمی پر ہی کیا موقوف۔ خود لارڈ پرائس کیا کم حرامی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بھی کرائے پر ہوگر اینڈ کمپنی کے بھی باپ بلائے ہوں۔ وہ محل کے باہر سے ہی پیچھے لگ جائیں۔ یہ بڑی عجیب فلمی سچویشن ہوگی۔ آگے تین لاکھ پاؤنڈ اور لندن کا ایک دادا جی۔ وہیل چیئر میں مفلوج' جمی کے ساتھ اس کی بے انتہا حسین اور پرکشش بیوی جولی۔ اس کے پیچھے والی سیٹ پر میں دھک دھک کرتے دل کے ساتھ۔ ہمارے پیچھے جمی کے حکم کے غلام۔ ڈکیتی کا ڈراما کرنے کے لیے تیار۔ ان کے پیچھے لارڈ پرائس کے غنڈے اور سب سے پیچھے نیلی گاڑی میں مس عینی اور ان کے جانباز عاشق مسٹر عاقل دہلوی۔ سات کلومیٹر کے راستے پر ایکشن' ڈراما اور سسپنس۔ گاڑیوں کی دوڑ۔ مقابلہ' فائرنگ اور ہنگامہ۔ لاشوں کا ایک کے بعد ایک گرنا اور پبلک کی بھگدڑ۔

اور انجام۔۔۔؟ کس کے پاس جائے گی وہ تین لاکھ پاؤنڈ کی منحوس دولت بالآخر۔ کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد۔

میں اگر ایسے ہی سوچتا رہتا تو شاید پاگل ہو جاتا مگر ایسا ہوا کہ منزل آگئی اور عاقل نے مجھے ہلا کے کہا "سرجی' جاگو!"

میں ہڑبڑا کے اٹھا "جاگو کیا مطلب' میں کوئی سو رہا تھا؟"

"اتنی آوازیں دیں عینی نے' آپ جاگ رہے تھے تو کہاں تھے؟"

میں نے کہا "وہ دراصل یار' ذہن بہت آپ سیٹ ہے۔"

عاقل نے میرا ہاتھ دبایا "خدا پر بھروسا رکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "عاقل۔ ایک بات بتاؤ' کیا واقعی تم یہ کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یا تم میرے لیے کر رہے ہو وہ کی وجہ سے کر رہے ہو۔"

"سب سے پہلے تو ریکارڈ کی درستی کے لیے نوٹ فر کہ میں جو بھی کر رہا ہوں' ذاتی عقل اور سمجھ بوجھ سے لیتے ہوئے کر رہا ہوں۔ اپنی ذمے داری پر۔ قانونی زبان بقائمی ہوش و حواس اور بلا جبر و کراہ۔ رہی اس پورے عمل اخلاقی جواز کی بات تو میں اس موضوع پر پورا مقالہ پڑھ ہوں لیکن اس وقت مختصراً یہی کہوں گا کہ جرم اس وقت نہیں رہتا جب اس کے مقاصد نیک ہوں۔ خصوصاً آج حالات میں جب لاقانونیت کو قانون پر بالادستی حاصل ہو ہے۔ ہم مجرم نہیں ہیں' قول و فعل اور نیت کے اعتبار سے کیونکہ ہمارے پیش نظر اعلیٰ ترین مقاصد ہیں۔ جن میں ذا منفعت کا کوئی پہلو نہیں۔ ہم قانونی راستہ اختیار کریں نقصان صرف ہمارا نہیں۔ ملک و قوم کی فلاح اور سلا چاہنے والوں کا بھی ہوگا جو خود کو کرپشن اور لاقانونیت علمبرداروں کے مقابلے میں کمزور اور بے بس سمجھتے ہیں اور فائدے میں یہی عناصر رہیں گے۔ چنانچہ اخلاقیات کے اصول ہم ان مجرموں کے معاملے میں بالائے طاق رکھنے مجبور رہیں۔"

میں نے اسے گلے لگا لیا "تم نے تو دریا کو کوزے میں کر دیا۔"

وہ مسکرایا "اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ تم جو بھی کر رہے ہو' اپنے لیے نہیں کر رہے ہو اور تمہارا مقصد تین لاکھ پاؤ حاصل کرنا نہیں ہے یا میں سمجھتا کہ تم اپنا الو سیدھا کر کے لیے مجھے الو بنا رہے ہو' تو ہماری دوسری ملاقات بھی نہ ہوتی یا ہوتی تو وہاں ہوتی جہاں تم مجرموں کے کٹہرے میں نظ آتے اور میں استغاثہ کا گواہ ہوتا لیکن میرا ضمیر مطمئن ہے کا میں نے تمہارا ساتھ دے کر کوئی غلطی نہیں کی بلکہ میں تمہا ساتھ نہ دیتا تو یہ غلطی ہوتی۔"

میں نے کہا "اس طرح تم نے میرے ضمیر پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا۔"

عینی کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں یا فرطِ جذبا سے نمناک ہو گئی تھیں۔ "معاف کرنا' میں بہت غلط سمجھ رہی تھی۔"

وہ ہنسا "تمہیں خوش فہمی ہوگی کہ تمہاری وجہ سے میں یہ سب کر رہا ہوں؟"

عینی نے مجرمانہ انداز میں سر ہلا کے اقرارِ جرم کیا۔

"دیکھو عینی۔ اگر میں یہ سمجھوں گا کہ کوئی کام غلط ہے تو خواہ تم دباؤ ڈالنے کے لیے میرے سامنے خودکشی کر لو' میں وہ کام نہیں کروں گا۔ نہ کسی کی دولت مجھے خرید سکتی ہے اور نہ طاقت۔ یہ ہو سکتا ہے کہ طاقت سے کوئی میری جان لے لے لیکن میرے انکار کو اقرار میں بدل دے' یہ ناممکن ہے۔ میں دیکھنے میں مسخرا اور باتوں سے دیوانہ ضرور لگتا ہوں مگر نام ہے میرا عاقل۔"

عینی ہنس پڑی "اچھا! آئندہ یاد رکھوں گی۔"

میں نے گھڑی دیکھی تو چار بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے انہیں خدا حافظ کہا اور آہستہ آہستہ لارڈ کے پیلس کی طرف چل پڑا۔ اس قصرِ عالی شان کا گیٹ مجھے آدھے کلومیٹر کے فاصلے سے ہی صاف دکھائی دے رہا تھا۔ میں گیٹ سے سو گز دور تھا جب مخالف سمت میں اتنے ہی فاصلے پر مجھے ہوگر کی فورڈ کار نظر آئی جو بہت سی گاڑیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ سب کہیں آس پاس ہی تھے لیکن گاڑی سے دور چلے گئے تھے پھر اچانک میں نے ہوگر کو ایک اسپتال کے گیٹ پر یوں کھڑا دیکھا جیسے وہ کسی کے انتظار میں ہو۔ اس نے مجھے دیکھ کر مٹھی بند کی اور اپنا انگوٹھا دکھایا جس کا مطلب تھا۔۔۔ ٹھیک ہے اور میں نے سب کی نظر بچا کے اسے دو انگلیوں سے وی فار وکٹری کا نشان بنا کے دکھایا۔

لارڈ پرائس کے محل کے دو گیٹ تھے۔ ایک بہت بڑا فولادی گیٹ اور پتھر کے بنے ہوئے دس بارہ فٹ اونچے ستونوں کے درمیان تھا۔ سیاہ رنگ کے اس گیٹ کی سیاہ فولادی چادروں کے سامنے ایک انچ موٹے سریے تھے جو اوپر جا کر نکیلے ہو جاتے تھے۔ اس کے وسط میں پیتل کی ایک شیلڈ چمک رہی تھی۔ جب دروازہ کھلتا تھا تو یہ شیلڈ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی اس پر لکھے ہوئے دو حروف ای اور پی (جو لارڈ پرائس کا تخلص تھے) جدا ہو جاتے تھے اور گیٹ بند ہوتا تو خاندانی شیلڈ تمام نشانات و اعزازات پر احساسِ غرور کے ساتھ آویزاں لگتی تھی۔

دوسرا گیٹ نسبتاً کم چوڑا تھا۔ بڑے پھاٹک کے مقابلے میں اس کی چوڑائی ایک چوتھائی ہوگی۔ بڑا پھاٹک ایک بٹن دبانے سے موٹر کے ذریعے کھولا جاتا تھا اور یہ صرف گاڑیوں کی آمد و رفت کے لیے وقف تھا۔ بڑے گیٹ کے دونوں جانب ایک شاہانہ گارڈ جیسی وردی والا محافظ بندوق روایتی انداز میں کندھے پر رکھے کھڑا رہتا تھا۔ چھوٹا گیٹ پیدل آنے جانے والوں کے لیے کھلا ہوا تھا اور ایک خاصے بڑے کمرے کا حصہ تھا جو محافظوں کے لیے بنایا گیا تھا۔

اپنی ظاہری وضع قطع سے میں معزز اور شریف آدمی لگتا تھا مگر یہاں معززین اپنی لمبی چوڑی لیموزین کاروں میں آتے تھے اور دربان انہیں پہچان کر گارڈ آف آنر دیتے تھے اور گیٹ کھول دیتے تھے۔ میں چھوٹے گیٹ سے گزر کے کمرے میں پہنچا تو گارڈز کی چوکی کے نگراں کے سامنے پیش ہوا۔

"یس' کس سے ملنا ہے تمہیں؟" وہ مجھے گھور کے بولا۔

میں نے کہا "کون رہتا ہے یہاں؟ لارڈ پرائس کے علاوہ کس کا ملاقاتی آسکتا ہے یہاں؟"

اس نے سرد لہجے میں کہا "یہاں محل کے عملے میں ستر ملازمین ہیں۔ ان کے ملنے والے بھی آتے ہیں۔"

"لارڈ کو بتاؤ کہ شاہ عالم آیا ہے۔"

ان الفاظ کا جادوئی اثر ہوا۔ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا "تم شاہ علام ہو۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم نے بتانے کا موقع کب دیا۔"

وہ میرے ساتھ باہر آیا "لارڈ پرائس آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" پھر اندر ڈرائیوے میں کھڑی ہوئی بہت سی کاروں کے قریب ٹہلنے والے ایک ڈرائیور کو اشارے سے بلایا "یہ آپ کو لارڈ کے پاس پہنچا دے گا۔"

ڈرائیوے پر سرخ بجری بچھی ہوئی تھی اور یہ دو سو سوا دو سو گز لمبا راستہ نصف دائرے کی صورت میں دونوں طرف پھیلے ہوئے سبزہ زار اور باغ کا چکر لگا کے دوسرے گیٹ تک جاتا تھا جو باہر جانے کے لیے تھا۔ ڈرائیوے کے بائیں ہاتھ پر بھی باغ تھا اور اس کے بعد مہمانوں کی گاڑیاں پارک کرنے کی جگہ تھی۔ عقبی حصے کی طرف مجھے گیراج یا اصطبل نظر آرہے تھے جہاں لارڈ کی گاڑیاں اور اس کے گھوڑے رہتے ہوں گے۔

جمی کی گاڑی اس وقت پارکنگ ایریا میں واحد گاڑی تھی۔ پورچ کی جانب تین کاروں میں سے ایک رولز رائس تھی۔ دوسری مرسیڈیز اور تیسری پورشے اسپورٹس۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا تھا کہ لارڈ محض نام کا لارڈ نہیں' اس کی آمدنی لاکھوں پاؤنڈز ہوگی۔ اس کے بغیر ایسی شاہانہ طرزِ زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ کتنی عجیب بات ہے۔ میں نے ملازم کے ساتھ چلتے ہوئے سوچا۔ کہ یہ شان و شوکت اور ٹھاٹ باٹ اس آمدنی کا ثمر ہیں جو قانونی اور اخلاقی طور پر ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں بڑے اسمگلرز بھی ایسے ہی رہتے ہیں۔ خیبر ایجنسی میں ایک ایسا محل ہے جس میں ڈھائی سو بیڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رومز ہیں۔ ایک بار میں نے کسی انگریزی اخبار میں اس کی تصویر بھی دیکھی تھی اور بہت حیران ہوا تھا کہ غیر علاقے میں ایسا شاہی محل کس نے بنایا ہوگا۔ وہاں جانے کے لیے خصوصی اجازت لینی پڑتی تھی اور محل کے اندر جانے کی اجازت خود مالک دیتا تھا لیکن یہ اصول غیر ملکی مہمانوں تک محدود تھا۔

لارڈ پرائس نے مہمانوں کے کمرے میں رواجی سرد مہری کے ساتھ مجھے خوش آمدید کہا۔ یہ سرد مہری ایک لارڈ کے مزاج اور ماحول کی آئینہ دار تھی اور وقار کی علامت شمار ہوتی تھی۔ اس نے مجھ سے ہاتھ بھی یوں ملایا جیسے اپنا ہاتھ مجھے پیش کر کے مجھ پر کوئی احسان کیا ہو۔ ایک بار پھر مجھے اس کی پورشے اسپورٹس سے زیادہ شوخ و شنگ اور چمک دمک رکھنے والی نئے ماڈل کی بیوی کا ہاتھ تھام کے بوسہ دینا پڑا لیکن اس بار میں نے اسے لبوں سے چھو کر چھوڑ دینے کے بجائے جذباتی انداز میں مضبوطی سے پکڑا اور بڑی آواز کے ساتھ چوما۔ لارڈ کے ماتھے پر ناپسندیدگی کے جذبات کا سایہ گہرا ہو گیا لیکن اس کی لیڈی نے میری حرکت کو ایک دل پذیر مسکراہٹ سے شرف قبولیت عطا کیا۔

جمی کے ساتھ بیٹھی ہوئی جولی نے نظر... بچا کے مجھے آنکھ ماری "تم نے کچھ دیر کر دی۔ کیا کسی کے ساتھ تھے؟"

میں نے کہا "ہاں' میں تمہارے خیالوں کے ساتھ تھا۔"

جمی نے اس بے موقع مذاق کو پسند نہیں کیا "بہتر ہوگا اگر ہم کام کی بات شروع کریں۔"

میں بے تکلفی کے ساتھ اسی صوفے پر بیٹھ گیا جس پر جولی بیٹھی تھی۔ "کیا حرج ہے اگر پہلے ایک دور کافی کا ہو جائے۔ دراصل میں بہت تھکا ہوا ہوں۔"

لارڈ نے پھر برا سا منہ بنایا مگر اس کا منہ اچھا ہی کب تھا۔ اس نے ایک بٹن دبا کے انٹر کام پر کافی کے لیے کہا۔ انٹر کام کا کنکشن یقیناً محل کے کچن سے ہوگا۔

جمی نے دستخط شدہ انونٹری نکالی "اس پر ہم نے دستخط کر دیے ہیں۔ تم بھی کر دو۔"

میں نے انونٹری لے لی "لارڈ پرائس مطمئن ہیں؟"

لارڈ نے کہا "میرے اطمینان کا ثبوت میرے دستخط ہیں اور یہ رقم۔"

میں نے اس کے ہاتھ کے اشارے کی سمت میں دیکھا تو مجھے دیوار کے ساتھ دو سوٹ کیس کھڑے نظر آئے۔ ان میں یقیناً تین لاکھ پاؤنڈ کی رقم نوٹوں کی شکل میں موجود تھی۔ سوٹ کیس بالکل نئے اور خاصے قیمتی تھے۔

لارڈ نے بڑی نخوت سے اشارہ کیا "یہ ہے تمہاری رقم۔"

میں نے اس خود پسند مغرور اور خبطی لارڈ کی انا کو ٹھیس پہنچانے کے لیے شکی لہجے میں پوچھا "پوری ہے؟"

اس نے خاصا برا مانا "تم گن سکتے ہو۔"

میں نے کہا "ہاں۔ میں کین دین کے معاملے میں کسی کا اعتبار نہیں کرتا۔"

جمی نے کہا "کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ تین لاکھ پاؤنڈ گنو گے۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں کہ لارڈ پرائس جیسا خاندانی آدمی۔"

میں نے اس کی بات کاٹ دی "بزنس از بزنس۔ غیر خاندانی میں بھی نہیں ہوں اور مجھے بے ایمان کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں نے کسی کے اعتماد کو ایک پنس کی ٹھیس بھی نہیں پہنچائی لیکن اس کے باوجود میں کلائنٹس کو مجبور کرتا ہوں کہ وہ ہر معاملہ سامنے ہی طے کر لیں۔ بعد کی کوئی بات نہیں رہنی چاہیے۔"

لارڈ نے برہمی سے کہا "اوکے' تم گنو۔"

جمی نے کہا "آئی ایم سوری لارڈ پرائس۔ پتا نہیں آج میرے دوست کے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسا اس نے پہلے کبھی نہیں کیا۔"

میں نے کہا "چلو میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن یہ رقم میں ایسے لے کر نہیں جاؤں گا۔"

"پھر کیسے لے جاؤ گے؟" جمی بولا۔

میں نے کہا "لارڈ۔ کیا آپ کے پاس کوئی بوری ہوگی؟"

"بوری؟" لارڈ نے یوں کہا جیسے میں نے کراکری اسٹور میں پوچھ لیا ہو کہ کیا ہتھوڑا ملے گا۔

میں نے کہا "ہاں بوری' عام سی بوری۔ یہ سوٹ کیس بہت مہنگے لگتے ہیں' انہیں آپ رکھ لیں ورنہ مجھے واپس کرنے کے لیے آنا پڑے گا۔"

لارڈ نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا "لیکن میں یہ سوٹ کیس نہیں لے جا سکتا۔ مجھے بوریاں چاہئیں۔ ایک یا دو۔"

لارڈ نے خفگی سے کہا "محل میں بوریوں کا کیا کام؟"

میں نے کہا "آپ معلوم کریں۔ ملازم فراہم کر دیں گے ورنہ مجھے کسی کو بازار بھیج کر منگوانی پڑیں گی۔"

"شاہ عالم' یہ کیا بکواس ہے؟" جمی کی قوت برداشت جواب دے گئی۔

میں نے سخت لہجہ اختیار کر لیا "تمہیں کیا پریشانی ہے

آخر؟ میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتا۔ اگر تمہیں دیر ہو رہی ہے تو تم جاؤ۔"

"کہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا" جمی نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمہارا اکیلے جانا غیر محفوظ ہے۔" جمی نے لہجہ قدرے نرم کیا۔

"اپنی حفاظت میں خود کر سکتا ہوں" میں نے کہا۔

جمی کچھ پریشان ہونے لگا "لیکن میرے آفس میں سیکیورٹی ایجنسی والے بیٹھے ہوں گے۔ میں نے ان سے تمہارے لیے ایک لاکر کی بات کر لی ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ لاکر کی چابی میں تم سے لے لوں گا۔ سیدھا ایجنسی پہنچ جاؤں گا۔"

لارڈ اس بحث سے سخت بدمزہ ہو رہا تھا مگر میں جمی کے عزائم کا اندازہ کرنا چاہتا تھا اور اس کی برہمی سے صاف پتا چلتا تھا کہ میری احمقانہ محسوس ہونے والی باتوں سے اس کو اپنی پلاننگ فیل ہوتی نظر آ رہی تھی۔ شاید اس نے اپنے آدمیوں سے کہہ رکھا ہوگا کہ رقم دو سوٹ کیسوں میں ہوگی۔ تم وہ چھین کر لے جانا۔ اگر وہ راستے میں کہیں گاڑی روکتے تو سوٹ کیس نہ پا کے مایوس ہوتے۔ اس وقت جمی انہیں کیسے کہتا کہ الو کے پٹھو' سوٹ کیس نہیں ہے تو یہ بوری لے جاؤ۔

زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ اس نے ڈکیتی کا ڈراما رچانے کے لیے اپنے آفس کا اسٹیج پسند کیا ہوگا۔ سیکیورٹی کمپنی سے لاکر لینے کا تو محض بہانہ تھا۔ وہ مجھے رقم کے ساتھ اپنے آفس لے جاتا اور وہاں "ڈاکا" پڑ جاتا۔ ڈاکو اسے' جولی کو اور مجھے بے بس کر کے سوٹ کیس اٹھاتے اور چلے جاتے مگر سوٹ کیس ہی نہ ہوتے تو وہ کسی کونے میں پڑی ہوئی بوری کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھتے اور میرے سامنے جمی کیسے کہتا کہ ڈاکو صاحب یہ بوری لے جاؤ۔

رفتہ رفتہ مجھے یقین آ گیا کہ جمی تین لاکھ پاؤنڈ ہتھیانے کے لیے مجھے ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ اسے یہ اندازہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میرا اس کے آفس جا کے لٹنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے بلکہ میں نے راہ میں ہی "لٹنے" کا پورا بندوبست کر لیا ہے۔ اس کے ڈاکو ہاتھ پر ہاتھ دھرے انتظار کرتے رہ جائیں گے اور میرے ڈاکو راستے ہی سے مال لے اڑیں گے۔

جمی کے پلان کے فلاپ ہونے پر اس کی صدمے اور اشتعال سے کیا حالت ہوگی' یہ تصور کر کے ہی میرا دل خوشی سے تین تال پر دھڑکنے اور رقص کرنے لگتا تھا۔ بحث اور گرما گرمی ایک حد تک ممکن تھی۔ اس کے بعد لارڈ نے ہمیں روک دیا۔

"دیکھو' اپنی لڑائی باہر جا کے لڑو۔ جمی! تمہارا کام ختم ہو گیا۔ تم اب جانا چاہو تو تمہاری مرضی۔ اپنی رقم لے جانا شاعلام کی ذمے داری ہے۔ اسے راستے میں ڈاکو لے جائیں تو لے جائیں۔ تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

میں نے کہا "ہاں۔"

"کیا ہاں۔ میں ہر گز اپنے دوست کو یہ رسک نہیں لینے دوں گا۔ اوکے' تم رقم بوری میں ڈالو اور چاہو تو گن لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں اور چلو" جمی نے ہتھیار ڈال دیے۔

میں نے کہا "یہ ضروری تو نہیں کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔"

"یہ بالکل ضروری ہے۔"

میں اپنی بات پر اڑا رہا "میں رات کو جاؤں گا۔"

لارڈ نے کہا "رات تک کیا تم یہاں بیٹھے رہو گے؟"

میں نے کہا "میں گارڈ روم میں بیٹھ جاؤں گا۔ آدھی رات کو جاؤں گا۔"

بالآخر جولی نے دخل دیا "شاعلام۔ کیوں خواہ مخواہ کی ضد کر رہے ہو سوئٹ ہارٹ۔ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ تمہارے دوست ہیں' ہم سے زیادہ تم کس پر بھروسا کر سکتے ہو۔"

میں نے خود کو احمق نمبر ون ثابت کرنے کے لیے یہ ظاہر کیا جیسے جولی کی دلربا مسکراہٹ اور اس کے لہجے کی مٹھاس نے مجھ پر جادو کر دیا ہے "اوکے۔ اگر تم کہتی ہو۔"

جولی نے فاتحانہ انداز میں اپنے شوہر کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ دیکھا تم نے۔ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر۔ جولی کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ میں بے وقوف بن کے ہی اسے بے وقوف بنا رہا ہوں۔ میں نے رقم گننے کی بات چھوڑ دی اور لارڈ نے مجھے بوری فراہم کرنے کی بات مان لی۔

اس کے بعد اختلافات ختم ہو گئے۔ جو بوری لارڈ کے ملازمین نے کچن کی پینٹری (PANTRY) سے لا کے دی اس میں سے پیاز کی بو آ رہی تھی۔ میں نے اپنے مزید جاہل ہونے کا یوں ثبوت دیا کہ بوری کو جھاڑا۔ اس میں سے پیاز کے چھلکے اور کچھ کوڑا کچرا ڈرائنگ روم کے بیش قیمت قالین پر گرا پھر میں نے سوٹ کیس اٹھا کے کوڑے دان کی طرح بوری میں الٹ دیے اور نوٹوں کی گڈیاں اس میں ایسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھر گئیں جیسے پہلے پیاز بھرے ہوئے تھے۔

لارڈ نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا مگر اپنی صورت کے تاثرات اور آنکھوں کی زبان میں اس نے مجھے وہ سب گالیاں دے ڈالیں جو گورے حاکم انڈیا کے وحشی گنوار کالے غلاموں کو بد تہذیبی کے ہر مظاہرے پر دیتے تھے۔ صرف جولی تھی جو مجھے اپنی پیار بھری پُرفریب مسکراہٹ سے نوازتی رہی اور کافی پیتے ہوئے موقع ملنے پر اس نے مجھے آنکھ بھی ماری۔ وہ عورت کا پرانا حربہ مجھ پر آزما رہی تھی اور میں یہ ظاہر کرنے پر مجبور تھا کہ مجھے اس کے جادو نے ریشہ خطمی کر دیا ہے۔ مذاق مذاق میں اس سے عشق لڑانے کا کھیل دل لگی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ جی سے کتنی محبت کرتی ہے۔

بالآخر روانگی کا وقت آگیا۔ میں نے بوری کا منہ باندھا اور اسے اپنے کندھے پر اٹھانے کی کوشش کی۔

لارڈ نے زیادہ برا منہ بنایا "یہ تم کیا کر رہے ہو؟ آخر نوکر کس لیے ہیں' تم چھوڑو۔"

میں نے بوری پھوڑوی "لاکھوں کا معاملہ ہے لارڈ۔ کیا آپ کے نوکر اس حد تک اعتماد کے قابل ہیں۔"

"وہ صرف ایمانداری اور خدمت گزاری جانتے ہیں کیونکہ لارڈ پرائس کی فیملی کی خدمت کرتے ان کی دو نسلیں گزر چکی ہیں۔" لارڈ نے کہا اور ایک بٹن دبایا۔

ایک نوکر سائے کی طرح پردے کی اوٹ سے نکل آیا۔ اس نے لارڈ کے اشارے پر بوری اٹھائی اور جی کی گاڑی تک لے گیا۔

"تمہاری اپنی گاڑی کہاں ہے؟" جی نے پوچھا۔

میں نے کہا "میں پیدل آیا تھا اور اب تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

جولی نے کہا "ہاں۔ یہی طے ہوا تھا۔"

حسب توقع جولی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی محل کے وسیع اور عالی شان گیٹ سے نکل کے سڑک پر آگئی۔ باہر آتے ہوئے میں نے بائیں جانب دیکھا تو نیلی گاڑی قطار سے نکل چکی تھی۔ درمیانی فاصلے میں مجھے چار گاڑیاں نظر آئیں۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ ان میں سے کون سی جی کی گاڑی کا تعاقب کر رہی تھی۔

جی باہر آتے ہی پلٹ کر مجھ پر برس پڑا "یہ کیا بے وقوفی کی تم نے۔ وہ سوٹ کیس لانے میں کیا نقصان تھا۔ وہ چار سو پاؤنڈ کے سوٹ کیس تم نے تو نہیں خریدے تھے اور نہ ان کی قیمت لارڈ نے وضع کی تھی۔"

میں نے برا مانے بغیر سرگوشی میں کہا "جی۔ معاملہ نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تین لاکھ پاؤنڈ کم ہوتے۔ اتنی رقم کے لیے کسی خاندانی بے ایمان اور ایمان بھی خراب ہو سکتا ہے۔"

"تم لارڈ کو بے ایمان' چور کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ چور کو چور نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ اس نے نوادرات بھی خریدے ہیں اور یہ چوری کا مال ہے۔ وہ ہے لیکن اسے وہ جینوئن مال کہہ کے کئی گنا قیمت وصول کرے گا۔ اپنے نام کی ساکھ پر حلفیہ جھوٹ بولے گا۔ اس شخص سے کیا بعید تھا کہ اس نے ایک ہاتھ سے رقم دے کر دوسرے سے واپس لینے کا بندوبست بھی کر لیا ہو۔"

"واٹ نان سینس!"

میں نے کہا "جولی سوئٹ ہارٹ۔ ذرا ایک ویو مرر دیکھ کے بتاؤ کہ کوئی گاڑی جس میں ڈاکو ہوں ہمارا تعاقب نہیں کر رہی ہے؟"

وہ ہنس پڑی "میں کیسے پہچانوں؟ ڈاکوؤں کی کیا یونیفارم ہوتی ہے۔ پیچھے تو دس گاڑیاں آرہی ہیں۔"

میں نے کہا "جی۔ ان میں ایک لارڈ کی ہو سکتی ہے میرا مطلب ہے حکم کے ان غلاموں کی جو یہ رقم ہم سے واپس کر لے جائیں گے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو" جی بولا۔

"نہیں دوست۔ ایسا ہونا بعید ممکن ہے۔ اس نے بیس ہزار پاؤنڈ دے کر غنڈے کرائے پر حاصل کیے ہوں ان سے کہا ہو کہ تمہاری گاڑی کہیں روک کے دو سوٹ کیس نکالیں اور محل میں پہنچا دیں۔"

"میں ایسے غنڈوں سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں۔" جی نے کہا۔

میں نے کہا "تیار تو میں بھی ہوں لیکن جی' کیا ہم تینوں بلکہ چاروں کے سوا کوئی جانتا ہے؟"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ بولا "نو۔ ہاں ہم نے کسی کو بتایا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا۔"

جولی نے کہا "خدا کے لیے تم دونوں ایزی ہو جاؤ۔ راستے میں کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ ایوری تھنگ اوکے۔ دنیا اپنے معمول کے مطابق چل رہی ہے۔ آگے پیچھے کہیں بھی کچھ نہیں ہے جس پر شک کیا جائے۔"

میں نے پلٹ کے دیکھا اور کہا "یو آر رائٹ سوئٹ ہارٹ۔"

جی جھنجلا گیا "یہ بار بار سوئٹ ہارٹ کہنا بند کرو جولی۔"

"پہلے اس نے کہا تھا" میں نے ظاہر کیا جیسے میں دب گیا ہوں۔

جولی نے کہا "جی۔ تم بہت ٹینس ہو۔ اچھی طرح معلوم ہے تمہیں کہ شاعلام کو عادت ہے مجھ سے مذاق میں چھیڑ چھاڑ کی ورنہ وہ بھی جانتا ہے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ کوئی غلط فہمی نہیں ہے اسے۔"

جی مسکرانے لگا "شاعلام از ماسٹرڈ نمبر ون۔"

نیلی گاڑی بہت احتیاط کے ساتھ فاصلہ رکھتے ہوئے پیچھے پیچھے آرہی تھی' اسے دوسری گاڑیوں سے الگ کر کے دیکھنا جولی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس کے لیے وہ سڑک پر رواں دواں ساری گاڑیوں میں سے ایک تھی۔ لارڈ کے رویے کو میں نے بہت غور سے جج کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اس کی نیت میں کوئی فتور نہیں۔ وہ تین لاکھ پاؤنڈ ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے واپس لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اب سوال صرف ایک تھا کہ کیا جی کے غنڈے ہمارے تعاقب میں ہوں گے اور اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔

جی کا پروگرام اپنے آفس میں مجھے کنگال کرنے کا تھا۔ جیسا اور میں نے پلان کیا تھا' ویسا ہی جی نے پلان کر رکھا ہوگا۔ اس کا اسکرپٹ ایک تھا اور کسی حد تک کردار اور واقعات بھی ایک ہی تھے۔ صرف ڈاکو کا رول کرنے والے ایکٹر مختلف تھے۔ میں نے یہ رول ہوگر اینڈ کمپنی کو دیا تھا اور جی نے شاید اپنے نمک خواروں کو۔ مجھے سڑک پر ٹاک آؤٹ کرنا تھا اور جی کو جولی کے ساتھ اپنے آفس میں۔

اس کامیاب میرا ڈراما ہو سکتا تھا کیونکہ وہ پہلے پیش کیا جا چکا تھا۔ جی کے ڈرامے کو پیش کرنے کی نوبت ہی نہیں آسکتی تھی۔

اچانک مجھے ایک خیال آیا۔ کیا جی کو مجھ پر یہ شک ہو سکتا کہ میں اسے ڈبل کراس نہ کر جاؤں؟ بظاہر یہ تعاون باہمی کا کھیل تھا مگر درحقیقت اس کی بنیاد فریب اور دغا پر تھی۔ میرا سوال محض بے بنیاد اندیشوں کی پیداوار تھا۔ جی کو یہ خیال کیسے آسکتا ہے کہ میں اپنی ہی لاش گرانے کا ڈراما کروں گا۔ آخر مجھے اس کی ضرورت کیا تھی۔ میں نے جائز طور پر تین لاکھ پاؤنڈ وصول کیے تھے۔

نیلی گاڑی سات کلومیٹر کا فاصلہ بڑی تیزی سے طے کر رہی تھی۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ میرے دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔ فیصلہ کن موڑ قریب آنے لگا تو میرا حلق خشک ہونے لگا۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میرے سینے کے اندر دل کی دھما دھم جولی کے کان نہ سن لیں کیونکہ وہ میرے دل کے زیادہ قریب تھی۔ میں اس کے بالکل پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

اگلے چند منٹوں میں کچھ ہونے والا تھا اور میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ سب ویسا ہی ہوگا جیسا میں نے سوچا تھا۔ ایک ساتھ سیکڑوں ہارٹ فیل کرنے والے اندیشوں نے مجھ پر یلغار کی۔ سب سے خوفناک خیال ایک اژدہے کی طرح پھنکارتا تھا کہ شاہ عالم' اگر ہوگر نے اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے پلان کے برعکس کوئی پلان بنا لیا تو وہ ٹاک آؤٹ کر کے تین لاکھ لے جائیں گے اور یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ تمہاری آنکھ پھر کھلے تو قبر میں منکر نکیر اپنا سوال نامہ لیے موجود ہوں۔

وہ موڑ اچانک آگیا۔ میری آنکھوں کے سامنے لمحہ بھر کے لیے اندھیرا آیا پھر میں نے سر کو جھٹکا اور خود کو بدترین صورت حال کے لیے تیار کیا۔ نہیں' میں ہوگر کو طے شدہ پلان سے انحراف نہیں کرنے دوں گا۔ میں اس کی ایسی تیسی کر دوں گا۔ وہ میرے مال کی طرف بُری نظر سے دیکھے تو سہی اور مجھے فوت کرنے کی کوشش کر کے اپنا انجام دیکھے۔

یکلخت گاڑی نے ایک جھٹکا لیا اور پچھلے پہیے سے گڑ گڑ گڑ کی آواز آنے لگی۔ گاڑی لنگڑا کے چلنے لگی "شٹ!" جولی نے جھلا کے کہا۔

جی نے غصے سے کہا "ٹائر فلیٹ ہو گیا' آخر کیسے؟"

جولی نے بھی چلا کے جواب دیا "میں نے کیا ہے جادو سے۔ ٹائر کیسے فلیٹ ہوتا ہے؟"

"اوکے' اوکے۔ نیک اٹ ایزی' بدل دو ٹائر۔" جی کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

جولی گاڑی کو ایک سائڈ پر روک کے اتری۔ "او گاڈ!"

جی نے پُرتشویش انداز میں پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "اترتے ہوئے میرے شانے میں جھٹکا لگ گیا۔"

میں سمجھ گیا کہ یہ محض نخرہ ہے۔ "تم کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ٹائر میں بدلتا ہوں" میں نے نیچے اتر کے کہا۔

جہاں گاڑی روکی گئی تھی' اس سے سو گز پیچھے ایک موڑ تھا۔ دوسرا موڑ سو گز آگے تھا۔ دو سو گز میں دو موڑ کاٹنے والے بہت محتاط تھے۔ وہ ایک موڑ کاٹ کے سیدھا سامنے دوسرے موڑ کی طرف دیکھتے تھے لیکن درمیانی فاصلے میں گاڑی کی رفتار بڑھانا ضروری ہو جاتا تھا۔ ابھی تک سب ٹھیک تھا۔ ہوگر اینڈ کمپنی پروگرام کے مطابق گاڑی روکتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کامیاب رہی تھی لیکن ابھی تک ان میں سے کسی کے چہرے کی جھلک تک دکھائی نہیں دی تھی۔

نیلی گاڑی موڑ کاٹنے سے پہلے ہی رک گئی تھی۔ ڈکی میں سے اسپینر وہیل نکالتے ہوئے مجھے عاقل کی صورت دکھائی دی۔ وہ گاڑی سے اتر کے پیدل آگے آیا تھا اور ایک سائن بورڈ کے پاس ٹھہر گیا تھا۔

جولی نے مجھے وہیل اسپینر تھمایا اور میں فلیٹ ہونے والے ٹائر کے پاس بیٹھ کے بولٹ کھولنے کے لیے زور لگانے لگا۔ ایک ایک کرکے میں نے پانچوں بولٹ تھوڑے سے ڈھیلے کیے اور پھر گاڑی کے نیچے جیک فٹ کرنے لگا۔

کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کے جمی نے کہا "جلدی کرو شاہ علام!"

میں نے کہا "مجھ سے تیز کام تم کرسکتے ہو تو آجاؤ ورنہ چپ بیٹھو۔"

جولی نے میرے پیچھے ہاتھ رکھا "مت سنو اس کی۔ وہ ٹینشن میں ہے۔"

میں نے ٹائر بدلا ہی تھا کہ ہوگر کی گاڑی ایک دم سامنے آئی۔ اس نے موڑ کاٹا اور چند سیکنڈ میں قریب آگئی۔ میرے دل کی دھڑکن جیسے رک سی گئی۔

جولی نے کہا "کیا بات ہے؟"

میں نے جھک کے کہا "کچھ نہیں۔ جیک سلپ کررہا تھا۔"

اگلے لمحے میں نے ٹام اور برٹ کو ایک ساتھ گاڑی سے کود کر نکلتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور چہروں پر نقاب لیکن میں نے انہیں پھر بھی شناخت کرلیا۔ گاڑی کا انجن چل رہا تھا مگر گاڑی آگے ٹھہر گئی تھی۔

ٹام نے جمی کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ گن کے ساتھ اس کی کھڑکی پر پہنچ گیا۔ "باہر۔ باہر۔ باہر نکلو۔"

جمی نے چیخ کے کہا "تم۔ کون ہو؟"

"تمہارا اصلی باپ" ٹام نے کہا اور ریوالور کا دستہ جمی کے سر پر گھما کے مارا۔ جمی کراہا اور خاموش ہوگیا۔

اس دوران میں برٹ نے جولی کو ناک آؤٹ کردیا تھا۔ اس نے حلق سے آواز نکالی ہی تھی کہ ریوالور اس کے سر پر لگا اور وہ چیخ مار کے مجھ پر گر گئی۔

میں نے چلا کے کہا "یہ کیا ہورہا ہے؟"

"شٹ اپ!" برٹ نے ریوالور اٹھایا اور ایک لمحے کے لیے اس کی اور میری نظر ملی۔ اس نے نقاب کو تھوڑا سا ہٹالیا تھا۔ اس نے ایک آنکھ دبا کے مسکراتے ہوئے میرے سر کا نشانہ لیا۔ اس کا ہاتھ پورا اوپر اٹھا اور پوری قوت کے ساتھ نیچے بھی آیا مگر میرے سر کو چھوتے چھوتے وار کی شدت کم ہوگئی تھی کہ مجھے چوٹ بھی نہیں آئی۔

اس کے باوجود میں نے حلق سے کراہنے کی آواز نکالی اور پھر سڑک پر بے ہوش ہو کے لیٹ گیا۔ اتنی دیر میں ٹام نے جمی کو کرسی سمیت باہر کھینچ لیا تھا۔ برٹ دوڑ کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے ایک آنکھ کو تھوڑا سا کھول کے دیکھا۔ عاقل خاں غائب ہوگئے تھے۔ ہوگر نے بھی گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

جمی کی گاڑی کا انجن غرایا۔ اس ساری کارروائی میں دو منٹ سے بھی کم وقت صرف ہوا تھا اور اگر کسی گزرتی ہوئی کار والے نے واردات کا ارتکاب ہوتے دیکھا تھا تو اس کی نظر اور جان بچا کے نکل جانا بہتر سمجھا تھا۔ میرے اطمینان کی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی پولیس کی کوئی گاڑی ادھر نہیں آئی تھی۔

جمی کی گاڑی کے روانہ ہوتے ہی موڑ پر نیلی گاڑی نمودار ہوئی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ پورا آپریشن سو فیصد پلان کے مطابق تکمیل کو پہنچا تھا۔ مشکل اور خطرناک لمحات گزر گئے تھے۔ آگے کے سارے مرحلے میری اداکاری کے تھے اور آسان تھے۔

مجھے اور جولی کو سڑک پر پڑا دیکھ کے اور ایک مفلوج شخص کو وہیل چیئر پر گرا ہوا دیکھتے ہی بہت سی کاریں رک گئی تھیں۔ میں آنکھیں بند کیے سب کی باتیں سن رہا تھا۔ کسی نے چلا کے پولیس کو اطلاع دینے کے لیے کہا۔ کسی اور نے ایمبولینس کی بات کی۔ ایک عورت چیخنے لگی "جلدی کرو جلدی کرو" اور پھر ایک بچہ بولا "ماما۔ ہی از ڈیڈ!" اور پھیلی والی ماں نے اسے چلا کے کہا "شٹ اپ' شٹ اپ!"

لندن کی پبلک بے حس نہیں تھی۔ وہاں لوگ صرف تماشا دیکھنے اور شور مچانے کے لیے نہیں رکے تھے۔ ان کو کسی قاعدے ضابطے کی پروا نہیں تھی۔ یہ خیال نہیں تھا کہ ہماری مدد صرف پولیس کرے گی اور جو ہمیں اسپتال لے جائے گا' وہ مشکل میں پڑجائے گا۔

چار مضبوط ہاتھوں نے مجھے اٹھایا۔ کسی نے کہا "احتیاط سے۔ آہستہ۔ کہیں فریکچر نہ ہو" پھر مجھے کسی گاڑی کی پچھلی والی سیٹ پر لٹادیا گیا۔ گاڑی دوڑنے لگی۔ غالباً کسی دوسری گاڑی میں جولی کو اور تیسری گاڑی میں جمی کو بھی نزدیک ترین اسپتال شفٹ کیا جارہا تھا۔

نزدیک ترین اسپتال چند منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔ اب مجھے

سوچنا پڑا کہ مجھے اپنی بے ہوشی کا ڈراما کتنی دیر جاری رکھنا چاہیے۔ میں ڈاکٹروں کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ وہ مجھے ہوش میں لانے کے لیے پتا نہیں کتنے انجکشن ٹھوک دیتے اور بلاوجہ جسم میں پہنچ جانے والی دواؤں کا نتیجہ نہ جانے کیا نکلتا۔ میرے سر پر بڑی چوٹ کا نشان بھی نہیں تھا مگر وہ جگہ درد کررہی تھی جہاں ریوالور کا دستہ لگا تھا۔ میں فرض کرسکتا تھا بلکہ چاہتا تھا کہ وہاں کوئی گومڑ ہو۔ اب میری خواہش اور دعا یہ تھی کہ ہوگر کی گاڑی کو کسی نے نہ دیکھا ہو اور نیلی گاڑی چلانے والے عاقل نے جمی کی گاڑی سے تین لاکھ پاؤنڈ کی بوری نکال لی ہو۔ بظاہر یہ ایک SMOOTH آپریشن تھا اور سب بحفاظت نکل جانے کی توقع کرسکتے تھے۔

اسپتال پہنچنے کے بعد میں نے کراہنا شروع کیا کیونکہ بے ہوش آدمی اگر ہوش میں آنے لگے تو پہلے ہاتھ پیر پٹختا ہے اور کراہتا ہے۔ اسپتال کے ایمرجنسی سیکشن میں ایک دم ہلچل شروع ہوگئی تھی جو عملے کے لیے معمول کی بات تھی۔ مجھے فوراً ایک اسٹریچر پر منتقل کرکے اندر پہنچادیا گیا۔ فوری طور پر ایک ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا اور مجھے خطرے سے باہر قرار دیا۔ اگلے مرحلے میں مجھے ایک کمرے میں پہنچادیا گیا جہاں ایک نرس نے بڑی پیشہ ورانہ مستعدی کے ساتھ میرے بلڈ پریشر' دل کی دھڑکن اور نبض کی رفتار بتانے والے آلات لگادیے۔ خون' آکسیجن اور گلوکوز کی فراہمی کا انتظام پہلے سے تھا۔ نرس نے فوری طور پر مجھے آکسیجن ماسک پہنا کے آکسیجن کھول دی پھر بازو میں ایک سوئی سی چبھی اور میں سمجھ گیا کہ یہ انجکشن یا ڈرپ لگانے کا انتظام ہے۔

میں نے اب کراہنے کے ساتھ ہکلا کے بولنا بھی شروع کردیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا "یہ ہوش میں آرہا ہے۔"

نرس نے کہا "پھر کیا کروں' انجکشن دوں یا نہیں؟"

"انجکشن دے دو" ڈاکٹر نے فیصلہ کیا "یہ سخت ٹینس اور نروس ہوگا۔ تھوڑا سا ریلیکس کرلے۔"

نرس نے تعمیل کی۔ چند منٹ بعد میں نے سکون کو اپنے رگ و پے میں سرایت کرتا محسوس کیا۔ میرا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور مجھے غنودگی نے آلیا۔ مجھے یقیناً سکون آور انجکشن دیا گیا تھا۔

رات کو جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں صرف ایک نرس تھی۔ میں نے کراہ کے کہا "اوہ۔ او مائی گاڈ! میں کہاں ہوں؟"

نرس نے کہا "ایزی۔ ایزی' تم اسپتال میں ہو۔"

میں نے کہا "نرس' یہ۔ کون سا اسپتال ہے؟ اور جولی۔۔۔ جولی کہاں ہے؟ جمی کہاں ہے؟ وہ زندہ ہیں نا؟"

"پلیز سر! آپ لیٹے رہیں۔ وہ ٹھیک ہیں۔ اسی اسپتال میں ہیں اور ڈاکٹران کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔ یہ ہولی سٹی اسپتال ہے۔"

میں نرس کا ہاتھ جھٹک کے اٹھ بیٹھا "جھوٹ۔ تم مجھے بہلا رہی ہو۔ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی آپ انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ پلیز سر' آپ لیٹ جائیں" نرس گھبرا کے ڈاکٹر کو بلانے لگی۔

ڈاکٹر جیسے دروازے سے لگا کھڑا تھا' فوراً اندر آگیا "ہوا؟"

میں نے کہا "میں جمی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ اور جولی کو۔"

ڈاکٹر مسکراتا ہوا میرے پاس بیٹھ گیا "جب وہ ہوش میں آجائیں تو ضرور دیکھنا لیکن ابھی ڈاکٹروں کو اپنا کام کرنے دو۔"

"وہ۔ کیسے ہیں؟"

"وہ خطرے سے باہر ہیں۔ ڈاکٹرز نے انہیں سکون آور انجکشن دے کر سلادیا ہے۔ ان کے چوٹ سے صرف باہر زخم آیا ہے۔ اندر کچھ نہیں ہوا۔ کوئی اندرونی چوٹ نہیں آئی۔ تم ان کے مقابلے میں زیادہ لکی رہے کہ معمولی چوٹ پر بات ٹل گئی۔"

میں نے کہا "میں کتنی دیر بے ہوش رہا؟"

ڈاکٹر مسکرایا "ہوش تو آپ کو آدھے گھنٹے میں آجاتا لیکن ہم نے آپ کو سلادیا تھا اور اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔"

میں اترنے لگا "کیا اب میں جاسکتا ہوں؟"

"ابھی نہیں۔ اس واردات کے سلسلے میں پولیس آپ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

میں نے کہا "لیکن مجھے اپنے گھر اطلاع دینی ہوگی۔ گھر والے میرے لیے پریشان ہوں گے' میری بیوی۔۔۔ بہن!"

"آپ انہیں فون کرسکتے ہیں" ڈاکٹر نے سرہانے کی طرف اشارہ کیا اور باہر نکل گیا' میں نے فون اٹھالیا۔ پہلی گھنٹی پر ہی ریسیور اٹھالیا گیا۔ غالباً وہ لوگ فون سے لگے بیٹھے تھے۔ عاقل نے اور عینی نے ایک ساتھ کہا "ہیلو!"

میں نے کراہ کے کہا "ہیلو۔ میں شاہ عالم بول رہا ہوں۔"

عاقل زور سے ہنسا "کہاں سے' عالم بالا سے؟"

عینی بھی ہنسی "اصل شاہ عالم تو وہیں سے بول سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے؟"

میں نے کہا "میں ہولی سٹی اسپتال میں ہوں۔"

وہ چلائے "مبارک ہو۔"

میں نے کہا "میں ایک واردات میں زخمی ہوگیا تھا۔"

وہ پھر چلائے "مزید مبارک ہو۔"

میں نے کہا "تم تو خیریت سے ہونا ــ وہ کام ٹھیک ہوگیا۔"

انہوں نے تیسری بار چلا کے کہا "مبارک ہو؟" اور قہقہہ مار کے ہنسے۔

میں نے کہا "خدا کے لیے سیریس ہوجاؤ۔ میں زیادہ لمبی بات نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر باہر گیا ہے۔ ابھی پولیس اندر آجائے گی۔"

وہ یقیناً ہینڈ فری فون پر بیٹھے تھے کہ ایک ساتھ بول رہے تھے اور میں ان دونوں کی آوازیں ایسے ہی سن رہا تھا جیسے وہ میری سن رہے ہوں گے۔ ان کا مشن کامیاب رہا تھا۔ اس کا اظہار ان کی بے ساختہ ہنسی اور لہجے کی شوخی سے ہوتا تھا۔

عاقل بولا "ہم ابھی پہنچے ہیں' آدھے گھنٹے میں۔"

عینی بولی "ان دونوں کا کیا حال ہے؟"

میں نے کہا "وہ ابھی ٹک بے ہوش ہیں" اور فون بند کردیا کیونکہ ڈاکٹر کے ساتھ سادہ کپڑوں میں دو پولیس والے اندر آگئے تھے۔ وہ دونوں ایک جیسے گرے سوٹ میں تھے اور اپنے حلیے سے ہی فلمی قسم کے سراغ رساں لگتے تھے۔

ان میں سے ایک نے اپنا تعارف کرایا "میں سارجنٹ ہومر ہوں اور یہ سراغ رساں فاسٹ۔ ہمارا تعلق لندن میٹرو پولیٹن پولیس سے ہے۔"

میں نے اپنا تعارف کرایا اور اس کے بعد سوال جواب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا۔ انہوں نے دستور کے مطابق مجھے بتادیا تھا کہ میرے قانونی حقوق کیا ہیں مگر مجھے واردات کے بارے میں بتانے کے لیے کسی وکیل کی معاونت درکار نہ تھی۔

"تین لاکھ پاؤنڈ بہت بڑی رقم ہوتی ہے مسٹر عالم۔ کیا آپ کو اپنی حفاظت کا بہتر انتظام نہیں کرنا چاہیے تھا" ہومر بولا۔

"مجھے یقین تھا کہ اس ڈیل کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اگر مجھے ذرا بھی شک ہوتا تو میں پولیس سے سکیورٹی مانگ لیتا۔"

"کیا اب آپ کسی پر شک کرتے ہیں؟"

میں نے کہا "ابھی میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔ غالباً یہ ڈکیتی کی عام واردات ہے۔ کسی کو اس کی خبر مل گئی تھی۔"

"اور یہ خبر کہاں سے ملی ہوگی؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے بے احتیاطی لارڈ پرائس نے کسی سے کچھ کہہ دیا ہو۔ یا نارٹن بارکے یا جیمز پونڈ کے منہ سے کوئی بات نکل گئی ہو۔"

"مطلب یہ کہ آپ نے کوئی غلطی نہیں کی" فاسٹ بولا۔

"نو۔ میں نے کسی کے سامنے ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

"کیا حملہ آور لارڈ پرائس کے گھر سے تعاقب کررہے تھے؟"

میں نے کہا "میں نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا وہ جمی کی گاڑی پہچانتے تھے؟" ہومر بولا۔

میں نے کہا "میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

وہ مجھ سے نوادرات کے بارے میں پوچھتے رہے۔ میرے بارے میں سوالات کرتے رہے۔ انہوں نے میری شناختی کارڈ اور ڈپلومیٹک پاسپورٹ بھی دیکھا اور میرے کاروبار کے بارے میں پوچھا۔ یہ پوچھا کہ کیا میں آرٹ اینٹیک ڈیلر ہوں۔ کیا میرے پاس اس کاروبار کا لائسنس ہے؟

میں نے انہیں وہی بتایا جو سچ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جمی اور جولی سے بھی سوالات کریں گے اور ہمارے بیان میں کوئی فرق ہوگا تو وضاحت مشکل ہوجائے گی۔ میں نے انہیں مختصراً اپنے سیاسی بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتایا اور کاروباری معاملات کے بارے میں بھی۔ وہ سب کچھ نوٹ کرتے رہے۔

"کیا آپ نے حملہ آوروں کو دیکھا تھا؟" ہومر بولا۔

"دیکھا تھا لیکن ان کے چہرے نقاب میں تھے۔ میں ان کا قد و قامت ضرور بتا سکتا ہوں۔ وہ دو تھے' درمیانہ قد بھاری جسم اور انہوں نے ایک جیسی وردی پہن رکھی تھی۔ میرے لیے دوبارہ ان کو شناخت کرنا ناممکن ہوگا۔"

"آپ نے انہیں کسی گاڑی سے اترتے دیکھا تھا؟"

میں نے نفی میں سر ہلایا "وہ اچانک میرے سر پر آگیا اور اس نے ریوالور کا دستہ مار کے مجھے ناک آؤٹ کردیا۔ اس سے پہلے وہ جولی کو ناک آؤٹ کرچکا تھا اور شاید جمی کو بھی وہ گاڑی لے گئے تھے؟"

ہومر نے اقرار میں سر ہلایا "یس لیکن گاڑی ایک کلو میٹر کے فاصلے پر چھوڑ دی گئی۔ ان کا مقصد صرف رقم حاصل کرنا تھا پھر وہ کسی گاڑی میں نکل گئے غالباً اسی گاڑی میں جس میں

وہ آئے ہوں گے۔"

میں نے کہا "کیا کسی نے اس گاڑی کو نہیں دیکھا؟"

فاسٹ نے نفی میں سر ہلایا "یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ جمی کی گاڑی اب پولیس کی تحویل میں ہے۔ ہم اس پر سے فنگر پرنٹس لے رہے ہیں اور ان کا موازنہ کرمنل فائل سے کریں گے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ فنگر پرنٹس سے مجرم پکڑے جائیں۔ ہمارے ریکارڈ پر لاکھوں پرنٹس ہیں۔"

"یہ بڑی منظم واردات تھی مسٹر عالم۔ جو بغیر مخبری کے نہیں ہوسکتی تھی" ہومر بولا۔

ابھی پولیس میرا بیان لے رہی تھی کہ عاقل اور عینی پہنچ گئے اور عینی نے بڑی اچھی اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے مگر وہ پولیس کے سامنے مجھ سے چیخ مار کے اور لپٹ کے آنسو بہانے میں بھی کامیاب ہوگئی۔ خود عاقل نے بڑی پریشانی اور تشویش کا اظہار کیا۔ جب میں نے ان کا تعارف کرایا تو پولیس نے رسمی طور پر ان سے بھی کچھ سوالات کیے پھر وہ اخلاقاً مجھے یقین دلا کے چلے گئے کہ واردات میں ملوث افراد ضرور پکڑے جائیں گے اور مجھے تین لاکھ پاؤنڈ واپس ملنے کی پوری امید رکھنی چاہیے۔ تاہم اسے انہوں نے میری بہت بڑی غلطی قرار دیا کہ میں نے سکیورٹی کا مناسب بندوبست نہیں کیا اور رقم کی انشورنس تک نہیں لی ورنہ انشورنس کمپنی خود مجھے تحفظ فراہم کرتی۔

جب پولیس چلی گئی تو عینی نے ایک اور چیخ ماری جو پہلی چیخ کے برعکس خوشی کے جذبات سے بھرپور تھی "سب ٹھیک رہا بھیا!"

میں نے دانت پیس کے کہا "بھیا کی بچی۔ یہ اسپتال ہے۔ ابھی کوئی آگیا تو دیکھ لے گا یہ ہنستا ہوا نورانی چہرہ۔"

عاقل بولا "رقم بالکل محفوظ ہے۔ میں نے اسے دو سوٹ کیسوں میں بھر دیا تھا۔ سوٹ کیس وین میں رکھے ہیں۔"

"اور وین کہاں ہے؟"

"وین ایک گودام کے احاطے میں کھڑی ہے' بالکل محفوظ۔"

عینی نے کہا "ہم نے اس کا حلیہ بدل دیا ہے۔ ایسے اسٹیکرز لگائے ہیں کہ کلر اسکیم ہی بدل گئی ہے اور یہ کام ہم نے ایسے کیا ہے کہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ عاقل نے وہ جگہ دیکھی تھی' میں نے تالا کھول دیا" عینی بہت جوش میں تھی۔

میں نے کہا "آہستہ بول۔ ان لوگوں کو باقی پیسے دے دیے تھے؟"

"ہاں۔ میں نے دے دیے تھے" عاقل بولا۔

"کسی نے انہیں دیکھا تو نہیں؟"

"انہیں پورا یقین تھا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ دس منٹ بعد وہ جمی کی گاڑی چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ میں نے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا راستہ روک لیا تھا۔"

"انہوں نے کچھ دیکھا تو نہیں تھا' میرا مطلب ہے بوری میں؟"

"نہیں' اتنی مہلت ہی کہاں ملی انہیں۔ خود میں کوئی سوٹ کیس دیکھ رہا تھا مگر گاڑی میں بھی صرف ایک بوری۔ ہاتھ سے ٹٹولا تو اندر نوٹ محسوس ہوئے۔ میں نے اسے اٹھا کے اپنی گاڑی میں ڈالا اور ہم بھاگ گئے۔"

"تمہاری گاڑی اس وقت کہاں ہے' نیلی والی؟"

"وہ میں نے واپس کردی' کین کو؟" وہ بولا۔

"بہت اچھا کیا لیکن عاقل خاں' یہ سارے اخراجات کیسے پورے ہورہے ہیں؟ سات ہزار پاؤنڈ جو تم نے ہوگر اینڈ کمپنی کو دیے۔"

وہ سر کھجا کے بولا "سچی بات ہے' میرے پاس تو تھے نہیں' میں نے ادھار لے کسی سے۔"

میں نے عینی کی طرف دیکھا "اور کسی کے پاس اتنی بڑی رقم کہاں سے آئی۔"

وہ بولی "دو ہزار انہوں نے دیے اپنے پاس سے۔ پانچ ہزار میں نے دیے۔ نیلم باجی جاتے وقت چوبیس ہزار پاؤنڈ زبردستی دے گئی تھیں کہ رکھ لو' کام آئیں گے۔ ان کے پاس ٹریولر چیک تھے جو استعمال نہیں ہوئے تھے' وہ کیش کرالیے تھے۔"

میں نے کہا "روشنی کیوں نہیں آئی۔ آخر وہ بیوی ہے میری۔ کم سے کم دنیا کے لیے۔ اسے دنیا کو دکھانے کے لیے میرے پاس ہونا چاہیے۔"

"وہ ضرور آتی ہمارے ساتھ لیکن صبح سے اس کی ماں کی طبیعت خراب ہے۔ کھانسی بخار پہلے سے تھا' آج ڈائریا ہوگیا۔ وہ ڈاکٹر کا انتظار کررہی تھی۔"

"جب میں نے فون کیا تو وہ کہاں تھی؟"

"دوسرے کمرے میں اپنی ماں کے پاس۔ اس نے کچھ نہیں سنا لیکن بعد میں ہم نے بتادیا۔"

"کیا بتادیا؟"

عاقل بولا "بس اتنا ہی بتایا تھا کہ شاہ عالم کسی دوست کے ساتھ گاڑی میں کہیں جارہے تھے' راستے میں غنڈوں نے گاڑی چھین لی۔ اسپتال سے فون آیا تھا۔ جس کی گاڑی تھی وہ اور اس کی بیوی بھی زخمی ہوئے لیکن معمولی چوٹیں ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عینی نے کہا "وہ بہت پریشان ہوئی تھی لیکن ہم نے تسلی دی اسے کہ تم ٹھہرو ماں کے پاس۔ انہیں تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔"

اسی وقت روشنی اندر آگئی۔ اس کی صورت پر وحشت برس رہی تھی۔ وہ سیدھی میری طرف آئی "کیسے ہو تم؟"

میں نے مسکرا کے کہا "دیکھ لو۔ بالکل ٹھیک ٹھاک ہٹا کٹا بیٹھا ہوں۔"

اس نے میرے چہرے کو ہاتھوں اور پیروں کو چھو کے دیکھا "سچ کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا "بابا مجھ پر اعتبار نہیں تو ڈاکٹروں سے پوچھ لو۔"

"آخر کیا ضرورت تھی تمہیں ان سے لڑنے کی۔ گاڑی کون سی تمہاری تھی؟ ایسے لوگ بالکل لحاظ نہیں کرتے' خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تمہیں پھر۔۔۔؟"

میں نے کہا "بیٹھ جاؤ آرام سے اور مجھے بتاؤ' ماں کیسی ہے؟ تم اسے اکیلا چھوڑ کے کیوں آئی ہو؟"

"میں نے ایک نرس بلالی تھی۔ ڈاکٹر دیکھ گیا تھا" وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

عاقل نے گھڑی دیکھی "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

میں نے کہا "تم دونوں جاؤ۔ ساڑھے آٹھ بجے ہیں' روشنی تم بھی۔"

"نہیں' میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی "آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ تم مجھے کچھ بتاتے کیوں نہیں؟ کیا تم کو بھروسا نہیں ہے مجھ پر۔ بیوی نہ سہی' دوست سمجھ کے مجھے بھی شریک کرلو اپنے راز میں۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میرا ہے کون جسے میں بتانے جاؤں" وہ سخت نروس تھی اور بولتے بولتے رونے لگی۔

میں نے کہا "روشنی۔ پلیز خود کو سنبھالو' ایسی کوئی بات نہیں۔"

"بات کیسے نہیں۔ یہ غیریت کا سلوک کس لیے ہے آخر میرے ساتھ؟ میں سب کے درمیان سب سے الگ ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں۔"

ماں کی بیماری کا اس کے اعصاب پر پہلے ہی کم دباؤ نہ تھا کہ میرے اسپتال پہنچنے کی خبر نے اس کا بالکل ہی نروس بریک ڈاؤن کردیا۔ وہ دل کی بات کو زباں پر آنے سے نہ روک سکی۔ میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی مگر وہ روتی رہی اور گلہ کرتی رہی کہ اس کے ساتھ ہمارا رویہ توہین آمیز ہے۔ ہم اسے منہ نہیں لگاتے۔ اس کے ساتھ بے رخی سے پیش آتے ہیں کیونکہ وہ کرائے کی عورت ہے۔۔۔ بے وقعت ہے۔

میں نے بڑی مشکل سے اسے خاموش کیا۔ وہ اپنے جذباتی ہسٹریا میں بالکل برحق تھی۔ ہمارا سلوک اس کے ساتھ اپنوں جیسا بہرحال نہیں تھا لیکن وہ ہم سب کے ساتھ بڑی اپنائیت سے پیش آتی تھی اور میرے لیے بہت پریشان رہتی تھی۔ جانتے بوجھتے میں اس سے دور رہتا تھا تاکہ میرے اور اس کے درمیان کسی قسم کا جذباتی رشتہ نہ قائم ہونے پائے لیکن اس وقت ضروری ہوگیا کہ میں اس کے آنسو پونچھوں اور اسے گلے لگا کے پیار کروں۔ یہ جسمانی قربت ایک اخلاقی جواز رکھتی تھی۔ اس کی جگہ کوئی بھی عورت ہوتی' میں محبت اور قربت کا احساس دلائے بغیر اس کے جذباتی آتش فشاں کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کرسکتا تھا۔

ایک ڈاکٹر اور ایک نرس اندر آئے تو روشنی نے خود کو سمیٹا اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے اس نے لندن کا پہناوا چھوڑ دیا تھا اور دوبارہ اپنے مخصوص پاکستانی لباس یعنی شلوار قمیص اور دوپٹے پر آگئی تھی۔ ڈاکٹر نے میرا سرسری چیک اپ کیا اور پھر روشنی کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ خاتون تمہاری وجہ سے رو رہی ہے؟"

میں نے کہا "میں اس کا اکلوتا شوہر جو ہوں۔"

"لیکن فکر کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ ہم تمہیں ابھی گھر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں لیکن سر کی چوٹ ہے' دس بارہ گھنٹے تک تمہیں آبزرویشن میں رکھنا پڑے گا۔"

میں نے کہا "میرے دوست کیسے ہیں؟"

وہ بولا "خاتون جلدی ہوش میں آگئی تھیں اور وہ بھی ضد کر رہی تھیں کہ انہیں شوہر کو دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ شوہر صاحب ابھی ہوش میں آئے ہیں اور پورے اسپتال سے برہم ہیں کہ ان کو زبردستی لٹا رکھا ہے۔"

میں نے کہا "کیا میں انہیں دیکھ سکتا ہوں؟"

"آف کورس لیکن اس آدمی کا یہ حال ہے کہ وہ سب کو کاٹنے کے لیے دوڑتا ہے اور سخت مشتعل ہے۔ اس نے پولیس کو بھی بہت برا بھلا کہا اور بڑی مشکل سے ان کے سوالوں کے جواب دیے۔ جواب میں آدھے سے زیادہ گالیاں تھیں۔" ڈاکٹر بولا اور نرس کو کچھ ہدایات دے کر رخصت ہوگیا۔

جب نرس جانے لگی تو میں نے پوچھا "کیا رات بھر ڈیوٹی پر یہی اسٹاف ہوگا؟"

نرس نے گھڑی دیکھی "نہیں۔ یہ شفٹ گیارہ بجے بدل

جائے گی۔ رات کی ڈیوٹی دینے والے ڈاکٹر اور نرسیں آجائیں گے۔ نو بجے کے بعد کسی کو بھی مریضوں سے ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا "کیا میرے پاس کوئی نہیں رہے گا؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "آپ کو اٹینڈ کرنے کے لیے اسپتال کا عملہ جو ہے۔"

میں نے عینی سے کہا کہ وہ روشنی کے ساتھ جائے "تم نے سن لیا کہ یہاں کوئی نہیں رک سکتا۔ نو بھی بجنے ہی والے ہیں۔ کل میں گھر آجاؤں گا۔ صبح کسی کو اسپتال آنے کی ضرورت نہیں۔ عاقل' تم ٹھہرو' مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے۔"

عینی نے میری آنکھ کا اشارہ سمجھ لیا اور میری بات مان لی۔ امکانات کا ایک اور مثبت پہلو سامنے آیا تھا اور میں اس صورت حال سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

میں نے کہا "عاقل۔ مجھے نقشے کی مدد سے سمجھاؤ کہ وین کہاں کھڑی ہے؟"

اس نے حیران ہو کے کہا "نقشہ تو خیر میں کاغذ پر بنا سکتا ہوں لیکن۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں' تم مجھے جگہ بتاؤ۔"

"یس باس!" وہ بولا اور ایک کاغذ پر لکیریں بنا کے مجھے راستہ سمجھانے لگا۔ لندن اس کا بھی دیکھا ہوا تھا اور میرا بھی مگر نہ وہ دعویٰ کرسکتا تھا کہ وہ کسی کی راہنمائی کے بغیر ہر جگہ پہنچ سکتا ہے نہ میں۔ اصل بات یہ تھی کہ لندن میں ہر جگہ روڈ میپ لگے تھے۔ اس میں آپ دیکھ سکتے تھے کہ اس وقت آپ کہاں کھڑے ہیں اور جہاں آپ کو جانا ہے وہ جگہ کس سمت میں کتنی دور ہے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ ٹیکسی میں بیٹھ جائیں اور ڈرائیور کو پتا بتادیں لیکن اس سے بھی آسان تیسرا طریقہ کسی عوام دوست بوبی یعنی پولیس مین سے راستہ پوچھنا تھا۔ اگر آپ اس کی بات سمجھنے میں بالکل ہی نااہل نہ ہونے کا ثبوت دیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود آپ کو اس جگہ چھوڑ آئے۔

میں نے کہا "عاقل۔ نو بجے جا کے تم گیارہ بجے واپس آؤ گے؟"

"مگر کیسے۔ اسپتال والے مجھے اندر کہاں آنے دیں گے۔"

"بیٹے۔ جہاں چاہ ہے وہاں راہ ہے۔ جائز طریقہ اختیار کرو یا ناجائز مگر گیارہ بجے تم کو یہاں ہونا چاہیے۔ ایک قائم مقام سسر محترم کی حیثیت سے اسے تم میرا حکم سمجھو۔"

اس نے ایک آہ بھری "یہ ایک شریف النفس' ہونے والے داماد کا جذباتی استحصال ہے' بلیک میلنگ ہے۔"

میں نے اسے ڈانٹا "یہ مت بھولو کہ ابھی تم نامزد داماد ہو اور یہ تمہارا وہ پیریڈ ہے' انگویشن پیریڈ۔"

"انگویشن پیریڈ وہ ہوتا ہے جب مرغی انڈوں پر بیٹھتی ہے۔ میں مرغی نہیں ہوں۔ غالباً آپ پروبیشن پیریڈ کہنا چاہتے تھے؟" وہ بولا۔

میں نے نقشہ تہ کرکے جیب میں رکھا "یہ بھی مت بھولو برخوردار کہ سر کی چوٹ کی وجہ سے ہم بہکی بہکی باتیں کرسکتے ہیں۔"

"اچھا فرض کرو' میں سلیمانی ٹوپی اوڑھ کے یا نرس کی یونیفارم پہن کے یہاں پہنچ گیا' ٹھیک گیارہ بجے۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ تم میری جگہ لیٹو گے اسپتال کے کپڑے پہن کے اور میں باہر چلا جاؤں گا تمہارے کپڑوں میں۔ ذرا ڈھنگ کے کپڑے پہن کر آنا۔"

اس نے اپنا سر پکڑ لیا "یہ بہت مشکل ہے۔"

میں نے کہا "یہ بہت آسان ہے۔ تمہیں ماننا پڑے گا۔"

وہ رونی شکل بنا کے بولا "کسی نے مجھے پہچان لیا پھر؟"

میں نے کہا "یار' عقل سے کام لو۔ مجھے دیکھا ہے صبح سے رات تک ڈیوٹی دینے والے اسٹاف نے۔ گیارہ بجے کے بعد جو اسٹاف ہوگا وہ تمہیں دیکھے گا تو تم سے تمہاری شناخت نہیں مانگے گا۔ وہ فرض کرلیں گے کہ تم ہی شاہ عالم ہو۔"

"اور اس کے بعد جو شاہ عالم کے ساتھ ہونا تھا' میرے ساتھ ہوگا؟"

"خدا سے اچھے کی امید رکھو" میں نے کہا۔

"اچھا خاک ہوگا' وہ تمہارے انجکشن مجھے لگا سکتے ہیں۔"

"ہاں" میں نے کہا "مگر اس کا کوئی چانس نہیں۔ ابھی ڈاکٹر تمہارے سامنے مجھے فٹ قرار دے گیا ہے۔ میں صرف آبزرویشن پر ہوں۔ ٹریٹمنٹ پر نہیں۔ جب کوئی آئے' تم سوتے بن جاؤ۔ خراٹے لو' وہ مطمئن ہو کے چلے جائیں گے۔"

"اور یہاں سے فرار ہو کے تم کہاں جاؤ گے؟"

"میں وین لوں گا اور عینی کی مدد سے وہ کام کروں گا جو تم نہیں کرسکتے۔ ان نوادرات کو شفٹ کرنا اتنا مشکل کام نہیں جتنا اس سے پہلے گارڈز سے نمٹنا۔"

اس نے بے بسی سے سر ہلایا "اگر تم پکڑے گئے' کوئی غیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متوقع بات ہوگئی تو کیا ہوگا؟"

"اول تو ایسا کچھ نہیں ہے لیکن بالفرض محال میں صبح پانچ بجے تک لوٹ کے نہ آؤں' تو تم کہنا کہ مجھے گھر جانا ہے۔ مجھے اسی وقت ڈسچارج کردیا جائے۔"

"صبح پانچ بجے؟"

"وہ تمہیں نو بجے سے پہلے ڈسچارج کردیں گے۔ صبح جب پھر یہی عملہ آئے گا جو اس وقت موجود ہے تو تم جا چکے ہوگے۔"

"کبھی رات کو جولی نے یا جی نے چکر لگایا۔۔۔ پھر۔؟"

میں نے کہا "کیسی بات کرتے ہو۔ رات کے وقت مریضوں کو دو سروں کے کمروں میں گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں ہوتی' اب تم جاؤ۔"

نو بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے کہ میں اپنے کمرے سے نکلا' ایک نرس نے مجھے روکا "تم کہاں پھر رہے ہو؟"

میں نے غرا کے کہا "یہ پوچھنے والی تم کون ہوتی ہو۔ میں اسپتال میں ہوں یا قید خانے میں اور تم نرس ہو یا گارڈ؟" پھر مجھے دروازے پر لگی ہوئی جیمز بونڈ کی چٹ نظر آگئی اور میں بلا تکلف اندر گھس گیا لیکن یہ جولی کا کمرا تھا۔ جیمز بونڈ کو کسی نے جیمز بونڈ لکھا تھا اور مسز کے لفظ کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔

جولی سیدھی بیٹھی کوئی سوپ پی رہی تھی۔ مجھے دیکھ کے وہ مسکرائی "تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو مسٹر ز خی؟"

میں نے افسوس سے سرہلایا "افسوس کہ تمہاری یادداشت چلی گئی۔ میں زخمی نہیں' مقتول ہوں۔ تمہیں تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ مجھے پہلی اور آخری مرتبہ خود تم نے قتل کیا تھا۔"

وہ ہنسی "تم یہاں بھی باز نہیں آؤ گے' کیوں آئے ہو یہاں؟"

میں نے دل پر ہاتھ رکھا "اس دل نے مجبور کردیا تھا۔ یہ خود کسی قطب نما کی طرح راستہ بتا تا یہاں لے آیا۔"

اس نے مجھے ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بٹھالیا "مجھے یقین نہیں آتا کہ تم کو تین لاکھ پاؤنڈ کے نقصان کا کوئی صدمہ نہیں یا تم پاگل پن میں کررہے ہو ایسی باتیں۔؟"

میں نے کہا "مس جولی! معاف کرنا پتا نہیں کیوں تم کو مسز جیمز کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے۔ تین لاکھ پاؤنڈ میں تمہاری ایک ادا اور ایک مسکراہٹ پر نثار کرسکتا ہوں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کرسکتا تھا لیکن افسوس کہ تمہارے دغاباز شوہر نے میری پیٹھ میں چھرا گھونپا۔"

وہ ایک دم سیریس ہوگئی "کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے جولی۔ اس نے مجھے کنگال کردیا۔ میں بے وقوفی کی باتیں ضرور کرتا ہوں تمہارے سامنے لیکن میں بے وقوف ہرگز نہیں ہوں۔"

وہ دم بخود بیٹھی رہی "تم یہ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ وہ اسی کے آدمی تھے جنہوں نے گاڑی چھیننے کا ڈراما کیا۔ وہ ماہر ہے ایسے کاموں کا۔ مجھے اس پر پہلے ہی شک تھا اور اسی لیے میں اس کے ساتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔"

"غلط ہے تمہارا شک" وہ چلائی۔

"تم تو یہی کہو گی' اس کی بیوی جو ہو۔ تین لاکھ پاؤنڈ کے فوائد تم تک بھی پہنچیں گے۔"

وہ زور زور سے انکار میں سرہلانے لگی "نہیں شاعلام۔ ایسا نہیں ہے۔ میرا یقین کرو' ایسا نہیں ہے۔"

میں نے کہا "اس نے سب کچھ ایسے پلان کیا جیسے وہ میرا بڑا مخلص دوست ہے۔ اسے کیا ضرورت تھی میرے ساتھ جانے کی۔ میں اکیلا جاتا بھی تو کیش وصول کرسکتا تھا۔ اس نے مجھے پرائیویٹ سیکیورٹی گارڈز لینے سے روکا۔ یہ کہا کہ میرے آدمی ہوں گے حفاظت کے لیے' یہی تھے وہ آدمی؟"

"شاعلام! یہ بڑی خطرناک غلط فہمی ہے۔"

"یہ بڑی بھیانک حقیقت ہے۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ وہ صرف تمہیں ساتھ لایا تاکہ مزاحمت کا ذرا سا بھی نہ ہو۔ ایک مفلوج' ایک عورت۔ ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے والا صرف میں۔ مجھے تو اب یہ بھی شک ہو رہا ہے کہ ٹائر فلیٹ نہیں ہوا تھا' کیا گیا تھا۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو۔ دماغ خراب ہے تمہارا" وہ چلائی۔

"چلاؤ مت۔ اس سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ اس نے بہانہ کیا کہ دفتر میں سیکیورٹی کمپنی والے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے سیف ڈپازٹ لاکر فراہم کردیں گے۔ وہ تو رقم کو بوری میں ڈالنے کے بھی خلاف تھا۔ اس نے اپنے فرمانبردار ڈاکوؤں کو بتایا ہوگا کہ رقم دو سوٹ کیسوں میں ہوگی۔"

وہ پلک جھپکائے بغیر مجھے دیکھتی رہی اور ساکت و صامت بیٹھی رہی پھر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

میں نے کہا "جولی! یہ تین لاکھ پاؤنڈ کہیں نہیں گئے۔ یہ جی کے پاس ہیں اور یقین کرو' میں اس سے وصول کرلوں گا۔ ایک ایک پینی۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا "سنو شاعلام! میری بھی سنو۔ پلیز' جو بات میں تمہیں بتانے والی ہوں' شاید وہ اپنے شوہر سے بے وفائی ہے۔ میں اس کے اعتماد کو دھوکا دے کر تمہیں اندر کی بات بتا رہی ہوں۔"

میں نے کہا "آخر کیوں کررہی ہو تم اس سے بے وفائی؟"

"اس لیے۔۔۔ اس لیے کہ میں۔۔۔ نفرت کرتی ہوں اس مفلوج و معذور حیوان سے۔ جو کہیں سے بھی نہ مرد ہے اور نہ انسان۔ میں اس کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں۔ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔ ہر جگہ' ہر وقت اسے یہ احساس' یہ یقین دلانا میری ڈیوٹی ہے۔ جو میں بڑی کراہیت اور خوشامد کے ساتھ پوری کرتی ہوں کیونکہ میں ایسا نہ کروں تو میرا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو اس کی پہلی بیوی کا ہوا تھا۔ وہ بھی بہت حسین اور نوجوان تھی۔ اس نے بھی وہی سوچا تھا جو میں نے کہ جی زیادہ دن نہیں جئے گا۔ اس وقت جی کی حالت خراب تھی اور یہ امکان تو ہر وقت تھا کہ وہ کسی کی گولی کا نشانہ بن جائے۔ اس کے دوست بالکل نہیں مگر دشمن بہت ہیں۔ اس کے دھندے بھی ایسے ہیں۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد یہ سب میرا ہوگا۔ اتنا لمبا چوڑا بزنس' لاکھوں کروڑوں پاؤنڈز کے سارے اثاثے مجھے مل جائیں گے کیونکہ اس کی اولاد تو ہے نہیں۔"

اس نے رک کر پانی کا ایک گھونٹ پیا اور گلاس میز پر رکھ کے ایک گہری سانس لی "وہ اولاد کیسے پیدا کرسکتا ہے۔ جو کسی عورت کے قابل ہی نہ ہو مگر پھر بھی دنیا کے سامنے اپنی مردانگی کا بھرم رکھنے کے لیے شادی کرلے۔ اس نے پہلی بیوی کو بتادیا تھا کہ وہ اس راز کے افشا ہونے تک ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ زندگی میں اسے سب کچھ حاصل رہے گا۔ وہ اس کے سب اثاثوں کی مالک ہوگی اور کہلائے گی لیکن اس نے بے وفائی کی یا اسے قتل کرانا چاہا کسی آشنا کے ساتھ مل کر تو اس کی سزا بہت سخت ہوگی۔ اس کی موت اس کی زندگی سے زیادہ مشکل ہوجائے گی اور ایسا ہی ہوا بالآخر۔ وہ جوان اور حسین عورت تھی۔ اس نے اپنے جسم کی طلب پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ ناکام ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ جی کو کیسے پتا چل سکتا ہے۔ ملنے کے راستے مشکل اور خطرناک ہوں مگر ناممکن نہیں ہوسکتے۔ دراصل وہ بھی میری طرح کسی کو چاہنے لگی تھی۔ کیونکہ کوئی اس پر مرمٹا تھا۔ دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی۔ اس نے دونوں کی زندگی کو جلا کے راکھ کردیا۔ جی کے جاسوس ہر جگہ تھے۔ انہوں نے جی کو اطلاع کردی' جی نے اسے اور اس کے عاشق کو ایک پنجرے میں ڈال دیا۔ وہ لوہے کا پنجرا تھا۔ اس کو درمیان سے دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ انہیں ایک ہی پنجرے میں الگ الگ بند کردیا گیا۔ جی نے انہیں جانوروں کی طرح ننگا رکھا تھا۔ اس نے پنجرا ایک تہ خانے میں بنوایا تھا۔ تہ خانے کی چابی جی کے پاس رہتی تھی۔ وہ صبح شام انہیں دیکھنے جاتا تھا۔ وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرگئے۔ ان کی چیخ پکار' فریاد اور منت سماجت' گالی گلوچ' کسی نے نہیں سنی۔ جی نے بھی نہیں۔ وہ انہیں مرتا ہوا دیکھتا رہا۔ جب میں نے اس سے شادی کی تو میں نے بھی سوچا تھا کہ دولت کے لیے نامرد تو کیا مردے کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔ رہی اپنی طلب کی بات تو ایک عورت کے لیے کسی نام کے شوہر کی آنکھوں میں دھول جھونکنا مشکل ہوسکتا ہے مگر ناممکن نہیں ہوگا۔ وہ کولی دے کے جاسکتی ہے لیکن شادی کے بعد معلوم ہے جی مجھے کہاں لے گیا؟"

"ہنی مون کے لیے۔؟" میرے حلق سے آواز بڑی مشکل سے نکلی۔

وہ ہنسی "ہاں۔ شب عروسی تھی وہ میری جب جی مجھے تہ خانے میں لے گیا۔ میں سمجھی وہ مجھے کوئی سرپرائز دے گا اور سرپرائز تو خیر تھا مگر انتہائی خوفناک۔ اس نے تہ خانے کی لائٹ جلائی اور ایک دم میرے سامنے وہ پنجرا آگیا جس میں دو ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ مکمل ڈھانچے۔ ایک پنجرے میں دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ ان کے درمیان فولادی سلاخوں کی دیوار حائل تھی لیکن وہ ایک دوسرے کے سہارے پر قائم تھے۔ ان کے استخوانی ہاتھ ایک دوسرے کے گلے میں تھے اور سر ملے ہوئے تھے مگر جسم جدا تھے۔ وہ ایک ساتھ مگر جدا جدا مرگئے تھے۔ جی نے مجھ سے پوچھا کہ معلوم ہے یہ کون ہیں؟ یہ میری پہلی بیوی تھی اور یہ ہے اس کا چاہنے والا۔ زندگی بڑی خوبصورت چیز ہے اور جب اتنی دولت بھی ہو کہ دنیا کی ہر راحت اور نعمت تمہاری قوت خرید میں ہو تو زندگی اور قابل قدر ہوجاتی ہے۔ بہت زیادہ حسین اور جینے کے قابل بن جاتی ہے۔ بصورت دیگر جسم کی آگ تو ٹھنڈی پڑجاتی ہے مگر زندگی کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کوشش کرنا کہ میری پہلی بیوی کی جگہ تم یہاں نظر نہ آؤ اور مجھے اپنی تیسری بیوی کو دو نئے ڈھانچے دکھانے کے لیے یہاں نہ لانا پڑے۔"

میں نے محسوس کیا کہ میرا سر گھوم رہا ہے۔ "تم۔۔۔ یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ مجھے تو تمہارے پاس بھی نہیں آنا چاہیے۔"

"شاعلام۔ تم مذاق کرتے ہو لیکن میں سچ مچ چاہنے لگی ہوں تمہیں۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ بڑے ہینڈسم اور پُرکشش مرد ہو تم۔ عورتیں یقیناً تم پر دیوانہ وار فدا ہوتی ہوں گی لیکن میں تمہیں اپنے ساتھ اس پنجرے میں نہیں لے جا سکتی۔ میں تم سے پیار بھی نہیں کر سکتی۔ اس لیے صرف ایک بار مجھے کس کرو... اور جاؤ۔"

میں نے اس کی یہ خواہش پوری کی اور پھر اسے چھوڑ دیا۔

"شاعلام!" اس نے بالآخر آنکھیں کھولیں "کاش مجھے تمہاری زندگی کی ایک رات مل جاتی۔ اگر آسان موت ملتی تو میں اس رات کے بدلے ضرور قبول کر لیتی۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتے میرے عذاب کا۔ میں ایک صحرا میں کتنی پیاسی ہوں اور ابھی زندگی کا بہت لمبا سفر مجھے حلق میں اور پیروں میں چبھنے والے انہی کانٹوں کے ساتھ طے کرنا ہے۔ اکیلے، بالکل اکیلے۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "آئی ایم سوری فار یو لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ہاں۔ اس سے پہلے دو مرد ایسا ہی کہہ چکے ہیں۔ سب کو اپنی اپنی زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے کہیں لے جاؤ۔ کسی دوسرے ملک میں، کسی دوسری دنیا میں۔"

میں نے کہا "کیا یہ سب مجھے بتانا ضروری تھا؟"

"ہاں۔ اس لیے کہ تم مجھے قابلِ اعتبار نہیں سمجھ رہے تھے۔ جی نے یقیناً یہی سوچا تھا کہ تمہارے تین لاکھ ڈالر ہتھیا لے۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ آفس میں لے جاتا اور وہاں ڈاکا پڑ جاتا۔ ڈاکو اس کے اپنے آدمی ہوتے۔ اس نے ساری تیاری کر لی تھی۔ پوری ریہرسل ہو گئی تھی مگر اس کا سارا پروگرام چوپٹ ہو گیا۔ اس کا راستے میں ڈکیتی کا ڈراما کرنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔"

"تو پھر... یہ کس کی حرکت تھی؟"

"تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔ لارڈ کے سوا یہ کام کون کر سکتا ہے؟"

اچانک دروازہ کھلا اور جی اندر آ گیا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور چہرے پر وحشت طاری تھی۔

میں نے چلا کے کہا "جھوٹ بولتی ہو تم، بکواس کرتی ہو۔"

جولی نے اپنے چہرے کے تاثرات پلک جھپکتے میں بدل لیے "تم بھونکتے رہو گے مگر یہ کام جی نے نہیں کیا۔"

جی چلایا "یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔ کیا ڈراما چل رہا ہے؟"

"ڈرامے کے بچے۔ یہ تم پوچھتے ہو مجھ سے۔ اسپتال نہ ہوتا تو میں تمہارا گلا دبا کے تم سے اقرارِ جرم کرا لیتا۔"

جی ہنسنے لگا۔ زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ اس کی ہنسی میں نفرت تھی اور حقارت کا زہر تھا اور کمینگی تھی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے ایسا لگا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہے۔

بالآخر جولی نے گھبرا کے کہا "فار گاڈ سیک جی، یہ اسپتال ہے۔"

وہ ہنستے ہنستے سہلانے لگا "ابھی لوگ آ جائیں گے اور مجھے پکڑ کے لے جائیں گے۔ زبردستی انجکشن لگا کے مجھے سلا دیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ دھڑ سے دروازہ کھول کے ایک ڈاکٹر اور نرس اندر آ گئے۔ "مسز جیمز پونڈ، واٹ از دس؟"

جی کی ہنسی رک گئی "آئی... آئی ایم سوری!"

"آپ اپنے کمرے میں چلیں" ڈاکٹر نے کہا۔

"دیکھو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے بات کرنے دو" جی بھڑ گیا۔

"آپ بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔" ڈاکٹر نے اصرار کیا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں زبردستی کروں؟"

"اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں اسے جان سے مار دوں گا" جی نے آہستہ آہستہ اپنی وہیل چیئر کا رخ موڑا اور پھر گردن گھما کے مجھ سے مخاطب ہوا "تم بھی آؤ۔"

میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ کمرے سے باہر جاتے ہوئے میں نے جولی کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرائی اور اس نے آہستہ، بہت آہستہ سے سرگوشی کی، زیرِ لب... جو میں نے سنا بھی نہیں، اس نے کہا "آئی لو یو۔" اور میں سہلا کے باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر نے مجھے روکنے کی کوشش کی "آپ جائیں اپنے کمرے میں۔"

میں نے کہا "یہ سب دوبارہ نہیں ہو گا۔ میں اس سے دس منٹ بات کروں گا اور لوٹ آؤں گا، پلیز!"

ڈاکٹر نے سہلایا اور ہمیں اکیلا چھوڑ گیا۔ جی بیڈ پر لیٹ کے مجھے گھورنے لگا پھر اس نے کہا "شاعلام! جو کچھ آج ہوا، بہت افسوس ناک تھا لیکن یہ مت سمجھو کہ اس میں میرا ہاتھ تھا۔"

میں نے تلخی سے کہا "نہیں۔ وہ میرے اپنے آدمی تھے جو مجھے لوٹ کر لے گئے۔"

"بہت بے وقوف ہو تم اور یہ سب تمہاری بے وقوفی کی سزا ہے۔ میں اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن وہ حرام زادہ لارڈ۔ وہ میرا بھی باپ نکلا۔ وہ بازی لے گیا۔"

میں نے کہا "کیا کہنا چاہتے ہو آخر تم!"

"شاعلام! اب اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ رقم میرے آفس پہنچ جاتی تو میری تجوری میں پہنچ جاتی۔ میں نے سب پلان کر لیا تھا۔ میرے اپنے آدمی اسے اور تمہیں لوٹ کر لے جاتے۔ وہ میرے محافظوں کو بھی ناک آؤٹ کر دیتے۔ مجھے اور تمہیں بھی۔ اور جولی کو بھی۔ جیسے اب ہوا لیکن پندرہ منٹ پہلے۔ صرف پندرہ منٹ پہلے اس سؤر کے بچے لارڈ نے مجھے لوٹ لیا۔ بس، تمہیں نہیں، اس نے مجھے تین لاکھ پاؤنڈ سے محروم کر دیا۔ میں اسے جان سے مار دوں گا۔ وہ کیا سمجھتا ہے آخر، ایسے تین لاکھ پاؤنڈ ہضم کر کے آرام سے بیٹھ جائے گا۔"

میں اسے گھورتا رہا "تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے..."

"مطلب نہیں، یہی حقیقت ہے۔ ایسا ہی ہوا ہے" وہ چلانے لگا "اس لارڈ نے اپنے آدمی پیچھے لگا دیے۔ میرا پلان فیل کر دیا۔"

"تم بھی کم حرامی نہیں ہو جی۔ میرا خیال ہے کہ اب اعتبار کا تو خیر کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آئندہ میری اور تمہاری کوئی ڈیل نہیں ہو سکتی۔"

"دیکھو۔ میری نیت خراب ہوئی، آئی ایم سوری لیکن میں نے تمہیں نہیں لوٹا۔ یہ بہت بڑا سبق ہے میرے لیے کہ جو دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ تم مت کرو اعتبار لیکن یہ بزنس جاری رہنا چاہیے۔ آخر تم کو میرا قرض بھی ادا کرنا ہے۔"

میں دروازے کی طرف بڑھا "یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ پہلے مجھے سوچنا ہو گا کہ لارڈ سے کیسے نمٹا جائے۔"

"تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ بہت طاقتور ہے۔ اس کا سیاسی اثر رسوخ بھی بہت ہے۔ وہ شریف اور خاندانی بنا ہوا ہے لیکن ایک فوج پال رکھی ہے اس نے بدمعاشوں کی۔ اس کے علاوہ... ہمارے پاس کوئی ثبوت بھی تو نہیں ہے اس کے خلاف۔ اس کا نام لینا بھی خطرناک ہو گا لیکن میں کچھ کروں گا تمہارے لیے۔ یو سی میں براہ راست اس معاملے میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

میں کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گیا۔ اب مجھے یقین آ چکا تھا کہ جی کا دل لارڈ سے بدظن ہو گیا ہے۔ شاید لارڈ کو ابھی اس "ڈکیتی" کا علم نہ ہو مگر جب معلوم ہو گا تو وہ جائز طور پر جی کو موردِ الزام سمجھے گا۔ لارڈ جانتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ وہ جی کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ جی کی طرف اس کا شک جانا بالکل ایک قدرتی بات ہو گی۔ اب وہ آپس میں لڑیں گے۔ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور ابھی تو آدھا کھیل ہوا ہے۔ آدھا باقی ہے۔ ڈراے کا کلائمکس صبح آئے گا جب انہیں معلوم ہو گا کہ نوادرات کا ذخیرہ راتوں رات چوری ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ لارڈ سمجھے گا کہ اپنے تین لاکھ پاؤنڈ کے نقصان پورا کرنے کے لیے میں نے جی سے مدد لی اور جی نے شک کی بنیاد پر لارڈ کو چھ لاکھ پاؤنڈ مالیت کے نوادرات سے محروم کر دیا۔ جی کا شک لارڈ پر جائے گا کہ اس نے تین لاکھ پاؤنڈ بچانے کے لیے ایسا کیا۔ وہ تین لاکھ بھی واپس لے گیا اور چھ لاکھ کا مال بھی۔

میں اپنے کمرے میں آ کے لیٹا تو میرا ذہن خیالات کے انتشار میں مبتلا تھا۔ مجھے جولی کی باتیں یاد آ رہی تھیں اور بیک وقت میں ماضی، حال اور مستقبل کے درمیان سفر کر رہا تھا۔ کل کیا تھا، آج کیا ہے؟ آنے والے کل میں کیا ہو گا؟ آج رات کیا ہو گا، اس کے بعد کیا ہو گا؟

گیارہ بجنے والے تھے کہ ڈاکٹر پھر آیا اور اس نے مجھے دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا۔ "تم اگر بے سکون ہو تو ایک نیند کی گولی کھا لو۔ ویسے سب ٹھیک ہے، تمہیں کسی دوا کی ضرورت نہیں۔"

میں نے کہا "ڈاکٹر، کیا یہ ممکن ہے کہ کل صبح سات بجے مجھے فارغ کر دیا جائے۔"

وہ بولا "آف کورس۔ ہم کسی کو زبردستی تو یہاں نہیں رکھ سکتے۔"

اس کے جانے کے بعد میں گھڑی دیکھتا رہا۔ گیارہ سے سوا گیارہ بج گئے۔ میری بے چینی بڑھنے لگی۔ اسپتال کے قاعدے قانون بہت سخت ہوتے ہیں۔ اگر بہانے بازی اور مکر و فریب سے کام لے کر بھی عاقل اندر نہ آ سکا...

اسی وقت عاقل اندر آ گیا۔ "اف... کتنا جھوٹ بولنا پڑا مجھے۔"

میں نے کہا "اللہ تمہارے سب گناہ معاف کرے۔ وہ بھی جو تم کرنے والے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے بڑی مشکل سے دس منٹ کی اجازت ملی ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ اجازت دینے والا رخصت ہو رہا تھا" عاقل بولا۔

میں نے کہا "اب آرام سے بیٹھ جاؤ مگر لائٹ بجھا دو تاکہ ایسا لگے کہ مریض سو گیا ہے۔ کوئی مجھے ڈسٹرب کرنے نہ آئے۔"

اس نے لائٹ بجھا کے نائٹ بلب جلا دیا "تمہاری جمی سے بات ہوئی؟"

"ہاں اور میرا اندیشہ ٹھیک تھا" میں نے کہا "اگر میں رقم کے ساتھ اس کے آفس پہنچ جاتا تو بچ بچ لٹ جاتا۔ اس نے بھی ڈکیتی کا پورا ڈراما کرنے کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ ہم نے یہ ڈراما پہلے کر لیا وہ سخت مایوس ہوا۔"

"کیا اس نے یہ بات مان لی ہے؟"

"ہاں' پہلے اس کی بیوی نے میرے الزام کی تردید کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ ان کا ارادہ میری رقم ہتھیانے کا تھا۔ مگر کوئی ان کا بھی باپ نکلا۔"

"اور یہ باپ کون ہو سکتا ہے اس بارے میں ان کا نظریہ کیا ہے؟ انہیں تم پر شک تو نہیں ہے؟"

میں نے کہا "کوئی بھی صحیح الدماغ شخص ایسی بات نہیں سوچ سکتا۔ میں اس دولت پر ڈاکا کیوں ڈالوں گا جو جائز اور قانونی طور پر میری ہے۔ میں شک کا رخ لارڈ پرائس کی طرف موڑنا چاہتا تھا مگر جمی کو پہلے ہی یقین تھا کہ یہ کام صرف لارڈ کر سکتا ہے۔ اس نے اپنے آدمی ہمارے پیچھے لگا دیے ہوں گے۔"

"ابھی تک تو سب ٹھیک جا رہا ہے۔"

میں اٹھ کے کھڑا ہو گیا "آگے بھی سب ٹھیک ہی ہوگا انشاء اللہ۔ اور اب ہم کپڑے بدل بھائی بن جائیں جیسے عورتیں دوپٹا بدل بہن بنتی ہیں۔"

"خدا خیر کرے صبح تک پتا نہیں یہ لوگ میرا کیا حشر کریں گے۔ کتنی گولیاں کھلا دیں گے اور کتنے انجکشن لگا دیں گے۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے ایسا بھی کر دیں۔ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا' پیٹ صاف ہو جاتا ہے۔"

"تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں صرف آبزرویشن پر رکھا گیا ہے؟"

"یہ تو اس ڈاکٹر کی رائے تھی جو گیارہ بجے چلا گیا۔ رات کی ڈیوٹی والے ڈاکٹر کی اپنی رائے ہوگی۔ خیر' گھبرانے کی بات نہیں' اللہ جو کرے گا اچھا کرے گا اور صبح آٹھ بجے تم کو چھٹی مل جائے گی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ اسپتال والے اپنی فائل میں مریض کا نام لکھتے ہیں مریض کی فوٹو نہیں لگاتے" وہ بولا۔

میں نے کہا "خطرے کی ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں رات کو جولی نہ آ جائے یا جمی کا اچانک شاہد عادل سے کوئی خاص بات کہنے کا موڈ نہ بن جائے۔"

وہ بولا "میں منہ لپیٹے پڑا رہوں گا اور خراٹے بھی لوں گا تاکہ بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی بات تو صاف کہہ دیں گا کہ صبح آنا ابھی میں سو رہا ہوں۔"

جب عاقل نے اسپتال کے اور میں نے اس کے کپڑے پہن لیے تو گھڑی میں ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ میں نے ایک بار پھر پتا سمجھا۔ وین کی چابیاں ایک جیب میں ڈالیں اور دوسری میں ریوالور رکھ کے باہر نکل گیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا میں وارڈ کے کوریڈور سے گزرا' لفٹ سے نیچے گیا اور فرنٹ آفس والے ہال سے گذرا۔ وہاں رات کا عملہ معمول کے مطابق اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ معلوم نہیں کس نے مجھے گزرتا دیکھ کے کہا "ہو گئے تمہارے دس منٹ پورے' آدھے گھنٹے میں؟"

میں سمجھ گیا کہ یہ وہی شخص ہوگا جس نے عاقل کو اوپر جانے کی اجازت دی تھی۔ میں نے پلٹ کے اور مسکرا کے اسے ہاتھ ہلایا "تھینک یو۔"

وہ مجھ سے خاصے فاصلے پر تھا اور پیچھے سے صرف میرے کپڑے دیکھ سکتا تھا جو پہلے عاقل نے پہن رکھے تھے۔ اس نے میری صورت پر غور بھی نہیں کیا کیونکہ وہ خود بھی جلدی میں تھا۔ اس کی شفٹ گیارہ بجے ختم ہوئی تھی اور اب ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ میں نے اسے بڑی بےتکلفی سے دروازے کی طرف آتے دیکھا اور اپنی رفتار بڑھا دی۔

باہر والے گیٹ کے قریب مجھے ایک فون بوتھ نظر آیا اور میں اس میں گھس گیا۔ میں نے گھر کا نمبر ملایا اور انتظار کرنے لگا۔ تیسری گھنٹی پر ریسیور رضیہ نے اٹھا لیا۔ اس نے آہستہ سے کہا "ہیلو' بھیا!"

میں نے کہا "ہاں۔ کیا تو سو گئی تھی؟"

"نہیں بھیا۔ تمہارے فون کا انتظار کر رہی تھی" وہ بولی۔

"روشنی جاگ رہی ہے یا سو گئی؟"

"وہ سو گئی ہے۔ اس نے آج سارا دن ماں کی تیمارداری کی۔ اس میں بہت تھک گئی۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ یہ بتا تو وہاں پہنچ سکتی ہے؟"

"کہاں بھیا؟"

"جہاں وہ وین کھڑی ہے اور کہاں؟"

وہ ڈر کے بولی "نہیں بھیا' میں نہیں پہنچ سکتی۔ مجھے راستے کا بالکل پتا نہیں۔"

میں نے کہا "ٹیکسی والے کو پتا بتائے گی تو وہ خود پہنچا دے گا۔"

"نہیں بھیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے اکیلے۔ اتنی رات گئے۔"

"اچھا' میں آتا ہوں تو تیار رہنا۔ وقت بالکل نہیں ہے سولہ سنگھار کر لے۔ کپڑے وہی پہننا جو دن میں پہنے تھے" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

آدھی رات کے وقت بھی لندن کا شہر پوری طرح جاگ رہا تھا۔ سڑکوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت بھی اسی طرح جاری تھی اور لوگ ایسے پھر رہے تھے جیسے انہیں پتا ہی نہیں کہ رات ہو گئی ہے۔ ان میں غیر ملکی سیاح بھی تھے جو وقت کے احساس سے بے نیاز لندن کی رات کا بھرپور مزہ لے رہے تھے۔ میں نے ایک ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد اسے اپنے گھر کا پتا سمجھایا اور پھر اس جگہ کا جہاں سے مجھے وین لینا تھی۔ پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور کی طرح اس نے کسی قسم کے نخرے نہیں کیے اور رات کے وقت زیادہ کرائے کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ اس نے بس سر کھجایا اور روانہ ہو گیا۔

میں بالکل تیار تھا اور شاید کئی بار پہلے بھی باہر جھانک چکا تھا۔ ٹیکسی کے رکتے ہی وہ باہر نکل آئی اور میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ "روشنی جاگ گئی تھی۔"

"پھر...؟" اس نے پوچھا ہوگا کہ اس وقت کہاں کی تیاری ہے؟"

"ہاں ــ میں اسے کیا بتاتی کہ دیا کہ عاقل سے ملنے جا رہی ہوں۔ بس پھر کیا تھا وہ بن گئی بھائی' مجھے نصیحت کرنے لگی کہ ایسے وقت نادقت میرا اس سے ملنا مناسب نہیں اس طرح میں اپنے آپ کو چیپ کر لوں گی۔ لڑکے ان لڑکیوں کی قدر اور عزت کرتے ہیں جو ریزرو رہتی ہیں۔"

میں نے کہا "بات تو ٹھیک کہہ رہی تھی وہ۔"

"مگر اس کا کوئی موقع نہیں تھا میں نے چڑ کے کہہ دیا کہ تم اپنی زندگی کی فکر کرو۔ میری زندگی کا کنٹرول مت سنبھالو۔ وہ عاقل ہے تو میں بھی بالغ ہوں۔"

میں نے کہا "بے چاری روشنی وہ ہمارے ساتھ جتنا مخلص ہونے کی کوشش کرتی ہے' ہم اتنا ہی اسے غیریت کا احساس دلا کے ذلیل کرتے ہیں' عجیب مشکل میں پڑ گئی ہے وہ۔ ہم سب کے درمیان رہ کے اپنی آنکھیں کیسے بند کرے اور کیسے تمام معاملات سے بے نیاز ہو جائے۔ خیر' اب تھوڑے دن کی بات ہے۔"

"افسوس تو مجھے بھی ہوتا ہے۔ وہ دل کی اچھی ہے اور اس پر اعتبار بھی کیا جا سکتا ہے لیکن۔"

"لیکن بہت جلدی وہ بیوہ ہو جائے گی۔ اس کا کسی سے کوئی تعلق نہیں رہے گا چنانچہ کیا فائدہ اسے سرچڑھانے کا۔ اپنے ساتھ ہزار پاؤنڈز لے اور جائے۔ ایک کاروباری رشتے میں جذبات بالکل نہیں آنے چاہئیں۔" میں نے تلخی سے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے کہا "ایکسکیوزمی سر! یہ آپ لوگ کون سی زبان میں بات کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ پاکستان کی قومی زبان ہے۔"

"اردو۔" اس نے زیرلب دہرایا "انڈین بھی یہی بولتے ہیں؟"

میں نے پُرزور تردید کی "وہ ہندی بولتے ہیں۔"

ڈرائیور نے زیرلب حیرانی کا اظہار کیا "ایسی ہی لگتی ہے وہ بھی۔ یہ انڈیا کے کس صوبے کی زبان ہے؟"

میں نے کہا "تمہاری لاعلمی اور جہالت افسوس ناک ہے۔ پاکستان ایک آزاد ملک ہے جسے قائم ہوئے چھیالیس سال ہو گئے۔ کیا تم کرکٹ سے کوئی دلچسپی رکھتے ہو؟"

"کرکٹ ہمارا قومی کھیل ہے ہر انگریز اس میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔"

"پھر تمہیں یہ بات کیوں معلوم نہیں کہ پچھلے سال کا ورلڈ کپ پاکستان نے ہی جیتا تھا۔" میں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا۔

اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا "او۔ آئی ایم سوری۔ رئیلی سوری یہ تو مجھے یاد ہی نہیں آیا۔ وہ عمران خان تمہارا کپتان ہے' رائٹ!"

"رائٹ ــ ورلڈ کپ سے پہلے وہ تمہیں' میرا مطلب ہے انگلینڈ کی ٹیم کو یہاں انگلینڈ میں شکست دے چکا تھا اور ہم نے گیارہ سال بعد ویسٹ انڈیز کو اس کے ہوم گراؤنڈ پر مارا۔ اسکواش کا عالمی چیمپئن جہانگیر خان ایک پاکستانی ہے۔ اس وقت ہم اسنوکر میں ورلڈ چیمپئن ہیں اور باکی میں۔"

میری پاکستانی قومی غیرت ایک دم جوش میں آ گئی تھی اور اگر ہماری منزل نہ آ گئی تو شاید میں اسے مزید امپریس کرنے کے لیے یہ بھی بتاتا کہ علامہ اقبال کتنے بڑے شاعر ہیں اور قائداعظم کتنے عظیم رہنما تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے کرایہ لیتے ہوئے پھر مجھ سے معافی مانگی کہ اس کی لاعلمی کی وجہ سے میرے قومی جذبات کو ٹھیس پہنچی اور میں نے بڑی فراخ دلی سے اسے معاف کردیا۔ مجھے یقین تھا کہ آئندہ پاکستان کے بارے میں اس کی معلومات کا ذخیرہ پہلے سے کہیں بہتر ہوگا۔

جہاں ہم ٹیکسی سے اترے تھے وہ کچھ کمرشل اور کچھ رہائشی علاقہ تھا۔ سڑک کے ساتھ ساتھ کاروباری اداروں کے سائن بورڈ تھے جن کے گیٹ بند پڑے تھے۔ کچھ عمارتوں کے اوپر والے حصے روشن تھے اور آباد نظر آتے تھے۔

عینی نے میرے ساتھ چلتے چلتے ایک گیٹ کی طرف اشارہ کیا "یہی ہے وہ جگہ۔"

میں نے کہا "پکا پتا ہے نا بعد میں مت کہنا کہ رات کے وقت پتا نہیں چلا۔"

عینی نے مجھے ایک چابی دی "ہم نے نیا تالا لگادیا تھا یہ اسی کی چابی ہے۔"

سڑک پر سے کبھی کبھار کوئی گاڑی گزر جاتی تھی۔ دور سے ایک پولیس مین ٹہلتا ہوا ہماری طرف آرہا تھا۔ میں نے چابی لگا کے قفل کھولا تو وہ پلٹ گیا۔ میں نے گیٹ بند کیا اور اندھیرے میں گردوپیش کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ یہ تقریباً پچاس گز چوڑا اور سو گز لمبا احاطہ تھا جس میں دو سائڈ پر بیرک جیسی عمارات بنی ہوئی تھیں۔ درمیان کی خالی جگہ پر بہت سے گتے کے ڈبے اور لکڑی کے کریٹ رکھے ہوئے تھے لیکن احاطے کی تاریکی اور ویرانی بتاتی تھی کہ ایک مدت سے یہاں نہ کوئی آیا نہ گیا۔ شاید کوئی گودام تھا جو اب کسی کے بھی زیر استعمال نہیں تھا۔ اندر کی ساری لائٹس آف تھیں جو کچھ میں دیکھ رہا تھا' باہر سے آنے والے دھندلے اجالے میں دیکھ رہا تھا۔

بس سے کچھ چھوٹی وین احاطے میں بائیں طرف کھڑی تھی۔ اندھیرے میں بھی اس کی لال اور نیلی پٹیاں بہت واضح تھیں مگر ان کا غور سے جائزہ لینا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ڈرائیور کی سیٹ پر چڑھ کے چابی لگائی اور انجن اسٹارٹ کیا۔ پھر نیچے اترا اور گیٹ کھولنے گیا۔ عینی میرے ساتھ بیٹھ گئی تو میں نے وین کو باہر نکالا اور ایک بار پھر گیٹ بند کرکے تالا لگانے اترا۔ اس وقت میں نے پھر دور سے گشت پر مامور پولیس مین کی پرچھائیں سی دیکھی اور فوراً وین کو آگے بڑھادیا۔

رات کے وقت راستے کچھ اجنبی سے لگتے تھے اور سڑکوں کا جغرافیہ کچھ کنفیوز کرتا تھا۔ میں نے دو جگہ رک کر نقشہ دیکھا جو عاقل نے بتایا تھا اور چلتا گیا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد میں نے وین کو اس بلڈنگ کے سامنے روک دیا جس کے فرسٹ فلور کے ایک اپارٹمنٹ میں اصل اور نقل نوادرات کا وہ ذخیرہ محفوظ تھا جو میرے وطن سے اسمگل کرکے لایا گیا تھا۔

میں نے عینی سے کہا "دیکھو ہمارے پاس ڈائریکٹ ایکشن کے سوا کوئی راستہ نہیں۔"

وہ بولی "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم سوچ بچار اور منصوبہ بندی میں وقت ضائع نہیں کرسکتے۔ ہم ایک ساتھ چلتے ہوئے سیدھے گارڈ کے پاس جائیں گے اور گن پوائنٹ پر ان سے کہیں گے خاموشی سے دروازہ کھول دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا کام صرف تعمیل کرنا ہے۔"

میں نے کہا "اگر گارڈ حلق سے ذرا بھی آواز نکالے ناک آؤٹ کردینا' ڈرنا نہیں۔ ذرا نارمل نظر آنے کی کوشش کرو' کچھ ہنسو' باتیں کرو۔"

عینی نے اقرار میں سرہلایا اور میرے ساتھ چلنے لگی۔ اسے کچھ نوجوان لڑکے لڑکیاں نشے میں جھومتے گاتے اترا ایک نوجوان نے' جس کا ایک ہاتھ اپنی گرل فرینڈ کی گرد حمائل تھا' غور سے عینی کو دیکھ کے کہا "پریٹی گرل اور مجھے آنکھ ماری۔

اس کی گرل فرینڈ نے اسے اپنی تعریف سمجھا "دیٹ ہوں ڈیئر!"

فرسٹ فلور پر پہنچتے ہی میں نے بولنا شروع کردیا نہیں کس ایڈیٹ نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ یہ فلم دیکھو عینی نے خفگی سے کہا "فلم تو اچھی تھی' تمہیں پسند آئی تو میں کیا کروں؟"

ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے ایک ایک قدم بڑھانے لگے۔ میں نے مقفل دروازے کے باہر اسٹول پر زندگی بیزار بیٹھے ہوئے دونوں گارڈز کو دیکھا۔ ان میں سے سگریٹ پی رہا تھا اور دوسرا اونگھ رہا تھا۔ سگریٹ پینے نے بڑی دلچسپی سے عینی کو دیکھا۔ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے ہم ایک ساتھ رک گئے۔

یہ ان کے لیے اتنا غیر متوقع اور اچانک تھا کہ اپنی گن نکالنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ ہمارے آگے بڑھنے سے پہلے ہی ان کی آواز نکلی تو وہ تمہاری آخری آواز ہوگی۔"

عینی نے اتنے ہی پُرسکون انداز میں حکم دیا "دروازہ کھول دو۔"

جو شخص میرے نشانے پر تھا' بولے بنا نہ رہ سکا "کیا کیا ہے؟"

میں نے اس کی گردن پر ایک ہاتھ ایسے مارا کہ اس کا جملہ رہ گیا اور گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ میں نے اسے گرنے نہیں دیا وہ اسٹول پر ویسے ہی بیٹھا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے میں اس سے لگ کر کھڑا ہوا ہوں۔

"چابی کس کے پاس ہے؟" عینی نے کہا۔

"میں ... میں ... میرے ... میرے پاس۔" دوسرے نے خوف اور دہشت سے کانپتی آواز میں کہا "میں ... ہی کھولتا ہوں دروازہ۔"

عینی نے اسے اٹھنے کا موقع دیا اس نے جیب سے چابی نکالی اور تالا کھول دیا۔ عینی نے اسے آگے دھکیلا اور اندر لے گئی۔ میں نے دوسرے شخص کو بغل میں ہاتھ دے کر اٹھایا اور اندر گھسیٹ لیا۔

یہ دو منٹ انتہائی خطرناک تھے جب کوئی ہمیں دیکھ لیتا تو شاید خاموش نہ رہ سکتا۔ دروازہ بند کرکے میں نے سکون کا سانس لیا اور گارڈ کو چھوڑ دیا۔ وہ وہیں فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

دوسرا گارڈ اسے دہشت سے دیکھتا رہا۔ غالباً وہ اپنے ساتھی کو مردہ سمجھ رہا تھا "مجھے ... مجھے مت مارو ... پلیز!"

میں نے اپنا سرہلایا "نہیں ماریں گے۔ یو آر اے گڈ بوائے' اب اپنا منہ دوسری طرف کرو اور آگے چلو۔"

وہ جیسے ہی پلٹا میں نے اسے بھی ناک آؤٹ کردیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اب دو گھنٹے سے پہلے وہ ہوش میں نہیں آسکتے۔ میں نے ایک سکیورٹی گارڈ کو دوسرے کمرے میں پہنچادیا اور عینی سے کہا کہ وہ اپنے کپڑوں پر اس کے کپڑے چڑھالے۔

عینی کا قد کم نہیں تھا مگر جو ڈائی بہت کم تھی چنانچہ اپنے کپڑوں پر گارڈ کی وردی پہن کے بھی وہ مضحکہ خیز لگ رہی تھی چنانچہ میں نے رسک لینا مناسب نہیں سمجھا اور اسے کہا کہ وہ وردی اتار دے۔

"تم نیچے جا کے گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھو" میں نے کہا۔

"اور تم کیا اکیلے سارا سامان اٹھاؤ گے" وہ بولی۔

میں نے کہا "اکیلے تو مجھے پوری رات لگ جائے گی شاید دوپہر ہوجائے۔ میں کرتا ہوں کچھ بندوبست۔"

میں عینی کے ساتھ لوٹ کے نیچے آیا۔ گلی میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ پھر لڑکوں کا ایک غول نمودار ہوا۔ وہ سب نشے میں تھے لیکن مدہوش نہیں تھے۔ ان کی ایک جیسی اسپورٹس شرٹ پر نمبر لگے ہوئے تھے۔ قریب آنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کسی فٹ بال ٹیم کے ممبر تھے اور اپنی فتح کا جشن منا رہے تھے۔

میں نے ان میں سے ایک سے کہا "دوستو کیا تم عیش کرنے کے لیے کچھ پیسے کمانا چاہو گے؟"

ان میں سے ایک سینے پر ہاتھ مار کے بولا "میرے باپ کے پاس بہت پیسہ ہے لیکن میری جیب خالی ہے۔"

دوسرا بولا "پیسہ کون کمانا نہیں چاہتا؟"

تیسرے نے کہا "ٹھہرو۔ میں بات کروں گا۔ میں ٹیم کا کپتان ہوں۔ یس مسٹر' ہمیں کیا کام کرنا ہوگا؟"

"کام بہت آسان ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر تم سب کی جیب میں پچاس پچاس پاؤنڈز ہوں گے۔"

ان سب کے منہ حیرانی سے کھلے رہ گئے۔ "کیا کہا تم نے' پھر کہو" پہلا بولا۔

دوسرے نے کہا "پچاس پاؤنڈز کے لیے میں مرڈر بھی کرسکتا ہوں' اپنے باپ کا بھی۔"

کپتان نے اسے ڈانٹا "شٹ اَپ۔ یہ آدمی ضرور ہم سے کوئی خطرناک کام کرانا چاہتا ہے۔ لک ہیئر مسٹر! مسٹر ایکس وائی زیڈ۔ ہم اپنے گھر جارہے تھے ہم پولیس اسٹیشن اور پھر جیل جانے کا سودا نہیں کرسکتے۔"

میں نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہیں اوپر سے کچھ سامان اٹھا کے لانا ہے اور اسے وین میں بھرنا ہے لیکن احتیاط سے کوئی چیز ٹوٹنی نہیں چاہیے۔ آر یو شیور کہ تمہارے ہاتھ پاؤں قابو میں ہیں؟"

کپتان کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ "آف کورس۔ ہم نشے میں نہیں ہیں۔"

ایک لڑکے نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ ہم نے بالکل نہیں پی" اس کا لہجہ ہی اس کے نشے میں ہونے کی غمازی کررہا تھا۔

"کم سے کم میں بالکل ٹھیک ہوں" ایک اور لڑکا بولا۔

"ویسے ہم سب اٹھارہ سال سے زیادہ ہیں' پی سکتے ہیں" ایک لڑکے نے سر آگے نکال کے کہا "یہ بات ہم نے پولیس مین کو بھی بتادی تھی جس نے ہمیں روکا تھا۔"

کپتان نے کہا "اور ثبوت بھی فراہم کردیے تھے۔"

میں نے کہا "اوکے تم سب آجاؤ۔"

وہ خوشی خوشی میرے ساتھ چل پڑے میں نے کپتان کو بتایا کہ میں لارڈ پراکس کا ملازم ہوں۔

"لارڈ پراکس کون ہے؟" وہ بولا "نام سنا ہوا لگتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "وہ بہت مشہور آدمی ہے' یہ نوادرات اسی کے ہیں۔"

کپتان بالکل نشے میں نہیں تھا "اس وقت تم انہیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

"کارڈ پراکس کے محل میں۔"

"صرف یہ سامان اٹھانے کے تم ہمیں پچاس پاؤنڈ فی کس کے حساب سے چار سو پاؤنڈ دو گے؟"

"کیا تمہیں کم لگتے ہیں" میں نے کہا۔

"نہیں۔ اس سے ایک چوتھائی رقم میں تم پورٹر بلا سکتے تھے۔"

میں نے کہا "بس یہ سمجھو کہ جس کی قسمت میں ہوا سے ملتا ہے۔"

وہ سب جوشیلے نوجوان تھے اور پچاس پاؤنڈز ملنے کی خوشی نے ان کا سارا نشہ ہرن کر دیا تھا۔ انہوں نے ایک ایک چیز کو اٹھا کے نیچے دوڑنا شروع کیا۔ وہ شور بھی کر رہے تھے چنانچہ مجھے ان کو روکنا پڑا "آہستہ اور احتیاط سے کام کرو۔ ایسے شور کرو گے تو لوگ پولیس کو بلا لیں گے۔"

"مگر ہم کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہے ہیں" کپتان بولا۔

میں نے کہا "وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن آدھی رات کے وقت سونے والوں کو نیند میں ڈسٹرب کرنا تو جرم ہے۔"

پھر وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے ہر چیز اٹھا کے میری ہدایت کے مطابق وین میں بھری۔ وین کا پچھلا حصہ درمیان کی خالی جگہ 'سیٹیں' پُر ہو گئیں۔ آدھے گھنٹہ میں سب سامان وین میں پہنچ گیا۔ میں نے تین لاکھ پاؤنڈ سے بھرے ہوئے سوٹ کیس بالکل آگے پہنچا دیے تھے اور عینی سے کہا تھا کہ ان میں سے دس ہزار پاؤنڈ نکال لے۔ میرے پاس اب نقد رقم ختم ہونے کے قریب تھی۔

میں نے کپتان کو چار سو پاؤنڈ دیے "تم یہ رقم سب میں تقسیم کر دینا۔"

"تھینک یو سر! آپ دیکھ لیں کہ ہم نے کوئی چیز نہیں توڑی۔"

جب وہ شور مچاتے آگے چلے گئے تو میں لوٹ کر اپارٹمنٹ میں گیا۔ دونوں گارڈز باتھ روم میں بے لباس پڑے ہوئے تھے۔ میں نے بڑی مشکل سے وردی دوبارہ ان کے جسموں پر چڑھائی اور انہیں آرام سے لٹا دیا۔ ان میں سے ایک آہستہ آہستہ کراہنے لگا تھا وہ کچھ دیر میں ہوش میں آنے والا تھا۔

میں نے چابی واپس گارڈ کی جیب میں رکھی۔ قفل اپنی انگلیوں کے نشانات مٹائے اور دروازے کو کھلا نیچے اتر گیا۔ چند منٹ بعد میں وین کو ڈرائیو کر کے تھا اور اتنا خوش تھا کہ میرا جی چاہتا تھا زور زور سے لگاؤں اور گاؤں۔ ہر چوک پر بھنگڑا ڈالوں اور منہ پر ہا کے حلق سے گیدڑ جیسی آواز بھی نکالوں۔ گلی سے با ہی میں نے چلا کے کہا "یوریکا' یوریکا۔"

عینی نے ہنستے ہوئے حیرانی سے کہا "اس کا کیا ہوا بھیا؟"

"میں نے پالیا' میں نے پالیا۔"

وہ بولی "کسے پالیا؟"

میں نے کہا "میں نے اپنا مقصد پالیا' کامیابی کی پالیا۔" اور پھر ایک نعرہ لگایا "یوریکا۔"

عینی نے مجھے غور سے دیکھا "یہ یوریکا کون ہے بھ

میں نے افسوس سے سر ہلایا "مجھے معلوم نہیں اتنی جاہل ہے۔ ارخمیدس کا نام سنا ہے کبھی؟"

"نہیں۔"

"ایک سائنس داں تھا' اس نے ایک سائنسی دریافت کیا تھا' کثافت کا۔ اس مسئلے نے ارخمیدس دن سے پریشان کر رکھا تھا۔ جب حل اس کے دماغ وہ نہا رہا تھا۔ خوشی کے مارے وہ کپڑوں کے بغیر خانے سے نکل آیا اور یوریکا' یوریکا پکارتا ہوا بادشا کی طرف دوڑا۔"

"تو پھر ایسے کیا' ارخمیدس کی طرح دوڑ لگاؤ"

"یہ واقعی پلاننگ اور سب کی محنت کا انعام کریڈٹ میں اس باگل مسخرے کو دوں گا جس نے کیا اور ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ بے چارہ اس وقت جگہ اسپتال میں لیٹا ہے۔ پتا نہیں کتنے انجکشن گے اسے صبح تک۔"

عینی پریشان ہونے لگی "آپ تو کہہ رہے ٹر۔ٹمنٹ کوئی نہیں ہوگا' صرف آبزرویشن پر رکھے

"ہاں۔ لیکن بعد میں ایک اسپیشلسٹ آیا۔ کہ دماغی چوٹ کے مختلف نقصانات سے بچنے انجکشن ضروری ہیں۔ اللہ ہی رحم کرے اس پر ہے کہ بیماری نہ ہو اور دوا دے دی جائے تو بعض سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے ہارٹ کے مر دورے کی دوا سے فائدہ ہوتا ہے مگر کسی صحت اس سے دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ اب یہ دماغ کا

بالکل وہ پہلے ہی کچھ ایسی کرتا ہے کہ دیوانہ اور مخبوط مشہور ہے۔ کہیں سچ نہ ہو۔"

"مت کریں ایسی باتیں" وہ چلائی اور میں نے دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔

ہنستے ہنستے میرا برا حال ہو گیا "محبت آدمی کا کیا حال کر دیتی ہے۔ تو بھی پاگل ہو گئی ہے لڑکی ایک پاگل کے لیے۔ وہ گنجا ہوتا تو شاید تو بھی سر منڈوا دیتی۔ حد ہے بے وقوفی کی' مذاق کو نہیں سمجھتی۔"

اس نے آنسو پونچھ لیے "مجھے کیا معلوم آپ ایسا مذاق بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تو نہیں ہوں میں کہ ان معاملات کو سمجھ پاؤں۔"

میں نے کہا "اچھا چل' آنسو صاف کر اور مسکرا کے دکھا۔"

وہ نہیں مسکرائی "نہیں آتا مجھے مسکرانا۔"

میں نے اسے ڈانٹا "اب مسکرائے گی یا میں گدگدی کروں؟"

وہ ہنسنے لگی "ایکسی ڈنٹ ہو جائے گا بھیا! آپ گاڑی چلاؤ۔"

رات کے ڈھائی بجے میں نے بڑی بی کو جگانے پر ان سے بہت معافی مانگی۔ "آپ کہیں گی' کیسے بد تمیز لوگ ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ انتہائی مجبوری کی وجہ سے میں نے آپ کو تکلیف دی۔ ہمارے رہتے ہوئے آپ کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہم ہر طرح سے خدمت کریں گے آپ کی۔"

میری انکساری اور آہ وزاری نے بڑی بی کو اتنا متاثر کیا کہ وہ مجبوری پوچھنا ہی بھول گئیں۔ بزرگوں کے ساتھ ایسی شائستگی اور سعادت مندی کا وہاں کوئی تصور نہیں۔ اگر انہیں غصہ تھا تو وہ میری شرافت اور عاجزی کے سیلاب میں بہہ گیا۔ انہوں نے فوراً مجھے چابی لا دی۔ "کوئی بات نہیں' کوئی بات نہیں۔ خود کو اتنا قصوروار مت سمجھو۔ تمہاری عمر تھی میری تو میں بھی بہت کم خیال کرتی تھی کسی کی بزرگی کا۔ میں ڈسٹرب تو ہوئی ہوں مگر تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔"

میں نے کہا "آپ واقعی بہت نیک دل اور مہربان خاتون ہیں۔"

میری چاپلوسی کے رویے نے بڑی بی کے دل میں غصے کے بجائے محبت پیدا کر دی۔ "چلو مزدوروں کو سامان اتارنے دو۔ تم بیٹھو' میں چائے بناتی ہوں تمہارے لیے بھی اور اپنے لیے بھی۔ اب مجھے نیند کہاں آئے گی۔ صبح پانچ بجے میں ویسے ہی اٹھ جاتی ہوں بستر سے۔"

میں نے سر جھکایا "دراصل۔ مزدور تو میں خود ہوں۔"

"کیا! پورا ٹرک تم خالی کرو گے؟ میری مانو تو گلی کے موڑ تک چلے جاؤ وہاں ایک گھٹیا سا بار ہے۔ فضول قسم کے لوگ وہاں اس وقت بھی بیٹھے ہوں گے۔ ایک ایک پاؤنڈ میں دو چار کو پکڑ لاؤ' وہ سر کے بل آئیں گے۔"

میں نے کہا "یہ تو بڑی اچھی بات بتائی آپ نے' میں یوں گیا اور یوں آیا۔"

تقریباً ایک فرلانگ چل کے میں نے وہ بار دیکھا۔ اس کے گندے ہو جانے والے شیشوں پر لال رنگ سے جو نام لکھا گیا تھا۔ وہ بھی اب پڑھا نہیں جاتا تھا۔ یہ جونی بار تھا یا جوزف بار۔ اس کے ہال میں لکڑی کی بینچوں اور کرسیوں پر تیس چالیس شرابی بیٹھے تھے۔ ان میں چار چھ عورتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ سب نچلے طبقے کے بدحال لوگ تھے جو اپنی آمدنی اور صحت دونوں کے دشمن تھے۔ ہال کے اندر گھٹن تھی اور سستی شراب کی بو۔ میلے جسموں سے پھوٹنے والے پسینے کی بو تھی اور سگریٹوں کا دھواں تھا۔ کچھ شرابی چپ بیٹھے کائنات کی بے ثباتی یا اپنی ازلی و ابدی بدبختی پر غور کر رہے تھے۔ کچھ شور مچا رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک شخص بینچ پر کھڑا شراب کے گلاس کو لہرا کے سب کو مخاطب کر رہا تھا "دیکھو۔ میری طرف دیکھو' میں صدر امریکا سے بھی بڑا ہوں۔ وہ اس بلندی کو کیسے پہنچ سکتا ہے جس پر میں ہوں" دوسرا بینچ ہلا کے اسے گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا جہاں ایک بڈھے کھوسٹ کے ساتھ ایک حیرت انگیز طور پر خوبصورت اور جوان لڑکی ساقی گری کے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ حیران ہوئی کیونکہ اپنی صورت' صحت اور حلیے سے میں اس کلاس کا نہیں لگتا تھا جو بار میں مے نوشی کر رہی تھی۔

بڈھا فوراً ٹیک کے آگے آیا جیسے اسے ڈر ہو کہ میں وہاں شراب کے بجائے لڑکی کو ورغلانے آیا ہوں۔ میں نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ وہ اونچا سنتا ہے۔ وہ میری بات کا مطلب کچھ کا کچھ نکالتا رہا۔ بالآخر اس لڑکی نے 'جو بڈھے کی بیٹی تھی' میری مدد کی۔

میں نے کہا "مجھے دو تین مزدور چاہئیں۔ کچھ سامان ہے جو ایک وین سے اتار کے گھر میں رکھنا ہے۔"

وہ مزید حیران ہوئی "اس کام میں بھلا میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں اور یہ کیا مدد کر سکتے ہیں؟" اس نے شرابیوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف اشارہ کیا۔

میں نے کہا "تم انہیں جانتی ہو' یہ بتا سکتی ہو کہ کس نے اتنی پی لی ہے کہ اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا اور کون چند پاؤنڈ کما سکتا ہے؟"

"چند پاؤنڈ کی بات کی تو یہ سب تمہارے پیچھے چل پڑیں گے۔ تم اس سے پوچھو' وہ کونے میں" اس نے کہا اور تین چار افراد کی نشاندہی کی۔

"تھینکس لیڈی! تم جتنی خوبصورت ہو اتنی ہی نیک دل بھی ہو۔ کاش میرے لیے تم پر ہزار جان سے فریفتہ ہونا ممکن ہوتا۔"

وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی "تم کوشش بھی کرتے تو میرے باپ کے ہاتھوں قتل ہو جاتے کیونکہ وہ رنگ دار لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔"

مجھے تھوڑا سا افسوس ہوا اور میں نے کچھ بے عزتی بھی محسوس کی۔ اگر وقت ہوتا تو اس متعصب بڈھے کو سبق سکھانے کے لیے ہی میں اس کی بیٹی کو ایک بار ضرور اپنے ساتھ باہر لے جاتا۔ لیکن لندن میں کبھی نہ کبھی ایسے تلخ تجربے سے دوچار ہونا پڑ جاتا ہے اور آپ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

لڑکی نے جن کی طرف اشارہ کیا تھا' ان میں سے تین نشے میں نہیں تھے۔ ایک ایک پاؤنڈ کے ٹالچ میں فوراً میرے ساتھ چل پڑے۔ ایک نے تو بڑی کمینگی سے یہ بھی کہا کہ میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ تین پاؤنڈ مجھے دے دینا۔ ان دو نکموں کی چھٹی کرو لیکن باقی دو کی گالیاں سن کے وہ خاموش ہو گیا۔

میں بڑی بی کے ساتھ اوپر جا کے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ مینی اوپر چلی گئی۔ میں نے اپنی زیر کمان فوج کو کام کی نوعیت سمجھائی اور انہیں مستعد رکھنے کے لیے ان کے سر پر سوار رہا ورنہ شاید وہ ایک گھنٹے کا کام ختم کرنے میں دو گھنٹے لگا دیتے۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے چائے پی اور تمام اسباب کو احتیاط کے ساتھ اور قرینے سے نچلی منزل میں رکھوا کے تالا لگا دیا۔

وہ ایک ایک پاؤنڈ لے کر خوش خوش چلے گئے۔ اب وہ صبح تک مدہوش ہونے کی حد تک شراب کا زہر حلق میں انڈیل سکتے تھے۔ ان کی حالت افسوسناک ضرور تھی مگر میں خود کو اس کا ذمے دار نہیں سمجھ سکتا تھا۔ انہوں نے محنت کر کے ایک ایک پاؤنڈ کمایا تھا۔ اب اس "دولت" کا صحیح مصرف انہیں کوئی نہیں سکھا سکتا تھا۔ میرے نقطۂ نظر سے یہ اچھی بات تھی کہ چشم دید گواہ شرابی تھے۔ جہاں سے ہم لے کر چلے تھے وہ بھی اور یہاں بھی۔ اگر صبح وہ کسی کہتا کہ آدھی رات کے بعد انہوں نے ایک وین سے نوادرات اتارے تھے اور وین پر لال نیلے رنگ کی دھاریاں تھیں لوگ کہتے کہ پتا نہیں انہوں نے نشے میں کیا دیکھا اور کیا سمجھا۔

صبح چار بجے تک میں نے وین کو پھر اس احاطے میں پہنچا دیا جہاں عاقل نے اس کا بھیس بدلا تھا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا ورنہ میں اس کے سفید جسم پر سے لال نیلی دھاریوں والے اسٹیکر اتار دیتا اور اسے ہوٹل بھی پہنچا دیتا۔ یہ کام میں نے عاقل کے لیے چھوڑ دیا۔ صبح سات بجے تک وہ فارغ تھا۔

سوا چار بجے میں نے مینی کے لیے ایک ٹیکسی روکی اسے پتا سمجھایا تو مینی نے اس میں بیٹھنے سے انکار کر دیا بھی کمال کرتے ہو بھیا۔ میں اس وقت اکیلی کیسے چلی اس کے ساتھ۔"

میں نے جھنجھلا کے کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ یہاں سارے ٹیکسی ڈرائیور ایک تجھے اغوا کرنے کے لیے کر رہے ہیں نا۔ اپنی شکل دیکھی ہے آئینے میں؟"

وہ ہنس پڑی "دیکھی ہے اسی لیے تو ڈرتی ہوں۔"

میں مجبوراً اس کے ساتھ بیٹھا۔ ابھی وہ لندن نہیں بنی تھی۔ سو فیصد پاکستانی لڑکی تھی جو گھر سے باہر کہیں محفوظ نہیں سمجھتی۔ صبح ساڑھے چار بجے میں کو دروازے پر اتارا اور ٹیکسی کو اسپتال لے گیا۔ یہ فکر لاحق تھی کہ میں واپس اپنے بیڈ پر جا کے کیسے لیٹوں گا لیکن جو کام میں کر چکا تھا اس کے مقابلے میں یہ کام بہت آسان اور چھوٹا لگتا تھا۔ ایک رات کے دوران میں اپنی تدبیر سے اور کچھ تقدیر کی یاوری سے وہ کام کیا تھا کی چوٹی کو سر کرنے سے زیادہ مشکل اور کسی حد تک لگتا تھا مگر صرف پانچ گھنٹے میں آپریشن مکمل اور میں اپنی اس کامیابی پر فخر کر سکتا تھا۔

کچھ اندیشے میرے دل میں بدستور جاگزیں تھے گھنٹوں میں جب اس واردات کی خبر عام ہو گی تو کس اس پر جی کا ردِعمل کیا ہو گا اور لارڈ پرائس اس اطلاع کارروائی کرے گا۔ میں نے حالات ایسے پیدا کر دیے تھے کا نشانہ لارڈ کی ذات بنتی تھی۔ پارٹمنٹ سے اتارنے والے لڑکوں نے ایک سیکیورٹی گارڈ کو دیکھا تھا اور اس گارڈ نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ لارڈ خود جی تین لاکھ پاؤنڈ کی ڈکیتی کا الزام لارڈ پرائس پر کر چکا تھا اور اسے یقین تھا کہ اس کے سوا یہ حرکت کسی نہیں ہو سکتی۔ جب چھ لاکھ مالیت کے نوادرات غائب ہوں گے تو ایک بار پھر حالات کی گواہی لارڈ کو مجرم ثابت کرے گی کیونکہ میں اور جی تو زخمی تھے اور اسپتال میں داخل تھے۔ اسپتال کا ریکارڈ اور ڈاکٹرز سمیت سارا عملہ اس کا گواہ تھا۔ جی تو حلف اٹھا کے کہے گا کہ لارڈ پرائس کے سوا کی کا حرامی پن نہیں۔ اس نے پہلے تین لاکھ واپس لے اور پھر مال غائب کرا دیا۔ اس نے حالات سے فائدہ اٹھایا۔ یہ سوچا کہ جی تو پڑا ہے اسپتال میں۔ ڈکیتی کی رات اگر شاہ عالم کے ساتھ ہو سکتی ہے تو لارڈ پرائس کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتی۔ ڈاکا تو کہیں بھی پڑ سکتا ہے۔

لیکن جی بائبل پر ہاتھ رکھ کے حلف اٹھائے یا جلتے ہوئے پر تشریف کو رکھ کے قسم کھائے۔ لارڈ پرائس کے ہاتھ خلاف تھے اور میدانِ حشر میں بالآخر یہی ثابت ہوتا تھا کہ اس پر کوئی الزام نہیں مگر دنیا میں جی اس پر یقین کر کے اسے سزا دلوانے والا نہیں تھا۔

رہ گئی میری ذات تو میں مظلوم بھی تھا اور معذور بھی۔ میرے تین لاکھ پاؤنڈ چھن گئے تھے اور میں اسپتال میں پڑا تھا۔ میری طرف کسی کا دھیان جانے کا کیا سوال چنانچہ میرے لیے لازمی اور ناگزیر تھا کہ میں صبح اور پھر دن کی شفٹ والے اسٹاف کی واپسی کے وقت اپنے کمرے میں' اپنے بیڈ پر لوٹا دیا جاؤں۔

ٹیکسی نے مجھے گیٹ سے کچھ فاصلے پر اتار دیا۔ میں نے اسپتال کا باہر سے جائزہ لیا۔ اس میں داخل ہونے کا کوئی چور دروازہ نہیں تھا۔ ہر راستے پر گارڈ موجود تھے اور میرا بلا بلاک نوٹ کسی وارڈ تک پہنچنا مشکل تھا۔ یہ بھی ناممکن تھا کہ میں ٹارزن کی طرح کسی درخت کی شاخ سے جھول کر ایک لمبی لگاؤں اور چھٹے فلور پر سیدھا اپنے کمرے میں جا اتروں۔ رسی کمند بنا کے یا سیڑھی لگا کے چڑھنا اور بھی دشوار تھا۔ میں اپنے کمرے میں پہنچتا تو مجھ سے پہلے پولیس میرا استقبال کرنے کے لیے موجود ہوتی۔

پہلے میں نے ایک پُراعتماد بے نیازی کے ساتھ ایسے پھاٹک سے گزر جانے کی کوشش کی جیسے مجھے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں۔ جیسے اسپتال کے عملے کے پرانے لوگ گزرتے ہوں گے۔ چوکیدار کے پکارنے پر بھی میں آہستہ آہستہ چلتا رہا جیسے وہ مجھے نہیں کسی اور کو پکار رہا ہے۔

طاہر جاوید مغل کے دل گداز قلم سے ایک خوبصورت ناول

پرستش

قیمت: ۱۵۰ روپے

محبت کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک پُراثر کہانی
بہترین گردوپیش اور عمدہ طباعت کے ساتھ

براہِ راست منگوانے کا پتہ

ناشر: علی میاں پبلی کیشنز
۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔
فون: ۷۲۴۷۴۱۴

اسٹاکسٹ: علی بک سٹال
نسبت روڈ چوک میو ہسپتال لاہور
فون: ۷۲۲۳۸۵۳

اپنے ہاکر یا قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر چوکیدار نے دوڑ کے مجھے پکڑ لیا "کیا بات ہے' تم کچھ اونچا سنتے ہو؟ ایسے کہاں منہ اٹھائے جا رہے ہو جیسے یہ اسپتال نہیں تمہارا گھر ہے؟"

میں نے متانت سے سوال کیا۔ "کیا یہاں شریف آدمیوں کے داخلے پر پابندی ہے۔"

وہ بولا "شریف آدمی یہاں رات کے وقت تفریح نہیں کر سکتا۔ کوئی کام ہے تو رجسٹریشن آفس جائیے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ وہ کدھر ہے؟"

اس نے مجھ سے کہا "باہر سے آگے جاؤ۔ ایک دروازے پر ریسپشن لکھا ہوا ہے۔ امید ہے تم پڑھ لوگے۔"

میں نے اس کے طنز کے جواب میں کہا "ہاں' اگر عبرانی یا چینی میں نہیں لکھا ہوا ہے تو" اور پھر اسی اطمینان سے واپس ہو گیا جیسے کوئی بات ہی نہیں لیکن اندر سے میری اضطرابی کیفیت کچھ اور تھی میں سوچ رہا تھا کہ اندر کسی مریض سے ملاقات کے لیے جانے کا میں کیا ہنگامی جواز پیش کروں گا۔ ہر مریض اس وقت سو رہا ہوتا ہے۔ خود اس کے عزیز بھی اسے جگانا پسند نہیں کرتے۔ خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔ پھر کیا میں پلٹ کے دوڑ لگاؤں اور رکے بغیر سیدھا نکل جاؤں۔ چوکیدار کیا کرے گا' وہ چلائے گا' شور مچائے گا یا میرے پیچھے دوڑے گا۔ ریس میں تو وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن ایسے گھسنے والے پر وہ فائر بھی کر سکتا ہے۔ وہ میری ٹانگ کو نشانہ بنا سکتا ہے یا پھر آگے والے میرا راستہ روک سکتے ہیں۔ کسی فلم کا کامیڈی سین یہاں ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا کہ میں ایک نرس کو ناک آؤٹ کروں۔ اسپتال کی کوئی ٹرالی الٹوں اور کسی اسٹریچر پر جالیٹوں پھر اسٹریچر چل پڑے۔

اچانک میں نے خود کو رجسٹریشن آفس میں پایا۔ وہاں رات کے وقت آنے والے مریضوں کا رش نہیں تھا اور کوئی انکوائری کرنے والا نہیں تھا چنانچہ ڈیوٹی دینے والی واحد خاتون ایک کرسی پر فارغ بیٹھی تھی۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ کرسی میں پھنسی ہوئی تھی تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کے بے پناہ وجود کو دیکھ کر کرسی کی مضبوطی کی داد دینی پڑتی تھی۔

اس نے اٹھے بغیر مجھ سے سوال کیا "یس' میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

میں نے کہا "کرنے کو تو بہت کچھ کر سکتی ہیں لیکن میں آپ کو زحمت نہیں دوں گا۔"

"مثلاً؟" وہ بولی۔

میں نے کہا "آپ مجھے میرے کزن سے ملاقات کے لیے جانے کی اجازت دے سکتی ہیں جو روم نمبر تین سو گیارہ میں اداس اور اکیلا بیٹھا ہے۔"

"یہ اسپتال کے قواعد کے خلاف ہے۔"

میں نے کہا "مس۔ مجھے صبح وطن واپس جانا ہے کہیں اسے ایک نظر دیکھ بھی نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے یہ اس سے میری آخری ملاقات ہو۔"

وہ بالکل جذباتی نہیں ہوئی۔ اس نے ایک کیپسول کو چند بٹن دبا کے کہا "آپ کے کزن کی حالت اطمینان بخش ہے۔ آپ کی اس سے ملاقات اسپتال کے باہر ضرور ہوگی۔"

میں نے کہا "میں اپنی بات کر رہا تھا میری زندگی کی فرصت بہت محدود ہو گئی ہے۔ یو سی' میں بہت جلد اس خوبصورت دنیا کو چھوڑ جاؤں گا۔"

وہ متاثر ہو گئی "اوہ۔ کیا ہوا ہے آپ کو؟"

میں نے کہا "ٹرمینل کینسر اور کیا۔ اب میں مرنے کے لیے واپس پاکستان جا رہا ہوں تاکہ وطن کی مٹی میں دفن ہو سکوں۔"

وہ اور جذباتی ہو گئی "آئی ایم سوری' ایاؤٹ دس میں کچھ نہیں کر سکتی۔ صبح کے پانچ بجے کسی مریض سے ملاقات کی اجازت صرف ایڈمنسٹریٹر دے سکتا ہے۔"

میں نے کہا "ایڈمنسٹریٹر کوئی پتھر دل شخص ہوگا۔"

"ہاں۔ مگر وہ بھی گھر پر سو رہا ہے اور میرا تجربہ رات کے وقت فون بند کر دیتا ہے۔ باسٹرڈ! یا پھر اس کی بیوی کہہ دیتی ہے کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ کتیا' وہ اس کے ساتھ سو رہا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تم ٹرائی تو کرو۔"

اس نے کوشش کی اور ناکام ہو کے ریسیور رکھ دیا۔ "فون بزی مل رہا ہے۔ مسلسل۔"

میں نے کہا "کیا کچھ نہیں ہو سکتا نیک دل خاتون۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "تم یہاں بیٹھ کے آفس آنے کا انتظار کرو۔ وہ عام طور پر آٹھ بجے آتا ہے۔"

میں نے اتنی دیر میں اسپتال کے اندر جانے کا راستہ دیکھ لیا تھا جو آفس کے پچھلے حصے میں واقع تھا۔ میں کرسی پر بیٹھ کے سوچنا شروع کیا پچھلی طرف سے اندر آیا۔ اس نے اپنا اسٹیتھسکوپ کاؤنٹر پر رکھا۔ اٹھ کر اور دائیں طرف والے دروازے میں غائب ہو گئی۔ غالباً ڈیوٹی روم تھی جہاں ڈاکٹر مصروف نہ ہونے

میں تھوڑا سا ریلیکس کر لیتے تھے۔

میں نے نرس نے پوچھا "کیا یہ ڈاکٹر بھی اجازت نہیں دے سکتا؟"

اس نے کہا "تو۔ وہ بھی مجبور ہے۔"

میں نے آہ بھری "پھر تو میں بھی مجبور ہوں یہاں بیٹھ کے صبح کا انتظار کرنے پر۔"

دس منٹ بعد جب میں اضطراب اور انتظار سے سخت پریشانی میں مبتلا ہو چکا تھا قدرت نے میری مشکل آسان کی۔ نرس خاصی کوشش کر کے کرسی سے نکلی اور مجھ سے مخاطب ہوئی "میں چند منٹ کے لیے واش روم جا رہی ہوں۔ کوئی غلط حرکت مت کرنا۔"

میں نے سخت حیرانی سے کہا "غلط حرکت؟ یہاں کیا ہو سکتی ہے؟ ہاں میں اور تم کہیں باہر جاتے تو۔؟"

وہ مسکرائی "ٹائی مین۔" اور بائیں جانب والے دروازے سے گزر کے واش روم میں غائب ہو گئی۔

ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں نے ڈاکٹر کا ایپرن باندھا۔ اسٹیتھسکوپ گلے میں ڈالا اور پیچھے والے دروازے سے کاریڈور میں طلوع ہو گیا۔ آخر ایک بھینس جسم سے فاضل پانی کو خارج کرنے میں کتنا وقت لیتی ہے؟ میں نے خود سے سوال کیا مگر مجھے کبھی اس قسم کے مشاہدے کا موقع نہیں ملا تھا یا ملا تھا تو میں نے فراغت کا ٹائم نوٹ نہیں کیا تھا۔ اندازاً مجھے پانچ منٹ کی مہلت میسر تھی۔

میں اب جس حلیے سے ایک ڈاکٹر نظر آتا تھا۔ میرے چہرے پر عینک نہیں تھی لیکن اعتماد تھا۔ میں نے ایک خطرناک جوا کھیلا تھا۔ یہ ہو سکتا تھا کہ اسٹاف کا کوئی ممبر میری اجنبی صورت سے کنفیوز ہو جائے کہ یہ ڈاکٹر کون ہے؟ یا کوئی مجھ سے پوچھ بیٹھے کہ تمہارے سینے پر نام کا بیج کیوں نہیں ہے جو مجھے گھلے کے ہر فرد کے سینے پر نظر آ رہا تھا۔

اندر کا جغرافیہ پوری طرح میرے ذہن میں نہیں تھا۔ آتے جاتے میں ایک ہی کوریڈور سے گزرا تھا اور میں نے ایک ہی لفٹ کو استعمال کیا تھا اور ایک ہی زینہ دیکھا تھا۔ سوال یہ تھا کہ وہ لفٹ اور زینہ کہاں ہے؟ میں نے تصور میں سمت کا تعین کیا۔ مین گیٹ سے اندر کے میں کدھر مڑا تھا؟ بائیں جانب۔۔۔ اور اب میں کدھر جا رہا ہوں؟ صحیح سمت میں یا مخالف سمت میں۔

میں پلٹ گیا۔ دس قدم' بیس قدم' وہ نرس اب کیا کر رہی ہوگی؟ لاحول ولا قوۃ۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی وہ واپس نہیں آئی ہوگی۔ لیکن بالفرض محال وہ صرف منہ پر پانی کا چھینٹا مار کے یا ہاتھ دھو کے لوٹ آئی' پھر۔؟ اندر آتے ہی پہلے وہ مجھے غائب دیکھے گی۔ پھر اسے معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر کا اسٹیتھسکوپ اور ایپرن بھی غائب ہے تو فوراً کچھ جائے گی کہ واردات ہو گئی۔ اس کے سر میں تھوڑی بہت عقل تو یقیناً ہوگی۔

اس کا ثبوت مجھے فوراً ہی مل گیا۔ نرس نے اندر کے اسپیکر سسٹم پر پکارنا شروع کیا "اٹینشن' اٹینشن پلیز۔ ایک شخص ڈاکٹر کے حلیے میں اسپتال کے اندر داخل ہو گیا ہے۔ اس کے ارادے ٹھیک معلوم نہیں ہوتے۔" پھر اس نے میرے بارے میں بنیادی معلومات نشر کرنی شروع کیں۔ رنگ' قد' وزن' کپڑے کیسے پہن رکھے ہیں۔

میرا دل پہلے دھڑکنا بھول گیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب ہر طرف سے نمودار ہونے والے محافظ مجھے گھیر لیں گے۔ مجھے ہاتھ پاؤں اٹھانے کا حکم دیں گے اور بس اس کے بعد ولایت کی جیل کے مزے۔ دو چار سال سکون سے اچھے گزر جائیں گے۔

زینہ اور لفٹ اچانک ہی میرے سامنے آ گئے۔ اگر دن کا وقت ہوتا تو آفس سے کی جانے والی اناؤنسمنٹ ہر فلور پر سننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی مگر اس وقت اعلان سے زیادہ الجھل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں دوڑ کر لفٹ میں گھس گیا اور اس کا دروازہ بند کرنے ہی والا تھا کہ ایک شخص میری طرف دوڑا "ٹھہرو" اس نے کہا اور میرے چھٹی منزل والا بٹن دبانے سے پہلے ہی لفٹ میں گھس آیا۔

"مجھے چھٹی منزل پر جانا ہے" اس نے مسکراتے ہوئے پلٹ کے کہا۔

اس نے یقیناً اعلان نہیں سنا تھا یا سنا تھا تو غور نہیں کیا تھا۔ میں نے اس سے نہیں کہا کہ مجھے بھی چھٹے فلور پر ہی اترنا تھا۔

وہ بولا "تم نئے ہو ڈاکٹر۔ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

میں نے چھٹے اور ساتویں فلور کا بٹن دبا دیا "میں نے بھی تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں سات سال سے ہوں یہاں۔ ڈیوی دی ڈیول کہتے ہیں سب۔ ایکس رے ٹیکنی شن ہوں" اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

میں نے کہا "ڈاکٹر گوپی فرام انڈیا!"

جب وہ چھٹے فلور پر اتر گیا تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا لیکن مجھے اب ایک نئی پریشان لاحق ہو گئی۔ چھٹے فلور پر وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر مل گیا تو کہے گا کہ ڈاکٹر۔ یہ کیا؟ تم ساتویں فلور تک جا کے پھر نیچے چھٹے فلور تک آئے ہو اور وہ بھی زینے سے؟"

لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں زینے کے راستے نیچے پہنچا تو وہ مجھے کہیں دکھائی نہیں دیا۔ کاریڈور سنسان پڑا تھا۔ میں کمروں کے نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ اس مرتبہ میں مخالف سمت سے آیا تھا چنانچہ میرا اپنا کمرا پیچھے رہ گیا تھا۔

ایک کمرے سے پہلے نرس نکلی۔ پھر ایک ڈاکٹر تیزی سے باہر آیا۔ وہاں کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے کاریڈور میں لگے ہوئے انٹرکام پر کسی سے بات شروع کی۔ نرس سیدھی گزر گئی۔ وہ ذہنی طور پر اپ سیٹ تھی اور اس کی پریشانی کی وجہ یقیناً مریض کی حالت تھی ورنہ وہ پیچھے ضرور دیکھتی۔

ڈاکٹر کے پیچھے سے گزرتے ہوئے میں نے ڈاکٹر کی بات سنی۔ وہ کسی دوسرے ڈاکٹر کو بتا رہا تھا کہ مریض کو فوری طور پر آئی سی یو میں شفٹ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ اس کا منہ دیوار کی طرف تھا چنانچہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اس بات کا امکان کم تھا کہ اس نے میرے بارے میں نشر کیے جانے والا اعلان سنا ہو کیونکہ وہ مریض کے ساتھ کمرے میں تھا لیکن وہ مجھے دیکھ لیتا تو میرے لیے مشکل پیدا کر سکتا تھا۔ تمام ڈاکٹر ایک دوسرے کو یقیناً پہچانتے ہوں گے اور جو رات کی شفٹ میں ہوں گے ان کی تعداد بہت کم ہو گی۔

میرا کمرا اب دس نمبر دور تھا کہ ایک نئی بات ہو گئی۔ ایک دروازہ کھلا اور اسپتال کے کپڑوں میں کوئی مریض باہر آیا "یہ کیا مصیبت ہے۔ یہ اسپتال ہے یا پاگل خانہ' نرس کو بلاؤ تو ڈاکٹر آ جاتا ہے۔ ڈاکٹر کو بلاؤ تو نرس آ جاتی ہے۔"

انٹرکام پر بات کرنے والا ڈاکٹر کاریڈور میں بہت دور جا چکا تھا۔ مریض نے مجھے پکڑ لیا "ادھر آؤ۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

میں نے مجبوراً اپنا نام بتایا "ڈاکٹر گوپی چند فرام انڈیا۔ لیکن میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔"

"فضول بات مت کرو۔ ایک ڈاکٹر ہر وقت ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔ چوبیس گھنٹے وہ کوئی کلرک نہیں ہوتا" وہ بستر پر لیٹ گیا "میرا دل اچانک بہت تیزی سے دھڑکنے لگا ہے۔"

میں نے کوئی چارہ نہ پا کے اس کے سینے پر اسٹیتھ سکوپ رکھا اور کان میں اس کے دل کی دھڑکن سنی۔ دھڑکن واقعی تیز تھی مگر میں اس کا کیا علاج کرتا۔ میں نے اسے تسلی دینے کے لیے کہا "ایسی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

"بات کیسے نہیں۔ میرا دل ایک میراتھن ریس دوڑتا رہا ہے' ساری عمر۔ زندگی اور کیا ہے' ایک میراتھن ریس' لیکن اچانک وہ سوئمنگ کی دوڑ میں سرپٹ بھاگ رہا ہے تو یہ پریشانی کی بات نہیں؟"

میں نے کہا "اوکے' اوکے۔ میں نرس کے ہاتھ دوا بھیجتا ہوں۔"

"یہاں۔ میری فائل میں دوا لکھو۔" اس نے حکم دیا "نرس آ کے دیکھ لے گی۔"

یا میرے خدا۔ یہ کیا مصیبت گلے پڑ گئی۔ میں نے سوچا مگر اپنا کردار نبھانے کے لیے میں نے فائل اٹھائی اور اس کے چند صفحات پلٹ کر دیکھے۔ مریض کو دی جانے والی دوائیں ایک الگ شیٹ پر لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کے آخر میں لکھا۔ ویلیم ٹو' اور فائل رکھ دی۔ اس نے فوراً فائل اٹھا کے دیکھی۔ وہ مطمئن ہو گیا تو میں نے پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ میں نے اسے کہا کہ وہ آرام سے لیٹ جائے اور فکر نہ کرے۔

دوبارہ کاریڈور میں نکل کے میں نے آگے پیچھے دیکھا۔ اعلان کا واضح ردِعمل ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا۔ شاید سیکورٹی گارڈز ہر فلور پر مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے مگر میری خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک کسی کا سامنا مجھ سے نہیں ہوا تھا۔

اپنے کمرے تک پہنچ کے میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے آہستہ سے اور پھر زور سے دستک دی مگر عاقل تو جیسے گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ آخر عاقل اتنی فکری سے کیسے سو سکتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں لوٹ کر آؤں تو وہ صبح ڈسچارج لے لے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں نہیں آؤں گا۔ اور کیا خود اسے ڈر نہیں ہے کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے کہ اصل مریض تو بھاگ گیا اور نہیں کون اس کی جگہ لیٹا ہوا ہے۔

میں نے دانت پیس کر کہا "الو کے پٹھے' عاقل خان دروازہ کھول۔" اور پھر دستک دی۔

اسی وقت کاریڈور کے آخری حصے میں ایک سیکیورٹی گارڈ نمودار ہوا۔

رات کے وقت کاریڈور کی روشنیاں مدھم کر دی گئی تھیں چنانچہ دور سے گارڈ میری صورت غور سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تاوقتیکہ اسے شک نہ ہو' اسے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ رات دن کسی بھی وقت ڈاکٹر نظر آنے والے

بھی شخص کا ایک مریض کے کمرے میں جانا کوئی قابلِ غور بات نہیں تھی پھر میرے چہرے کا رخ دروازے کی طرف تھا اور گارڈ کی نظروں میں میرا سائڈ پوز تھا۔ اس کے باوجود مجھے ڈر تھا کہ قریب آ کے وہ ایک اجنبی کو دیکھ کے سوال جواب نہ شروع کر دے۔

عاقل نے بروقت دروازہ کھول دیا "مواد دیا تھا تم نے ابھی' اتنی دیر سے؟"

"وہ۔۔۔ دراصل میں اندر تھا" اس نے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔

میں سیدھا بستر کی طرف لپکا۔ "جاؤ پھر وہیں۔"

وہ کچھ پریشان ہوا "خیریت تو ہے نا؟"

"ابھی تک تو ہے' آگے کا حال خدا جانتا ہے' تم جاؤ۔"

وہ کچھ کنفیوز سا پھر باتھ روم میں گھس گیا۔ میں اپنے بوٹ پر جوتوں سمیت چادر اوڑھ کے لیٹ گیا۔ اپنا اسٹیتھس اسکوپ میں نے تکیے کے نیچے رکھا لیکن ایپرن اتارنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اگلے دو منٹ بڑے سسپنس والے تھے۔ اگر چوکیدار شک کی بنا پر کمرے میں جھانک کر دیکھتا تو صورتِ حال ناقابلِ وضاحت ہو جاتی۔ ابھی ابھی اس نے ایک ڈاکٹر کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تھا مگر دو منٹ بعد اسے اندر صرف مریض سوتا ہوا ملتا تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کیا اس نے غلط دروازے سے جھانک کر دیکھا تھا۔ شاید پھر وہ ساتھ والے دو دروازوں کو کھول کے دیکھتا اور ڈاکٹر کہیں بھی نہ ملتا تو فوراً رپورٹ کرتا کہ ڈاکٹر نظر آنے والا وہ مشتبہ شخص جس کے بارے میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان نشر کیا گیا تھا' ابھی نظر آیا تھا مگر پُراسرار طور پر کسی کمرے میں غائب ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے اس کے بعد سیکیورٹی والے کمروں میں گھس کر تلاشی لیتے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا۔

لیکن سب خیریت رہی۔ گارڈ کے قدموں کی چاپ نزدیک آئی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے وہ کمرے کے دروازے پر رکا ہے مگر پھر چاپ دور ہونے لگی۔ میں نے سکون کا سانس لیا اور باتھ روم کے دروازے پر ناک کر کے عاقل کو "آل کلیئر" کا سگنل دیا "اب تم باہر آ سکتے ہو۔"

"آخر ہوا کیا تھا؟" وہ بولا۔

میں نے کہا "وہ مجھے اندر نہیں آنے دے رہے تھے۔ مجبوراً میں نے ایک ڈاکٹر کا اسٹیتھس اسکوپ لیا اور ایپرن۔"

"کیسے؟ کسی ڈاکٹر کو ناک آؤٹ کر کے؟"

"نہیں یار! ایک جگہ رکھا ہوا مل گیا تھا مگر انہیں پتا چل گیا۔ وہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کر چکے ہیں کہ ایک مشتبہ شخص ڈاکٹر کا حلیہ بنا کے اندر گھس گیا ہے۔"

"پھر اب کیا ہو گا؟"

میں نے کہا "ابے کچھ نہیں ہو گا۔ تو نکل جائے گا آسانی سے۔ روکتے ہیں وہ اندر آنے والے کو۔ باہر جو چاہے جائے۔ رات کو سب ٹھیک رہا؟"

"خاک ٹھیک رہا۔ ایک نرس آ کے دو بجے کوئی انجکشن لگا گئی۔ ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا اس کا اثر۔"

"ہو گا۔۔۔ ہو گا۔ کچھ دواؤں کا اثر ایک دن بعد ہوتا ہے" میں نے قہقہہ مارا "میری خاطر آپ کو بڑی زحمت اٹھانا پڑی' اس کے لیے بہت شکریہ۔"

وہ بولا "تمہارا مشن کیسا رہا؟"

"زبردست۔ ایک دم SMOOTH۔ کہیں کوئی پرابلم نہیں ہوئی بلکہ مشکلیں خود آسان ہوتی چلی گئیں۔"

"میرا تو وسوسوں اور اندیشوں سے حال خراب تھا۔ چار مرتبہ تو باتھ روم گیا۔ بہت ہی عجیب موڈ سے اٹھتے تھے۔ دراصل ایسے لیٹ کر وقت کے گزرنے کا انتظار کرنا بہت مشکل کام تھا۔ ایک طرف تو یہ ڈر تھا کہ کہیں میں پکڑا نہ جاؤں' دوسری طرف تم دونوں کی فکر تھی۔"

"فکر کی اب کوئی بات نہیں دوست۔ تو اور رات ہمارے قبضے میں ہیں اور بالکل محفوظ جگہ پر ہیں۔ یعنی اپنے گھر میں ہے اور تمہاری دین وہیں ہے جہاں سے لی تھی۔"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا "اف۔ کتنا سکون ملا ہے مجھے اس وقت ورنہ میرے اعصاب بالکل جواب دے گئے تھے۔ اب اس وقت مجھے سخت طلب ہو رہی ہے ایک کپ کافی کی۔"

میں نے کہا "تم کپڑے بدلو۔ میرے کپڑے پہنو اور نکل جاؤ۔ تاکہ میں یہ مریضوں والا لباس پہن کے لیٹوں جو آپ نے چڑھا رکھا ہے۔"

"لعنت ہے اس لباس پر اور اس سے زیادہ پہننے والے پر۔ میری عقل ماری گئی تھی کہ میں اس خطرناک کھیل میں شریک ہوا۔"

میں نے ہنس کے کہا "اب کیا فائدہ عقل کو کوسنے سے۔"

جب وہ میرا سوٹ پہن کے نکلا تو میں نے اندر جا کے اس کا سوٹ اتارا اور اسپتال کے کپڑے پہن لیے۔ عاقل کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوٹ لائٹ براؤن تھا۔ میرا کچھ بلیو بلیک چنانچہ مجھے پوری امید تھی کہ اس پر کسی کو شک نہیں ہوگا اور وہ کسی رکاوٹ کے بغیر باہر نکل جائے گا۔

"اوکے۔ میں جارہا ہوں۔ خدا حافظ!" وہ بولا۔

میں نے کہا "صبح ہونے سے پہلے وین کا اصل رنگ بحال کردینا۔"

"وہ سب میں کرلوں گا۔ خطرناک مرحلے تو طے ہوگئے' اب چھوٹے چھوٹے مسائل ہیں' وہ حل ہوجائیں گے۔"

"ہوسکے تو وین کو ابھی واپس کردینا اور کوشش کرنا کہ کوئی کلرک اسے گزشتہ دن کی تاریخ میں واپس لے لے۔"

"یہ تو بہت مشکل ہے۔"

میں نے کہا "کوئی مشکل نہیں۔ چند گھنٹے کا فرق ہو تو تاریخ پچھلی ہوجائے گی۔ اس نے رات بارہ بجے کے بعد کون سی انٹری کی ہوگی۔ میرا مطلب ہے رات کی ڈیوٹی والے کسی کلرک نے۔ وہ گیارہ سے بارہ کے درمیان وین کی واپسی دکھادے۔"

"اسے شک ہوجائے گا کہ وین کسی واردات میں تو استعمال نہیں ہوئی؟"

"کیسے شک ہوجائے گا۔ تم ایک فلم یونٹ کے ساتھ تھے۔ وہ جانتا ہے اور وین کو فلم یونٹ کے سوا کسی نے استعمال نہیں کیا۔ یونٹ چند گھنٹے قبل ہی لندن سے واپس گیا ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ صرف میں پیچھے رہ گیا تھا اور میری فلائٹ صبح نو بجے کی ہے۔"

"لیکن پچھلی تاریخ کا معاملہ؟"

میں نے کہا "یار کون سا معاملہ ہے جو سنبھالا نہیں جاسکتا۔ پیسا جتنا چاہو خرچ کرو اور اس کلرک کو جیسے چاہو مطمئن کرو کہ ایسی ویسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ تم ماشاء اللہ سے سیانے اور تجربہ کار ہو۔"

"ایسے بانس پر چڑھانے کی ضرورت نہیں" وہ باہر نکل گیا۔

میں نے سکون کا گہرا سانس لے کر خدا کا شکر ادا کیا جس نے سارے مرحلے آسان کیے اور مجھے تباہ کن اتفاقات سے محفوظ رکھا۔ مشکلات ابھی تمام نہیں ہوئی تھیں لیکن خطرات کا باب بند ہوگیا تھا۔ آگے صرف قانون سے نمٹنے کا مسئلہ تھا یا جمی اور لارڈ برائس سے جان چھڑانے کا۔ اپنی اپنی جگہ۔ وہ دونوں بدمعاشی کے انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے بے تاج بادشاہ تھے اور میں نے بڑی کامیابی سے ان کے درمیان دشمنی کا وہ بیج بویا تھا جو ان کی ایک دوسرے کے ہاتھوں تباہی کا سبب بن سکتا تھا۔

آنکھیں بند کرکے میں نے اپنے کشیدہ اعصاب کو سکون دینے اور کچھ ابڑی ہونے کی کوشش کی۔ نیند ان حالات میں خواب آور گولی کی مدد سے بھی نہیں مل سکتی تھی۔ عاقل کی طرح مجھے بھی کافی کی شدید طلب بے قرار کررہی تھی لیکن صبح ہونے سے پہلے شاید اسپتال والے میری فرمائش پوری نہیں کرسکتے تھے پھر میں نے سوچا کہ کوشش کرکے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ اسپتال میں کوئی کینٹین ضرور ہوگا جہاں سے اسٹاف اور داخل مریض رات کے وقت اپنی ضرورت پوری کرسکیں۔

میں کال بیل کا بٹن دبانے ہی والا تھا کہ دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی اور میں فوراً سوگیا پھر میں نے بہتر سمجھا کہ اسپتال کے عملے پر اپنی موجودگی ثابت کردی جائے۔ میں نے خواب آلود لہجے میں کہا "یس پلیز!"

ایک ڈاکٹر اور ایک نرس اندر آگئے "سوری ٹو ڈسٹرب یو۔"

"مجھے ٹھیک سے نیند نہیں آرہی تھی" میں نے کہا۔ "اٹ از آل رائٹ۔"

نرس نے بدحواسی سے اِدھر اُدھر دیکھا "تم' تم ہی مریض ہو؟"

میں نے مسکرانے کی کوشش کی "اس کمرے میں تمہیں میرے علاوہ بھی کوئی نظر آرہا ہے؟"

"لیکن ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" اس نے کنفیوز نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا "رات دو بجے میں نے انجکشن لگایا تھا۔"

میں نے کہا "ہاں' لگایا تھا۔"

"لیکن... لیکن..."

ڈاکٹر نے اسے غور سے دیکھا "کیا بات ہے؟"

"نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے ڈاکٹر... جیسے یہاں کوئی اور تھا مگر یہ کیسے ممکن ہے؟" اس کی عقل خبط ہونے لگی تھی۔

میں نے کہا "تم شاید کام کی زیادتی سے تھک گئی ہو۔"

"شاید... پتا نہیں میرے دماغ میں یہ خیال کیوں آیا؟"

میں نے کہا "مجھے کل داخل کیا گیا تھا۔ جمی اور جولی ساتھ۔ ان کو زیادہ چوٹیں آئی تھیں۔ کچھ بدمعاش ہماری گاڑی اور تین لاکھ پاؤنڈز چھین کرلے گئے تھے۔"

ڈاکٹر نے منہ گول کرکے سیٹی بجائی "تین لاکھ کہا تم نے؟"

"یس' تین لاکھ۔ تمہری ہنڈرڈ تھاؤزینڈ۔ صبح کے اخبارات میں اس کی تفصیل ملے گی۔ میں بے ہوش تھا۔ اس وقت بھی دماغ کے اندر کچھ عجیب سی کیفیت ہے۔ اگر مجھے ایک پیالی کافی مل جائے تو شاید میں کچھ بہتر محسوس کروں۔"

نرس کسی سوچ میں گم تھی "کیوں نہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کسی کمرے میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے حیران ہوکے آنکھیں ملیں اور جماہی لے کر اٹھ بیٹھا۔

"کچھ نہیں۔ ڈاکٹر کا حلیہ بنائے ایک باہر کا آدمی اندر گھس آیا ہے اور پتا نہیں کہاں کھوگیا ہے۔ ہم ہر کمرے کو چیک کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "میں تو سوتا رہا۔ ایک بار اٹھ کے باتھ روم تک گیا تھا تو چکر آنے لگے۔ بڑی مشکل سے واپس بیڈ تک آیا۔ ایسا کب تک رہے گا ڈاکٹر؟"

ڈاکٹر نے میری فائل دیکھی پھر میری نبض۔ اسٹیتھس اسکوپ سے دل کی دھڑکن سنی اور سرہلایا "بظاہر تو ٹھیک ہے۔ کوئی تشویش کی بات نہیں۔ سر کی چوٹ میں ہوش آنے کے بعد بھی کچھ اثر باقی رہتا ہے۔ میں ایک گولی بھجواتا ہوں۔"

میں نے کہا "کافی پینے میں کوئی حرج تو نہیں؟"

"کوئی حرج نہیں۔ اس سے فائدہ ہی ہوگا۔ تم اچھا محسوس کروگے" ڈاکٹر نے جاتے جاتے کہا۔

جب اس نے دروازہ کھولا تو میں نے باہر ایک سیکیورٹی گارڈ کی جھلک سی دیکھی۔ ڈاکٹر نے کہا "یہاں تو کوئی نہیں مریض کے سوا" پھر دروازہ بند ہوگیا اور ان کی گفتگو کا باقی حصہ میں نہیں سن سکا۔

نرس اچانک واپس آگئی۔ اس نے کہا "تمہیں یقین ہے کہ میں نے تمہیں انجکشن لگایا تھا؟"

میں نے برہمی سے کہا "یہ کس قسم کا احمقانہ سوال ہے۔ اتنی غیر حاضر دماغ نرس کی ڈیوٹی کس بے وقوف نے لگادی ہے یہاں؟ کیا یہ سوال تم ہر مریض سے پوچھتی ہو؟ میں نے تمہیں انجکشن لگادیا ہے؟ دوا دے دی ہے؟ میں صبح تمہاری شکایت کروں گا۔"

وہ ڈر گئی "آئی ایم سوری سر! ویری سوری' دراصل میں آج کچھ اپ سیٹ ہوں۔ میرے بوائے فرینڈ نے دو سال مجھے بے وقوف بنا کے کسی اور سے منگنی کرلی ہے۔ یہ بہت ڈسٹرب کرنے والا جذباتی حادثہ تھا۔"

میں نے ہمدردانہ پُرتاسف لہجے میں کہا "اوہ۔ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن اس قسم کے جذباتی دباؤ میں تم کو کیا ضرورت ہے ڈیوٹی دینے کی۔ آفٹر آل یہ ایک انتہائی ذمے داری کا کام ہے۔ تمہاری معمولی سی غیر ارادی غلطی کا نقصان بہت بڑا ہوسکتا ہے۔"

"میں دراصل یہ کہنے آئی تھی سر!"

اسی وقت سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کے کہا "ہیلو' شاہ عالم ہیئر!"

عاقل نے کہا "مجھے کوئی پرابلم نہیں ہوئی باہر نکلنے میں۔ یہی بتانا تھا۔"

میں نے کہا "میری طبیعت رات بھر اوپر نیچے ہوتی رہی۔ کبھی ایسا لگتا تھا کہ چھت گھوم رہی ہے۔"

وہ بولا "چھت واقعی گھوم رہی تھی۔"

میں نے اپنی بکواس جاری رکھی "کبھی لگتا تھا کہ بیڈ نیچے سے نکل گیا ہے اور میں ہوا میں معلق لیٹا ہوا ہوں۔"

"میں نے بھی دیکھا تھا یہ کرتب۔ کیا کمرے میں کوئی ہے؟"

"ہاں۔ اس لیے تو یہ سب بتا رہا ہوں۔ رات دو بجے ایک انجکشن بھی لگا تھا۔"

وہ بولا "بائیں بازو پر' یاد رکھنا۔"

میں نے کہا "بائیں ہاتھ میں لیکن تکلیف بالکل نہیں ہوئی۔"

"اب تم جتنی دیر چاہو بولو۔ میں جارہا ہوں" عاقل نے کہا۔

میں نے مزید دو منٹ اپنی رات بھر کی بے چینی کے بارے میں یکطرفہ گفتگو فرمائی اور پھر ریسیور رکھ دیا "میرا دوست تھا۔ وہی داخل کرانے لایا تھا۔"

وہ بولی "میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ اس بات کا ذکر کسی سے بھی مت کریں' پلیز! کہ میں نے آپ پر شک کیا۔ سب سمجھیں گے کہ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ میری کل بھی رپورٹ ہوگئی تھی۔"

میں نے کہا "ڈونٹ وری۔ مجھے بہت ہمدردی ہے تم سے۔ کون تھا وہ کمینہ جس نے تم جیسی حسین لڑکی کو چھوڑ کے کسی اور کو پسند کرلیا۔ وہ بھی دو سال بعد۔ لوگوں میں شرافت اور انسانیت بالکل نہیں رہی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ کافی آگئی۔ میں نے گھڑی دیکھی تو صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ کیا اب تک لارڈ پرائس کو دوسری ڈکیتی کی واردات کے بارے میں معلوم ہوگیا ہوگا؟ میں نے سوچا۔ واردات کو اب تقریباً دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ شاید اب تک سیکیورٹی گارڈز ہوش میں آچکے ہوں گے۔ ان کے جسم پر کسی خطرناک چوٹ کی کوئی ظاہری علامت نہیں ہوگی چنانچہ اپنی حالت سنبھالنے کے بعد ان کے سامنے سب سے خطرناک اور جان لیوا مرحلہ یہ آئے گا کہ وہ کس منہ سے اپنے مالکوں کو ڈکیتی کے بارے میں بتائیں۔ وجہ کتنی بھی معقول کیوں نہ ہو اور اسباب کیسے بھی ہوں' مالکوں کے نزدیک ان کی غفلت اور نااہلی کا جرم ناقابلِ معافی ہوگا۔ وہ مسلح تھے۔ انہیں وہاں اس لیے بٹھایا گیا تھا کہ وہ لاکھوں کے مال کی حفاظت کریں۔ اس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو کردیں اور وہ بتا رہے ہیں کہ دو افراد خالی ہاتھ وہاں آئے اور ان میں سے ایک نے' صرف ایک نے' ان دونوں کو ایک ہاتھ مار کے لمبا لٹا دیا۔ جھوٹ' سفید جھوٹ جس کے پاؤں ہی نہیں۔ ان کے جسم پر تو چوٹ کا کوئی نشان بھی نہیں۔ واردات خود انہوں نے کی ہے۔ چھ لاکھ پاؤنڈز کا مال خود انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے نکالا ہے اور باقی سب ڈراما ہے۔

ایسے نمک حراموں کی سزا موت سے کم کیا ہوسکتی ہے مگر مالکان اپنا مال برآمد کرنے کے لیے پولیس سے مدد لیں گے اور پولیس کو تشدد کے وہ سائنٹیفک اور بہیمانہ طریقے اختیار کرنے کا معاوضہ بھی ادا کریں گے جن سے پتھر کے بت بھی بولنے لگیں۔ وہ سیکیورٹی گارڈ چوری کا مال اگلنے کے بعد خون اگلتے ہوئے جان بھی دیں گے مگر جان دے کر عذابِ زندگی سے رہائی کا آسان مرحلہ بہت بعد میں بہت دیر سے آئے گا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس ڈکیتی کی اطلاع پر جمی کا اور لارڈ پرائس کا فوری ردِعمل کیا ہوگا؟ کیا جمی کو یہ اطلاع یہاں اسپتال میں دی جائے گی؟ کسی میں ہمت ہے کہ چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے ہونے والے اس نقصانِ عظیم کی خبر سنانے کی ہمت کرے؟ یقیناً یہ کام جولی کرے گی۔ جولی معاملہ فہم اور سمجھ دار عورت ہے۔ وہ صورتِ حال سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سرکس میں شیر پر سواری کرنے والے کی طرح جو جانتا ہے کہ جنگل کا بادشاہ غیظ و غضب میں پاگل ہوجائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

ڈکیتی کی خبر ایٹمی دھماکے کی خبر سے کم نہ ہوگی۔ میرے تین لاکھ پاؤنڈز راستے میں لٹ گئے تھے تو اس صدمے نے مجھے اتنا پاگل نہیں کیا تھا جتنا جمی کو کیا تھا۔ اسے وہ اپنا مال سمجھ رہا تھا۔ اس کی پلاننگ مکمل تھی اور سب کچھ اس کے شاندار منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ وہ کامیابی سے صرف پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا جب تقدیر نے اس کو زک پہنچائی اور اس کے تین لاکھ پاؤنڈز کا مالک بن جانے کے خواب کو چکنا چور کردیا۔ اصولاً اس نقصان پر مجھے سب سے زیادہ صدمہ ہونا چاہیے تھا اور اس نقصان پر سب سے زیادہ آنسو مجھے بہانے چاہیے تھے مگر میں نے ثابت کیا کہ میرے اعصاب کتنے مضبوط ہیں اور مجھ میں صبر سے کام لینے کا کتنا حوصلہ ہے۔ ظاہر ہے اس کے بعد جمی ضبط کا مظاہرہ نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اس نے اپنی ذات پر آنے والے الزام کو سچ بول کر رد کیا تھا اور اس میں سب سے زیادہ مددگار جولی ثابت ہوئی تھی۔

لیکن مفت میں ملنے والے تین لاکھ پاؤنڈز کے ایک منصوبے کی ناکامی کے باوجود جمی نے خود کو مطمئن کرلیا تھا کہ چلو' بدقسمتی سے ایک فائدہ نہیں ہوا مگر اپنے پاس سے تو کچھ نہیں گیا۔ یا گیا تو شاہ عالم کا گیا لیکن ڈکیتی کی واردات میں جتنا مال گیا وہ بھی میرے نقصان کے برابر تھا اور یہ جمی کا مال تھا۔ اس کے نصف کی مالیت اتنی ہی تھی جتنی اس نقد رقم کی جو "ڈاکو" مجھ سے چھین لے گئے تھے۔ جمی پہلے تو نہیں ہوا مگر اب ضرور پاگل ہوجائے گا۔

میں نے بڑی کامیابی سے شک کے جذبات کا ریلا لارڈ پرائس کی طرف موڑ دیا تھا اور اب جمی کو یقین تھا کہ ہم سے تین لاکھ پاؤنڈز چھین کر لے جانے والے لارڈ کے اپنے گرگے تھے جو محل سے ہی ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس نے مان لیا تھا کہ خود اس نے بھی ایسا ہی سوچا تھا مگر لارڈ پھل کر گیا اور جمی منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس اعترافِ جرم سے جمی نے اپنی ذات کو الزام سے محفوظ کرلیا تھا مگر ظاہر ہے بزنس میں اگر ایک پارٹنر کی نیت اس حد تک ناقابلِ اعتبار ہو تو اس کے ساتھ مستقبل میں کوئی پارٹنرشپ کرنے کا کیا سوال؟

لیکن اس رات چھ لاکھ کے مال کا چوری ہوجانا معمولی بات نہ تھی۔ میری ذات پھر سبھی سے بالاتر ہوگئی تھی کیونکہ میں زخمی ہو کے جمی کے ساتھ اسپتال میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ میں کسی گینگ وار میں شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ لندن میں میرا کوئی انڈر گراؤنڈ گروہ نہیں تھا۔ میں ایک سیاسی شخصیت تھا اور نوادرات کی حد تک صرف ایک بزنس مین۔ میرے پاس ڈپلومیٹک پاسپورٹ تھا جس کی مدد سے میں بہت سی

رکاوٹیں دور کرلیتا تھا لیکن لندن میں ایک بیوی اور ایک چھوٹی بہن کے سوا میرا کوئی نہیں تھا۔ میں پاکستان میں بھی صرف سیاسی بدمعاشی کرسکتا تھا۔ میں کسی مافیا کا سربراہ یا کسی زیرِ زمین دنیا کا ڈان نہیں تھا۔

چنانچہ یہ طے تھا کہ اب چھ لاکھ پاؤنڈز کے نوادرات چوری کرنے کا الزام جمی اور لارڈ پرائس ایک دوسرے پر عائد کریں گے اور اس معاملے میں ان کے درمیان کوئی خوفناک گینگ وار بھی ہوسکتی تھی جس کا انجام دونوں کی تباہی کے سوا کچھ نہ ہو مگر قانونی جنگ سے الگ وہ اپنی جنگ ضرور لڑیں گے۔

مگر ان کی جنگ کے اثرات سے خود کو محفوظ رکھنا میرے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔ اگر انہیں ذرا بھی شک ہوگیا تو میرا جینا عذاب کردیں گے۔ میں نے اپنی طرف سے پوری احتیاط کی لیکن لندن کی پولیس کی مثالی کارکردگی کی افسانوی شہرت غلط نہیں تھی۔ ان کے بارے میں مبالغے کی حد تک یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ہر جائے واردات پر مجرم سے پہلے موجود ہوتے ہیں کیونکہ ارتکابِ جرم سے پہلے کی ساری منصوبہ بندی ان کو معلوم ہوجاتی ہے اور یہ کہ وہ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پولیس کے سراغ رساں اس خیال پر عقیدے کی طرح قائم رہتے ہیں کہ ہر مجرم خواہ کتنا ہی ذہین اور دور بیں کیوں نہ ہو' کوئی غلطی ضرور کرتا ہے۔

تاہم یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ لندن پولیس بہت سی وارداتوں کا سراغ لگانے میں ناکام رہتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے ملک کی پولیس کے مقابلے میں یہ ناکامی کا تناسب بہت کم تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ پولیس کے سراغ رساں اپنی تفتیش کی بنیاد شک پر رکھتے ہیں اور سامنے کی حقیقت کے بجائے امکانات میں ناممکنات کو زیادہ باریک بینی سے کھنگالتے ہیں۔ وہ مجھ سے گھما پھرا کے وہی سوالات بار بار پوچھیں گے۔ نفسیاتی حربے استعمال کرکے مجھے کنفیوز اور گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے اور میرے سچ کو جھوٹ تسلیم کرتے ہوئے میری ہر بات کو اپنے تجربے کی کسوٹی پر پرکھے بغیر مطمئن نہیں ہوں گے چنانچہ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اپنے بیان کو زیادہ سے زیادہ حقائق تک محدود رکھوں گا۔ اس میں صرف لوگر اینڈ کمپنی کے ساتھ میری سازباز کا ذکر نہیں ہوگا۔ باقی سب وہی ہوگا کہ جو ہے۔ میں شاہ عالم ہوں' میں بنیادی طور پر نہ آرٹ ڈیلر ہوں نہ نوادرات کا ماہر یا اسمگلر۔ میں سیاست داں تھا لیکن لندن میں خاموش جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ حال ہی میں مجھے ایک بار پھر پاکستان جانے کا موقع ملا تو میرے پرانے بزنس پارٹنر رب نواز نے مجھ سے رابطہ کیا اور پرانے کاروباری تعلقات استوار کرنے کی ضرورت پر زور دیا تو میں نے اس کی بات مان لی۔ میں پہلے بھی پاکستان سے نوادرات لاتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ رب نواز وہ نوادرات کہاں سے حاصل کرتا تھا اور کیسے؟ ان میں کتنے اصلی ہوتے تھے' کتنے جعلی' مجھے کچھ علم نہیں۔ یہ نوادرات یہاں میں جمی کے حوالے کردیتا تھا۔ وہ مجھے ادائیگی کرتا تھا اور میں اپنا حقِ محنت رکھ کے باقی رب نواز کو پہنچا دیتا تھا۔ میرے لندن میں کاروباری رابطے تھے اور ڈپلومیٹک پاسپورٹ ہونے کی وجہ سے امیگریشن کے سخت مراحل میرے لیے آسان ہوجاتے تھے۔ بس میں لارڈ پرائس کے علاوہ بھی بہت سے نکلی اور غیر نکلی خریداروں' آرٹ ڈیلروں اور نوادرات کے قدردانوں سے واقف ہوں۔ میرے پاس خود جمی کے فراہم کردہ نام اور پتوں کی فہرست تھی۔ یہ میں پولیس کے حوالے کرسکتا تھا اور محفوظ رہ سکتا تھا۔

میں اپنے خیالات میں اتنا محو تھا کہ فون کی گھنٹی بجی تو میں اچھل پڑا' میں نے ریسیور اٹھا کے سوالیہ لہجے میں کہا۔ "ہیلو! کون؟"

"تمہاری بیوی اور کون؟" روشنی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

میں نے کہا "یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے' کیا تم روتی رہی ہو؟"

"اگر رونا ہے میرے نصیب میں تو؟"

میں نے کہا "روشنی۔ خیریت تو ہے نا؟"

"میری چھوڑو۔ اپنی سناؤ' میرا خیال تھا تم سو رہے ہوگے۔"

"مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔"

"او ہو... بڑے بے رحم ہیں اسپتال والے۔ ہر مریض کو سکون سے سلا دیتے ہیں اور اتنی بڑی واردات میں زخمی ہونے والے شاہ عالم کی کوئی مدد نہیں کی" وہ طنز سے بولی۔

میں نے کہا "تمہیں سب معلوم ہے۔"

وہ چلانے لگی "سب نہیں' بس اتنا ہی معلوم ہے جتنا مجھے بتایا گیا ہے۔ جتنا تمہاری اس خردماغ بہن نے اور پاگل بہنوئی نے بتانا مناسب سمجھا۔"

میں نے کہا "تم لڑنا چاہتی ہو فون پر؟"

"میں کیا لڑوں گی تم سے۔ اتنی اوقات کہاں ہے میری۔ پہلے ہی دن تم نے میری حد بندی کردی تھی۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حصار سے باہر جانے کی مجھے اجازت نہیں۔ ہر قدم پر تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ میں تم پر اعتبار کرتی جاؤں۔"

"آخر کیا جھوٹ پکڑا ہے تم نے میرا؟" میں نے ڈھٹائی سے کہا۔

"رہنے دو شاہ جی! تم خود جانتے ہو کہ تم نے مجھ سے کتنے سچ بولے ہیں اور کتنا جھوٹ کہا ہے مگر جھوٹ اور سچ کے تناسب سے مجھے کوئی غرض نہیں تو تمہیں بھی فکر نہیں کرنا چاہیے کہ میں اعتبار کرتی ہوں یا نہیں مگر ایسے کب تک تذلیل ہوگی میری۔ آخر یہ کیا تماشا ہے؟"

میں نے کہا "دیکھو روشنی' میری کچھ مجبوریاں ہیں۔"

وہ ہنسی "واقعی' آپ تو مجھ سے بھی زیادہ مجبور ہیں۔ میں آپ کو مزید مجبور کیا کروں لیکن مکمل بے حسی اور لاتعلقی اختیار کرنا میرے بس کی بات نہیں۔"

میں نے کہا "روشنی۔ میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔"

"نہیں شاہ جی! یہی تو ساری خرابی ہے۔ میرے جذبات تم سب کے لیے قطعی غیر اہم ہیں کیونکہ تم نے ساٹھ ہزار پاؤنڈ میں ایک ایکٹریس کو بیوی کا رول کرنے کے لیے ہائر کیا ہے۔ اسے بیوی نہیں بنایا ہے لیکن اسٹیج پر ڈراما کرنے والے سب کردار اپنا اپنا رول ٹھیک سے نہ کریں تو بات نہیں بنتی۔"

"آئی ایم سوری لیکن۔۔۔"

اس نے میری بات کاٹ دی "مجھے ایک بات بتاؤ' میری جگہ تمہاری اصل بیوی ہوتی تو کیا اس کے ساتھ عینی اور عاقل کا یہی رویہ ہوتا؟"

"ایسی کیا بات ہوگئی ہے آخر؟"

وہ سخت غصے میں تھی "کیا ان کا سٹوک تمہیں ٹھیک لگتا ہے اور تم ایسے ہی بی ہیو کر رہے ہو جیسے بیویوں کے ساتھ شوہر کرتے ہیں؟"

"تمہیں اس کی توقع نہیں رکھنی چاہیے روشنی!" میں نے رکھائی سے کہا۔

"ہاں' بے وقوف میں ہوں کہ تمہارے مسائل میں ذہنی اور جذباتی طور پر انوالو ہو جاتی ہوں۔ نہ چاہنے کے باوجود کیونکہ میں اس گھر میں ہوں' دن رات کے چوبیس گھنٹے سب دیکھ رہی ہوں۔ سن رہی ہوں' سمجھ رہی ہوں اور محسوس کر رہی ہوں۔ کبھی تم نے اپنے رویے پر غور کیا۔ تم میرے معاملات میں جذباتی طور پر کیوں ملوث ہوتے ہو؟ کیوں خیال رکھتے ہو میرا؟ میری ماں کی فکر کیوں کرتے ہو؟ تم نے ساٹھ ہزار پاؤنڈز دے دیے۔ اب میرے مسائل' میری خوشی اور میرے غم' ان سے تمہارا کیا تعلق؟"

"دیکھو" میں نے لاجواب ہو کے کہا "ایک گھر میں رہ کے۔۔۔ قطعی لاتعلقی کیسے ممکن ہے؟"

"پھر مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ میں گھر میں ایک ڈیکوریشن پیس کی طرح رہوں؟ تم آنے جانے والوں کو دکھا سکو کہ یہ بدھ کا مجسمہ ہے۔ یہ موہنجو دڑو کی رقاصہ ہے اور یہ میری بیوی۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے' کیوں ہو رہا ہے؟ اس پر میرا متفکر ہونا' پریشان رہنا' جلنا کڑھنا کیوں غلط ہے؟ دیکھو شاہ جی! میں کوئی بچی نہیں ہوں اور نہ میرا آئی کیو اتنا کم ہے کہ مجھے کچھ سمجھ نہ آتا ہو۔"

"تم کیا سمجھ رہی ہو آخر؟ کیا ہو رہا ہے گھر میں۔۔؟"

"کوئی بہت غلط کام۔ چوری چھپے' مجھ سے بھی چھپا کے۔ مجھے کام کی نوعیت کا علم نہیں مگر تمہارا لاہور سے آنے والا دوست' کیا نام تھا اس کا؟"

"رب نواز!"

"ہاں اور یہ جو یہاں تمہارے ساتھ ہے۔۔ جمی' نارٹن بارو والا' تم سب مل کے کوئی بہت غلط کھیل' کھیل رہے ہو۔ فاؤل پلے صاف محسوس ہوتا ہے مجھے۔ تم سب مجھ سے چھپاتے ہو اور میں کچھ بولتی نہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔"

میں نے برہمی سے کہا "آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ مجھے ایسے شوروں کی طرح ٹریٹ مت کرو۔ رات بھر تم سب کسی ایکٹیوٹی میں مصروف رہے۔ تم آئے اور عینی کو باہر لے گئے۔ وہ پھر آئی اور پھر گئی۔ عاقل کے ساتھ۔ تمہارے تین لاکھ پاؤنڈز چھن گئے جمی کی گاڑی کے ساتھ۔ تم نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔"

میں نے کہا "تمہیں کس نے بتایا؟"

وہ تلخی سے ہنسی "جو بات سارے زمانے کو معلوم ہے وہ بالآخر روشنی کو بھی مقامی خبروں سے پتا چل گئی تھی۔"

میں نے کہا "میں تمہارے اندازوں کو یکسر غلط اور اندیشوں کو بے بنیاد نہیں کہوں گا لیکن تمہیں میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ خود کو ان معاملات سے الگ رکھو۔ اسی میں بہتری ہے تمہاری۔"

"واہ۔۔۔ کیا خلوص ہے۔ پہلے دلدل میں اتار لیا۔ اب کہتے ہو کیچڑ سے دامن بچاؤ۔ اچھا فائدہ اٹھایا تم نے میری مجبوری کا۔"

"فضول باتیں مت کرو' یہ ایک سودا تھا۔"

وہ چلا کے بولی "جو مجبوری میں ہوا لیکن ایسے نہیں چلے گا شاہ جی۔ ساری دنیا کو بتا دیا ہے تم نے کہ میں بیوی ہوں تمہاری۔ میں یہ ذلت آمیز سلوک برداشت نہیں کروں گی۔ میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔ پوری نیک نیتی کے ساتھ۔ تم کچھ بھی کرو' میں تمہارا ساتھ دوں گی لیکن ایسے نہیں۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟"

"ہاں۔ دھمکی سمجھتے ہو تو تمہاری مرضی۔ یا تو مجھے اپنا لو یا چھوڑ دو لیکن اس کے بعد مجھ سے کوئی توقع مت رکھنا۔ یہ تمہیں بھی معلوم ہوگا کہ جس عورت کی انا مجروح ہو جائے وہ زخم خوردہ ناگن بن جاتی ہے۔ میں نے تمہارے لیے سب کیا اور آئندہ بھی کر سکتی ہوں۔ تمہاری عزت کم نہیں ہے میرے دل میں اور۔۔۔ چاہے تم اسے بے شرمی کہو یا کچھ اور۔۔۔ لندن میں رہ کے میں عادی ہو گئی ہوں ایسی باتوں کی اور ویسے بھی کون سی شریف لڑکی ہوں۔ ایکٹریس ہوں' اس لیے مجھے بے حیائی سے کمنے میں کوئی عار نہیں کہ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔۔۔ نا۔۔۔"

"پلیز شٹ اپ!" میں نے دھاڑ کے کہا۔

"نہیں خاموش رہوں گی میں۔ آئی لو یو۔ ایک بار نہیں ہزار بار کہوں گی۔ میں بیری بننے کی صرف ایکٹنگ کرنا نہیں چاہتی' بیوی بن کے رہنا چاہتی ہوں میں۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے روشنی۔"

"چلو' یہی سمجھ لو اور میرے دماغ کا علاج بھی بس یہی ہے کہ تم مجھے اپنا لو۔ سب کے سامنے نہیں' اکیلے میں بھی بول دو ہاں لو۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"اسے تم ممکن بنا سکتے ہو۔ یقین کرو تم کو کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔ میں کوئی بری لڑکی نہیں ہوں شاہ جی! بہت اچھی بیوی ہوں گی میں۔ ساری عمر تمہاری خدمت کروں گی۔ تمہاری کنیز بن کے رہوں گی۔" وہ رفتہ رفتہ جذباتی ہسٹریا کا شکار ہو گئی تھی اور اب سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔

"اوکے' اوکے! روشنی' پلیز' خود کو سنبھالو۔ ہم پھر بات کریں گے۔ دیکھو یہ اسپتال ہے۔ میں زیادہ لمبی بات نہیں کر سکتا اور یہ ٹھیک بھی نہیں ہے۔ کیا پتا کوئی سن رہا ہو۔"

"مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ تمہیں فیصلہ کرنا ہی ہوگا شاہ جی ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟" میرا پارا پھر چڑھنے لگا۔

"مجھے اب کسی کا ڈر نہیں۔ میں مایوسی کی اس انتہا پر ہوں جہاں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر میں مر جاؤں لیکن مرنے سے پہلے میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی جو میری بربادی کے ذمے دار ہوں گے۔"

"میں کیسے ذمے دار ہو گیا تمہاری بربادی کا۔"

"تم نے دھوکا دیا ہے' پہلے سوئی امیدوں کے خواب دیے اور جب میں بہل گئی تو تم انہیں چھین لینا چاہتے ہو۔ مجھے سہارا چاہیے شاہ عالم! اپنے ساٹھ ہزار پاؤنڈ واپس لے لو۔ میں دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں۔۔۔ میری ماں بھی مر گئی ہے۔"

مجھے ایک دم بجلی کا زبردست جھٹکا لگا "کیا۔۔۔ ماں مر گئی؟"

"ہاں۔ اسے مرنا ہی تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے دیکھا تو ماں کی جگہ اس کی اکڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔"

"او مائی گاڈ! اور یہ تم مجھے اب بتا رہی ہو۔۔۔ پاگل لڑکی!"

وہ زور زور سے رونے لگی "کوئی نہیں ہے یہاں اس وقت میرے ساتھ۔ مجھے ماں کی موت کا کوئی دکھ نہیں۔ اچھا ہوا وہ دنیا کے عذاب سے چھوٹ گئی۔"

میں نے کہا "اچھا دیکھو۔ میں آتا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر اندر پہنچتا ہوں۔ ویسے عینی اور عاقل بھی واپس آنے والے ہوں گے۔ تب تک اپنے آپ کو سنبھالو۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وعدہ کرو میرے آنے تک کوئی بے وقوفی نہیں کرو گی۔"

اس نے کہا "آئی ایم سوری۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھی۔ پتا نہیں تم سے کیا کچھ کہہ گئی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ میرے دماغ میں سائیں سائیں ہو رہی تھی۔ روشنی کی ہر بات میرے احساس میں انگارے بھر رہی تھی۔ یہ سچ تھا کہ ماں کی موت کے صدمے نے اسے اکیلے پن کے خوف میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا مگر پاگل پن اور نشے کی کیفیت میں آدمی ہوشمندی کی ساری منافقت بھول جاتا ہے۔ اس کے دل کی بات خود بخود زبان پر آ جاتی ہے۔ روشنی نے بھی اپنے آپ کو ایکسپوز کر دیا تھا۔ جذبات پر کنٹرول کھو دینے کے بعد اس نے مجھ سے وہ سب کہہ دیا تھا جو وہ محسوس کرتی تھی مگر عام حالات میں کہہ نہیں پاتی تھی۔

اس کی شکایت اس کا گلہ شکوہ بے بنیاد نہیں تھا۔ بے شک ہمارا سلوک اس کے ساتھ انسانیت والا نہیں تھا لیکن ہم مصلحت کے پیشِ نظر دانستہ ایسا کر رہے تھے۔ ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے جذباتی طور پر قریب آنے اور کسی کو اپنا سمجھنے کا موقع دینا ہی نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس کا اور ہمارا ساتھ عارضی اور ایک ضرورت کا رشتہ تھا لیکن ہمارے اندازے غلط ہوگئے تھے۔ اتنے قریب رہ کے کوئی اجنبی کیسے رہ سکتا ہے۔ روشنی نے گھر میں رہ کے بہت کچھ سمجھ لیا تھا۔

اور اب شاید وہ فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ اس کی مجبوری یعنی اس کی ماں ختم ہوچکی تھی اور اب اسے کسی کا ڈر نہیں رہا تھا۔ اس نے کھلی آنکھوں سے سب دیکھا تھا۔ کانوں سے سب سنا تھا اور انجان رہتے ہوئے بھی سب جان لیا تھا۔ اس نے بڑی عیاری سے ہر بات سمجھ لی تھی اور اب وہ اس پوزیشن میں آگئی تھی کہ اپنی منوا سکے۔ مطالبہ کرسکے اور ضرورت پڑنے پر بلیک میلنگ ہی۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز جو اس نے ماں کی بیماری کے سلسلے میں قبول کیے تھے' بے مصرف ہوگئے تھے۔ مجھ سے ملنے سے پہلے بھی وہ لندن میں اکیلی رہتی تھی اور گزر اوقات کے لیے ملازمت کرتی تھی مگر اب اس نے کچھ اور سوچا تھا۔ وہ میری شریکِ حیات بننا چاہتی تھی اور اس سب کی مالک ہونا چاہتی تھی جو میرا تھا۔

میرا وجود غصے کی آگ میں جلنے لگا۔ الو کی پٹھی' مجھے دھمکی دیتی ہے۔ ابھی اس نے بلیک میلنگ کا صرف نام سنا ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ بلیک میلنگ کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اسے اندازہ نہیں کہ شاہ عالم کیا چیز ہے۔ کتنی خطرناک چیز ہے۔

چند لمحوں میں میرا غصہ پورا اتر گیا۔ وہ بے وقوف ہے۔ اپنا برا بھلا نہیں سوچ سکتی۔ جذبات کی رو میں بہہ کر وہ مجھ سے ایسی باتیں کہہ گئی جو بے معنی ہیں۔ بے شک وہ اکیلی ہے مگر دنیا میں کروڑوں اربوں انسان اکیلے ہیں اور اکیلا رہنا مشکل ضرور ہے۔ ناممکن نہیں۔ اکیلے پن کے دکھ کا مداوا ایسے ممکن نہیں۔ میں اسے سمجھادوں گا۔

اب صبح کا اجالا پردے کے پیچھے کھڑکیوں کے شیشوں سے جھلکنے لگا تھا۔ روشنی نے میرے خیالات کے گرداب میں ایک اور بھنور پیدا کردیا تھا۔ اب میں فوراً گھر پہنچنا چاہتا تھا لیکن جلدی میں کام خراب ہونے کا ڈر تھا۔ یہ ضروری تھا کہ مجھے اسپتال سے ریلیز کرنے والے وہی لوگ ہوں جنہوں نے مجھے داخل کیا تھا۔ اسپتال کے ریکارڈ سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ جب نوادرات کا ذخیرہ چوری ہوا تو میں زخمی حالت میں اسپتال میں داخل تھا۔ مجھے ثبوت کے ساتھ گواہ بھی درکار تھے۔ ابھی تک صرف ایک پریشان حال نرس کو یہ شک ہوا تھا کہ رات ایک بجے اس نے کسی اور کو انجکشن دیا تھا مگر یہ بات کہہ کے وہ پچھتائی تھی۔ اس شک کو خود اس نے اپنے دماغ کا خلل تسلیم کرلیا تھا۔

مجھے اپنے پلان کے آخری مرحلے کی کامیابی میں کوئی شک نہیں تھا مگر مجھے عاقل یا عینی کے فون کا انتظار تھا تاکہ تصدیق ہوجائے کہ واردات میں استعمال ہونے والی وین کسی شک وشبے کے بغیر واپس کردی گئی ہے۔ مجھے اب ڈکیتی کی اطلاع موصول ہونے کی بے چینی بھی لاحق تھی۔ یہ اطلاع کیسے آئے گی؟ کیا کوئی خود جمی کو بتانے آئے گا؟ لیکن اسپتال میں شاید کوئی اسے یہ خبر سنانے کی ہمت نہ کرے۔ خود جولی بھی۔ فون تو جمی کے کمرے میں بھی ہے۔ کیا لارڈ پرائس اسے براہِ راست فون نہیں کرسکتا؟ کیا ابھی تک اسے کسی نے نہیں بتایا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ گارڈ ابھی تک بے سدھ پڑے ہوں۔ ہوش میں آتے ہی وہ پولیس پولیس چلاتے ہوئے دوڑیں گے اور پولیس چند منٹ میں جمی سے اور لارڈ پرائس سے رابطہ کرے گی۔

فون کی گھنٹی پھر بجی تو میں نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا "ہیلو!"

دوسری طرف سے عاقل نے کہا "تمہیں خوش خبری دینی تھی۔ وین گزشتہ تاریخ میں واپس ہوگئی۔ صرف چار سو پاؤنڈ خرچ ہوئے۔"

"تھینکس گاڈ!" میں نے گہری سانس لی "مگر تم لوگ کہاں ہو؟"

"ہم۔ ایک ریسٹورنٹ میں ناشتا کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "دیکھو ایک بہت بری خبر ہے۔"

وہ گھبرا گیا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "روشنی کی ماں مرگئی۔"

"کب۔۔۔؟" وہ پریشان ہوکے بولا۔

"رات کو کسی وقت سوتے میں اس کا دم نکل گیا۔ ابھی فون آیا تھا میرے پاس روشنی کا۔ اس نے دیکھا تو وہ اکڑی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے اسے مرے ہوئے دو تین گھنٹے ہوگئے ہوں گے۔"

"ہم ابھی گھر جاتے ہیں" وہ بولا۔

پیچھے سے عینی کی آواز آئی "عاقل کے بچے' کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

میں نے کہا "تم گھر جاؤ لیکن دیکھو' وہ بہت اپ سیٹ ہے۔ ماں کی موت کا صدمہ اتنا شدید نہیں ہے کیونکہ اب مرنا ہی تھا۔"

"پھر کیا ہے؟"

"کچھ اور مسائل ہیں۔ فون پر نہیں بتا سکتا۔ اس نے مجھ سے بڑی الٹی سیدھی باتیں کی ہیں۔" میں نے کہا۔

"آخر کیا کہا اس نے؟"

"یہی کہ ہم اسے غیر سمجھتے ہیں۔ اس پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس کی کوئی عزت نہیں گھر میں اور کچھ ایسی ہی باتیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ شدید ڈیپریشن کا شکار ہے اور اکیلے پن سے خوف زدہ ہے۔ اس کے ساتھ ذرا محبت اور عزت سے پیش آتا اور اگر وہ ایسی ویسی کوئی بات کہے تو سن لینا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کب تک آؤ گے؟"

میں نے کہا "بس صبح کی شفٹ والے آجائیں۔"

"کسی ری ایکشن کی خبر ملی؟"

میں نے کہا "نہیں" اور ریسیور رکھ دیا کیونکہ دروازہ کھول کے جولی اندر آگئی تھی اور اس کے چہرے پر برسنے والی دہرائی اور اس کی نگاہوں سے جھلکنے والی وحشت بتاتی تھی کہ عاقل نے جس ری ایکشن کی بات کی تھی' وہ سامنے آگیا ہے۔

مگر میں نے انجان بن کے اس کو خوش آمدید کہا "اوسویٹ ہارٹ! صبح دم تمہارے حسن کا سورج کیسی تابانی کے ساتھ نکلا ہے۔"

وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی اور مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے کال بیل کا بٹن دبایا "کتنا دل چاہ رہا تھا میرا کہ آج تم مجھے اپنے حسین ہاتھوں سے بریک فاسٹ کراؤ۔ اللہ نے میری سن لی۔"

وہ بولی "شاعلام۔ یہ سب کیا ہورہا ہے؟"

"وہی جو دنیا میں پہلے بھی ہوتا آیا ہے۔ ادائے حسن پر جذبۂ عشق قرباں۔"

"فار ہیون سیک' سیریس ہوجاؤ' کیا تمہیں معلوم نہیں رات کیا ہوا؟" اس کی شکل رونے والی ہوگئی۔

میں نے کہا "کیا بات ہے جولی' جمی تو ٹھیک ہے نا؟"

"جمی کو کچھ نہیں ہوا۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کل رات ڈکیتی کی دوسری واردات ہوگئی؟"

میں نے کہا "کس کے ساتھ؟"

"ہمارے ساتھ اور کس کے ساتھ؟"

میں نے کہا "لیکن ہم تو یہاں تھے سب۔ کیا تمہارے بار اور نائٹ کلب میں ڈاکا پڑ گیا؟"

"نہیں شاعلام۔ کل رات ڈاکو ہمارا نوادرات کا ذخیرہ اٹھا لے گئے۔ کچھ نہیں چھوڑا انہوں نے۔"

میں نے چہرے پر احمقانہ تاثرات پیدا کیے جیسے میں اس واردات کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں۔ "نوادرات چوری ہوگئے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میرا مطلب ہے وہاں تو مسلح پہرے دار تھے۔ اور نوادرات کرنسی نوٹ نہیں ہوتے کہ بوری میں ڈال کے نکل جائے کوئی' ہماری طرح۔"

"میں سچ بتا رہی ہوں۔ ابھی مجھے پولیس اسٹیشن سے فون آیا تھا۔ دونوں گارڈز زخمی ہیں اور وہاں رپورٹ درج کرانے گئے ہیں۔"

میں نے کہا "میں ابھی تک سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں کہ یہ ممکن کیسے ہوا؟ یہ سب کس وقت ہوا اور کون ہوسکتا ہے وہ۔۔۔؟"

جولی نے کہا "دیکھو' تفصیلات تو پولیس ہی بتائے گی۔ جو مجھے میرے گارڈ نے بتایا ہے' یہ تھا کہ صبح ساڑھے تین بجے کے قریب دو افراد نے ان کو ناک آؤٹ کیا۔ ان میں سے ایک کے پاس گن تھی۔ دوسرا غالباً جوڈو کراٹے کے فن کا ماہر تھا۔ اس نے ایک ہاتھ مار کے گارڈز کو بے ہوش کردیا اور پھر نوادرات سمیٹ کر لے گئے۔ معلوم نہیں کیسے۔"

میں نے کہا "اس کے لیے وہ ضرور ٹرک لائے ہوں گے اور تمام نوادرات کو اوپر سے نیچے پہنچانے والے لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ صرف دو آدمی یہ کام کرتے تو گھنٹوں لگ جاتے پھر بھی کسی نے ضرور دیکھا ہوگا۔"

وہ سخت اضطراب میں اپنے ناخن کاٹتی رہی "شاعلام۔ تم کیا اندازہ کرسکتے ہو کہ آخر کون ہوسکتا ہے ہمارا ایسا دشمن۔ کون ہماری تباہی کے درپے ہے؟ کل سہ پہر اس نے نوادرات کا معاوضہ چھین لیا تم سے' رات کو وہ نوادرات لے گیا۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "میں کیا کہوں' میرا تو دماغ ہی کام نہیں کررہا۔"

"پھر بھی' تم کچھ اندازہ تو کرسکتے ہو" اس نے اصرار کیا۔

"جولی ڈیئر!" میں نے کہا "اندازہ تم بھی کرسکتی ہو۔ پہلے تم بتاؤ' شاید ہمارے ذہن میں وہی ایک نام ہو۔ تم نے بھی وہی سوچا ہو جو میں سوچ رہا ہوں۔"

وہ کچھ دیر تذبذب کا شکار رہی "میرا ذہن جاتا ہے۔۔۔ لارڈ پرائس کی طرف۔"

میں نے سر ہلایا "میرے ذہن میں بھی اسی کا نام آیا ہے مگر وہ اتنا بے وقوف نہیں ہوسکتا کہ بارہ گھنٹے میں دو سری واردات کرے۔ میرے بعد جمی کو بھی لوٹ لے۔ یہ بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے ہضم نہیں ہوتی۔ وہ اتنا بڑا رسک لینے کی حماقت نہیں کرسکتا۔"

"اگر وہ نہیں تو پھر کون ہے؟ سوچو' ورنہ ہم بڑی مصیبت میں پڑجائیں گے۔ کوئی ضرور کسی کو مار ڈالے گا۔ آپس کے کشت وخون سے بچنے کے لیے اور آپس کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے اصل دشمن کا پتا چلانا بہت ضروری ہے۔"

میں نے کہا "ضروری تو ہے لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ خود پولیس کچھ کرے تو اور بات ہے ورنہ میری سمجھ میں تو یہ بات بالکل نہیں آتی۔ کل میرے تین لاکھ پاؤنڈز لوٹنے کے خواہش مند دونوں تھے' جمی اور لارڈ پراکس مگر پراکس بازی لے گیا۔ میرا تو مستقبل ہی تاریک ہوگیا ہے' میں صرف ایک مڈل مین ہوں۔ نوادرات کسی اور کے ہوتے ہیں۔ میں انہیں یہاں لاکر ڈیلرز کو سونپ دیتا ہوں اور قیمت اصل مالکوں تک پہنچا کے اپنا حق محنت وصول کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ برسوں سے یہی دستور ہے۔ جمی یا لارڈ پراکس کی طرح میرا لندن میں کوئی بزنس یا کوئی گینگ نہیں ہے۔ اب میں کیا واپس لے کر جاؤں گا اور جن کے نوادرات تھے انہیں کیا منہ دکھاؤں گا پھر وہ میرا منہ دیکھ کر کب مطمئن ہوں گے۔ وہ تو کہیں گے نقصان پورا کرو۔ میں کئی برس کے لیے دیوالیہ ہوگیا۔"

"جمی بھی صدمے سے پاگل ہوجائے گا۔"

میں نے کہا "یہ نیت کی سزا ہے۔ کل اس نے سوچا تھا کہ مجھے لوٹ لے۔ قدرت نے پہلے سے اس کی سزا کا بندوبست کرلیا تھا۔ کوئی اس سے بھی بڑا ڈاکو اسے لوٹنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ یہ پلان پہلے سے اس کے ذہن میں تھا لیکن اس پر عمل درآمد ایسے وقت میں ہوا کہ دونوں واراتوں کے پیچھے ایک ہی مقصد اور ایک ہی ہاتھ کارفرما نظر آنے لگا ہے۔ شاید وہ بھی یہی چاہتا تھا۔"

"شاعلام۔ خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ میں بہت زیادہ اپ سیٹ ہوں' ابھی پولیس آجائے گی۔"

میں نے کہا "تم انہیں کب تک ٹال سکتی ہو۔ بہتر ہے کہ پولیس کے آنے سے پہلے ہی جمی کو ذہنی طور پر تیار کرلو۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "آل رائٹ۔ تمہارا حکم ہے تو ٹالا نہیں جاسکتا۔"

جولی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری "شاعلام۔ یہ کام کسی آرٹ ڈیلر یا نوادرات کے اسمگلر کا بھی تو ہوسکتا ہے۔ جن کو تم جانتے ہو؟"

"اگر تمہارا اشارہ رب نواز کی طرف ہے تو۔ نو۔"

"کیوں؟ وہ بھی شریف آدمی تو نہیں ہے۔ کیا یہ نا ہے کہ اس نے ایک ہاتھ سے رقم وصول کرنے اور دوسرے سے مال واپس لینے کا پروگرام پہلے سے بنالیا ہو' وہ مارا جائے گا۔"

"جولی ڈارلنگ! اپنے دماغ پر بلاوجہ زور مت ڈالو۔ الٹی سیدھی باتیں مت سوچو۔ رب نواز پاکستان میں ہے۔ واردات لندن میں ہوئی ہے۔ جتنا عرصہ وہ تمہارے ساتھ رہا۔ کیا اس کی کسی بات سے تمہیں شک ہوا کہ وہ پراکس کرنے کے بجائے ڈیکتی کرنے کا سوچ رہا ہے؟ نو' وہ ایسا کرنے کا اہل ہی نہیں ہے میری طرح۔ یہ کسی گروہ کا کام ہے' جس کے پاس وسائل ہیں اور طاقت ہے۔ پوری انفارمیشن ہے اور بہت کچھ ہے۔"

"بہت کچھ کیا؟"

میں نے کہا "مثلاً گڈول ہے' شک سے محفوظ رہنے کے لیے۔ تجربہ ہے اور صلاحیت ہے سراغ مٹانے کی اور شک کو غلط رخ پر موڑنے کی۔ جگہ ہے مال کو غائب رکھنے کے لیے اور مارکیٹ کے رابطے ہیں چوری کے مال کو ٹھکانے لگانے کے لیے۔"

جمی ناشتا کرکے بیٹھا تھا اور ٹی وی پر مقامی خبروں میں گزشتہ رات کی ڈیکتی پر رپورٹ دیکھ چکا تھا "ہاؤ آر یو علام!" اس نے ٹی وی بند کردیا۔

میں تھکے ہوئے شخص کی طرح کرسی پر گر گیا "میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ میں برباد ہوگیا جمی! اب کوئی مجھ پر اعتماد نہیں کرے گا۔ یہ تین لاکھ پاؤنڈز کا قرض چکاتے چکاتے بوڑھا ہوجاؤں گا۔"

وہ مجھے تسلی دینے کے لیے بولا "ہوسکتا ہے پولیس ڈاکوؤں کا سراغ لگالے۔ میں تو کہتا ہوں کہ تمہیں ڈرے ہوئے لارڈ پراکس کا نام لینا چاہیے۔"

"کسی ثبوت کے بغیر پولیس اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرسکتی۔ الٹا میں پھنس جاؤں گا۔"

وہ بولا "کیا تم نے ناشتا کیا؟"

میں نے کہا "میری بھوک' نیند سب غائب ہوگئی ہے۔"

"چلو یار' اب جیسے بھی ہوگا اس نقصان کو برداشت کریں گے۔ میں تمہارا پچھلا قرض معاف کردوں گا۔ ہمارا کاروباری مراسم تو رہیں گے نا؟"

جولی نے میری طرف دیکھا اور شوہر کی نظر بچا کے مجھے اشارہ کیا کہ میں اصل بات کی طرف آؤں لیکن میں اپنے آپ میں اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ جمی کو ایسی پاگل کردینے والی خبر سناؤں "بات یہ ہے جمی۔" میں نے تمہید باندھی۔

وہ جولی کی طرف دیکھ کے بولا "کیا بات ہے' تم نے کیا کہہ دیا ہے میری خوبصورت بیوی سے کہ اس کا چہرہ اترا ہوا ہے؟"

میں نے کہا "جولی ایک بری خبر سنانے آئی ہے تمہیں۔"

"کیسی بُری خبر؟" جمی چوکنا ہوگیا۔

میں نے دل مضبوط کرکے کہا "تمہارے نوادرات کا سارا ذخیرہ چوری ہوگیا ہے۔"

وہ چند سیکنڈ منہ کھولے بیٹھا رہا "یہ کیا بکواس ہے۔"

میں نے کہا "یہ حقیقت ہے۔ ابھی پولیس آنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم خود کو کنٹرول میں رکھو۔"

وہ چیخا "جولی۔ واٹ از دس۔ یہ کتا کیا بھونک رہا ہے؟"

جولی نے کہا "یہ ٹھیک کہہ رہا ہے ڈیئر۔ کل رات یعنی جو گزری ہے' کسی نے ڈاکا ڈالا اور ہمارے نوادرات کا سارا ذخیرہ لے گیا۔"

جمی نے چیخ کے گلاس کو دیوار پر دے مارا "یہ جھوٹ ہے۔ یہ سچ نہیں ہوسکتا جولی!"

"خدا کے لیے جمی' خود کو سنبھالو۔ ایسا ہی ہوا ہے" جولی نے کہا۔

اس کی کیفیت جنونی ہوگئی "نہیں۔ میں ایسی بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ وہاں مسلح گارڈز کھڑے تھے اور نوادرات کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا۔ کوئی جیب میں یا بیگ میں ڈال کے تو نہیں لے جاسکتا" وہ دھاڑ کے بولا۔

اس شور نے ڈاکٹروں کو متوجہ کرلیا تھا۔ دو نرسوں کے ساتھ ایک ڈاکٹر اندر آگیا "مسٹر جیمس! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"شٹ اَپ اینڈ گیٹ آؤٹ" جمی نے چلا کے کہا۔

میں نے کہا "ڈاکٹر' ایک بری خبر نے اس کے ذہن کو متاثر کیا ہے۔"

"شاعلام! یُو باسٹرڈ۔ بری خبر کے بہانے تم مجھے انجکشن لگوانا چاہتے ہو۔ مجھے سلانا چاہتے ہو۔ میں رات بھر سوتا رہا اور تم۔ کیا تم اور جولی عیش کرتے رہے؟ تمہاری شکلوں سے صاف نظر آرہا ہے۔ تم دونوں نے سازش کی ہے۔ تم مجھے پاگل کرادو گے" وہ دیوانہ وار چیخنے لگا اور چیزوں کو گرانے لگا۔ صدمے سے اس کا دماغ واقعی الٹ گیا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے ڈاکٹر کو بھی دھکا دیا "دفع ہوجاؤ یہاں سے۔ تم بھی ان کے ساتھی ہو۔ تم نے ان دونوں سے رشوت لی ہے مجھے پاگل کرنے کے لیے۔ انہوں نے تو سوچا ہوگا کہ میرا ہارٹ فیل ہوجائے گا مگر میں جان سے ماروں گا ان دونوں کو۔"

اکیلا ڈاکٹر اسے قابو نہیں کرسکتا تھا۔ دونوں نرسوں نے ایمرجنسی الارم دبا اور مدد طلب کرلی۔ دو منٹ میں تین ہٹے کٹے سیکیورٹی گارڈز وہاں پہنچ گئے۔ جمی انہیں بھی گالیاں دیتا رہا مگر انہوں نے پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ اسے جکڑلیا پھر ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگادیا۔

میں ہمیشہ اس کے سامنے جولی سے مذاق کرتا تھا اور اس کے ساتھ رومینٹک ہوجاتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جمی اسے مذاق ہی سمجھے گا مگر اس کے جنسی طور پر بیمار ذہن میں شک کا کیڑا فورم کلبلانے لگتا تھا۔ اس نے کبھی میرے سامنے کوئی ناگواری ظاہر نہیں کی مگر اندر ہی اندر میری ہر بات کا برا مناتا رہا۔ یہ سب لاشعوری نفرت کا زہر اچانک پھوٹ بہا تھا۔ اصل صدمہ کچھ اور تھا مگر ہوش کے بریک فیل ہوئے تو اس نے وہ سب بھی بک دیا تھا جو سچ نہیں تھا مگر اسے سچ کی طرح ڈرانے والا لگتا تھا۔

تین منٹ میں جمی ڈھیلا پڑگیا۔ اس کی چیخ وپکار بھی غراہٹ میں ڈھل گئی اور اس کی غصیلی نفرت بھری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

ڈاکٹر نے اسے آرام سے لٹادیا "بری خبر کیا تھی؟"

میں نے کہا "ایک اور ڈیکتی کی واردات میں ڈاکو اس کے چھ لاکھ پاؤنڈز لے گئے۔"

ڈاکٹر کی آنکھیں پھیل گئیں "چھ لاکھ پاؤنڈز۔۔۔ کیش۔۔۔؟"

میں نے کہا "نہیں۔ چھ لاکھ پاؤنڈز کا مال۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کا اتنا تباہ کن اثر ہوگا۔ جمی مضبوط اعصاب رکھنے والا شخص ہے۔"

ڈاکٹر نے سر ہلایا "ابھی اس کے اعصاب پر کل کے واقعات کا اثر ختم نہیں ہوا تھا۔"

میں نے کہا "اب پولیس آنے والی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "اس حالت میں پولیس کیا پوچھے گی اور پھر ہم اس کی اجازت کب دیں گے۔"

"لیکن میں تو ٹھیک ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں ان سے بات کرسکتا ہوں اور شاید اب میرا اسپتال میں رہنا بھی ضروری نہیں" میں نے کہا۔

"وہ ہم دیکھیں گے' ابھی تم بھی اپنے کمرے میں جاکے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیٹو۔ ریلیز سے پہلے فائنل چیک اپ ضروری ہے۔ آپ بھی خاتون' یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ اسپتال ہے' کوئی کلب نہیں۔ آپ نے یہ سمجھا ہوتا تو اتنا ہنگامہ نہ ہوتا۔" ڈاکٹر بگز گیا۔

پولیس کے دو سراغ رساں اسپتال پہنچ گئے تھے مگر اوپر کسی مریض کے کمرے میں جانے کے لیے انہیں ڈاکٹر کی اجازت درکار تھی۔ وہ نیچے ویٹنگ ہال میں بیٹھے رہے۔ میں نے اپنے کمرے میں ناشتا منگوایا۔ جی یا جولی کے سامنے ضروری تھا کہ میں صورت پر مایوسی' حزن وملال اور پریشانی کے جذبات طاری رکھوں اور اپنے اصل جذبات کے برعکس اداکاری میرے لیے ایک چیلنج بن گئی تھی۔ اندر سے میں بہت خوش تھا۔ میرا پلان بہت کامیاب گیا تھا اور اب وہ وقت بہت قریب تھا جب شاہ عالم سارا مال غنیمت سمیٹ کر لندن سے ہی نہیں' اس دنیا سے بھی ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائے لیکن اس سے پہلے مجھے بہت سے مرحلے درپیش تھے۔ مجھے تفتیش کے عمل میں قانون سے تعاون کرنا تھا اور اپنے آپ کو شاہ عالم کے کاروبار سے ایسے باہر نکالنا تھا کہ جی کو شک بھی نہ ہو۔ اس کے لیے میرے انتظامات مکمل تھے لیکن میں افراتفری میں فرار ہو کے شک کی فضا پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اطمینان اور اعتماد کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔

میں نے ڈٹ کے ناشتا کیا اور فائنل چیک اپ کے لیے تیار ہو گیا۔ صبح کی شفٹ میں پھر وہی ڈاکٹر آ گئے جنہوں نے گزشتہ روز مجھے داخل کیا تھا۔ انہوں نے میری جسمانی حالت دیکھی اور ذہنی حالت کے بارے میں کئی سوال کیے۔ میں کیسا محسوس کرتا ہوں۔ کیا میں پُرسکون ہوں۔ مجھے دیکھنے سننے میں کوئی پرابلم تو محسوس نہیں ہوتی۔ انہوں نے مجھے رنگین پارٹ دکھائے اور جیومیٹریکل پیٹرن ترتیب سے لگانے کو کہا۔ ایک لکیر پر اور پھر ایک دیوار پر چلا کے دیکھا۔ بالآخر مجھے فٹ اور نارمل قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد پولیس نے مجھے گھیر لیا۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے ان کے ساتھ پولیس اسٹیشن جانا ہوگا تو میں نے انکار کر دیا "تم کو جو پوچھنا ہے یہاں پوچھ سکتے ہو۔"

"تم اپنے وکیل کو بلوا سکتے ہو۔"

میں نے کہا "کیوں' کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے' ڈکیتی کا شکار ہو کے؟ کیا تین لاکھ پاؤنڈز گنوانا خلاف قانون ہے؟ میری مدد کرنے کے بجائے تم مجھے ہراساں کرنا چاہتے ہو' ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"مسٹر عالم' آپ نے غلط سمجھا۔"

میں نے کہا "غلط تم نے سمجھا ہے کہ مجھے جہاں چاہو جاؤ۔ میں ایک پاکستانی ہوں اور میرے پاس ڈپلومیٹک پاسپورٹ ہے۔ کیا تم نے میرے سفارت خانے سے اجازت لی ہے؟"

وہ بغلیں جھانکنے لگے "تم انہیں اطلاع دے سکتے ہو لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیونکہ ہم صرف تمہارا بیان لینا چاہتے ہیں۔"

"بیان میں کل دے چکا ہوں۔"

"کچھ نئی باتیں ہیں جو تفتیش میں سامنے آئی ہیں" ایک سراغ رساں بولا۔

دوسرے نے کہا "اور پھر کچھ واقعات ایسے پیش آئے ہیں جو تمہارے علم میں نہیں۔ اسپتال ان باتوں کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں۔"

میں نے کہا "کیا اس معاملے میں ملوث دوسرے سب لوگ اپنے بیانات ریکارڈ کرا چکے ہیں؟"

سراغ رساں نے کہا "مسز جیمس کی حالت ایسی نہیں کہ وہ بیان دیں۔"

میں نے کہا "کیا تم نے لارڈ پرائس سے بات کی' وہ کہتا ہے؟"

"تمہیں دوسروں کے بیان سے غرض نہیں ہونی چاہیے" دوسرے سراغ رساں نے برہمی سے کہا "ہم کام جانتے ہیں۔ ہمیں مت بتاؤ کہ ہم پہلے کیا کریں۔"

میں نے کہا "کیسی عجیب بات ہے کہ تم پہلے ان لوگوں کا بیان لینا چاہتے ہو جو اسپتال میں لیٹے ہوئے تھے اور واردات کا شکار ہوئے۔ کل دو پہر لندن کی ایک سڑک پر سے تین لاکھ پاؤنڈز چھین لیے گئے۔ مجھ پر ایک قاتلانہ حملے کے بعد جس میں اگر میری مزاحمت شامل ہوتی تو ڈاکو بلاشبہ مجھے قتل کر دیتے اور لندن کی پولیس جو اچھی کارکردگی کی بڑی اچھی شہرت رکھتی ہے ابھی تک میرا بیان لینے کے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکی ہے۔ وہ تین لاکھ پاؤنڈ جس نوادرات کے ذخیرے کا معاوضہ تھے وہ گزشتہ رات چوری ہو گیا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واردواتوں کے پیچھے ایک ہی ہاتھ ہے؟"

"بظاہر تو یہی نظر آتا ہے۔"

"تو کیا وہ ایک ہاتھ میرا ہے کہ تم صبح صبح مجھ سے معلومات حاصل کرنے آ گئے؟"

ایک سراغ رساں نے کہا "دیکھو مسٹر عالم! معاملہ

حاصل کیے بغیر تو کچھ نہیں ہو سکتا اور تم نے یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ اس کا مقصد تم پر شک کرنا یا تم کو پریشان کرنا ہے؟"

میں نے کہا "اگر تو تم تین لاکھ پاؤنڈز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو اب تک نہیں پوچھا تھا تو میں تعاون کے لیے تیار ہوں لیکن مجھ سے کوئی سوال اس مال کے بارے میں پوچھو گے جو اب مشترکہ طور پر لارڈ پرائس اور جیمس کی ملکیت تھا تو میں کچھ بتانے سے قاصر ہوں۔"

"وہ سب نوادرات تم ہی لائے تھے پاکستان سے۔؟"

"وہ کوئی جرم نہیں تھا۔ پاکستان سے اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔ اس وقت سوال یہ نہیں ہے کہ جو مال میں لایا وہ کن ذرائع سے آیا۔ قانونی طور پر برطانیہ پہنچایا نہیں۔ وہ مال میں نے ڈیلیور کر دیا تھا۔ اس کی ملکیت سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب وہ چوری ہوتا ہے یا جل کے خاک ہو جاتا ہے' اس کے مالک جانیں۔ میرا معاملہ اس سے الگ ہے۔ میرے تین لاکھ پاؤنڈز ڈاکوؤں نے چھین لیے۔ کیا پولیس وہ برآمد کر سکتی ہے' یہ سوال اس کے بعد اٹھ سکتا ہے کہ میں نے وہ تین لاکھ پاؤنڈز جائز طور پر کمائے تھے یا غیر قانونی طور پر۔"

ایک سراغ رساں بولا "تمہارا موقف قانونی طور پر غلط نہیں ہے۔ اس کیس میں دوسرے لوگ تفتیش کر رہے ہیں۔"

دوسرا بولا "گزشتہ رات کی ڈکیتی کی پہلی واردات سے تعلق ضرور ہے اس لیے ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا تم کو کسی پر شک ہے؟ تم اور جی پرانے بزنس پارٹنر ہو۔ تمہارا ایک ورکنگ پارٹنر پاکستان میں ہے۔"

پہلے نے کاغذات پر ایک نظر ڈالی "رب نواز!"

دوسرا بولا "تمہیں یقیناً معلوم ہوگا کہ لارڈ پرائس کے علاوہ نوادرات کا خریدار اور کون تھا۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ سو فیصد قانون نظر آنے والے اس کاروبار میں ۹۰ سو فیصد غیر قانونی لین دین ہوتا ہے۔ اس کے دو پہلو زیادہ سنگین ہیں۔ ایک یہ کہ نوادرات ساری دنیا سے چوری ہو کے آتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ جعلی بھی ہوتے ہیں لیکن اس وقت ہم اس پہلو سے واردات کا جائزہ نہیں لے رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تین لاکھ پاؤنڈز تو کوئی بھی چھین سکتا ہے مگر نوادرات کوئی غیر متعلقہ شخص چوری نہیں کر سکتا۔"

میں نے کہا "یہ تم بالکل صحیح خطوط پر سوچ رہے ہو۔"

"نوادرات کا بزنس بالکل الگ ہے اور بہت محدود ہے۔ جس شخص نے بھی رات کو ڈاکا ڈالا اور اس ذخیرے کو اٹھا کر لے گیا وہ غیر محدود مدت تک اسے چھپا کے رکھ سکتا ہے اور جب یہ محسوس کرے کہ اب معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے تو اس مال کو دوسرے مال کے ساتھ مارکیٹ میں لا سکتا ہے۔ کیا تم ہمیں نوادرات کے پرانے اور بڑے ڈیلرز کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتے ہو؟"

میں نے کہا "لندن میں نوادرات کی ایک پوری مارکیٹ ہے۔"

"میں صرف ان ڈیلرز کی بات کر رہا تھا جن سے تمہارا لین دین تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے لندن کے سارے ڈیلرز کو شاملِ تفتیش نہیں کیا جا سکتا۔"

میں نے کہا "یہ معلومات بھی تمہیں جی فراہم کر سکتا ہے۔ انفرادی خریداروں سے وہی ڈیل کرتا تھا اور اب میں اجازت چاہوں گا کیونکہ مجھے فوری طور پر گھر پہنچنا ہے۔ گزشتہ رات میری ساس مر گئی۔"

ایک سراغ رساں نے قدرے طنز آمیز تمسخر کے ساتھ کہا "کیا اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ داماد کے اتنے بڑے نقصان کا صدمہ برداشت نہیں کر سکی؟"

میں نے کہا "ویری فنی! وہ عرصہ دراز سے شدید علیل تھی۔"

سوال کرنے والا کچھ خفیف ہوا' اس کے ساتھی نے کہا۔ "سوری مسٹر عالم۔ تم ضرور جاؤ لیکن ایک آخری سوال ــــ اف یو ڈونٹ مائنڈ!"

میں نے کہا "مائنڈ کرنے کی بات تو ہے مگر تم پوچھو۔"

"آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ اتفاق ہے یا کچھ اور کہ تم یکے بعد دیگرے قانونی معاملات میں ملوث ہوتے جا رہے ہو۔ تم نے فلمی ہیرو کی طرح ایک اولڈ لیڈی کے ہوسٹل پر حملہ کرنے والے چار بدمعاشوں کو مار مار کے اسپتال پہنچا دیا' معاملہ کسی لڑکی کا تھا؟"

میں نے کہا "یہ غلط ہے۔"

وہ اپنی رپورٹ دیکھ کر بولتا گیا "گزشتہ ہفتے بھی تم نے اپنے گھر میں چوری کی نیت سے داخل ہونے والے ایک بدمعاش کو اس بری طرح مارا کہ وہ اسپتال میں مر گیا۔"

"اگر میں اپنا دفاع نہ کرتا تو وہ مجھے مار ڈالتا اور میرے پہنچنے سے قبل وہ میری بیوی اور اس کی ماں کو تشدد کا نشانہ بنا چکا تھا۔"

"دو دن قبل تم ایک بروکر آرنلڈ میکنزی سے ملے تھے۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا؟" میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کل وہ پُراسرار حالات میں مرگیا۔ اس کے وارث آر نلڈ کی خودکشی کو قتل قرار دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا "جس شخص سے وہ آخری بار ملا' وہ لارڈ برائس تھا۔ میں نے چلّا کے کہا "ان کے درمیان کمیشن کا جھگڑا تھا' بظاہر لیکن صرف جائز کمیشن کی ادائیگی کے مسئلے پر کوئی بروکر کو قتل نہیں کرتا۔ آخر میں نے بھی تو اسے پندرہ ہزار پاؤنڈ ادا کیے تھے۔ غالباً ان کے درمیان کوئی اور اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔"

اس نے کچھ لکھتے ہوئے کہا "مثلاً؟"

میں نے کہا "لارڈ کا نام بہت بڑا ہے لیکن اس کی نیک نامی نہیں ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ انڈرورلڈ سے مضبوط کنکشن رکھتا ہے اور اس نوادرات کی مافیا کو کنٹرول کرنے والوں میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی لوگ ہوں گے۔ دوسرے شہروں میں اور ملکوں میں لیکن یہاں میں نے صرف اس کے بارے میں یہ سنا ہے۔"

"تم نے صحیح سنا ہے۔"

"ظاہر ہے میں اس بزنس سے وابستہ ہوں۔ ممکن ہے آر نلڈ میکنزی نے چوری کے مال یا جعلی نوادرات کے کسی مسئلے پر لارڈ کو بلیک میل کرنا چاہا ہو۔ اس کے پاس لارڈ کی دھوکا دہی کا کوئی ایسا ثبوت ہو جس سے لارڈ برائس کو کاروباری نقصان ہونے کا احتمال ہو یا اس کی کاروباری ساکھ تباہ ہوتی ہو۔ آر نلڈ اپنے شعبے میں ماہر فن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی رائے کو مسترد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں صرف امکان کی طرف اشارہ کررہا ہوں۔ وجوہات قطعی مختلف بھی ہوسکتی ہیں۔"

"کیا تم بھی یہ سمجھتے ہو اور شک کرتے ہو کہ کل کی ڈکیتی' جس میں تمہارے تین لاکھ پاؤنڈز چھین لیے گئے خود لارڈ برائس کی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھی؟" ان میں سے ایک نے اچانک سوال داغ دیا۔

"کسی ثبوت کے بغیر میں الزام تو نہیں لگا سکتا لیکن اپنے طور پر میں لارڈ برائس کے سوا کسی پر بھی شک نہیں کرسکتا" میں نے کہا "تم نے ابھی کہا تھا کہ ایک آخری سوال۔ لیکن تم دس سوال پوچھ چکے ہو' اب میں چلتا ہوں۔"

میں نے اپنا دفاع کرتے ہوئے الزامات کا بوجھ لارڈ برائس کی طرف منتقل کردیا تھا۔ پولیس والے بے وقوف نہیں تھے۔ جن امکانات کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا وہ پہلے ہی ان کے ذہن میں تھے۔ دونوں سراغ رساں باہر تک میرے ساتھ آئے۔

ایک نے کہا "جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ اس بزنس میں رب نواز' جو پاکستان میں ہے سپلائر تھا۔ تم کوریئر کا کام کرتے تھے اور جی تم سے مال خرید کر آگے دیتا تھا' رائٹ؟"

"رائٹ" میں نے کہا "اس کی صحیح اور مکمل معلومات تمہیں جمی دے سکتا ہے۔ میں تو جب مال کے ساتھ آتا تھا تو میری ڈیلنگ صرف جمی سے ہوتی تھی اور میرا قیام بھی مختصر ہوتا تھا لیکن یہ بہت پرانی بات ہے۔"

"اس کے بعد ایک طویل عرصے تک تم کاروبار سے باہر رہے۔"

میں نے کہا "ہاں اور اس لمبے وقفے کے بعد وہ پہلا کاروباری رابطہ تھا۔"

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا تو منکر نکیر بن کے نازل ہوجانے والے ان فرشتوں سے میری جان چھوٹی۔ ان کے پاس میری پوری فائل تھی۔ چوبیس گھنٹے میں انہوں نے میرا ساری ماضی کھنگال لیا تھا اور کمپیوٹر سے ریکارڈ لے کر لندن میں میرے قیام کی پوری تاریخ مرتب کرلی تھی۔ تاہم اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس کی بنا پر وہ شاہ عالم کو گرفتار کرسکتے یا اس کی ملک بدری DEPORT کرنے کے لیے کارروائی کا آغاز کرتے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ میں پاکستان کا ایک سیاسی لیڈر ہوں جو ناموافق حالات کی بنا پر دوسرے بہت سے لیڈروں کی طرح بیرون ملک جلاوطنی کی زندگی گزارنے کو ترجیح دیتا ہے۔ انہیں یہ بھی علم ہوگا کہ ڈپلومیٹک پاسپورٹ کی بنا پر مجھے تحفظ یعنی IMMUNITY حاصل ہے اور میرے خلاف براہ راست کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لیے پہلے پاکستان کے سفارت خانے کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مجھ سے تعرض نہیں کیا اور تفتیش میں بھی میرے ساتھ مہذب رویہ اختیار کیا۔ میرا موقف قانونی طور پر بلاجواز اور غلط نہیں تھا۔ پہلی بار میں جن چار بدمعاشوں کی پھینٹی لگائی تھی وہ ایک پاکستانی لڑکی کو زبردستی اٹھا کے لے جانا چاہتے تھے۔ وہ لڑکی بردہ فروشوں کے چنگل میں پھنس کے برطانیہ آگئی تھی۔ بعد میں اس نے میری مدد قبول کرنے سے انکار کردیا کیونکہ خود اس کی ماں اسے کسب کا ذریعہ بنانا چاہتی تھی لیکن اس کیس میں عدالت نے باعزت طور پر رہا ہی نہیں کیا تھا' گیسٹ ہاؤس کی مالکن بڑھیا کی جان بچانے پر میری تعریف بھی کی تھی۔

دوسرا معاملہ اس چور کا تھا جو گھر سے میرے مالک مکان پروفیسر کی کچھ دستاویزات چرانے آیا تھا اور میرے پہنچ جانے

سے پہلے وہ روشنی کو اور اس کی ماں کو مزاحمت کی سزا دے چکا تھا۔ اس نے مجھ پر فائر کیے تھے اور میری جان بال بال بچ گئی تھی۔ ظاہر ہے اس کے بعد میں اس سے شرافت کا برتاؤ نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے اسپتال میں مرجانے سے یہ کیس بھی ختم ہوگیا تھا اور مرنے والے نے آخری وقت میں مجھ سے معافی مانگنے کی کوشش کی تھی مگر موت نے اسے مہلت نہ دی۔

اب چوبیس گھنٹے میں دو کیس ہوگئے تھے جو اپنی سنگینی کے اعتبار سے پہلے کی تمام وارداتوں پر بھاری تھے اور میں دونوں میں ملوث ہوگیا تھا۔ ایک میں براہ راست اور دوسرے میں بالواسطہ۔ دونوں معاملات میں قانونی طور پر میں بالکل محفوظ تھا لیکن ان سراغ رسانوں کا یہ پوچھنا برحق تھا کہ آخر میں ہی ہر قانونی معاملے میں ملوث کیوں ہوجاتا ہوں۔ عام آدمی زندگی میں ایک بار بھی پولیس اور عدالت کے چکر میں نہیں پڑتا اور حادثاتی طور پر ایسا تجربہ ہوجائے تو ساری عمر محتاط رہتا ہے۔ میں اتمام حجت کے لیے اسے بدقسمتی یا اتفاق کہہ سکتا تھا مگر پولیس کے لوگ بار بار کے اتفاقات کے قائل نہیں ہوتے اور ان کے درمیان اسباب کا رشتہ تلاش کرنے لگتے ہیں۔

میرے گھر پہنچنے سے پہلے ہی عینی اور عاقل اپنے مشن کو مکمل کرکے کامیاب لوٹ آئے تھے اور اس پر ان کی دلی مسرت کے جذبات چھپائے نہیں چھپے تھے مگر روشنی کی ماں کی موت کے المیے نے انہیں ایک پُرمتانت اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ روشنی کے غم میں شریک نظر آنے کی پوری کوشش کررہے تھے۔

روشنی کی ماں کا سرد جسم ایک چادر سے ڈھکا ہوا بے حس و حرکت پڑا تھا اور روشنی اس کے نزدیک ہی فرش پر چپ بیٹھی تھی۔ اپنی ٹھوڑی کو گھٹنوں پر ٹکائے وہ ہاتھ باندھے خلا میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے بال پریشان تھے اور آنکھوں سے آنسو خود بخود نکل کر رخساروں پر بہتے جارہے تھے۔

میں اس کے پاس بیٹھ گیا "روشنی' آئی ایم سوری!"

وہ نظر جھکا کے بولی "تم خفا نہیں ہو مجھ سے؟"

میں نے کہا "کس بات پر؟"

"ابھی جو میں نے بکا۔"

میں نے کہا "غصے اور صدمے میں آدمی کو خود پر اختیار نہیں رہتا۔ اب یہ بتاؤ' کیا کرنا ہے؟"

وہ بولی "کچھ نہیں۔ میں نے ایک کمیونٹی سینٹر کو مطلع کردیا تھا۔ وہاں سے ایک مُردے نہلانے والا مسجد کا ملازم آئے گا' وہی کفن بھی لائے گا۔ عورت کو غسل اور کفن دینے والی کوئی عورت یہاں نہیں تھی۔ اگر کہیں ملتی ہے تو مجھے علم نہیں۔"

عینی نے اچانک کہا "تم فکر مت کرو۔ ماں کو غسل میں دوں گی۔"

سب کی حیران نظر ایک ساتھ عینی کی طرف اٹھی۔ بلاشبہ یہ کوئی مشکل کام نہیں لیکن اس کے کچھ بنیادی طریقے اور ادب آداب ہیں جن سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوتے۔

"مجھے آتا ہے" عینی نے ہمارے اطمینان کے لیے کہا۔

میں نے یہ پوچھنا غیر ضروری سمجھا کہ اسے یہ کام کیسے آتا ہے اور کس نے سکھایا۔ میرا اندازہ یہ کہتا تھا کہ جب وہ ڈاکوؤں کے گروہ میں تھی تو شاید کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوئی ہوگی جب اسے یہ کام کرنا پڑا اور کسی نے اسے عورت کی میت کے غسل اور کفن کا جو طریقہ اسے بتایا تھا وہ اس نے یاد رکھا۔

"ماں نے بہت تکلیف اٹھائی" روشنی کچھ دیر بعد بولی۔

میں نے اسے دکھ بھری یادوں کے ذکر سے دور رکھنے کے لیے کہا "تمہاری ایک بہن بھی تو ہے یہاں؟"

اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آگئی "ہاں۔"

"تم نے اسے بتایا؟"

روشنی نے اقرار میں سر ہلایا۔ "میرا ارادہ نہیں تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرے جذبات کچھ بھی ہوں۔ ماں کا اس پر یہ حق ضرور ہے کہ مٹی میں دفن ہونے سے پہلے وہ بیٹی بھی اس کی صورت آخری بار دیکھ لے۔ اس کا سراغ بڑی مشکل سے ملا۔ وہ ایک نائٹ کلب میں ڈانسر ہے۔ صبح پانچ بجے سوئی تھی تو اس نے فون اٹھا کے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ شاید وہ ہر روز ایسا ہی کرتی ہوگی۔ میرے پاس کلب کا نمبر تھا۔ وہاں بھی دن میں کوئی نہیں ہوتا مگر صفائی کرنے والا عملہ آگیا تھا۔ ایک پاکستانی کرسچین لڑکی نے ریسیور اٹھالیا۔ میں نے اسے پیغام دیا کہ میں اپنی بہن سے بات کرنا چاہتی ہوں مگر اس کا فون مل نہیں رہا ہے۔ کیا تم اسے جاکے یہ بتاسکتی ہو کہ اس کی ماں مرگئی ہے؟ اس نیک دل لڑکی نے کہا کہ میں ابھی پتا کرتی ہوں وہ کہاں رہتی ہے۔ آپ کا پیغام پہنچ جائے گا۔ وہ خود فون کرے گی آپ کو۔"

"پھر فون کیا اس نے؟"

"ہاں۔ تمہارے آنے سے کچھ دیر پہلے۔ اسے سوتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اٹھایا گیا تھا اور نائٹ کلب کی تھکا دینے والی جسمانی مشقت کے بعد اس کے لیے بات کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ماں کا مرنا اس کے حق میں تو خیر اچھا ہوا لیکن تم بھی ذمے داری کے بوجھ سے آزاد ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا کہ ماں مجھ پر بوجھ ہے تو وہ کہنے لگی کہ خواہ مخواہ جذباتی خود فریبی کا مظاہرہ مت کرو۔ تم نے جو کچھ ماں کے لیے کیا' وہ بہت مشکل تھا مگر تم پر آپڑی تھی تو تم کیا کرتیں۔ تمہاری وجہ سے میں احساسِ جرم کا شکار بھی ہو جاتی تھی کبھی کبھی۔ اب تم چاہتی ہو کہ میں تمہارا احسان مانوں تو ٹھیک ہے' میں مانتی ہوں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں خرچ میں شریک ہو جاؤں تو مجھے بتا دو کہ میں تم کو کتنی رقم کا چیک بھیج دوں۔ میں نے اسے برا بھلا کہا کہ میں نے تو صرف اس لیے فون کیا تھا کہ تم کو بعد میں گلہ نہ ہو۔ دل چاہے تو آخری بار آ کے شکل دیکھ جاؤ۔ وہ بولی کہ دل تو چاہتا ہے مگر ہمت نہیں ہے۔ رات بھر کی تکان کے بعد لیٹی ہی تھی سونے کے لیے۔ سوری' میں نہیں آسکوں گی مگر یہاں قریب ہی ایک مسجد ہے۔ وہاں میں کہلوا دوں گی کہ قرآن کا ختم کرا دیا جائے۔ معاوضہ میں دے دوں گی۔ بس اس سے زیادہ سننے کی مجھ میں تاب نہیں تھی۔ میں نے کہا کہ تم مت فکر کرو ماں کی مغفرت کی۔ وہ اس کے اعمال پر ہوگی جو بہرحال تمہارے اعمال سے لاکھ درجہ بہتر تھے۔ اور فون بند کر دیا۔"

میں نے کہا "چلو۔ یہ بھی ہوتا ہے دنیا میں۔ آخر سڑکوں اور پارکوں میں بازار اور اسپتالوں میں لاوارث بھی تو مرجاتے ہیں لوگ۔"

میت لے جانے والی گاڑی کے آنے تک وہ پرانے وقتوں کی باتیں کرتی رہی۔ یہ ایک فطری ردِعمل تھا۔ اسے اپنا بھائی یاد آ رہا تھا جو افغانستان میں جہاد کرنے گیا تھا اور لاپتا ہو گیا تھا۔ ایک ہنستے بستے خاندان کو حادثاتِ زمانہ نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور ایک اجنبی دنیا کی ہوا نے انہیں خزاں رسیدہ پتوں کی طرح منتشر کر دیا تھا۔

صرف ایک گھنٹے میں روشنی کی ماں اپنے آخری سفر کے لیے تیار ہو گئی۔ میت گاڑی جسے یہاں HEARSE کہا جاتا تھا ایک لمبی سیاہ رنگ کی کار تھی۔ تدفین کے لیے یہاں تابوت لازمی تھا جو گاڑی کے ساتھ آیا تھا۔ یہ کاروبار بھی یہاں بہت منظم ہے۔ میت کی تیاری سے تدفین تک سارے مراحل وارثوں کی مرضی کے مطابق طے ہو جاتے ہیں۔ اخراجات وہ جتنے کرنا چاہیں ان کی مرضی۔ تابوت ایک سے ایک اعلیٰ اور مہنگا بھی ملتا ہے۔ عیسائیوں کا تو خیر نظام ہی الگ ہے یہاں مسلمان بھی جزوی طور پر اسی سسٹم کو اپنانے پر مجبور تھے۔

روشنی نے اپنے کچھ جاننے والوں کو فون کیا تھا۔ چند ایک نے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے معذرت کر لی تھی کہ وہ ڈیوٹی پر ہیں اور ان کے لیے جنازے میں شرکت ممکن نہیں۔ کچھ نے جھوٹ بول دیا تھا کہ آئیں گے مگر نہیں آئے پھر بڑے کاروباری شہروں کا ایک سا المیہ ہے۔ لوگ شام کے اوقات میں جنازے میں شرکت کرنے اور فاتحہ سوئم وغیرہ کے لیے آ ہی نہیں سکتے۔ کسی کو جلدی ہو تو ہر کام رات کو کیے جاتے ہیں ورنہ چھٹی والے دن تک میت کو سرد خانوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور اتوار کو ٹھیک وقت پر نکال لیا جاتا ہے۔ جنازے کو کندھا دینے کا تصور بھی عملاً ختم ہو گیا ہے۔ لوگ گاڑیوں میں ساتھ چلتے ہیں یا سیدھا قبرستان پہنچتے ہیں اور پندرہ بیس منٹ میں فارغ ہو کے واپس چلے جاتے ہیں۔

روشنی نے اتوار کا انتظار لاحاصل سمجھتے ہوئے فوری تدفین کا صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اتوار کو بھی کیا فرق پڑتا۔ زیادہ سے زیادہ چار چھ لوگ اخلاقاً رسمِ دنیا نباہنے کے لیے یا ثواب کی خاطر آجاتے۔

اس وقت گاڑی میں بس ہم چار بیٹھے پھر عاقل کو واپسی کا خیال آگیا اور وہ اتر کے اپنی گاڑی میں پیچھے چلنے لگا۔ لندن کی پرہجوم سڑکوں پر میں نے ایسی کئی گاڑیاں دیکھیں جن کی طرف کوئی متوجہ بھی نہ تھا۔ مسجد سے آنے والا نومسلم کلین شیو مولوی میت گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ آگے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے بس مسلمانوں کے قبرستان پہنچ کے نمازِ جنازہ پڑھانی تھی ورنہ اس کا کوئی کام نہ تھا۔

قبرستان تقریباً سوا گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد آیا۔ گاڑی کو ایک سیاہ فام چلا رہا تھا جس نے یہ پوچھنے کی ضرورت بالکل محسوس نہیں کی کہ مرنے والا کون تھا اور اس کا ہم سے کیا رشتہ تھا۔ وہ مزے سے سیٹی بجاتا رہا پھر اس نے اپنی پسند کا ایک کیسٹ لگا دیا اور ہم نے اعتراض کیا تو اس نے اسپیکر بند کر کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھا لیے۔ اگلے ہی چوک پر اس کا چالان ہو گیا۔

سارجنٹ نے کہا "تم بہرے ہو کے ڈرائیونگ کر رہے تھے۔"

ڈرائیور نے جھلا کے کہا "کیا بہرے میوزک سنتے ہیں؟"

"ایسے میوزک سننے والا باہر کی آوازیں نہیں سن سکتا۔" سارجنٹ نے اس کو ٹکٹ دے دیا۔

گاڑی قبرستان میں اندر تک گئی۔ وہ چھوٹا سا احاطہ تھا جس کے باہر لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کے اس قبرستان کے لیے زمین فلاں انجمن نے خرید کر وقف کی ہے۔ اس میں قبریں ترتیب سے بنی ہوئی تھیں اور ہر قبر پر ایک نمبر تھا۔ اس نمبر کا حوالہ دے کر آپ شہر کے مرکزی کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سے مرنے والے کے بارے میں مکمل تفصیلات حاصل کر سکتے ہیں یہاں تک کہ ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور پوسٹ مارٹم رپورٹ تک ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ مرحوم کے مختصر سوا کی خاکے سے یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ کبھی قانون شکنی میں ملوث ہوئے یا جیل گئے۔ گئے تو کس جرم میں اور کتنا عرصہ وہاں قیام فرمایا۔

میں نے اور عاقل نے تابوت کو آگے پیچھے ایک طرف سے پکڑا' مولوی اور ڈرائیور نے دوسری طرف سے پھر مولوی نے امامت کی اور میں اور عاقل پیچھے صف بنا کے کھڑے ہوئے اور دو منٹ میں نمازِ جنازہ ختم ہو گئی مگر اس کے بعد روشنی کو دس منٹ مختلف فارم پُر کرنے میں لگے۔ مولوی اپنی گاڑی میں بیٹھ کے رخصت ہو گیا جس میں میت لائی گئی تھی۔ اسے قبر تک لے جانے والے دو ہی افراد رہ گئے۔ تابوت میں دو کندھے دائیں بائیں طرف آگے تھے اور دو پیچھے۔ چنانچہ روشنی اور عینی نے بھی تابوت اٹھانے میں مدد کی۔ فارم بھروا کے کمپیوٹر میں اندراج کرنے والا کلرک قطعی لاتعلقی کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھا رہا۔

قبر میں تابوت اتارنے اور اسے مٹی سے بھرنے کے لیے دو پیشہ ور مزدور کدال اور بیلچے اٹھائے منتظر تھے۔ انہوں نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ قبر کو دس منٹ میں بھر دیا اور پانچ پاؤنڈ لے کر رخصت ہو گئے۔ اس کی انہوں نے رسید بھی دی۔ یہاں پر ادائیگی کے ساتھ رسید لازمی طور پر منسلک تھی۔ اسے رسید نہیں بلکہ بل کہا جاتا تھا۔

جب میں اور عاقل فاتحہ پڑھ کے فارغ ہوئے اور واپس چلنے لگے تو کارپوریشن کے کلرک نے مجھے اشارے سے بلایا اور اپنا بل دیا جو چار سو ستر پاؤنڈز کا تھا۔ اس میں جگہ کی قیمت تھی اور کارپوریشن کے ٹیکس وغیرہ شامل تھے۔ اس نے مجھے ایک اور فارم بھرنے کے لیے کہا جو میں نے روشنی کے حوالے کر دیا۔ یہ ڈیتھ سرٹیفکیٹ کی درخواست تھی۔ اس نے کہا کہ اگلے دن ہم سٹی میونسپلٹی کے دفتر سے رجوع کریں۔ سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔

واپسی کے لیے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد روشنی نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا UNDERTAKER" نے بل دیا تھا؟"

میں نے کہا "دیا تھا۔ میں نے ادا کر دیا۔"

"تو۔۔۔ وہ میری ذمے داری ہے" روشنی جذباتی ہو رہی تھی۔

میں نے تین سو چوراسی پاؤنڈز کا بل اسے تھما دیا۔ اس میں تابوت کی قیمت' کفن کی لاگت اور میت گاڑی کا کرایہ تو شامل تھا ہی' مولوی کی خدمات کے بھی پچاس پاؤنڈ لگائے گئے تھے۔ اس میں غسل دینے اور کفن پہنانے کے علاوہ نماز جنازہ پڑھانے اور فاتحہ پڑھنے کے اخراجات شامل تھے۔ یہ تمام اخراجات پاکستان میں بھی ہوتے ہیں لیکن ایک تو کسی چیز کا ریٹ مقرر نہیں' دوسرے خدمات کے معاوضے کو نذرانہ سمجھا جاتا ہے۔ غریب امیر اپنی استطاعت اور جذبے کے مطابق مولوی صاحب کو جو کچھ پیش کر دے' اسے وہ دیکھے بغیر شکریے کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔ شاید کبھی وہ وقت آ جائے جب لاہور' اسلام آباد جیسے بڑے شہروں میں بھی آجائے جب تدفین بھی ایک باقاعدہ کاروبار کی شکل اختیار کر لے۔ اس وقت بھی میت گاڑی اور کفن دفن کے اخراجات تو مقرر ہیں اور ان کی رسید بھی ملتی ہے لیکن قبر خریدنا سودے بازی کا معاملہ ہے۔ اپنے پسندیدہ قبرستان میں پسند کی جگہ لینے کے لیے لوگ لاکھوں بھی دے سکتے ہیں کیونکہ سرکاری طور پر بیشتر قبرستان جگہ ختم ہونے کے باعث بند کر دیے گئے ہیں لیکن مقامی پولیس اور گورکنی کے ٹھیکے دار کی ملی بھگت سے تدفین جاری ہے۔ پرانے مُردے' جن کو پلٹ کر پوچھنے کوئی نہیں آتا' نکال کے ہڈیاں باہر پھینک دی جاتی ہیں اور نو وارد کو جگہ مل جاتی ہے۔ کیجیے حضرت' آپ بھی کیا یاد کریں گے' کیسی جگہ نکالی ہے آپ کے لیے۔ آرام سے لیٹیے فی الحال تو۔ جب تک کوئی آپ کو بے دخل کرنے نہیں آتا۔

سب کچھ تقریباً ہر چیز معمول کے مطابق آپکی تھی۔ ہم واپسی میں کچ کر کے آئے تھے۔ گھر پہنچ کے روشنی ماں کی ہر چیز سمیٹنے میں لگ گئی۔ فون' جو شاید ہماری عدم موجودگی میں بھی بجا ہوگا پھر بجنے لگا۔ کال پولیس' جی یا لارڈ پرائس کسی کی بھی ہو سکتی تھی مگر میں نے ریسیور اٹھایا تو مجھے حیرت کا جھٹکا لگا۔ میں فون لے کر کمرے میں چلا گیا کیونکہ دوسری طرف سے رب نواز بول رہا تھا "یار' یہ میں کیا سن رہا ہوں؟"

میں نے کہا "میری آواز کے علاوہ بھی تمہیں کچھ سنائی دے رہا ہے؟"

وہ مشتعل ہو گیا "میں حیران ہوں کہ اس وقت تم مذاق کیسے کر سکتے ہو؟"

"دراصل۔۔۔ مجھے معلوم نہیں" میں نے معذرت کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا معلوم نہیں۔"

"یہی کہ مذاق کتنے بجے کرنا چاہیے۔ کیا وقت ہے آج کل اس کا؟"

وہ اور گرم ہوا "کیا یہ سچ ہے کہ ڈاکوؤں نے تم سے تین لاکھ پاؤنڈز چھین لیے۔ دن دہاڑے۔ اور جمی کی گاڑی بھی چھین لی۔"

میں نے کہا "یہ سارے بہت دردناک حقائق ہیں۔ میرے سر کے گومڑ میں دبانے سے درد ہوتا ہے۔ جمی اور جولی ابھی تک اسپتال میں ہیں۔"

"تمہارے رویے کو دیکھ کر مجھے ذرا بھی یقین نہیں آتا۔ جس شخص کے تین لاکھ پاؤنڈز نکل جائیں' وہ مسخرہ پن نہیں کرسکتا۔ یہ کیا ڈراما ہے شاہ جی؟"

میں نے کہا "کہیں اس کے ہدایت کار تم تو نہیں؟"

وہ بولا "خبر یہاں کے اخبارات میں بھی شائع ہوئی ہے۔ مجھے پوری بات بتاؤ۔"

میں نے اسے پوری بات بتادی۔ وہ چلانے لگا "یہ ضرور تم سب نے مل کے میرے ساتھ کوئی گیم کھیلا ہے۔ تم نے میری مجبوری سے فائدہ اٹھایا۔ میں لندن میں رک نہیں سکتا تھا۔ تم نے مجھے چلتا کیا اور مال آپس میں بانٹ لیا۔"

میں نے کہا "یہاں جو بھی ہوا۔ تمہاری جانے بلا۔ تم وہاں آرام سے بیٹھے رہو۔ تمہیں طے شدہ حصہ مل جائے گا۔ تمہارے ایک لاکھ پاؤنڈز تمہیں گھر بیٹھے مل جائیں گے۔"

وہ کچھ پُرسکون ہوا "یہ ضرور اس لارڈ پرائس کا کام ہے۔ تم اس کے خلاف رپورٹ لکھوادو۔"

میں نے کہا "میں سوچ رہا تھا کہ۔ کیوں نہ شک اس لارڈ پر اور تم پر ظاہر کردوں۔"

اسے جیسے بھڑنے کاٹ لیا "مجھ پر۔؟ تمہارا دماغ ٹھکانے ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ لارڈ کو سازش کا یہ پلان تم نے دیا۔ اس نے عمل درآمد کی ذمے داری لی۔"

"فضول بکواس مت کرو۔ میں یہاں بیٹھا ہوں اور وہاں آبھی نہیں سکتا فوری طور پر ورنہ میں سب سے نمٹ لیتا۔"

"تم کو روکنے والا کون ہے؟"

"یہ سب تمہارے منصوبے پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ لندن میں پریس کانفرنس بُلانے کا مشورہ تم نے دیا تھا۔ میں عدالت سے اجازت لیے بغیر گیا تھا۔ خاموشی سے لوٹ آتا تو کچھ نہ ہوتا۔ اب میرے معافی مانگنے کے باوجود عدالت نے میرا پاسپورٹ ضبط کرلیا ہے۔"

میں نے کہا "دوسرا ہنوالو بلکہ تمہارے پاس تو ہوگا لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ یہاں بھی تمہارے خلاف دو رپورٹیں ہوں گی۔ یہاں سفارش' رشوت یا دھونس نہیں چلتی' تم اندر ہوجاؤ گے۔"

وہ مجھے گالیاں دینے لگا "کسی ثبوت کے بغیر مجھے کوئی گرفتار نہیں کرسکتا اور تم نے رپورٹ میں میرا نام لیا تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"تم مجھے کیسے روک سکتے ہو؟ حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہی صبح جب مجھے اسپتال سے فارغ کیا گیا تو پولیس وہاں پہنچ گئی تھی اور انہوں نے میرا مفصل بیان لیا۔ میں نے تم پر اور لارڈ پرائس پر شک کا اظہار کردیا ہے۔"

"تمہارے بھونکنے سے کچھ نہیں ہوگا۔"

"جمی کو بھی تم پر اور لارڈ پرائس پر ہی شک ہے۔"

وہ چلا کے بولا "کیا پاگل ہوگئے ہو تم دونوں؟"

"دیکھو رب نواز۔ ہم دونوں ہر جگہ ساتھ تھے۔ مال دکھاتے وقت' مال چیک کراتے وقت۔ حوالے کرتے وقت اور اس کی قیمت وصول کرنے سے ڈیکیتی کی واردات تک اور پھر زخمی ہوکے اسپتال پہنچنے تک۔ ایک دن پہلے آر نلڈ میکنزی کی لارڈ پرائس سے ملاقات ہوئی تھی' تم آر نلڈ کو جانتے ہو نا؟"

"ہاں۔۔۔ وہ بروکر۔؟"

میں نے کہا "وہ نوادرات کا بڑا ماہر تھا۔ اصل اور نقل کی پہچان اس سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ سائنٹیفک طریقے اپنی جگہ' وہ تو بس ایک نظر دیکھ کے بتادیتا تھا۔ اس نے لارڈ کو بتایا کہ اس لاٹ میں سب نقلی مال ہے۔ اس کا منافع بخش سودا کرانے کے لیے اس نے لارڈ کو پانچ فیصد کے بجائے بیس فیصد کمیشن دینے پر مجبور کیا اور لارڈ کے انکار پر اس نے دھمکی دی کہ وہ اب تک کے سارے سودوں میں لارڈ کی جعلسازی کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔ لارڈ پرائس بہت بڑا بدمعاش ہے۔ کوئی اسے بلیک میل کرے' یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے آر نلڈ کو قتل کردیا۔"

"قتل کردیا۔۔۔ وہ کیسے؟"

"یہ پولیس معلوم کرے گی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "دیکھو نا میری پوزیشن تو بالکل محفوظ ہے۔ میں صرف ایک کوریئر تھا۔ مال لانے اور لے جانے والا۔ مجھے اس کے اصلی نقلی یا غیر قانونی ہونے سے کیا۔ ڈپلومیٹک بیگیج کو کسٹم والے کلیر کردیتے تھے تو یہ ان کی کوتاہی' میں مال جمی کے حوالے

کردیتا تھا اور وہ مجھے جو قیمت دیتا تھا وہ میں تمہیں پہنچادیتا تھا۔ بعض اوقات وہ تمہیں ڈائریکٹ پے منٹ کرتا تھا۔"

"بکواس مت کرو' تم بھی سپلائر ہو۔"

میں نے کہا "سپلائر تم ہو۔ ایک بار تمہارا غیر قانونی کاروبار یہاں کے حکام کی نظر میں آگیا تو پہلے تم بند ہوجاؤ گے پھر تمہارا دھندا بند ہوجائے گا۔ خود جمی اپنی رپورٹ میں تمہارا نام بھی لکھوائے گا۔"

"وہ ایسا نہیں کرسکتا' میں اس سے بات کرتا ہوں۔"

"اسپتال میں اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ پولیس والے اس کا بیان لے سکتے۔ تم کو بات کرنے کی اجازت کون دے گا؟ ہاں' اس کی مجبور اور خوبصورت بیوی کی منت ساجت کرکے دیکھو۔"

"میرے ساتھ حرامی پن مت کرو شاہ عالم۔"

"یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ حرامی پن جو تم نے کیا ہے لاجواب تھا۔ اب میں جارہا ہوں اپنی سانس کو رفتا نے۔ دو گھنٹے تک باہر رہوں گا۔ اس کے بعد بھی میرا کچھ پتا نہیں۔ تم مجھے فون مت کرنا۔ میں خود رات کو بات کروں گا۔" میں نے ریسیور رکھ دیا۔

مجھے معلوم تھا کہ میری باتوں سے چوہدری رب نواز کتنا پریشان ہوگا لیکن اسے شک میں نامزد کرنے کا خیال مجھے چالاک آیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی ثبوت کے بغیر مسلمان پولیس رب نواز کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتی مگر وہ بھی شامل تفتیش ضرور کرسکتے تھے۔ پاکستان سے تو اس کا نکلنا مشکل ہوگیا تھا۔ اس کا لندن آنا بھی دشوار ہوجاتا۔ جو مجرم پاکستان میں قانون کو کھیل سمجھا ہے وہ لندن میں اپنے سارے غیر قانونی ہتھکنڈے بھول جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ہوسکتا تھا کہ معاملات کلیئر ہونے تک رب نواز اپنا مال لندن بھیجنا بند کرے۔ بے شک اس سے رب نواز کا پرانا کاروبار بند نہیں ہوسکتا تھا مال لانے لے جانے کے راستے کھلے ہوئے تھے اور وہ بزنس پارٹنر بدل سکتا تھا اور اپنا روٹ تبدیل کرسکتا تھا۔

اس کے اور میرے درمیان ہونے والی یہ آخری ڈیل تھی جس میں سابقہ نقصانات کی تلافی ہونے کے بجائے اس کا مجموعی نقصان کئی گناہ ہوگیا تھا۔ اسے گھر بیٹھے ایک لاکھ پاؤنڈ پہنچانے والی بات بھی غلط تھی۔ اب جمی بھی اسے کچھ دینے والا نہیں تھا حالانکہ ساری ذمے داری اسی نے قبول کی تھی۔ مستقبل میں وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوسکتے تھے۔ بزنس پارٹنر نہیں۔

تدفین کے ساتھ ہی سوگواری کی ساری رسمیں ختم ہوگئی تھیں۔ دیا پر غیر میں ان کے سوا جو گھر میں تھے' شریکِ غم ہونے والا کون تھا۔ پاکستان میں اپنے پرائے سب لواحقین کو احساس دلانے آجاتے ہیں کہ وہ ان کے دکھ میں بھی برابر کے شریک ہیں۔ وہ وقت تو اب نہیں رہا کہ گلی محلے میں کسی کی موت ہوجائے تو پڑوسیوں کے گھر میں بھی چولھے نہیں جلتے تھے اور شادی کی تقریبات تک موقوف ہوجاتی تھیں۔ کسی گھر سے ریڈیو پر گانے کی آواز تک سنائی نہیں دیتی تھی۔ خوشی کے شادیانے بجانا تو دور کی بات ہے مگر اب بھی گلی محلے کے لوگ خاندان والے اور دوست احباب تعزیت کے لیے اور تدفین سے سوئم تک فاتحہ خوانی میں ضرور شریک ہوتے ہیں اور یوں لواحقین کے دل کو ڈھارس رہتی ہے کہ وہ اکیلے نہیں' ان کے غم خوار بہت ہیں۔

یہاں صورتِ حال اس کے بالکل برعکس تھی۔ ماں کے آخری دیدار کے لیے خود اس کی بیٹی نے آنے سے انکار کردیا تھا کیونکہ وہ رات بھر کی تھکی ہوئی سونا چاہتی تھی۔ دونوں بہنوں کے درمیان ایک ماں کا جو رشتے نام سا رشتہ باقی رہ گیا تھا' اب وہ بھی ٹوٹ گیا تھا چنانچہ اب ان کی کسی آشنا کی طرح اتفاق سے کہیں ایک دوسرے سے ملاقات ہوجاتا تو ممکن تھا لیکن بہنوں کی طرح ان کا باقاعدگی سے ایک دوسرے کے حال واحوال سے باخبر رہنا' ایک دوسرے کی کمی کو محسوس کرنا اور محبت سے مجبور ہوکے ملنے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا تھا۔

باقی لوگ محض صورت آشنا تھے یا کاروباری تعلق رکھتے تھے تو ان کا فون آجانا بھی بڑی بات تھی ورنہ کسی کو نہ روشنی سے تعزیت کی ذمے داری کا احساس ہوگا اور نہ اس سے ہمدردی کی ضرورت ہوگی۔ ماں باپ کس کے ہمیشہ رہتے ہیں اور وہ بڑھیا تو نہ جانے کب سے زندگی اور موت کے پُل صراط پر چل رہی تھی۔ چلتی ہی جارہی تھی۔ آج کل کسے اتنی فرصت ہے کہ خون کا رشتہ نبھانے اور دودھ کا قرض چکانے کے لیے چوبیس گھنٹے وقف ہوجائے۔ دنیا کے کام چھوڑ کے تیماردار ہوجائے۔ بوڑھے لوگوں کا روتے پیٹتے زندگی کے بوجھ کو گھسیٹتے رہنا اور مرمر کے جینا کسی کو گوارا نہیں۔ بھئی مرنا ہے تو بغیر دکھ دیے اور بغیر دکھ اٹھائے فٹافٹ مرجاؤ۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ آپ کے لیے قورمے بریانی والی ہر فاتحہ بڑی دھوم دھام سے کریں گے اور بہت دعائیں کرائیں گے کہ خدا آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

روشنی شام تک اکیلی چپ بیٹھی رہی۔ کسی کے پاس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس سے کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس کی صورت کے تاثرات سے اندازہ ہوتا تھا کہ احساسِ غم پر آہستہ آہستہ احساسِ جرم وندامت غالب آتا جارہا ہے۔ آج صبح ہی اس نے فون پر مجھ سے جو کچھ کہہ دیا تھا اس پر ابھی تک میں نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ میں یہ کہہ سکتا تھا کہ چلو جو ہوا اسے بھول جاؤ کیونکہ وہ باتیں کہتے وقت فرطِ جذبات غم سے تمہیں خود پر اختیار کہاں تھا لیکن یہ رسمی موت کی بات غلط ہوتی۔ روشنی خود بھی جانتی تھی کہ سوچے سمجھے بغیر اس نے جو بھی کہا وہ اس کے حقیقی جذبات کا آئینہ دار یقیناً تھا۔ اب اس کا اظہارِ افسوس بھی لاحاصل تھا۔ جو کچھ اس نے کہہ دیا تھا میرے دل پر نقش ہوگیا تھا اور میں اسے بھول نہیں سکتا تھا۔

عینی اتنی تھکی ہوئی تھی کہ گھر آتے ہی پڑ کے سوگئی تھی۔ عاقل بھی اونگھ رہا تھا اور سونے کے موڈ میں تھا مگر میں اسے پکڑ کے اپنے ساتھ لے گیا۔ خود میرے سر میں تھکن سے شدید درد ہورہا تھا۔ ہم گھر سے کچھ فاصلے پر ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھ گئے جس کا نصف حصہ بار تھا اور نصف کیفے۔ میں نے پانی کے ساتھ اسپرین نگلی اور کافی کا آرڈر دیا۔

میں نے کہا "عاقل۔ میں تمہاری جتنی تعریف کروں کم ہے۔"

وہ دانت نکالنے لگا "جو لوگ کسی کی تعریف کرنا ہی نہیں چاہتے وہ ایسی باتیں کرکے کام چلاتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہاری مدد کے بغیر یہ کام میرے لیے ناممکن تھا۔"

وہ بدستور نان سیریس رہا "میں نے جو کیا مجبوری میں کیا۔ ایک قائم مقام سسر کو خوش کرنے کے لیے اور عینی کو امپریس کرنے کے لیے' میں تو پھنس گیا تھا۔"

میں نے کہا "اوکے' ہم رسمی باتیں نہیں کرتے۔ تم یہ بتاؤ پولیس اس وین کو ٹریس تو نہیں کرے گی۔"

"توے فیصد امکانات ہیں کہ نہیں۔ میری اس ایجنسی میں بھی خاصی واقفیت ہوگئی تھی جہاں سے وین حاصل کی تھی۔ اس کا مالک ایک گورا آئزک ہے جو نسلاً روسی ہے۔ انیس سو سترہ میں روس سے بھاگ کے آیا تھا۔"

"انقلابِ روس کے وقت؟"

"ہاں اور پھر یہیں آباد ہوگیا۔ اس کا باپ۔ اب تیسری نسل بھی جوان ہوگئی ہے۔ اس کی بیٹی کو فلموں میں کام کرنے کا بہت شوق ہے۔ یہاں لندن میں تو اس کی دال گلتی نہیں اور امریکا وہ جانہیں سکتی۔ صورت شکل بھی ایسی ہے کہ ماڈل بننے کی کوشش میں ناکام رہی۔ اسے میں ایک دن شوٹنگ دکھانے لے گیا تھا۔"

میں نے کہا "کیا یہ بات عینی کو معلوم ہے؟"

وہ ہنسنے لگا "یہ زمانہ قبل از عینی کی بات ہے۔ اس روسی نژاد لڑکی سے تو نہیں مگر زکام کی طرح عشق ہوجاتا تھا پندرہ بیس دن میں ایک بار اور زکام کی طرح ٹھیک ہی ہوجاتا تھا۔"

"دوا کھاؤ تو سات دن میں نہ کھاؤ تو ایک ہفتے میں۔"

"بس سر۔ آپ تو ماشاء اللہ تجربہ کار ہیں۔" وہ بولا "ایجنسی کا مالک میرا بہت شکرگزار تھا۔ میں اس کے لیے بزنس بھی لاتا تھا۔ یونٹ کے ارکان کو کرائے کی کاروں کی ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ وہ میں اس روسی کی ٹرانسپورٹ ایجنسی سے لیتا تھا۔"

"تو تم نے تعلقات کا فائدہ اٹھایا۔"

وہ نفی میں سر ہلانے لگا "میں تو پہنچا تھا صبح ساڑھے چھ بجے۔ اس وقت وہاں نائٹ کلرک بیٹھا تھا۔ ایک خطرناک قسم کا نیگرو مگر وہ پیسے ہوئے تھا۔ نشے میں آدمی کا دل اتنا بڑا ہوجاتا ہے کہ وہ کسی کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بیک ڈیٹ میں گاڑی لینے کی ہمت ہے اور ہے تو اس کے بدلے میں مجھ سے کیا لوگے؟ وہ پہلے تو مجھے گھورتا رہا پھر اٹھ کے گاڑی کا معائنہ کرنے گیا۔ اس نے آگے پیچھے اوپر نیچے ہر جگہ سے ٹارچ کی روشنی میں گاڑی کو اچھی طرح دیکھا اور پھر بولا "آخر مسئلہ کیا ہے۔ تم نے کسی کو روند ڈالا ہے۔" میں نے کہا کہ ایسی بات ہوتی تو میں صاف بتادیتا۔ اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں اگر تم نے کسی سفید کتیا یا کتے کے اوپر سے بس گزار دی تھی۔ ویسے ٹائرز پر مجھے خون تو نظر آیا نہیں۔ میں نے کہا "میں بتا چکا ہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہوا پھر تم مجھ پر یقین کیوں نہیں کرتے۔ وہ بولا کہ "اچھا تو جو ہوا ہے وہ بتادو۔ کہیں غلط پارکنگ پر ٹکٹ ملا ہے یا اوور اسپیڈنگ پر" میں سمجھ گیا کہ جب تک اسے کوئی وجہ نہیں بتائی جائے گی۔ وہ میری "کچھ نہیں ہوا" کی تھیوری کو قبول نہیں کرے گا۔ کچھ نہیں ہوا تو بیک ڈیٹ میں گاڑی واپس کرنے اور رشوت دینے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے تذبذب میں دیکھ کے وہ کہنے لگا کہ دراصل مجھے بھی پیسے کی سخت ضرورت ہے۔ یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے کہ ہر شخص کو ہر وقت اس کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ میں رشوت لینے کے موڈ میں ہوں لیکن نوکری گنوانے یا جیل جانے کا چانس نہیں لے سکتا۔ میں نے کہا کہ مجھ سے قانونی جرم تو کوئی نہیں ہوا لیکن ایک غیر اخلاقی حرکت سرزد ہوگئی تھی۔ میرے ساتھ

ایک لڑکی تھی' ہم وین کو ایک رینج میں لے گئے' فارم ہاؤس میں۔ میرا خیال تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہوگا لیکن بڑے غلط وقت پر نہ جانے کہاں سے رینج کی ایک بڑھیا آنٹی اور سائرن کی طرح بجنے لگی۔ اسے میں نے بہت سمجھایا کہ نیک بنتے جاؤ۔ کیوں رولا پا کے رنگ میں بھنگ ڈالتی ہے۔ نوجوانی میں رنگ اور بھنگ سے نہ جانے کتنوں کی عاقبت سنواری ہوگی مگر وہ نہ مانی۔ مجبوراً میں نے فرار اختیار کیا۔ یعنی ہم نے۔ بڑھیا اس وقت اندر گئی تھی پولیس کو فون کرنے" میری بات نے نیگرو کو متاثر کیا۔ اسے مجھ سے کچھ ہمدردی ہوگئی تھی۔ کہنے لگا تم نے اس بڑھیا کو قتل تو نہیں کیا؟ میں نے کہا کہ اب وہ لڑکی ایسی بھی نہیں تھی کہ اس کے لیے میں خون کرتا۔ اب ثبوت گواہ تو کوئی ہے نہیں اور نہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے میرے پیچھے لگ جائیں۔ دیکھا جائے تو یہ کوئی جرم تھا ہی نہیں لیکن میں پھر بھی پریشانی سے بچنا چاہتا ہوں اور کوئی بات نہیں" نیگرو پر میرے سفید جھوٹ کا اثر سچ سے زیادہ ہوا۔ اس نے حساب لگا کے بتایا کہ پانچ سو پاؤنڈ میں وہ اپنا ضمیر بیچنے کے لیے تیار ہے۔ اس میں سے پچاس پاؤنڈ تو وین کی سروس کے ہوں گے۔ اس فارم ہاؤس کی دھول تک نہیں ہوگی ٹائروں پر تو اسکاٹ لینڈ یارڈ والے بھی کچھ ثابت نہیں کرسکتے" میں نے چار سو پاؤنڈ میں سودا کرلیا۔ اس نے مجھے رجسٹر دکھایا۔ اس میں آخری اندراج گزشتہ روز شام چھ بجے کا تھا جب ایک کار لی گئی تھی۔ آٹھ بجے بڑھا چلا گیا تھا اور نائٹ کلرک ڈیوٹی پر آگیا تھا۔ اسے "روسی ریچھ" سے سخت شکایت تھی کہ وہ سخت متعصب ہے اور کالے لوگوں کا معاشی استحصال کرتا ہے۔ ڈیوٹی کا ٹائم دکھاتا ہے رات بارہ بجے سے صبح چھ بجے تک۔ بارہ گھنٹے ڈیوٹی لے کر چھ گھنٹے کا معاوضہ ادا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ چار سو پاؤنڈ لینا بالکل جائز ہے۔ اس نے آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر وین کی واپسی دکھادی۔ یعنی واردات کے وقت سے چھ سات گھنٹے قبل تو وین ایجنسی پر موجود تھی۔ اس نے وین کی سروس بھی کرلی ہوگی۔ اس سے سارے داغ دھبے بھی مٹ گئے ہوں گے اور فنگر پرنٹ بھی۔ اب اگر بفرضِ محال پولیس وہاں پہنچ جائے تو نیگرو کو اپنی بات پر قائم رہنا پڑے گا کہ وین سوا آٹھ بجے واپس کردی گئی تھی اور یہ ہوگا بھی شیڈول کے عین مطابق۔ ہم نے فلم یونٹ کو ائرپورٹ پر سی آف کیا اور واپسی میں وین لوٹادی۔"

میں نے کہا "ویری گڈ!"

"ڈیمینی کی خبر پر جمی کا کیا ردِعمل تھا؟"

میں نے ہنس کے کہا "اس کو ہارٹ اٹیک ہوگیا۔ پاگل پن کا دورہ پڑگیا۔"

"اسے تم پر تو شک نہیں ہوا؟"

"میں اس کے ساتھ ہی اسپتال پہنچا تھا اور پھر رات بھر وہیں لیٹا رہا" میں نے قہقہہ لگایا "اسے کیسے شک ہوسکتا تھا مگر ایک نرس شک میں پڑگئی تھی۔"

"وہ جو انجکشن لگانے آئی تھی' الو کی پٹھی؟"

میں نے کہا "وہ خود کچھ ذہنی طور پر اپ سیٹ تھی۔ آج کل کون ہے جو اپنے مسائل کی وجہ سے پریشان نہیں ہے۔ وہ سمجھی کہ دھوکا اس کی نظر کا تھا ورنہ کسی بیڈ کا مریض کیسے بدل سکتا ہے۔ الٹا اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کا ذکر کسی سے نہ کروں ورنہ اسپتال والے اس کی دماغی حالت پر شک کریں گے۔ مریضوں کو سنبھالنا تو بڑی ذہنی مستعدی کا کام ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد جمی کیا کرے گا؟"

"جمی رپورٹ لکھوائے گا لارڈ پرائس کے خلاف۔ یہ طے ہے۔ اسے پہلے بھی شک تھا اور باقی کسر میں نے پوری کردی ہے۔ میں نے جمی کے دماغ میں یہ بٹھادیا ہے کہ لارڈ پرائس کے سوا یہ کسی کی پلاننگ نہیں ہوسکتی۔ اس نے مال بھی وصول کرلیا اور معاوضہ بھی واپس لے لیا۔"

"لیکن پولیس یہ ثابت نہیں کرسکتی۔"

میں نے کہا "ہاں' صرف شک سے تو بات نہیں بنتی۔"

"کیوں نہ ہم ثبوت کے لیے کچھ کریں" عاقل نے کہا۔

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ جو نوادرات غائب ہوئے ہیں اگر ان میں سے کچھ لارڈ پرائس کے کسی ٹھکانے سے مل جائیں۔"

"تمہارا مطلب ہے اس کے محل سے برآمد ہوں' ناممکن!"

"آف کورس' یہ ناممکن ہے۔ محل پر حفاظتی عملہ بہت بڑا اور چوکس ہے لیکن لارڈ کی پراپرٹی اس کے علاوہ بھی ہوگی۔ اس کا کوئی گودام یا بزنس کی جگہ' کوئی آفس۔"

"اگر ہے تو مجھے معلوم نہیں۔"

"وہ میں معلوم کرلوں گا۔ ابھی لارڈ الٹا جمی کے خلاف رپورٹ لکھوانے کے چکر میں ہوگا۔"

"دونوں ایک دوسرے کو ملزم بنا سکتے ہیں' ثابت نہیں کرسکتے" میں نے کہا۔

"تو ہم یہ کرتے ہیں کہ ایک پر بارِ الزام منتقل کردیتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ افسوس یہ کہ تین لاکھ پاؤنڈ کے نوٹ پرانے ہیں۔ نئے اور سیریل نمبر والے ہوتے تو وہ بھی اس کے آفس سے برآمد کرا دیتے۔"

"یہ کام بہت خطرناک ہے برخوردار!"

"بزرگوار' وہ کام ہی کیا جو خطرناک نہ ہو۔ بچوں کا کھیل ہو گیا وہ تو۔" عاقل بولا "جو پلان میرے ذہن میں ہے اس پر عمل درآمد کے لیے آج کا دن سب موزوں ہے۔ آج لارڈ کا ذہن دوسری طرف ہوگا اور اسے پولیس کی دو طرفہ تفتیش سے بھی فرصت نہیں ملے گی۔"

"جو بھی کرو سوچ سمجھ کے کرنا۔ میں اگلے دو تین دن میں اپنے آپ کو ان تمام چکروں سے الگ کرنا چاہتا ہوں تاکہ واپسی کی کوئی صورت بنے۔ پاکستان میں میرے لوٹنے کا انتظار کرنے والوں کا پیمانہ صبر بھی لبریز ہو چکا ہے۔"

"فوری طور پر تم کہیں نہیں جا سکتے۔ تم نے تفتیش میں تعاون نہ کیا تو کہا جائے گا کہ تم بھاگ گئے۔"

"لیکن میں یہاں غیر معینہ مدت کے لیے نہیں رک سکتا۔ یہ میں نے پولیس کو بھی کلیئر کر دیا تھا کہ میں پاکستان آتا جاتا رہتا ہوں۔ یہ میرا آخری دورہ ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے شاہ عالم آخری بار لندن آیا تھا۔"

"مجھے اس کو دنیا سے جلد از جلد رخصت کرنا ہوگا عاقل۔ وہ بہت سے قانونی مسائل میں الجھ گیا ہے لیکن اس سے بڑا مسئلہ بن رہی ہے اس کی بیوی۔"

"تمہارا مطلب ہے 'روشنی؟'"

میں نے کہا "ہاں۔ اس عورت کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگتے۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں سچ مچ اس سے شادی کر لوں' ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟"

"یہ اس نے کچھ واضح کیا ہے' کچھ واضح نہیں کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ چھپ چھپ کے ہماری باتیں سنتی رہی ہے۔ ہم نے تو اسے کچھ بھی نہیں بتایا مگر اس نے کچھ اندازے قائم کیے ہیں۔"

"کس بارے میں؟"

"شاہ عالم کے بارے میں۔ اس کے کاروبار کے بارے میں۔ شاہ عالم کی دوسری زندگی اور دوہرے کردار کے بارے میں وہ کیسے جان سکتی ہے۔"

عاقل بولا "یہ تو بڑی خطرناک بات ہوگی۔"

"ہاں۔ گزشتہ رات بھی ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ سو رہی ہے مگر اسے سب معلوم ہے کہ عینی پہلے میرے ساتھ گئی تھی۔ میں باہر ہی سے اس کو لے گیا تھا پھر وہ اکیلی واپس آئی تھی اور دوبارہ تمہارے ساتھ نکلی تھی۔"

"اسے کیسے اندازہ ہوا کہ پہلی بار عینی تمہارے ساتھ گئی تھی؟ تم تو اسپتال میں لیٹے ہوئے تھے۔"

میں نے کہا "تمہیں اپنی جگہ چھوڑ کے میں واپس گھر آیا تو عینی میری منتظر تھی اور بار بار دروازے تک آ کے دیکھ رہی تھی۔ ظاہر ہے میں گھنٹی بجا کے اسے نہیں بلا سکتا تھا اور آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔ عینی کی بے قراری کو روشنی نے محسوس کیا ہوگا۔ وہ دیکھنا چاہتی ہوگی کہ ہر روز کی طرح آرام سے سونے کے بجائے وہ ٹہل کیوں رہی ہے اور بار بار دروازے تک کیوں جاتی ہے۔ آخری بار جب وہ دروازے پر آئی تو اس نے مجھے گاڑی میں دیکھ لیا اور میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ روشنی نے کسی کھڑکی کا پردہ ہٹا کے جھانکا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ عینی باہر کیوں نکلی ہے۔ دیکھو نا! رات کے دو بجے ایک جوان پاکستانی لڑکی جسے لندن آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے اور جو لندن کے راستوں سے ہی پوری طرح واقف نہیں۔ صحیح انگریزی نہیں بول سکتی۔ وہ اکیلی کہاں جا سکتی ہے۔ یہ شک والی بات تو تھی۔ اس کے علاوہ روشنی کو ہم سب کے رویے سے گلہ تھا کہ ہم اسے جوتی کی نوک پر نہیں رکھتے۔ اتنی اہمیت بھی نہیں دیتے جتنی گھر میں ملازمہ کی ہوتی ہے۔ منہ اٹھا کے جہاں چاہتے ہیں' چلے جاتے ہیں۔ پتا نہیں کیا کرتے پھرتے ہیں۔ اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ عینی سے اس کو کچھ حسد اور جلن یوں بھی تھی کہ عینی مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتی ہے اور اس پر ماشاء اللہ اتراتی بھی بہت ہے۔ اب یہ اسے سخت ناگوار گزرتا ہے کہ عینی بھی اسے لفٹ نہیں کراتی حالانکہ دنیا کے سامنے وہ بڑی بھابی ہے۔ یہی سب اسباب تھے جن کی بنا پر روشنی نے عینی پر نظر رکھی اور جب اس نے دیکھا کہ رات دو بجے کے بعد اسے لے جانے والا خود میں ہوں تو ظاہر ہے ہماری فریب کاری پر اس کا صدمے اور غصے سے برا حال ہو گیا۔ اس کے بعد روشنی چوکنا ہو گئی۔ اس نے عینی کی واپسی کے انتظار میں ہر آنے جانے والی گاڑی پر نظر رکھی ہوگی اور یہ دیکھ لیا ہوگا کہ میں اسے ڈراپ کر کے واپس چلا گیا۔ دو سے چار بجے تک وہ کہاں رہی میرے ساتھ؟ یہ بہت بڑا سوالیہ نشان تھا پھر تم پہنچے اور عینی تمہارے ساتھ گئی تو صبح چھ بجے لوٹی۔"

"یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔"

"میرا خیال ہے روشنی یہ سمجھ گئی ہے کہ ڈکیتی والی بات جھوٹی تھی۔ اگر واقعی مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے مجھ سے

تین لاکھ پاؤنڈز چھین کر لے گئے تھے تو میں رات کے دو بجے عینی کے ساتھ کیا کرتا پھر رہا تھا۔ مجھے تو اس وقت اسپتال میں ہونا چاہیے تھا۔"

عاقل پریشان ہو گیا "اس کا مطلب ہے وہ سب سمجھ گئی ہوگی۔"

"معمولی عقل سے دو اور دو چار ثابت ہو جاتے ہیں۔ وہ خود سوچ سکتی ہے کہ اسپتال سے ایک مریض کیسے نکل سکتا ہے۔ اس صورت میں کہ اس کی جگہ کوئی اور لیٹ جائے اور کارنامہ تم سرانجام دے سکتے تھے۔ اس نے پہلے مجھے دیکھا۔ اس وقت تم ساتھ نہیں تھے۔ وہ فرض کر سکتی ہے کہ تم اسپتال میں میری جگہ لیٹے ہوئے تھے۔ میں دوبارہ عینی کو چھوڑنے آیا اور واپس جا کے اپنے بیڈ پر لیٹا تو تم نکل آئے۔ اسپتال میں رات بھر میری موجودگی ثابت ہو گئی لیکن اس نرس کے علاوہ خود میری بیوی اگر میرے خلاف ایک گواہ بن جائے تو یا میرا بیڑا غرق نہیں ہو سکتا۔"

"صرف آپ کا کیوں' ہم سب کا ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا "اب دوسرے زاویے سے دیکھو۔ روشنی نے رب نواز کو دیکھا تھا۔ رب نواز ایک مقصد کے تحت شاہ عالم کے گھر پہنچا تھا۔ وہاں بیٹھ کے اس نے شاہ عالم سے جو کاروباری گفتگو کی اس میں روشنی شریک نہیں تھی۔ وہ کچن میں تھی اور خاطر تواضع کا انتظام کر رہی تھی۔ اس نے پکوڑے تلے تھے اور حلوہ بنایا تھا۔ دو چار مرتبہ آئی گئی تو اس کی سیدھی سی یہی لگتا تھا کہ اسے ہماری گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس کے کان ہماری آواز پر لگے ہوئے تھے۔ وہ سامنے آئے بغیر سب سن رہی تھی۔ اس نے میرے سیاسی کردار کے ساتھ میرے کاروبار کی نوعیت کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اسے میرے اور جمی کے کاروباری مراسم کا بھی اندازہ ہے۔ ان حالات میں کیا وہ ان دونوں واراتوں میں تعلق قائم نہیں کر سکتی۔ اس نے ابھی تک کچھ کہا نہیں لیکن میرا خیال ہے وہ دو ٹوک بات کرے تو کہہ سکتی ہے کہ جناب' ہم کریں' مجھے آپ کے سارے ڈرامے کا پتا ہے۔ جس رات نوادرات چوری ہوئے' آپ اسپتال سے فرار ہوئے تھے اور عینی کو اپنے ساتھ لے کر کہیں گئے تھے پھر آپ اسے واپس چھوڑنے آئے اور عاقل اسے کہیں لے گیا۔ کیا کرتے رہے تھے آپ لوگ رات بھر؟"

عاقل سوچ میں پڑ گیا "پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"

"ابھی سوچ رہا ہوں۔ صبح تو اس نے زیادہ نہیں کہا۔ شاید وہ صدمے سے مغلوب تھی مگر اسے غصہ بھی تھا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ آرام سے بات کرے گی مگر اس وقت وہ ضبط نہ کر سکی اور تھوڑا بہت بول گئی۔ اب اس سے پہلے کہ وہ زیادہ بولے اور مجھے بلکہ سب کو بلیک میل کرنے پر اتر آئے ۔۔۔"

"بلیک میلر صرف پیسا مانگتا ہے۔"

میں نے کہا "عموماً لیکن یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے روشنی مجھے صرف جذباتی طور پر بلیک میل کرے۔ یہ تو اس نے کہہ دیا ہے کہ اسے ساٹھ ہزار پاؤنڈز نہیں چاہئیں۔"

"پھر کتنے چاہئیں۔ تین لاکھ کے آدھے۔ آخر ہے نا ڈرامے باز عورت۔"

میں نے کہا "ایسی عجلت میں تم غلط فیصلہ بھی کر سکتے ہو۔ فرض کرو اس کا مقصد وہی ہو۔ جو اس نے کہا' مجھ سے شادی کرنا۔"

عاقل ہنس پڑا "تم ایسا کرو ۔۔۔ یہ ساری صورتِ حال رکھو چندا اور کنگسٹن کے سامنے۔ اور پھر ان کی صلاح پر عمل کرو۔ ان سے کہنا کہ بھئی' تم دونوں تو میرٹ پر واقعی مستحق تھیں اور یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل تھا کہ نمبر ون کون ہے۔ یہ تین نمبر دھونس سے اوپر آنا چاہتی ہے۔ جیسے انتخابات میں غلط امیدوار کامیاب ہوتا ہے۔"

"بہت شکریہ اس مفید مشورے کا۔ میں نے سوچا ہے کہ علاج بالمثل کروں۔ یعنی جیسے کو تیسا۔ اس نے میرے اعتماد کی قیمت وصول کر کے اعتماد کا خون کیا۔ میں اس کا اعتماد حاصل کر کے حساب برابر کر دیتا ہوں۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں کہ آخر تم کیا کرو گے۔"

"اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے بلیک میلر کے لہجے میں بات کرے' میں خود اس سے کہوں کہ اب ہمیں واقعی شادی کر لینی چاہیے۔ میں اسے یقین دلاؤں کہ اتنا عرصہ میں اسے آزما رہا تھا۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز واپس کرنے کی بات سے میں سخت متاثر ہوا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر قابلِ اعتماد شریکِ حیات مجھے نہیں مل سکتی۔ مجھے اس کو باتوں سے شیشے میں اتارنا ہوگا۔"

"اور ایسی باتوں کے تم ماہر ہو۔"

"تھینکس۔ پی ایچ ڈی تم بھی کر چکے تھے عینی سے ملنے سے پہلے۔ میں چاہتا ہوں روشنی کے سچ مچ کا خطرہ بننے سے پہلے اس کا سدِباب کر دیا جائے۔"

"یعنی اس سے واقعی شادی کر لی جائے؟"

"شادی کرنا اور شادی کی بات کرنا دو الگ الگ معاملات ہیں۔ پہلے بات ہوگی پھر شادی کی تیاری۔ شادی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلامی طریقے سے پاکستان میں ہوگی۔"

"چندا کی اور شبنم کی گواہی کے ساتھ۔"

"عورت کی گواہی آدھی ہوتی ہے" میں نے کہا۔

"چلو نیلم کو اور قمر کو بھی شامل کرلیں گے۔ برات بھی انہی پر مشتمل ہوگی۔"

میں نے کہا "میرا مقصد ہوگا لندن کی کسی کورٹ میں شادی کی رجسٹریشن سے بچنا چنانچہ اس کے سامنے میں یہ ایک ہی شرط رکھوں گا کہ وہ بول نہ سکے۔"

"اور اگر اس نے یہ شرط ماننے سے انکار کردیا پھر؟"

"وہ مانے گی" میں نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔

"یار گیمبلنگ کرنے کی پوزیشن میں وہ ہے" عاقل بولا۔

میں نے کہا "نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے بڑی ہوشیاری سے خود کو بارگین کرنے کی پوزیشن میں کرلیا ہے لیکن وہ سب کچھ پانے کی امید میں سب گنوا دینے کا خوف بھی رکھتی ہے۔ سارے ٹرمپ کارڈ اپنے ہاتھ میں ہوں پھر بھی آدمی بازی ہار جاتا ہے۔"

"کیا تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ اچھا جاؤ' پولیس کو بتادو کہ اس رات کیا ہوا تھا؟"

"ہاں۔ اگر وہ ساری شرائط اپنی منوانا چاہے تو میں یہ جوا بھی کھیل سکتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے' وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اگر میں نے بازی ہار دی تو اسے کیا ملے گا؟ اس کے علاوہ۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کا سب سے ویک پوائنٹ ہے اس کا جذباتی ردعمل۔ تم شاید اسے میری خوش فہمی سمجھو لیکن وہ محبت کرنے لگی ہے مجھ سے۔"

"میں نے یہ بہت پہلے سمجھ لیا تھا اور دیکھ لیا تھا۔"

میں نے کہا "اچھا! کہاں دیکھ لیا تھا؟"

"اس کی آنکھوں میں۔ اس کی تمہارے لیے وارفتگی میں۔ روشنی وہ عورت ہے جو حسین ہے لیکن بدقسمتی سے ذہین بھی ہے۔ اب تک وہ خوابوں کے پیچھے بھاگتی رہی ہے۔ محبت کے نام پر فریب کھاتی رہی ہے۔ اسے تمہارے جیسے کسی بھی مرد کی زندگی میں یوں چور دروازے سے سہی' داخل ہونے کا موقع ملے تو وہ گنوائے گی نہیں اور میرا خیال ہے تم اس کی محبت پر اعتماد کرسکتے ہو پھر اسی اعتماد کے سہارے اسے اپنا بنانے کا دھوکا دے کر غائب ہوسکتے ہو' ناصر عظیم بن کے۔"

میں نے کہا "یار' میں کیا کروں۔ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔ میں ہر عورت سے تو شادی کے عہد وپیماں نہیں نبھا سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ میں تو ابھی یہ طے نہیں کرپایا کہ کبھی ایسا ناگزیر وقت آیا' جب مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا تو میں کیا کروں گا۔ قرائن کہتی ہے' یعنی بھی پوچھتی ہے میں اس کا یہی جواب دے سکتا ہوں کہ یار ابھی تو میں نے سوچا نہیں۔ یہ سوچنا شروع بھی نہیں کیا کہ مجھے شادی کرنی ہے تو کب پھر یہ کیوں سوچوں کہ میرا انتخاب چندا ہوگی یا شبنم۔ کیا مجھے کوئی اور نہیں مل سکتی۔"

وہ ہنسا "حل تو گئی ہے' روشنی۔"

"یار' یہ بالکل ٹھیک ہے کہ چندا سے اچھی لڑکی کوئی نہیں تھی پھر ایک وقت آیا جب اس کی فطرت کے منفی پہلو سامنے آئے اور مجھے شبنم اچھی لگنے لگی۔ اس کی خامیاں بھی اور ہیں لیکن خامیاں تو میری ذات میں ان سے زیادہ ہیں۔ لائف میں سیٹل ہوجانے کے بعد سوچوں گا کہ تمام زندگی کا ساتھی کسے بنانا چاہیے۔ ابھی تک میں نے کسی سے کمٹ نہیں کیا۔ کسی سے کوئی ایسی بات ہی نہیں کی جس کی بنیاد پر کوئی دعوے دار بنے۔"

"تم اس محبت پر یقین نہیں رکھتے جس میں آدمی بقائمی عقل وہوش یہ سمجھتا ہے کہ اس عورت کے بغیر میں زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ شریک زندگی ہو تو پھر جینے کا مزہ ہے ورنہ کچھ نہیں۔"

"ایسی محبت کے بارے میں میرا نظریہ یقینی نہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ میں اور چندا ذہنی طور پر اس حقیقت کو قبول کرچکے تھے کہ اب ہمیں باقی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ گزارنی ہے۔ کرنل خان مرحوم نے بھی غالباً اس کو قبول کرلیا تھا مگر پھر ایک حادثے نے اس حقیقت کو مفروضہ بنادیا۔ جیسے الجبرے کے سوال میں کسی ایک اسٹیپ پر جمع تفریق کی معمولی سی غلطی سے سوال غلط ہوتا چلا جاتا ہے اور آخر میں پتا چلتا ہے کہ جواب الف ے تو بڑا شاک لگتا ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ میں اور چندا اتنی دور ہوگئے تھے کہ پھر قریب آنے کی کوئی صورت نہیں رہی تھی مگر وقت کی ایک چال نے سب بدل دیا۔ میں بھی شبنم کے بہت قریب ہوگیا تھا اور خاصا مطمئن تھا لیکن اب وہ بات نہیں رہی۔"

"گویا تم فیصلہ نہیں کرپاتے کہ ان میں سے اچھا کون ہے؟"

"اچھی کس لحاظ سے۔ یار' تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں چاند اچھا لگتا ہے یا سورج۔ دن اچھا لگتا ہے کہ رات پسند ہے۔" میں نے چڑ کے کہا "درختوں کا سرسبز رنگ پسند ہے یا آسمان کی نیلاہٹ۔ یہ COMPARISON ہے ہی غلط اور ناممکن۔"

"او کے پھر جب وقت آئے تو تم ٹاس کرلینا برادر۔" پاٹل اٹھ کھڑا ہوا "میں اب چل کے دیکھتا ہوں گھر کو۔"

میں نے کہا "میں جاؤں گا جمی کی طرف اور شاید پولیس اسٹیشن!"

پولیس اسٹیشن پہلے میرے راستے میں آگیا۔ وہاں ایک اولی آفیسر جیسے میرے لیے ہی دکان کھولے بیٹھا تھا "ویل کم سنر شاہ عالمین!"

میں نے کہا "صحیح نام ہے شاہ عالم!"

"او کے شاہ علام۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک مجرموں کا سراغ نہیں ملا لیکن اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تم نے پولیس کی تفتیش میں تعاون نہیں کیا۔"

"یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔"

وہ کچھ حیران ہوا "کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ آج تمہاری ساس مرگئی ہے اس لیے تم دستیاب نہیں ہوسکتے۔"

میں نے کہا "یہ تو کہا تھا' خیراب میں آگیا ہوں۔"

اس نے سرہلایا "میں تمہیں کچھ مجرموں کے فوٹو دکھاتا ہوں۔ ان میں سے جس پر تمہیں ذرا بھی شک ہو اس کا نمبر نوٹ کرلو۔"

میں نے کہا "میں کسی کو شناخت نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے ان کی صورت دیکھی ہی نہیں تھی۔"

"انہوں نے پہلے مسٹر اور مسز جیمس کو ہٹ کیا اور پھر تمہاری طرف آئے۔ تمہیں کافی وقت ملا تھا؟"

میں نے کہا "لیکن میں ٹائر بدل رہا تھا۔ جو فلیٹ ہوگیا تھا یا کردیا گیا تھا۔ میری ساری توجہ جیک لگانے کے بعد نٹ بولٹ کھولنے پر تھی۔ اس نے مجھ پر پیچھے سے وار کیا۔"

"تم نے ان میاں بیوی کی چیخ بھی نہیں سنی؟"

"میرا خیال ہے انہوں نے کوئی چیخ نہیں ماری تھی۔ ماری ہوتی تو میں ضرور سنتا۔"

وہ بولا "پھر بھی یہ البم دیکھ لو۔ بعض اوقات ناک آؤٹ ہونے والا حواس کھونے سے پہلے حملہ آور کا چہرہ دیکھ لیتا ہے مگر یہی سمجھتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ شاید تصویر دیکھ کے تمہارے لاشعور میں۔"

میں نے البم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ "واٹ نان سنس۔ اس میں لاشعور کہاں سے آگیا۔ کیا جمی اور اس کی بیوی جولی نے البم دیکھی ہے؟"

"جولی نے دیکھی ہے اور اس نے چار تصویروں پر شک ظاہر کیا ہے۔" وہ بولا "جمی ابھی تک سو فیصد فٹ نہیں ہے۔ کم از کم ڈاکٹر ایسا ہی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ڈاکٹروں کو اور پولیس والوں کو پہچان کے ایک سے ایک گالی دے رہا ہے۔"

میں نے کہا "جولی نے کن پر شک ظاہر کیا ہے؟ اس نے انہیں بہت قریب سے اور واضح دیکھا تھا۔"

"یس مگر میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ وہ چاروں کون ہیں۔ کل ہم تمہیں جائے واردات پر لے جائیں گے اور وہ سین دہرائیں گے۔ بشرطیکہ ڈاکٹرز نے کل جمی کو اسپتال سے جانے کی اجازت دے دی۔"

"وہ کل تک رکنے والا نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں اسے۔"

"ہم اسی گاڑی میں جائیں گے۔ اسی راستے پر' ایک گاڑی تمہارا پیچھا کرے گی جس میں پولیس والے ڈاکو بن کے سوار ہوں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ سارا واقعہ وہاں کس طرح پیش آیا تھا۔ بائی دا وے' کیا وہ نوٹ مارک نمبر تھے؟"

میں نے کہا "نہیں اور نہ وہ نئے سیریل نمبر والے تھے۔"

اس نے افسوس سے سرہلایا "میں بالکل یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم جیسا معقول آدمی سیکیورٹی کمپنی کی خدمات حاصل کیے بغیر یا پوری رقم کی انشورنس حاصل کیے بغیر تین لاکھ پاؤنڈ لے کر روانہ ہونے کی غلطی کیسے کرسکتا ہے؟"

میں نے کہا "کیا مجھ سے پہلے یہ بے وقوفی کسی نے نہیں کی؟ یہ لندن میں ہونے والی پہلی ڈکیتی ہے۔"

وہ بولا "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا لیکن یہ غلطی تھی۔"

میں نے کہا "اس سے میں نے کب انکار کیا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اس دوسرے کیس کا کیا ہوا؟"

وہ بولا "اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ وہ دوسرے علاقے کی واردات تھی اور اس کی تفتیش کوئی اور کررہا ہے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ کل تک دونوں کی تفتیش کسی تیسرے سینئر سراغ رساں کے سپرد کردی جائے۔"

اسپتال میں ملاقات کا وقت تھا چنانچہ مجھے براہِ راست جمی تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ جولی وہاں نہیں تھی۔ اسے ڈاکٹرز نے ریلیز کردیا تھا اور وہ اپنے کاروباری معاملات کو سنبھالنے چلی گئی تھی۔ جمی کے پاس دو افراد سیدھے کھڑے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہے تھے۔ وہ اس کے نیبرز تھے۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور قابلِ دید تصویروں والے ایک رسالے کی ورق گردانی کرنے لگا۔

لیکن جمی نے ان دونوں کو ایک منٹ میں فارغ کردیا "شاہ علام۔ آخر اس دنیا کا کیا ہوگا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "کیا ہونا چاہیے تمہارے خیال میں؟"

وہ بولا "اسے تباہ ہو جانا چاہیے۔ قیامت آجانی چاہیے۔ غضب خدا کا۔ اب تک شریف لوگ ایک دوسرے پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور کاروبار میں بے ایمانی کر جاتے تھے۔ اب بدمعاشوں کا بھی کوئی اصول ایمان نہیں رہا۔"

میں نے کہا "واقعی' یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔"

"تم دیکھو لارڈ پرائس کو۔ اس نے کیسے فرض کر لیا تھا کہ شک اس کی طرف نہیں جائے گا۔ بے وقوف کا بچہ!"

میں نے کہا "کیا تم نے اس کے خلاف رپورٹ لکھوا دی ہے۔"

"ہاں۔ اب پولیس دن میں یہاں آئی تو میں نے اپنا بیان لکھوایا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ لارڈ پرائس کوئی خاندانی آدمی نہیں۔ ایک گھٹیا چور ہے۔ میں نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ آرنلڈ میکنزی کو اس کے سوا کوئی قتل نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آرنلڈ نے خودکشی نہیں کی تھی۔"

"ہاں۔ اسے مارنے کے بعد پھانسی پر لٹکایا گیا تھا' پہلے اسے گلا گھونٹ کے ہلاک کیا گیا تھا۔ تمہارے تین لاکھ پاؤنڈز اس نے چھپنے پھر اس نے رات کو سارے نوادرات اٹھوا لیے۔ جب ہم یہاں اسپتال میں قریب المرگ تھے۔"

میں نے ہنس کے کہا "کیا تم اس وقت بھی قریب المرگ ہو؟"

وہ جوش سے بولا "ابھی مجھے ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے۔ رات کو جن دو افراد نے چوکیداروں کو ناک آؤٹ کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ وہ لارڈ پرائس کا ملازم ہے اور یہ نوادرات اس کے محل لے جائے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کس سے کہا تھا؟"

"کچھ لڑکے تھے۔ جو فٹ بال میچ کی جیت منا رہے تھے۔ ان کو جتنے پیسے ملے تھے انہوں نے پینے پلانے میں۔۔۔ اڑا دیے۔ پتا نہیں کون لوگ نابالغ لڑکوں کو شراب دیتے ہیں۔ میرے بار میں کوئی آجائے تو میں صرف عمر کا ثبوت ہی نہیں مانگتا' کم عمر ہو تو خود اس کی پھینٹی لگاتا ہوں۔ خیر' وہ لڑکے وہاں سے گزرے تو انہیں ایک سیکیورٹی گارڈ نے روکا۔ ان سے کہا کہ وہ سامان اتارنے میں اس کی مدد کریں تو وہ انہیں پچاس پاؤنڈز دے گا۔"

"یہ تو بہت رقم ہے۔"

"ہاں۔ اس نے ٹیم کے کپتان سے بات کی تھی اور یہ بتایا تھا کہ وہ کون ہے اور ان سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ پولیس نے انہیں بھی شاملِ تفتیش کر لیا ہے۔ آٹھ لڑکوں کی مدد سے سارا سامان ایک گھنٹے میں اتار لیا گیا۔ ان لڑکوں نے بتایا سامان کیا تھا۔"

"اور کیسے لے جایا گیا تھا۔ میرا مطلب ہے ٹرک ہو گا۔"

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ لڑکے نشے میں تھے اور رات کا وقت تھا۔ انہوں نے وین کا نمبر تو نہیں دیکھا مگر یہ ضرور بتایا کہ اس پر لال نیلی پیلی دھاریاں تھیں۔ ایسی کوئی وین پولیس نے کبھی شہر میں نہیں دیکھی تھی چنانچہ خیال یہی ہے کہ کسی نے وین کو پینٹ کیا تھا اور اب اسے دوبارہ اصلی حالت میں لایا جائے گا۔ پولیس وین تلاش کرے گی۔ کرائے پر حاصل کی جانے والی ہر وین کو دیکھے گی۔"

"جو اس دن ہائر کی گئی ہو گی۔"

"ظاہر ہے' یا ایک دن پہلے۔ وین کے رنگ کی تصدیق اور لوگوں نے بھی کی ہے۔ پولیس کو یقین ہے کہ وہ وین مل جائے گی۔"

میں نے کہا "یہ کیا بے وقوفی کی بات ہے جی۔ اگر کوئی گاڑی یا وین کرائے پر لے تو پہلے سفید رنگ پر نیلی پیلی دھاریاں ڈالے پھر دوبارہ سفید رنگ کرے واپس کرنے سے پہلے۔ کمپنی میں کیا اندھے بیٹھے ہوں گے۔ وہ کہیں گے یہ کیا ہے؟"

"تم نے بالکل ٹھیک سوچا۔ یہاں ایک سینئر سراغ رساں تھا۔ اس کا بھی کچھ ایسا ہی خیال تھا کہ گاڑی کرائے کی نہیں ہو سکتی۔"

میں نے کہا "جی۔ فرض کرو' نوادرات اسی خبیث لارڈ پرائس نے چوری کیے ہوں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انہیں کہاں چھپا کے رکھے گا اور کب تک؟"

"تم تو بالکل اس سینئر سراغ رساں کے ذہن سے سوچ رہے ہو۔ اس نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔" جمی کچھ حیران ہوا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہی خود اعتمادی کا شکار ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ پولیس کا شک اس کی طرف نہیں جا سکتا۔ اس حرام زادے نے ایک رپورٹ میرے خلاف لکھوا دی ہے۔ بالکل وہی الزامات جو میں نے اس پر عائد کیے تھے' اس نے مجھ پر عائد کر دیے ہیں۔ یہ بھی اس کی ایک چال ہے۔ وہ سمجھتا ہے' ایسے وہ محفوظ ہو جائے گا۔ چور پکڑے جانے سے پہلے دوسرے کی طرف انگلی اٹھا کے کہنے لگے کہ یہ چور ہے تو کیا قانون کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اسے اپنے لارڈ اور خاندانی ہونے کا زعم ہے۔"

اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جمی نے ریسیور اٹھا لیا "جی ہیئر۔ ہاں بولو۔ جولی کیا یہ سچ ہے' تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اچھا۔ کب۔؟ کہاں سے۔؟ دیری گڈ۔ دیری گڈ۔ اب پتا چلے گا اس سؤر کے بچے کو۔" وہ جوش میں چلانے لگا تھا۔ اس کی جولی سے گفتگو دس منٹ جاری رہی۔

جب اس نے ریسیور رکھ دیا تو میں نے پوچھا "تم بہت خوش نظر آنے لگے ہو اچانک' ایسی کیا بات تھی؟"

وہ قہقہہ مار کے بولا "تم بھی سنو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔ "خاندانی لارڈ گرفتار ہو گیا۔"

"کیا۔۔۔ نوادرات برآمد ہو گئے؟"

"نہیں۔ اس کے ایک ملازم کے ضمیر نے اسے ہولا دیا۔ اس نے پولیس کو فون کر کے کہا کہ وہ اعترافِ جرم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ آرنلڈ میکنزی کو اس نے لارڈ کے حکم پر کافی میں کوئی دوا دی تھی جس سے وقتی طور پر وہ مفلوج ہو گیا تھا پھر لارڈ نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جب وہ مر گیا تو اس نے دو ملازمین کو بلا کے کہا کہ انہیں بہت معقول انعام ملے گا اگر وہ اس بلیک میلر کتے کی لاش کہیں پھینک آئیں۔ اس نے انہیں ایک ایک ہزار پاؤنڈز نقد دے کر کہا کہ باقی چار چار ہزار پاؤنڈز اس وقت ملیں گے جب لاش کو کامیابی سے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔ پہلے لاش کو اپنے باغ کے آخری کونے میں دفنانا چاہتا تھا مگر پھر اس کی جیب سے آفس کے بچے والا کارڈ ملا اور چابیوں کا ایک گچھا تو لارڈ نے کہا کہ اسے آفس لے جاؤ اور اس رسی سے پنکھے کے ساتھ لٹکا دو۔ ایسے کہ یہ خودکشی نظر آئے۔ ملازم اسے رات کے وقت اس کی گاڑی میں ڈال کر لے گئے اور لارڈ کی ہدایات کے مطابق اسے لٹکا آئے۔"

"لیکن اس کا علم کیسے ہوا پولیس کو؟"

"بتا رہا ہوں نا۔ اس ملازم نے انعام لے لیا مگر بعد میں اس کے ضمیر نے اسے پریشان کیا۔ وہ کوئی پیشہ ور قاتل تو نہیں تھا۔ لارڈ کا خاندانی ملازم تھا۔ لارڈ نے سوچا ہو گا کہ وہ کیسے نمک حرامی کر سکتا ہے۔ اسے جو کہا جائے گا' خاندانی غلاموں کی طرح کرے گا مگر ایک تو قتل کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اب ایسے خاندانی ملازم بھی کہاں ہیں جو آقا کے حکم پر جان لے لیں یا جان دے دیں۔"

"لارڈ نے کیوں قتل کیا آرنلڈ کو آخر؟"

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس لارڈ کو الیکٹرک چیئر پر لاسٹ کیا جائے گا جس دن وہ میرے لیے بہت خوشی کا دن ہو گا۔ اس نے کیا سمجھا تھا۔ تین لاکھ پاؤنڈز نقد اور چھ لاکھ پاؤنڈز کا مال سب ہضم کر لے گا اکیلے ہی۔ اب پولیس ایک ایک پنس اگلوا لے گی۔ ایک ایک چیز برآمد کر لے گی۔ تم ٹھہرو تھوڑی دیر۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے میری بات ہوئی تھی جولی سے۔ وہ آرہی ہے میری گاڑی لے کر۔ تم دیکھنا' اب اس لارڈ کا کیا انجام ہوتا ہے۔ بیس سال کی جیل تو کہیں نہیں گئی۔ آدمی کی شامت آتی ہے نا تو ایسے ہی ہوتا ہے۔ جن پر بھروسا ہو وہی موادیتے ہیں۔ اب یہ ملازم ہو جائے گا وعدہ معاف گواہ۔ ویسے بھی قتل اس نے نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ اس کا جرم ہے کافی میں دوا ملانے کا یا لاش ٹھکانے لگانے کا مگر وہ لارڈ کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا اور مجبور تھا۔ وہ صاف بچ جائے گا۔"

میں نے کہا "ابھی تک پولیس نے تمہارا بیان نہیں لیا ہے۔ نہ تم نے مجرموں کی شناخت کی ہے۔"

"جولی یہ سب کر چکی ہے۔ مجھے اس کا بیان دہرانا ہے اور انہی کو پہچاننا ہے۔ فرق نہیں ہونا چاہیے ہمارے بیان میں۔ واپسی پر مجھے پولیس اسٹیشن جانا ہو گا۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "پھر مجھے معاف رکھو۔ میں ابھی وہیں سے آیا ہوں۔ دوبارہ وہاں جا کے کیا کروں گا۔"

لارڈ پرائس کی گرفتاری کی خبر میرے لیے بھی بہت خوش آئند تھی لیکن اب نوادرات کی چوری کے معاملے میں اس کے خلاف کوئی ثبوت فراہم کرنے کی سازش غیر ضروری ہو گئی تھی۔ اسے اپنے جرم کی قرار واقعی سزا ہونی یقینی تھی اور اس کا۔ جمی کے گھٹنے کے مطابق 'الیکٹرک چیئر پر روسٹ ہونا تو خیر محال تھا مگر اسے عمر قید ہونے کے امکانات بہت روشن تھے۔

عاقل نے کہا تھا کہ وہ کچھ نوادرات لارڈ پرائس کے کسی آفس میں چھپا دے گا۔ اب یہ قدم اٹھانا خطرناک بھی ہو گیا تھا۔ میں اسے منع کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایسی کوئی بے وقوفی نہ کرے لیکن وہ میرے گھر میں عینی کے ساتھ ہی نہیں تھا اور عینی کا خیال تھا کہ اپنے فلیٹ میں ہو گا مگر وہاں بھی اس کے فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ ریسیور کسی نے نہیں اٹھایا۔

ہمارے تین لاکھ پاؤنڈ جو اب ڈھائی سے بھی کم رہ گئے تھے اور سارے نوادرات ایک کرائے کے مکان میں محفوظ پڑے تھے۔ اب مجھے اپنی مالک مکان کی طرف سے فکر لاحق ہو رہی تھی۔ ویسے تو وہ سب سے الگ تھلگ' خاموش زندگی گزارنے والی خاتون تھی مگر یہ ہو سکتا تھا کہ مقامی خبروں میں ڈکیتی کی ایک واردات کا دوسری سے تعلق ثابت ہونے پر وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچنے لگے کہ آخر یہ میرے پُراسرار کرائے دار کون ہیں جو آدھی رات کے بعد سامان لائے تھے اور سامان رکھ کے گئے تو لوٹ کے نہیں آئے۔ کہیں انہوں نے میرے گھر کو چوری کے مال کا گودام تو نہیں بنالیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ لال نیلی پیلی دھاریوں والی کسی وین کا ذکر سن کے وہ کسی سے پوچھ بیٹھے کہ ایسی کوئی وین یہاں تو نہیں آئی؟ اس وین کو وہاں سبھی لوگوں نے دیکھا تھا اور میں ایک شراب خانے سے دو شرابی کپڑ کے لایا تھا جنہوں نے وین سے سامان اتارا تھا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ فٹ بال ٹیم کے وہ کھلاڑی بھی نشے میں تھے جنہوں نے اپارٹمنٹ سے سامان اتار کے وین میں رکھنے میں میری مدد کی تھی۔ تاہم وہ بالکل مدہوش نہیں تھے۔ وہ اس حد تک ہوش میں تھے کہ انہوں نے نہ کوئی چیز گرائی تھی اور نہ توڑی تھی۔ اس شراب خانے کا پتا مجھے خود بڑی بی نے دیا تھا۔

وین کی طرف سے مجھے اطمینان تھا کہ اسے تلاش کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ بفرض محال پولیس اس کار رینٹ کمپنی تک پہنچ بھی گئی جہاں سے عاقل نے فلم یونٹ کے لیے گاڑی کرائے پر لی تھی تو روسی نژاد بڈھا کے گا کہ میرے پاس یہ وین ہے۔ اسے پاکستان سے آنے والے ایک فلم یونٹ نے کرائے پر لیا تھا۔ فلم کا کام ختم ہوا تو یونٹ واپس چلا گیا اور گاڑی گل ائرپورٹ پر انہیں چھوڑ کے سیدھی یہاں آگئی۔ یہ کھڑی ہے دیکھ لو۔ نہ اس پر رنگ ہوا نہ روغن اور ظاہر ہے اس کے بعد پولیس مطمئن ہو کے چلی جائے گی۔

لیکن بڑی بی کی طرف سے میرے دل میں ایک خلش سی بیدار ہوگئی تھی۔ اس کو شک ہو جاتا تو ہمارا پلان خود ہماری تباہی کا سبب بن جاتا۔ میں نے جو جال دوسروں کے لیے بچھایا تھا خود اس میں پھنس جاتا۔ ڈھائی لاکھ پاؤنڈز کے علاوہ سارے نوادرات بھی سرکار ضبط ہوتے اور میرے خلاف دھوکا دہی کے نہ جانے کتنے مقدمات بن جاتے اور میرا عزت آبرو کے ساتھ پاکستان واپس جانا محال ہو جاتا۔ صرف شاہ عالم ہی نہیں، اس کا ہمزاد ناظر عظیم بھی جیل کی ہوا کھاتا نظر آتا۔

اپنے اطمینان کے لیے میں نے بڑی بی کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ ایک ٹیکسی نے بیس منٹ میں مجھے اس کے گھر کے دروازے پر اتار دیا۔ میں نے کال بیل بجائی اور منتظر رہا کہ دروازہ کھلے یا بڑی بی کا چہرہ نظر آئے۔ پورے دو منٹ گزار کے میں نے دوبارہ گھنٹی بجائی لیکن اندر مکمل خاموشی رہی۔ شاید مالک مکان خاتون گھر پر نہیں تھیں۔ دروازے میں اگر قفل لگا ہوا تھا تو باہر سے اس کا پتا نہیں چلتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ کہیں گھنٹی خراب نہ ہو یا بجلی نہ گئی ہو۔ خیالات کا گزر لندن کے کسی باسی کے ذہن سے کم ہی ہوتا ہے مگر اپنے پاکستان میں ایسا اتفاق کوئی غیر معمولی بات تھی۔ بلکہ ایک بار تو بظاہر ٹھیک نظر آنے والی گھنٹی کو چیک ہی میں خود الارم کی طرح بجنے لگا تھا کیونکہ بٹن میں کرنٹ آرہا تھا۔

میں نے اپنی آمد کی اطلاع دینے کا دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور زور زور سے دروازہ بجانے لگا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مالک مکان کا پڑوسی باہر نکل آیا۔ "کیا مسئلہ ہے، کال بیل کیوں نہیں بجاتے؟" اس نے بدتمیزی سے بولا۔

میں نے کہا "پہلے یہی کیا تھا۔ اندر سے کوئی جواب نہیں آرہا تھا۔"

"تو ایسے دروازے پر ڈھول پیٹنے سے جواب آجائے گا؟" اس نے میری بے وقوفی پر افسوس سے سر ہلایا "کیا ہے بڑھیا مر گئی ہو؟"

مجھے یہ بات سن کے شاک لگا "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"سب جانتے ہیں کہ وہ بیمار رہتی تھی اور اکیلی رہتی تھی۔ تم خود دروازہ مت توڑو۔ پولیس کو بلالو ورنہ توڑنے کے الزام میں پھنس جاؤ گے۔"

اندر سے کسی عورت نے چلا کے کہا "کیا بکواس ہے، ہوا تو اتنی دیر سے اینڈی۔۔۔ وہ گھر پر نہیں ہے۔"

اینڈی خفت کے باوجود اینڈتا ہوا اندر غائب ہو گیا اور ایک خاتون ایپرن سے ہاتھ پونچھتی نمودار ہوئی جو اینڈی کی ماں ہی ہو سکتی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کے شفقت سے مسکرائی "اندر کوئی نہیں ہے بیٹے میں!"

میں نے کہا "کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ خاتون خانہ کہاں گئی ہیں۔ دراصل میں ان کا نیا کرائے دار ہوں۔ سامان رکھنے چلا گیا تھا" میں نے کہا۔

"بدقسمتی سے اس کی بہن مر گئی ہے۔ وہ کل مانچسٹر چلی گئی تھی لیکن جاتے ہوئے گھر کی چابیاں مجھے دے گئی تھی۔ نیچے والے گھر کی۔ کیا تم اندر جاؤ گے؟"

میں نے کہا "اگر وہ چابی مجھے مل جائے تو؟"

میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ لوٹ کر اندر گئی اور چابی لے آئی "یہ تمہاری مرضی ہے۔ تم چابی اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔"

میں نے کہا "تھینکس۔ میں چابی رکھوں گا تاکہ حادثاتی

موت کی خبر ملنے پر میں اس کے گھر جا سکوں۔"

وہ میری شائستگی سے خوش ہوئی۔ عام طور پر بوڑھوں کو شکایت ہے کہ ایٹیکیٹ مین ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے "نو پرابلم! اگر تم چاہو تو اندر آکے ایک ڈرنک بھی لے سکتے ہو۔"

میں نے کہا "میں مسلمان ہوں۔ شراب نہیں پیتا پھر بھی اس مہمان نوازی کے جذبات کا شکریہ۔"

اندر سے اینڈی نے کہا "ماں تم نے دیکھا نہیں، وہ ایشیائی کتا ہے، رنگ دار۔ ہر ایک کو انوائٹ مت کیا کرو۔"

ماں نے اسے ڈانٹا "شٹ اپ اینڈی۔ تم بالکل اپنے باپ پر گئے ہو۔ وہ بھی کسی کے جذبات کا خیال نہیں کرتا تھا۔"

ماں بیٹے کے خیالات اور مزاج کے فرق کو دیکھ کر میں حیران نہیں ہوا۔ برطانیہ کی نئی نسل کالوں اور سب رنگ دار لوگوں کو برطانیہ میں دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ ان میں ایشیائی بطور خاص ان کی نفرت کا نشانہ بنتے ہیں خواہ وہ بھارتی ہوں یا پاکستانی۔ بنگلا دیشی یا سری لنکا کے رہنے والے۔ اب یہ صرف نسلی تعصب کے جذبات کا نہیں، معاشی وسائل کا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہر ملک میں باہر سے آنے والوں کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان کے روزگار کے مواقع کم کر رہے ہیں اور ان کے ملک کی دولت باہر لے جا رہے ہیں۔ برطانیہ میں ایک اندازے کے مطابق دس لاکھ تو صرف پاکستانی ہیں چنانچہ وہاں گورے نوجوانوں کے ساتھ ان کی محاذ آرائی ایک باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

ابھی میں تالا کھول ہی رہا تھا کہ اینڈی کی ماں پھر مخاطب کرنے آئی "اس کی بات کا برا مت ماننا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں میڈم! لیکن کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ میری مہربان مالک مکان کب واپس آئیں گی؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "اسے خود کچھ یقین نہیں تھا۔ دراصل اس کی بہن اکیلی تھی۔ شوہر سے بہت پہلے علیحدگی ہو گئی تھی اور بچے تھے نہیں۔ وہ خود سڑک پر حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔ اب کچھ قانونی مسائل ہوں گے اس کی پراپرٹی یعنی اس مکان کے جس میں وہ رہتی تھی، انشورنس کلیم کے۔"

اگرچہ کسی کی حادثاتی موت کی خبر میں اطمینان کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تھا مگر میں نے محسوس کیا کہ شاید میں لاشعوری طور پر خود کو زیادہ محفوظ سمجھنے لگا ہوں۔ اب مجھے یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ کل صبح کے بعد سے آج شام تک کے واقعات کے بارے میں تشویش ہونے والی نئی چیز مالک مکان خاتون نے سنی ہوگی۔ وہ اپنی بہن کی حادثاتی موت کے معاملات میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اسے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں ہوگی۔ مقامی خبروں میں جو بتایا گیا وہ ایک دو دن کے بعد اپنی اہمیت کھو دیتا ہے اور اس کی جگہ نئے واقعات کی خبریں لیتی رہتی ہیں۔ قومی اخبارات نے بھی تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی اور پھر نوادرات کے ذخیرے کی چوری کو جرائم کی خبروں میں جگہ دی ہوگی مگر یہ کوئی سرخی نہیں بن سکتی تھی۔ بہن کی موت اور اس کی آخری رسوم کے مسائل سے نمٹنے والی اکیلی بوڑھی عورت کو اتنی فرصت کہاں ملی ہوگی کہ وہ اخبارات کو تفصیل سے پڑھے۔ ابھی وہ نہ جانے کتنا عرصہ قانونی مسائل سے نمٹنے میں لے گی اور اس کی واپسی تک یہاں کی ایک دن پہلے کی خبر بھی آؤٹ آف ڈیٹ ہو جائے گی۔ لندن شہر میں ہر روز نہ جانے کتنی وارداتیں ہوتی ہیں جن کا سراغ کبھی نہیں ملتا۔

اندر جا کے میں نے نوادرات کے ذخیرے کا جائزہ لیا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر اسی طرح موجود تھی جیسے میں نے رکھوائی تھی۔ اس ڈھیر میں جسے عام آدمی کباڑ خانہ ہی کہتا، ڈھائی لاکھ پاؤنڈز مالیت کے نوٹوں سے بھرے ہوئے دو سوٹ کیس بھی تھے جن کو دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ اس میں استعمال کے کپڑے ہوں گے۔ مجھے ان کے نمبر والے نوٹوں کا کبھی نیشن معلوم نہیں تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

میں نے مشکل سے دس منٹ اندر گزارے اور پھر باہر آگیا۔ اینڈی اب دروازے کے باہر اپنے کسی دوست کے ساتھ کھڑا تھا۔ دوست کے ہاتھ میں کرکٹ کا بیٹ تھا جو اس نے مجھے دیکھ کے ایسے گھمایا جیسے مجھے بال کی طرح چھکا مار کے اپنے پڑوس سے بہت دور کہیں پھینک دینا چاہتا ہو۔ میں نے نوٹس نہیں لیا تو اس نے حقارت سے زمین پر تھوکا اور بولا "میرا بس چلے تو میں سارے رنگ دار ایشیائی لوگوں کو تیزاب میں حل کر کے سمندر میں بہادوں۔"

اینڈی قہقہہ مار کے ہنسا "چھوڑو۔ سمندر ناپاک ہو جائے گا۔"

میں سیدھا ان کی طرف چلا گیا "اینڈی کو میں اس کی شریف النفس ماں کی وجہ سے کچھ نہیں کہوں گا لیکن تمہارے دانت توڑ کے گٹر میں ڈال دوں گا۔"

وہ غرا کے بولا "اس سے پہلے کتنوں کے دانت توڑے ہیں؟"

میں نے اس کے ہاتھ سے بیٹ چھین لیا "میں حساب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں رکھتا۔ بس اتنا یاد رکھنا کہ میرے سامنے پھر کوئی بیہودہ بات کی تو تمہاری خیر نہیں۔"

وہ میرے جارحانہ تیور دیکھ کے ڈر گیا "اوکے۔ مجھے بیٹ واپس کرو۔"

میں نے اس کے بیٹ کو ہوا میں اچھالا اور ٹاپ تول کے اس کے سینٹر میں کھڑی ہتھیلی سے ایسا وار کیا کہ بیٹ کا بلیڈ دو ٹکڑے ہوگیا۔ ہینڈل کے ساتھ لگا ہوا ٹکڑا الگ گرا۔ باقی حصہ میں نے کیچ کر کے اسے تھمادیا۔ ان کی آنکھیں انتہائے حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ "تمہاری گردن اس بیٹ سے زیادہ مضبوط نہیں ہوسکتی" میں نے کہا اور انہیں بت بنا چھوڑ کے چل پڑا۔

جب میں گھر پہنچا تو عاقل وہاں موجود تھا "تم کہاں سے آرہے ہو؟"

میں نے کہا "میرے پاس کم سے کم ایک اچھی خبر ہے۔"

عینی مسکرانے لگی "وہ پرانی ہوگئی۔ تم لارڈ پرائس کی گرفتاری کی خبر لائے ہوگے۔"

میں نے کہا "سنی خبر کیا ہے؟"

"پولیس نے ہارٹن بار پر چھاپا مارا تھا نوادرات کی تلاش میں۔ لارڈ پرائس نے جمی کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی۔ وہاں سے نوادرات وغیرہ تو نہیں ملے مگر پولیس کو اور بہت کچھ مل گیا جو خلافِ قانون تھا۔"

میں نے کہا "ابھی ایک گھنٹے پہلے تو جمی اسپتال میں تھا اور اپنی بیوی کے آنے کا انتظار کررہا تھا۔"

"اگر وہ ریلیز کروا گیا ہے تو پھر پولیس اسے لینے گئی ہوگی۔ اس کی بیوی بھی شاید ساتھ ہو۔ اس نے چھاپے کے وقت بڑی مزاحمت کی اور پولیس والوں کو بہت گالیاں دھمکیاں وغیرہ دیں۔ ان کے دو ملازم قانون کی راہ میں رکاوٹ بننے پر پکڑے گئے۔ تین لڑکیاں غیر قانونی تارکینِ وطن تھیں۔ ایک انڈین' ایک پاکستانی اور ایک بنگلا دیشی۔ وہ بار کی ملازم تھیں۔ ان میں سے ایک نے بار کے مالکوں پر الزام لگایا ہے کہ وہ ان سے جسم فروشی کراتا تھا۔"

میں نے کہا "اتنی تفصیل کیسے معلوم ہے تمہیں؟"

"میں اتفاق سے وہیں موجود تھا۔"

عینی نے آنکھیں نکالیں "اتفاق کیوں کہتے ہو' تمہیں جولی نے بلایا تھا۔"

عاقل کچھ خفیف ہوا "میں اسی لیے چلا گیا تھا کہ شاید تم اور جمی وہیں آجاؤ گے۔ میں نے ایک جگہ دیکھ لی ہے جو لارڈ پرائس کا پرانا آفس ہے۔ وہاں ہم کچھ نوادرات ہیں۔"

میں نے کہا "اب کیا ضرورت ہے اس کی۔ لارڈ گرفتار ہوگیا مگر تمہیں جولی نے کیوں بلایا تھا؟"

"وہ بڑی عجیب بات ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا لاکھ پاؤنڈز کھودینے کے بعد تمہارا دوست شاعلام کیا گا؟ اسے جمی کا پرانا قرض بھی لوٹانا تھا جو اس سے کہیں ہے۔ میں نے کہا کہ تم اپنے شوہر سے کہو وہ قرض کردے۔ جولی کہنے لگی کہ یہ ناممکن ہے۔ نہ میں اس سکتی ہوں اور نہ میرے کہنے سے وہ شاعلام کی جان چھ گا لیکن مجھے ہمدردی ہے اس سے اور اس کے لیے میں کسی طرح یہ کیا ہے" عاقل نے کاغذ کا ایک پرزہ میری بڑھادیا۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے وہ پرزہ لے لیا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈز کا چیک" عاقل معنی خیز انداز مسکرانے لگا۔

میں کاغذ کے اس پرزے کو حیرانی سے دیکھتا رہا لاکھ پاؤنڈز۔ اتنی بڑی رقم اس نے کیسے نکالی؟"

"زیادہ اہم یہ سوال ہے کہ کیوں نکالی؟" عاقل بولا

"یہ تمہیں اسی سے پوچھنا چاہیے تھا" میں نے کہا

"میں نے پوچھا تھا تو وہ کہنے لگی کہ "سوال جواب کرو۔ مجھے ہمدردی ہے تمہارے اس دوست سے معلوم ہے کہ وہ مجھ سے مدد لینا منظور نہیں کرے گا۔ نے پوچھا کہ پھر تم نے یہ کیسے فرض کرلیا کہ تمہاری سے میں یہ چیک دوں گا تو وہ رکھ لے گا؟ وہ بولی "تم سمجھا سکتے ہو بس اب جاؤ۔ مجھے جمی کو اسپتال جا کے لانا میں نے کہا کہ کیا جمی کو اس کے بارے میں معلوم ہوگا؟ "کیسی بے وقوفی کی بات کرتے ہو۔ اسے معلوم ہوگا تو مار ڈالے گا" میں نے کہا کہ اسے کیسے معلوم نہیں ہوگا پیسے پیسے کا حساب رکھتا ہوگا۔ وہ کہنے لگی "کہیں' وہ معاملات کو سنبھالتا ہے۔ مالی معاملات کا اسے کچھ پتا نہیں

میں نے کہا "عجیب عورت ہے۔"

"ہاں۔ آخر کیوں دھوکا دے رہی ہے وہ اپنے شوہر کو" عاقل ہنسنے لگا "اور اسے تم سے ہمدردی کیوں ہے؟ تم جمی دوست ہی نہیں ہو۔ صرف بزنس پارٹنر ہو جو کچھ عرصہ دشمن تھے۔"

"وہ مجھے خریدنا چاہتی ہے" میں نے برہمی سے کہا۔

"لیں۔ اس کا اور کوئی مطلب نہیں نکالا جاسکتا۔"

"لیکن کیوں؟" عینی نے ایک احمقانہ سوال کیا۔

"خاتون۔ آدمی جوتا کیوں خریدتا ہے؟ پہننے کے لیے۔ گاڑی' گھڑی' رسٹ واچ' پرفیوم کیوں خریدتا ہے' استعمال کے لیے۔"

"میں استعمال کی چیز نہیں ہوں۔"

"وہ تو سمجھتی ہے میرے بھائی' سونے کی قدر سنار جانتا ہے۔ قصائی نہیں۔"

میں نے کہا "میں یہ چیک نہیں رکھ سکتا۔"

"کیوں؟ کیا یہ مال غنیمت نہیں ہے۔ جمی بھی تمہارا دشمن ہے رب نواز کی طرح۔ اس کا بھی وہی جرم ہے جو رب نواز کا۔ کیا تم نہیں چاہو گے کہ وہ تباہ ہوجائے۔ اس کے کاروبار کا بھٹا بیٹھ جائے کیونکہ تمہارے نظریات اور خیالات کے مطابق وہ سب تمہارے دشمن ہیں جو پاکستان کے دشمن ہیں اور جو پاکستان کے ثقافتی ورثے پر ڈاکا ڈالنے کے جرم میں شریک ہیں۔ جتنا منافع انہوں نے پاکستان کو نقصان پہنچا کے کمایا تھا وہ سب تم وصول کرنا چاہتے ہو۔"

"مگر ایسے نہیں۔"

"ایسے ویسے کی بات کیوں کرتے ہو۔ کان کو ادھر سے پکڑو یا ادھر سے' کان ہاتھ میں آنا چاہیے۔ تم ایک طرف تو ان کا دھندا بند کرانا چاہتے ہو لیکن دوسری طرف تمہارے بہت سے پراجیکٹ ہیں۔ ان کے لیے تمہیں سرمایہ چاہیے۔"

"اس کے لیے میں اپنے آپ کو بیچ دوں؟"

وہ ہنسنے لگا "یار' تم کچھ مت کرو۔ اسے رکھ لو۔ یہ مالِ غنیمت ہے اور حلال ہے۔ دو چار دن میں شاہ عالم کہاں رہے گا کہ جولی اس پر اپنا کوئی دعویٰ لے کر سامنے آئے۔ وہ کیا فرمایا ہے اپنے علامہ اقبال" نے۔ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر۔ اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر۔"

میں نے کہا "میں یہ چیک نہیں رکھ سکتا۔ اینڈ دیٹ از فائنل!"

عاقل نے چیک مجھ سے اچک لیا "ایسی بھی کیا بات ہے۔ ہم رکھ لیتے ہیں۔ پیسا تو بھائی پیسا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی ملک' کوئی رنگ' کوئی نسل نسب نہیں ہوتا۔"

میری پوزیشن خاصی خراب ہوگئی تھی۔ جولی کی یہ فیاضی جسے وہ ہمدردی کا نام دیتی تھی' بے سبب نہیں تھی۔ اس نے مجھ سے اپنی جذباتی وابستگی کو ظاہر کردیا تھا اور ہمدردی کے نام پر مجھ سے ایک کس لینے میں بھی کامیاب ہوگئی تھی۔ یہ اسی جال کا اگلا پھندا تھا۔ اس نے مجھے نامۂ محبت بھیجا تھا کہ جانم دیکھو' ہم پیار کے ایک انداز کے بدلے تم پر کیا نچھاور کرسکتے ہیں۔ تمہارے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کے کیا کرسکتے ہیں۔ مجھے یوں لگتا تھا جیسے یہ قیمت ادا کرنے کے بعد وہ مجھ سے پورا حق وصول کرنے آجائے گی۔ میری ہمدردی حاصل کرنے کے بعد اس نے مجھے حاصل کرنے کا بڑا دوستانہ انداز اپنایا تھا مگر یہ مجھے اپنی توہین لگتا تھا۔ ایک لاکھ پاؤنڈز میں وہ مجھ سے ناجائز مراسم چاہتی ہے' فاحشہ۔

روشنی دوسرے کمرے میں سو رہی تھی لیکن ہم پھر بھی آہستہ آہستہ باتیں کررہے تھے۔ یہ ہوسکتا تھا کہ وہ آنکھیں بند کیے پڑی ہو اور سب سن رہی ہو۔ عینی اور عاقل چاہتے تھے کہ ہم باہر کہیں جا کے کھانا کھائیں۔ وہ روشنی کو بھی تفریح کرانا چاہتے تھے مگر میں نے انہیں رخصت کردیا۔

روشنی تھوڑی دیر میں اٹھ بیٹھی "تم کب آئے؟"

میں نے کہا "بہت دیر ہوگئی۔ میں انتظار کررہا تھا تمہارے جاگنے کا۔"

"کیوں' کوئی کام ہے؟"

"ہر وقت کام ہی نہیں ہوتا۔ کبھی تفریح بھی کرنا چاہیے۔ تم کب سے باہر نہیں نکلی ہو تفریح کے لیے۔ ماں کی بیماری نے تمہیں سب سے دور کردیا تھا۔ بہت پریشانی اٹھائی ہے تم نے۔"

"ماں تو پھر بھی نہیں رہی۔"

"دیکھو' یہ قدرت کے فیصلے ہیں جن کو انسان اپنی کوشش سے نہیں بدل سکتا۔ زندگی کی مہلت بالآخر تمام ہوجاتی ہے۔ تم نے دن رات ایک کرکے ماں کی بہت خدمت کی۔ ہمارے عقیدے کے مطابق اس کا سارا ثواب تمہیں ملا۔ اب پلٹ کے اپنی زندگی کی طرف دیکھو۔"

"مجھے جینے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

میں نے کہا "مت کرو ایسی مایوسی کی باتیں۔ مرنے والوں کے ساتھ دنیا میں کوئی نہیں مرتا۔ چلو' ہم کہیں باہر چلتے ہیں۔ تمہارا دل بہل جائے گا۔"

"میں کہیں نہیں جاؤں گی" وہ ضدی بچے کی طرح بولی۔

"چلو اٹھو' ہاتھ منہ دھو کے کپڑے بدلو" میں نے اسے زبردستی ہاتھ پکڑ کے کھڑا کیا۔

"شاہ جی! میرا دل نہیں چاہتا۔"

میں نے کہا "مگر میرا دل چاہتا ہے کہ آج تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھتی رہی "باتیں ہم یہاں بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "نہیں۔ میں روشنی کو امید اور امنگ کی نئی روشنی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ بالکل اسی طرح جیسے میں اپنی بیوی کو دیکھتا ہوں۔"

"مگر میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

"پلیز!" میں نے کہا "اب ہر بات ایسے تو نہیں کہی جا سکتی۔ اس کے لیے موڈ اور ماحول ہونا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ تم پر ماں کی موت کا کتنا اثر ہے لیکن اس کے باوجود تم مسکرا سکتی ہو۔ اچھے کپڑے پہن سکتی ہو اور میک اپ کر سکتی ہو۔ میری خاطر!"

میرے لہجے اور میرے الفاظ کا جادو بالآخر اس پر اثر کر گیا۔ اس نے تعمیلِ حکم کے طور پر ایک ادائے ناز کے ساتھ وہ سب کیا جو میں چاہتا تھا۔ میں اسے ٹیمز کے کنارے لے گیا۔ مجھے بیچلر بکنگ نہ ہونے کے باوجود ایک اسپیشر ریسٹورنٹ پر دو افراد کی ٹیبل مل گئی۔ کبھی ریزرویشن کینسل ہو تو ایسا خوشگوار اتفاق بھی ہو جاتا ہے ورنہ مہینہ بھر پہلے بکنگ نہ کرائی جائے تو وہاں جا کے حسرت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

دریائی لہروں پر رواں اس ریسٹورنٹ کے ماحول کو طلسماتی حد تک رومینٹک کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ تمام ٹیبل اس طرح لگائی گئی تھیں کہ اس کا ایک رخ براہِ راست پانی کا نظارہ پیش کرتا تھا۔ دوسری طرف اسٹیج کا عرشہ جس پر درمیان میں ایک میوزیکل بینڈ نغمہ سرا تھا اور ایک ڈانس فلور بھی تھا جس پر ہمہ وقت جوڑے ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالے محوِ رقص نظر آتے تھے۔ جگہ خالی ہوتے ہی کوئی اور جوڑا آ جاتا تھا اور سلسلہ تقریباً ساری رات آخری پہر تک چلتا تھا۔ کنارے پر دہری قطاروں میں اور درمیان میں مصنوعی درختوں کی شاخوں پر ایسا چراغاں تھا کہ لگتا تھا رات کی برات تمام ستاروں کی جگمگاہٹ لیے اسٹیج پر اتر آئی ہے۔

ایک مہذب، باادب اور باشعور پرستار کی طرح میں روشنی کو بازو میں بازو ڈال کے ٹیبل تک لے گیا۔ وہاں تک ہماری راہنمائی ایک طرح دار حسینہ نے کی جو اپنے لچکتے، بل کھاتے جسم کے نچلے حصے پر جل پری جیسا جھلملاتا لباس پہنے ہوئے تھی۔ نئے پاکستانی ویٹریس کے اس آدھے ادھورے لباس پر خاصا نروس ہوتے تھے لیکن روشنی کو لندن میں چار سال ہو گئے تھے اور اسے معلوم تھا کہ یہاں زیادہ سے زیادہ بے حجابی زیادہ فیشن ایبل ہونے کی دلیل سمجھی جاتی ہے چنانچہ ایسے ٹاپ لیس سے بڑھ کر وہ ماڈرن کلب ہیں جہاں بے لباسی داخلے کی شرطِ اول ہے۔

روشنی ایک مدت سے روز و شب کے تھکا دینے والے معمولات کے دائرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اگر وہ اداکارہ کی طرح ہوتی تو شاید اس اسٹیج پرفارمنس ہی ہو جاتی لیکن اس نے اپنی ذات کو وضع داری کے خول میں بند کر رکھا تھا۔ ایکٹریس ہونے کے باوجود خود کو ارزاں نہیں کیا تھا۔ اس کی گرل فرینڈ کے طور پر ساتھ لے کر پھرنے کے خواہش مند بہت تھے مگر دوست کوئی نہیں تھا جس کے ساتھ وہ خلوص کا رشتہ استوار کر سکتی۔ جسم کا رشتہ تو بڑا بے آبرو ہوتا ہے بشرطیکہ آبرو کو سنبھالنے والا اسے آئینے کی طرح رکھنا چاہے بے داغ اور بال سے محفوظ۔ چمکتا ہوا اور اپنے عکس پر نازاں۔

گزشتہ دو سال میں اس نے صرف نوکری کی تھی یا ماں کی تیمارداری چنانچہ آج میرے ساتھ آ کے اسے واقعی یوں لگا ہوگا جیسے وہ تاروں بھری رات کے آسمان پر اتر آئی ہے۔ وہ مسحور سی بیٹھ گئی۔

میں نے کہا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں یہ خواب ہے یا حقیقت۔ میں نے تو اس دنیا میں کبھی قدم ہی نہیں رکھا، جہاں تم مجھے لے آئے ہو۔"

میں نے کہا "خواب زندگی کی طرح ہوتے ہیں تو کبھی زندگی کو خواب کی طرح ہی ہونا چاہیے۔"

وہ بولی "تم کچھ کہنا چاہتے تھے؟"

میں نے کہا "اتنی جلدی کیا ہے۔ سکون سے بیٹھو، ابھی ساری رات پڑی ہے۔"

وہ مسکرائی۔ اب اس کی مسکراہٹ تعمیلِ حکم میں نہیں تھی بلکہ اندر کی خوشی سے پھوٹنے والی مسکراہٹ تھی۔ بے اختیار اور بھرپور۔ ادائے دلبری کی ساری رنگ آمیزی کے ساتھ۔ خواہش تسخیر سے معمور۔

آہستہ آہستہ میں نے اسے باتوں کی طرف کھینچ لیا۔ وہ کھنچتی چلی آئی۔ وہ ہنسنے بولنے لگی۔ اپنے بارے میں بتانے لگی اور میرے بارے میں پوچھنے لگی۔ میں نے اسے لطیفے سنائے اور وہ واقعات جن کو سن کر ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے دیکھ کے کون کہہ سکتا تھا کہ آج ہی شام کو اس نے اپنی ماں کو قبر کے حوالے کیا تھا۔ اس ماں کو جس کے سوا دنیا میں وہ کسی کو اپنا نہیں سمجھتی تھی۔

بالآخر اپنی طے شدہ حکمتِ عملی کے مطابق میں اس کے موڈ کو اس موڑ پر لے آیا جہاں وہ میری ہر بات مان سکتی تھی،

میں نے کہا "روشنی۔ اگر میں تم سے ایک بات کہوں تو مانو گی؟"

وہ سیریس ہو گئی "کیوں نہیں مانوں گی، ہر بات تو مانی ہے میں نے تمہاری۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تم سے بہت جھوٹ بولا اور تم سے یہ امید رکھی کہ تم میرے ہر جھوٹ کو سچ مان کے نبھاؤ لیکن میں مجبور تھا۔ کچھ ایسی مجبوریاں تھیں میری کہ مجھے تم سے جھوٹ بولنا پڑا۔ بھول جاؤ اس وقت کو۔ یوں سمجھو کہ میں تمہیں آزما رہا تھا اور خود آزمائش میں پڑ گیا۔ کبھی نہ کبھی تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہاں میں کس کام سے آیا تھا لیکن اب وہ کام ختم ہو گیا ہے۔"

اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا "یعنی اب تم واپس جانے والے ہو؟"

"ہاں لیکن جیسا کہ میں نے سوچا تھا، میں اب تمہیں چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔ اس تمام عرصے میں جب تم میرے ساتھ تھیں، میں نے خود کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے اور تمہارے مراسم صرف کاروباری ہیں۔ یہ ایک معاہدہ ہے جسے ہم پورا کر رہے ہیں اور اس کے بعد ہم اپنی اپنی زندگی کی راہ پر جانے کے لیے آزاد ہوں گے مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ مشکل سے مشکل تر ہوتا گیا۔ آہستہ آہستہ میں تمہارے حسن کا اسیر ہونے لگا۔ میں اس حسن کی بات نہیں کر رہا ہوں جس پر یہاں بھی سب کی نظر ہے۔"

اس نے مان لیا کہ یہ شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں ہے اور اس کا چہرہ مسرت اور حیا اور غرور کی روشنی سے دمکنے لگا۔

میں نے اپنی بات جاری رکھنے سے پہلے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا "میں تمہارے حسنِ سیرت سے مسحور ہو گیا۔ جس طرح تم نے خود کو میرے اعتماد کا مستحق ثابت کیا، جس خلوص کے ساتھ تم نے حقِ رفاقت ادا کیا۔ تمہاری ذہانت، تمہارا سلیقہ، تمہاری خدمت گزاری اور سب سے بڑھ کر تمہاری خودپرستی کی حد تک قائم رہنے والی وضع داری۔ چار سال لندن میں گزار کے بھی تم مشرق کی روایات کا نمونہ تھیں۔"

میں بولتا رہا اور وہ سحرزدہ سنتی رہی۔ یہی سب کچھ وہ سننا چاہتی تھی۔ ہر لڑکی سننا چاہتی ہے۔ مجھے اپنے آپ سے شرم آئی کہ میں لفظوں کا مداری بن کے اسے بے وقوف بنانے کا تماشا کر رہا ہوں لیکن میں گوریلا وار کے اصولوں پر بقا کی ایک جنگ لڑ رہا تھا جس میں آدمی سامنے نہیں آتا، خود کو چھپاتا ہے اور کیموفلاج کرتا ہے تاکہ فریب پر حقیقت کا گماں ہو۔

میں روشنی کے وہ الفاظ بھولا نہیں تھا جو اس نے مجھ سے ٹیلی فون پر کہے تھے۔ اس کی دھمکی بہت واضح تھی لیکن اس کے تاثر کو زائل کرنے کے لیے میں یہ مداری کا کھیل دکھا رہا تھا۔ تاکہ وہ سمجھے کہ میں تو اس کی دھمکی سے پہلے ہی اس پر مر چکا تھا۔ مرے کو مارنے کا تکلف کیسا۔ میں ظاہر کر رہا تھا کہ میں اس کے عشق میں پہلے ہی دیوانگی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ مجھے اپنا لے گی تو یہ میرے لیے اعزاز ہوگا۔ میرے خوابوں کی تعبیر ہوگی، میری منزلِ حیات ہوگی۔

وہ میرے پُرطلسم الفاظ کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی تھی۔ بلاشبہ میں نے جو ڈائیلاگ بولے وہ جادو اثر تھے اور میری جذباتی، رومینٹک اداکاری کا کمال بھی اپنی انتہا پر تھا لیکن اس میں بہت بڑا ہاتھ اس ماحول کا بھی تھا جس میں وہ کھو گئی تھی۔ اس کے اندر کی کمزوری کا بھی تھا۔ اکیلے پن کے احساس کا بھی تھا اور اس دکھ اٹھانے والے دل کا بھی تھا جو اب خوشی کی تال پر دھڑکنا چاہتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا جب اس کی آنکھیں خود رونے لگیں۔ یہ آنسو فرطِ مسرت کے تھے اور ان پر اس کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے ان آنسوؤں کو بڑے پیار سے سنبھال لیا۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیا اور ہم دریا میں بہتے اسٹیمر کے نیچے سے گزرنے والے پانی کی روانی میں اپنے خوابوں کے عکس دیکھتے رہے۔ خاموشی کی زبان میں عہد و پیماں کرتے رہے اور وقت کے وجود کو بھولے رہے۔

میں نے رات دو بجے اس سے کہا "اب ہم شادی کر لیں گے پاکستان جا کے۔ اپنی پہلی فرصت میں۔"

اس نے آہستہ سے کہا "پاکستان جا کے کیوں، یہاں کیوں نہیں؟"

میں نے کہا "تم جانتی ہو، پاکستان میں شادی کیسے ہوتی ہے۔ یہاں میں کسی کورٹ میں کھڑا ہو کے اعترافِ جرم کے انداز میں شادی نہیں کر سکتا۔ وہاں میرے دوست، احباب ہیں اور کچھ خاندان کے لوگ بھی۔ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔ میری شادی میں سیکڑوں لوگ ہوں گے۔ کئی دن آئی پی پی ہوں گے۔ سارا پریس آئے گا اور اس کی رپورٹ رنگین تصویروں کے ساتھ اخباروں میں شائع ہوگی۔ تحفے تحائف، سلامی۔ دھوم دھام۔ زرق برق ملبوسات، رسموں کا ہنگامہ۔ ناچنا گانا، یہ سب یہاں کہاں؟"

وہ جیسے کچھ دیر کے لیے اس شادی کی ویڈیو فلم اپنے تصور میں دیکھنے لگی تھی۔ چند منٹ بعد اس نے کہا "مگر شاہ جی۔ یہاں شادی کی رجسٹریشن ایک قانونی ضرورت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "پھر کیا ہوا۔ واپس آ کے کرالیں گے۔"

"ہم واپس کب آئیں گے؟"

میں نے کہا "ہنی مون کے بعد۔ کسی بھی وقت۔"

"اور ہنی مون کے لیے کہاں جائیں گے؟" وہ میرے کندھے پر سر رکھ کے بولی۔

"جہاں تم کہو گی۔"

میں نے معرکہ سر کرلیا تھا۔ اس نے اپنی دھمکی اور اپنے خطرناک عزائم کے ہتھیار ڈال دیے تھے اور پیار کی کمکشاں کے جھولے میں بیٹھ گئی تھی۔ خطرہ ٹل گیا تھا۔ مداری کا کھیل ختم ہوگیا تھا۔ ہم صبح کے تاروں کی چھاؤں میں گھر لوٹ آئے۔ روشنی اتنی مدہوش تھی جیسے اس نے شراب کی پوری بوتل پی لی ہو۔ وہ مجھ پر گری جارہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ میں بھی گر جاؤں۔

لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ اندر سے میں ایک دقیانوسی خیالات رکھنے والا پاکستانی مرد ہوں جو اپنی دلہن کی عزت و عفت کی حفاظت شب عروسی تک کرنا اپنا ایمان سمجھتا ہے اور کسی کمزوری کا شکار ہو کے ساری عمر کی شرمساری کا بار نہیں اٹھا سکتا۔

اگلے دو دن صرف قانونی مصروفیت کے تھے۔ پولیس مجھے جمی اور جولی کے ساتھ ان کی گاڑی میں بٹھا کے جائے واردات تک لے گئی۔ انہوں نے پورا سین اسی طرح دہرایا جیسے اصل واردات ہوئی تھی۔ وہاں میں نے پہلی بار ان چار بدنصیب افراد کو دیکھا جن کی تصاویر پولیس کے ریکارڈ پر تھیں۔ پہلے جولی نے اور پھر محض بیوی کے بیان سے مطابقت کے لیے جمی نے انہی چاروں کو شناخت کیا تھا۔ سابقہ ڈکیتی کی وارداتوں میں ان کا کرمنل ریکارڈ بہت خراب تھا۔ پولیس نے ان چاروں کو اٹھوالیا تھا اور اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قد و قامت کے اعتبار سے وہ ہوگر اینڈ کمپنی کے برابر تھے مگر ان کی صورت کے خدوخال بالکل مختلف تھے۔

وہ ناکردہ گناہ کی سزا کے خیال سے بہت خوف زدہ تھے۔ تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی بہت بڑی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ شناخت کرنے والوں نے ان پر انگلی اٹھاری تو وہ کم سے کم بھی تین سال کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ پولیس نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ زبان سے ایک لفظ نہ نکالیں۔ پہلے جولی نے ان چاروں کو بغور دیکھا' وہ قطار میں کھڑے ہوئے ہر مجرم کے سامنے رکتی تو خوف سے ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا تھا اور جولی آگے بڑھتی تھی تو وہ ایسے سکون کا سانس لیتا تھا جیسے اسے تختۂ دار پر سے اتار لیا گیا ہو۔

بالآخر جولی اور جمی نے اتفاق رائے سے فیصلہ دے دیا "مجھے ان میں سے کوئی بھی اصل حملہ آور نہیں لگتا۔"

پولیس چیف نے سر ہلایا "ہم بھی اپنے طور پر معلوم کر چکے ہیں۔ ان میں سے کسی کا لارڈ پرائس سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔"

چوری اور ڈکیتی جیسے الزامات کی صداقت ثبوت کی طلبگار تھی مگر آرنلڈ کے قتل کا الزام ایسا تھا کہ لارڈ پرائس کے وکیل بھی کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ جب پولیس نے تفتیش کی تو حقائق خود بخود سامنے آگئے اور یہ وہی حقائق تھے جو لارڈ پرائس کے ایک خاندانی ملازم اور نمک خوار نے تفصیل سے بتادیے تھے۔ خود اس ملازم پر شریک جرم ہونے اور مجرم کی پردہ پوشی کرنے کے الزامات تھے مگر اس کے اعتراف جرم کے بعد ان کی سنگینی ختم ہوگئی تھی اور یہ بات تقریباً یقینی تھی کہ وعدہ معاف گواہ کی حیثیت سے اس کو سزا نہیں ہوگی۔

لارڈ پرائس کی بے حساب دولت اور اس کا اثر رسوخ اسے بچانے میں ناکام رہا۔ جمی کے ایک وکیل نے یہ خیال ظاہر کیا کہ مختلف الزامات میں اس کی قید کی سزا بیس سال تک ہوسکتی ہے۔ ابتدائی مرحلے میں لارڈ کے وکیل کی درخواست ضمانت بھی اس لیے مسترد ہوگئی کہ تفتیش مکمل نہیں ہوئی تھی اور اندیشہ یہ تھا کہ آزاد ہونے کے بعد وہ مقدمے کی کارروائی پر اثرانداز ہونے کی کوشش کرے گا۔ ثبوت اور شہادت مٹا سکتا ہے اور اس مقدمے کے واحد چشم دید گواہ کو ڈرا دھمکا کے بیان بدلنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

اس چشم دید گواہ کے بیان کی وجہ سے تعمیل حکم کرنے والے اور حسن کارکردگی کا انعام وصول کرنے والے دو اور ملازم بھی قانون کی گرفت میں آگئے تھے اور اگرچہ انہوں نے جرم میں شراکت کے الزام کو قبول نہیں کیا تھا مگر یہ بات یقینی تھی کہ پولیس کی تفتیش کے نتیجے میں بالآخر وہ بھی سچ بولنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ لندن کی پولیس جرم کا اعتراف کرانے کے لیے جسمانی تشدد کے وہ طریقے استعمال کرنے کا تو سوچ بھی نہیں سکتی جو پاکستان کے تھانوں میں مستعمل ہیں مگر وہ نفسیاتی تشدد کے ماہر ہیں اور عام طور پر ان کی گرفت میں آجانے والا ملزم سچ کو چھپانے میں ناکام رہتا ہے۔

لندن میں میرے قیام کے مقاصد تقریباً پورے ہوچکے تھے اور میری پلاننگ کو کامیاب بنانے میں ان حالات کا زیادہ دخل تھا جن کو اتفاقات کا نتیجہ سمجھا جاسکتا ہے۔ میرے نواز پر اور شاہ عالم کے پرانے سیاسی اور کاروباری رفقاء

داروں پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ شاہ عالم کے بارے میں لندن سے وقتاً فوقتاً موصول ہونے والی خبریں کسی افواہ ساز دماغ کی پھیلائی ہوئی نہیں تھیں گو کہ حقیقت یہی تھی کہ وہ سب خبریں میں نے شبنم کی مدد سے بنائی اور شائع کرائی تھیں۔ لیکن اب میں خود شاہ عالم بن کے یہاں اس لیے آیا تھا کہ شاہ عالم کے وجود کا جیتا جاگتا ثبوت بن کے خبروں میں نظر آؤں۔ مجھے دیکھنے والے اور پہچاننے والے حلف اٹھا کے کہہ سکیں کہ انہوں نے خود شاہ عالم کو لندن میں دیکھا تھا۔ اس سے ملے تھے اور اس کے ساتھ رہے تھے۔ اور جب شک کی ایک فیصد گنجائش بھی نہ رہے کہ شاہ عالم زندہ ہے تو اس کو پاکستان لا کے مار دیا جائے۔ اس کی پہلی موت شکوک اور ابہام کے لامحدود امکانات اور بے یقینی کے سنسنی خیز افسانوں میں گم ہو کے رہ گئی تھی۔ جتنے لوگ سمجھتے تھے کہ وہ مرچکا ہے' اس سے کہیں زیادہ کو یقین تھا کہ وہ لندن میں گمنامی اور جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہے۔

اب میں شاہ عالم کو ایسے ختم کرنا چاہتا تھا کہ ان قیاس آرائیوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے اور جب یہ ثابت ہوجائے کہ شاہ عالم واقعی مرگیا ہے تو میرے یعنی ناصر عظیم کے لیے اپنی شناخت کے ساتھ اپنی آزادانہ زندگی گزارنا ممکن ہو۔ کوئی میری صورت میں شاہ عالم کی شباہت دیکھ کے نہ چونکے اور یہی سمجھے کہ دنیا میں ملتی جلتی صورتوں والے لوگ بہت ہیں چنانچہ ناصر عظیم کی شاہ عالم سے مشابہت ایک اتفاق ہے۔

لندن میں مجھے شاہ عالم کی تشہیر کے لیے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا تھا۔ از خود ایسے حالات پیدا ہوتے چلے گئے تھے کہ شاہ عالم کا نام خبروں میں آیا اور قانونی معاملات میں ملوث ہوا تو عدالتی ریکارڈ پر آگیا۔ اگر میں ان اتفاقات کو تائید ایزدی کا نتیجہ کہوں تو شاید غلط نہ ہو لیکن اب مجھے مزید ثبوت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب میں واپسی چاہتا تھا۔

دو دن گزر جانے کے باوجود پولیس کو نہ ڈکیتی میں چھینی جانے والی رقم کا کوئی سراغ ملا تھا اور نہ اس وین کا پتا چلا تھا جو نوادرات کے ذخیرے کی منتقلی میں استعمال ہوئی تھی۔ یہ بڑی اُمید افزا بات تھی۔ اب میں پولیس کی کارکردگی پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے وطن واپسی کی تیاری کرسکتا تھا اور پولیس قانونی کارروائی کے نام پر مجھے روک نہیں سکتی تھی۔

روشنی بھی اب خوش اور مطمئن نظر آتی تھی۔ وہ میرے ساتھ پاکستان جانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ تیسرے دن مجھے اپنا پاکستانی پاسپورٹ دیا "اس کی تجدید کرانی ہے۔"

میں نے پاسپورٹ کو کھول کے دیکھا "یہ تو دو سال پہلے ختم ہوگیا تھا۔"

اس نے سر ہلایا "ہاں۔"

"لیکن تم تو چار سال سے لندن میں ہو۔"

"چار سال پہلے میں ایک فلم یونٹ کے ساتھ لندن آئی تھی۔ اور یہیں رک گئی۔ میں اپنے قیام کی مدت میں توسیع کراتی رہی۔"

"کس بنا پر؟"

"میں نے ماں کو علاج کے لیے یہاں بلوالیا تھا۔ دو سال پہلے ہوم آفس نے میرے قیام کی مدت میں توسیع سے انکار کردیا تھا۔ میں نے اپیل کی کہ علاج کے دوران میں مجھے بے دخل نہیں کیا جاسکتا اور اگر میری بیماراں کے ساتھ زبردستی کی گئی تو میں یہ معاملہ پارلیمنٹ کے سامنے رکھوں گی' ہیومن رائٹس کمیشن کے پاس لے جاؤں گی اور اپنا حق منوانے کے لیے احتجاجی بھوک ہڑتال شروع کردوں گی۔ میری دھمکی کام کرگئی اور اور مجھے ماں کا علاج مکمل ہونے تک لندن میں قیام کی اجازت مل گئی۔ لیکن اب ماں کا انتقال ہوچکا ہے۔"

میں نے کہا "اس کا مطلب ہے تمہیں ویسے بھی پاکستان جانا پڑتا۔"

وہ مسکرائی "ہاں۔ مگر قسمت میں تمہارے ساتھ جانا جو لکھا تھا۔"

میں نے کہا "اس پاسپورٹ کا کیا ہوگا خاتون۔ تم کو چاہیے تھا کہ اسے وقت پر RENEW کرالیتیں۔"

"بس ایسے ہی میری سستی کی وجہ سے یہ کام رہ گیا۔ کرا تو میں بھی سکتی ہوں مگر تم جانتے ہو' پاکستانی سفارت خانوں کی حالت۔ وہ مجھ سے فضول سوال جواب کریں گے اور نہ جانے کتنے چکر لگوائیں گے۔ تم آسانی سے کرا سکتے ہو یہ کام۔ تمہیں نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ پریشان کرسکتا ہے۔ تم وی آئی پی ہو۔"

میں نے کہا "لیکن میں کسی اور کا پاسپورٹ کیسے بنوا سکتا ہوں۔ اس کے لیے تمہیں لازمی طور پر وہاں خود پیش ہونا پڑے گا۔ وہ تم سے درخواست اور حلف نامہ لیں گے اور نئی تصدیق شدہ تصویریں بھی مانگیں گے۔"

"اچھا تو پھر تم میرے ساتھ چلو" اس نے اٹھلا کے کہا۔

میرے اظہار محبت اور اس سے شادی کے فیصلے کے بعد روشنی کا رویہ بالکل بدل گیا تھا۔ وہ ہر وقت مجھے ادائیں دکھاتی رہتی تھی اور سب کے سامنے بھی مجھ سے جذباتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وابستگی کا عملی اظہار کرتے ہوئے نہیں شرماتی تھی۔ اس پر کچھ لندن کے آزادانہ اور بے باک ماحول کا اثر تھا اور کچھ مجھ پر اعتماد کا نتیجہ کہ وہ مجھ سے بے تکلفی اور حد سے آگے بڑھ جانے کو اپنا فطری حق سمجھتی تھی۔ وہ میری گرل فرینڈ' محبوبہ اور منگیتر ہونے کی سند رکھتی تھی اور بہت جلد میری شریکِ حیات کے منصب پر فائز ہونے والی تھی چنانچہ اس کے نزدیک دقیانوسی قسم کی شرم وحیا اور شرعی حجاب وغیرہ کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ ایک بار وہ خوشی میں جذباتی ہو کے عاقل کے سامنے مجھ سے چمٹ گئی اور اس نے مجھے چوم لیا۔ میں نے اسے جھاڑ لگائی کہ یہ کیا بے ہودگی ہے تو عاقل شرارت میں اس کی طرف داری کرنے لگا کہ بے ہودگی نہیں' یہ اپنائیت ہے۔ دوسری بار اس نے عینی کے سامنے مجھے روک لیا کہ باہر جانے سے پہلے مجھے کس نہیں کرو گے۔ میں نے کہا کہ مس روشنی' ذرا ہوش میں رہو۔ ہم لندن میں ضرور ہیں لیکن انگریز نہیں' پاکستانی ہیں اور مسلمان ہیں۔ لیکن اب وہ ایسی باتوں سے متاثر ہونے والی نہیں تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ ہیڈ پیر میرے ساتھ ہی سو جاتی۔

اس میں کچھ قصور ماحول کا تھا تو کچھ نفسیاتی عوامل کا بھی تھا۔ وہ چھبیس سال کی بھرپور عورت تھی جس نے زندگی کے ابتدائی تلخ تجربات کے بعد اپنے جذبات کو ایک خود حفاظتی کے حصار میں محبوس کر دیا تھا اور لندن جیسے شہر کے جذبات میں آگ لگانے والے ماحول میں اس نے چار سال برف کی سل بن کے گزار دیے تھے۔ پھر اچانک جیسے تقدیر نے تمام سابقہ تشنہ کاموں کا ازالہ کر دیا تھا اور محرومیوں کے پُرعذاب صحرا کا تنہا سفر اچانک حسین خوابوں کی دلکش تعبیر والی وادی میں پہنچ کے تمام ہو گیا تھا اور اب وہ جلد سے جلد حقیقت کو چھو کے' اپنا کے اور پرکھ کے یقین کر لینا چاہتی تھی کہ یہ فریبِ آرزو نہیں ہے۔ ریگستان میں پانی کے سراب کا تعاقب کرنے والا حقیقی پانی کو اپنی دسترس میں پا کے اپنی پیاس بجھانے میں کسی صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

میرا سخت رویہ روشنی کی خواہشات کی راہ میں دیوار بنا ہوا تھا ورنہ وہ اپنا آپ میرے سپرد کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر کی روادار نہ ہوتی۔ اس کی خواہشات کی آگ میں نے بھڑکائی تھی لیکن اب میں اسے بجھاتے ہوئے وضع داری اور روایت کے تقاضوں کی آڑ لے رہا تھا جو اس کے لیے قوتِ برداشت کا غیر ضروری امتحان ہو گیا تھا۔

میں نے روشنی کا پاسپورٹ اسے واپس کر دیا اور وہ میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اسی وقت عاقل کا فون آ گیا "تم نے کچھ سنا؟"

"ہاں۔ رات غلام فرید صابری کی قوالی سنی تھی۔ صبح خبریں سنیں' اب بہت دیر سے روشنی کو سن رہا تھا۔"

وہ بولا "کارڈیرائٹس کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔"

"معمولی یا جان لیوا؟"

"یہ تو معلوم نہیں مگر وہ پولیس کی تحویل میں اسپتال پہنچ گیا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایک ایونٹنگ پیپر سے۔ اس کے وکیلوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر ان کے مؤکل کو کچھ ہوا تو وہ پولیس کو نہیں چھوڑیں گے۔"

"اگر وہ جرم کی سزا کاٹے بغیر مر گیا تو مجھے افسوس ہوگا۔ مگر دفع کرو لارڈ صاحب کو۔ تم بتاؤ کہ صبح سے کہاں ہو؟"

وہ بولا "میں ذاتی نوعیت کے کچھ ضروری کام نمٹا رہا تھا۔ جو میری دوسری مصروفیات کی وجہ سے ادھورے پڑے تھے۔"

میں نے کہا "میں سوچ رہا تھا کہ کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تک پاکستان بھاگ جاؤں۔ یہاں کے سارے جھگڑوں سے جان چھڑا کے۔"

"آپ کو جانے سے کون روک سکتا ہے؟"

میں نے کہا "کچھ مسائل ہیں۔ یہ بتاؤ تم سے ملنے میں کہاں آ سکتا ہوں' اسی وقت؟"

وہ بولا "میں گھر پر ہی کام کر رہا تھا۔ ایک دو مضامین مکمل کرنے تھے یہاں کے اخباروں کے لیے۔ اب یہاں صحافت کے شعبے میں قدم جمانے ہیں تو کچھ کر کے بھی دکھانا ہوگا لیکن تم آ جاؤ۔"

میں نے فون رکھا تو عینی سر پر کھڑی تھی "کون تھا؟"

میں نے کہا "میرے ایک جاننے والے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ لنچ پر جانا ہے۔"

اس نے مجھے شکی نظروں سے گھورا "میں بھی چلوں گی بھیا۔"

میں نے کہا "پاگل ہوئی ہے لڑکی۔ بن بلائے کسی دعوت میں پہنچ جانا اپنے پاکستان میں بھی بہت بری بات سمجھی جاتی ہے۔ یہاں تو قابلِ دست اندازیِ پولیس جرم ہے۔"

"جس کا جو دل چاہے سمجھے' میں جاؤں گی۔"

میں نے کہا "بے وقوفی کی کوئی حد ہوتی ہے۔"

"ہاں اور وہ آپ کراس کر چکے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں مجھے معلوم نہیں' بھیا یہ فون عاقل کا تھا۔"

میں نے کہا "یہ فون پولیس اسٹیشن سے آیا تھا۔"

"جھوٹ۔ میں نے سب سنا ہے۔ تم کیا لندن کی پولیس کو بتا رہے تھے غلام فرید صابری قوال کے بارے میں؟"

میں نے کہا "میری اچھی بہن' تیرا بھائی بڑی مشکل میں ہے۔"

"میرا کوئی بھائی نہیں۔ جھوٹ بول کے بے وقوف بھی مجھے بناتے ہو۔"

میں نے کہا "پیدائشی طور پر تو جتنی بے وقوف ہے' اس سے زیادہ تجھے کون بے وقوف بنا سکتا ہے' عاقل کے سوا۔ اگر میں سچ بتا دوں تجھے پھر تو میری مدد کرے گی؟"

"پھر میں مدد کا سوچوں گی۔"

"اوکے۔ فون اسی کا تھا۔ جس کا نام بھی لیتے ہوئے تجھے شرم سے لال ہو جانا چاہیے۔ مجھے اسی کے پاس جانا ہے اپنے ایک کام سے۔"

"کام کیا ہے؟"

"مجھے ڈھائی لاکھ پاؤنڈز کے ڈرافٹ یا پے آرڈر بنوانے ہوں گے۔ اتنی نقد رقم ساتھ لے گیا تو کرنسی اسمگل کرنے کے جرم میں دھر لیا جاؤں گا۔ اور بھی کچھ کام ہیں مگر پرابلم یہ ہے کہ روشنی میری جان کا عذاب بن کے چمٹ گئی ہے اور ساتھ جانا چاہتی ہے۔ اسے اپنا پرانا پاسپورٹ ری نیو کرانا ہے۔ میں چپکے سے بھاگ جاتا ہوں۔ تم اسے بعد میں کہہ دینا کہ پولیس اسٹیشن سے فون آ گیا تھا۔ انہوں نے فوراً بلایا تھا اس لیے بھیا چلے گئے۔ اب آپ خود سفارت خانے جائیں۔"

اس نے سوچ کے کہا "اوکے۔ میں جھوٹ بول دوں گی۔ مگر ایک شرط ہے۔"

"وہ بھی بول دو۔"

"واپسی میں اسے پکڑ کے ساتھ لائیے گا' کل سے غائب ہے دو۔"

عینی سے بات کرتے ہوئے مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ میں احتیاط کے تقاضوں کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ سو گز پر بنے ہوئے اس گھر میں دو ہی بیڈ روم تھے اور ان کے سامنے مشترک لونگ روم یا لاؤنج جس کے آخر میں کچن بنا ہوا تھا۔ عام طور پر لونگ روم کو ہی ڈرائنگ روم کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے گھر میں رازداری مشکل ہو جاتی ہے۔ ایک بیڈ روم کے بند دروازے کے پیچھے کہی جانے والی بات تو کوئی نہیں سنتا مگر کبھی کبھی بیڈ روم اور لاؤنج کے درمیان ہونے والی گفتگو ہر جگہ سنائی دیتی ہے۔ میں آہستہ بات کر رہا تھا مگر روشنی کو چھپ کے اور کان لگا کے باتیں سننے کی عادت تھی اور اس کی یہی عادت میرے لیے پریشانی کا سبب بن گئی تھی۔

اس وقت بھی میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کپڑے بدلنے اور میک اَپ کرنے میں مصروف ہوگی مگر وہ اچانک دروازے کے پیچھے سے نکلی تو اس کا موڈ دیکھ کر ہی میں اس کی برہمی کا سبب سمجھ گیا۔

"میں کچھ جلدی آ گئی نا" وہ تلخی سے بولی۔

میں نے انجان بننے کی کوشش کی "تم واقعی بہت جلدی تیار ہو گئیں۔"

"تمہیں موقع نہیں ملا مجھے چھوڑ کے فرار ہونے کا" اس نے تلخ لہجے میں کہا "لیکن اب تمہیں بہانے کی ضرورت نہیں۔ تم جاؤ پولیس اسٹیشن۔ میں نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ۔"

میں نے کہا "لک ہیئر روشنی' آئی ایم سوری مگر۔"

اس نے میری بات کاٹ دی "تم بڑے اچھے ایکٹر ہو شاہ عالم۔ کیا زبردست روانی مکالمے بولے تھے تم نے کل شام۔ کیا ایکٹنگ کی تھی۔"

میں نے کہا "تم بلاوجہ بدگمان ہو رہی ہو۔"

"بلاوجہ! میں جان کا عذاب بن کے چمٹ گئی ہوں تم سے۔ پرابلم بن گئی ہوں تمہارے لیے۔ واہ شاہ جی! بڑے اچھے مداری ہو تم۔ کیا کھیل دکھایا تھا تم نے ایک عورت کو بے وقوف بنانے کا۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں آتا کہ وہ مداری کا تماشا تھا۔ اگر میں نے خود سب کچھ نہ سنا ہوتا۔"

میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا "پھر اب تم کیا کرو گی؟"

وہ تنک کے بولی "اب میں تمہیں اپنا کھیل دکھاؤں گی۔ پھر تمہیں اندازہ ہوگا کہ مداری صرف تم ہی نہیں' میں بھی ہوں۔"

میں نے کہا "تم کوئی بے وقوفی کرو گی تو اپنا نقصان کرو گی۔"

"میں بے وقوفی نہیں کروں گی شاہ جی۔ اب کھیل میں اگر نقصان ہوگا تو صرف تمہارا۔ تم دیکھنا" اس نے پاؤں پٹخ کے کہا اور غصے میں بھری ہوئی باہر نکل گئی۔

"تم بھی احتیاط نہیں کرتے بھیا۔ جانتے ہو وہ کیسی عورت ہے۔" کچھ دیر بعد عینی نے کہا "اب معلوم نہیں وہ کیا کرے گی؟"

"مجھے معلوم ہے۔ اب وہ مجھے بلیک میل کرے گی اور مجھے بلیک میل ہونا پڑے گا فی الحال۔ میرے پاس بچنے کی کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صورت نہیں۔"

یعنی میری صورت دیکھنے لگی "یعنی؟"

میں نے کہا "یعنی کیا۔ اس کا ہر مطالبہ ماننا پڑے گا مجھے۔ دیکھو' اب وہ مجھے بے اعتباری کے فریب کی کیا سزا دیتی ہے؟"

عاقل اپنے فلیٹ میں کمپیوٹر پر بیٹھا کچھ کام کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کے وہ مسکرایا اور پھر سنجیدہ ہوگیا "بارہ کیوں بج رہے ہیں سردار جی کے چہرے پر۔"

میں نے کہا "ایسی کی تیسی ہوگئی سردار جی کی۔ بیڑا غرق ہوگیا۔"

ساری بات سن کے وہ بھی فکرمند ہوگیا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تم جلتے توے پر بیٹھ کے قسم کھاؤ تب بھی وہ تمہاری بات کا یقین نہیں کرے گی۔"

"الو کی پٹھی کو چھپ چھپ کے باتیں سننے کی عادت ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ سب جانتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ تیاری میں لگی ہوئی ہے۔ وہ کھڑکی دروازے سے لگ کر۔"

"یہ عورت ایسی لگتی تو نہیں تھی۔ بڑی خاموش رہتی تھی اور الگ تھلگ۔"

میں نے کہا "صورت سے کیا پتا چلتا ہے۔ مجھے تو بڑی سنگی پڑی یہ ہمدردی۔ میں ہی اس کی ماں کو علاج کے لیے گھر لایا تھا۔ بڑی ہمدردی ظاہر کی تھی۔"

"تم اس کے پاس اپنے کام سے گئے تھے۔ وہ ایکٹریس تھی اور تمہیں ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو تمہاری بیوی کا رول کرسکے۔"

میں نے غصے سے کہا "ساٹھ ہزار پاؤنڈز دیے تھے میں نے اسے۔ یہ بہت بڑی رقم ہے عاقل۔ اس سے آدھی یا ایک چوتھائی میں میرا کام ہوجاتا۔ مگر میں نے اس کے حالات پر ترس کھایا اور اس کی مدد کی۔"

عاقل نے کہا "دیکھ یار' یہ رسک تو سب کے ساتھ ہوتا۔ روشنی کی جگہ کوئی اور ہوتی تو کیا وہ فائدہ نہ اٹھاتی؟"

"نہیں یار۔ بلیک میلر ہر شخص نہیں بن سکتا۔ اس کے لیے ہمت چاہیے اور صلاحیت۔ ذہانت اور جرأت چاہیے۔ ہر لڑکی اتنی بے وقوف نہیں ہوسکتی۔ یہ چالاک اور عیار عورت ہے۔ اس نے اپنا کام اطمینان سے کیا۔ اور اسے یہ موقع خود ہم نے فراہم کیا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب وہ کیا کرے گی؟"

"وہی جو اس نے مجھے اسپتال میں فون کرکے کہا تھا۔ یا تو میں اس سے شادی کرلوں۔ اسے بیوی بنا کے ساتھ رکھوں ورنہ وہ میری فریب کاری کا پردہ چاک کردے گی۔ میرا کام بگاڑ دے گی۔ بڑی مصیبت کھڑی کردے گی میرے لیے۔"

عاقل سوچ کے بولا "پھر تو بھائی کچھ بھی نہیں ہوسکتا چپکے سے شادی کرلو اس کے ساتھ۔"

"یار عاقل وبالغ خاں۔ میں سخت طیش میں ہوں۔ جھانپڑ ماردوں گا۔"

وہ بولا "میں صحیح فرما رہا ہوں۔ خیریت چاہتے ہو تو اسی شرائط پر اس سے شادی کرلو کیونکہ یہ تو اب طے ہے کہ تم کسی طرح بھی اسے دوبارہ الو نہیں بنا سکتے۔ تمہاری ایک بات نہیں مانے گی وہ۔"

میں نے بگڑ کے کہا "یار' کوئی بچوں کا کھیل ہے شادی۔ میرا دماغ خراب ہے کہ اس سے شادی کرکے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماروں۔ جانتے بوجھتے تباہی کے غار میں گر جاؤں۔"

"کرنا پڑے گا تمہیں برضا و رغبت ورنہ اس نے دھکا دے کر گرایا تو پھر کبھی اٹھ نہیں پاؤ گے۔ چندا اور شبنم کو بھول جاؤ شاہ جی!"

میں اپنی بات پر اڑا رہا "چندا اور شبنم کو چھوڑو۔ اگر یہ کرۂ ارض پر آخری لڑکی ہوتی تب بھی میں اس سے شادی نہ کرتا۔"

"یار' دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ ایک عورت کو دوبارہ بے وقوف بنانا مشکل یقیناً ہے' ناممکن نہیں ہے اور جہاں سارے راستے بھی بند ہوں وہاں ہر راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اگر تم نے روشنی سے اس کی شرائط پر شادی نہ کی تو وہ نہ جانے کیا کر گزرے۔ ہم خود نہیں جانتے کہ وہ شاہ عالم کے بارے میں کتنا جانتی ہے لیکن اس نے ہماری ایک رات کی پُراسرار مصروفیت کے حوالے سے ہی پولیس کو کچھ بتا دیا تو سمجھ لو ہم سب گئے اندر۔ کیا مستقبل ہوگا ہمارا؟"

"یار عاقل خاں' میں خودکشی کرسکتا ہوں۔ اسے قتل کرسکتا ہوں مگر بلیک میلنگ کے دباؤ میں اس کو اپنی بیوی بنا کے نہیں رکھ سکتا۔"

عاقل نے ادھر سے لیکچر جاری رکھا "ذرا سوچو' اس کے نتائج کیسے خطرناک ہوں گے۔ اگر تم پر دھوکا دہی اور چوری ڈکیتی جیسے مقدمات بن گئے تو سزا شاہ عالم کو نہیں' ناصر عظیم کو ہوگی۔ ناصر عظیم جیل جائے گا۔ پھر کیا ہوگا ان سب کا۔ چندا اور قمر۔ کمال اور رئیس کا۔ نیلم کا اور فرید عباسی کا۔ اس پروگرام کا جو ناصر عظیم نے بنایا تھا۔ یہ تم مجھ سے لکھوا لو کہ اگر پولیس کو سراغ مل گیا تو وہ تم سے اعترافِ جرم بھی کرالیں گے اور تمہاری سزا ہوگی کم سے کم بھی تین سال۔ تین سال بعد پاکستان جا کے تم کیا کرو گے؟ میرا تو خیال ہے کہ ایک شبنم ہے جسے کچھ پروا ہے شاہ عالم کی مگر تین سال بعد اس کا بھی کیا پتا۔"

میں نے کہا "خدا کے لیے ایسی باتیں مت کرو۔"

اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا "ہوش سے اور ٹھنڈے دماغ سے صورتِ حال کو سمجھو۔ تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ وہ عورت اب تمہارا پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہے مگر اس نے تمہیں دو OPTIONS دیے ہیں۔ اگر تم اس سے شادی کرلیتے ہو اور اسے واقعی بیوی بنا کے رکھتے ہو۔ واقعی کا مطلب ہے واقعی۔ صرف زبانی اور دنیا کو دکھانے کے لیے نہیں۔"

میں نے سر کو ہاتھوں میں تھام کے کہا "نہیں عاقل۔۔!"

"پلیز شٹ اپ! جب تک میری بات مکمل نہ ہوجائے بیچ میں مت بولنا۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔"

"مجھے اس کے کسی وعدے پر اعتبار نہیں رہا۔"

"لیکن تمہیں یہ چانس تو لینا پڑے گا اور روشنی کو دینا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بات پر قائم رہے اور جیسا کہ اس نے کہا ہے' ہر حال میں تمہارا ساتھ نبھائے' تمہارے راز کی حفاظت جان دے کر بھی کرے کیونکہ خود اس کا مفاد تمہاری سلامتی اور تمہارے محفوظ مستقبل سے وابستہ ہے۔"

میں نے افسوس سے سر ہلایا "آخر ایسا کیوں کر رہی ہے وہ؟"

عاقل نے کہا "اس کے اسباب بہت واضح ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ اس کی عمر یہاں لندن میں ضائع ہو رہی تھی۔ اسے نہ شرافت کی زندگی سے کچھ مل رہا تھا نہ دھندے داری سے۔ کوئی اسے اپنانے کے لیے تیار نہ تھا۔ بات صرف ایک رات کی نہیں ہوتی۔ ساری عمر کی ہوتی ہے۔ جو لڑکی گھر بسانا چاہتی ہو اور اس کے لیے انتہائی DESPERATE بھی ہو وہ چھبیس سال کی عمر میں مایوس ہونے لگتی ہے۔ ممکن ہے وہ چھبیس کا بتاتی ہو مگر اٹھائیس تیس کی ہو۔ پاکستان واپس جانے کے بھی اس کے لیے امید کے راستے بند تھے۔ خوبصورت' ذہین' تعلیم یافتہ اور باکردار ہونے کے باوجود ابھی تک اسے اپنے خوابوں کا وہ شہزادہ نہیں ملا تھا جو اسے پرپوز کرتا اور اسے دلہن بنا کے اپنے محل میں لے جاتا۔ اس نے اچھی زندگی کے خواب دیکھے تھے مگر رفتہ رفتہ تعبیر اس کی دسترس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک تم آگئے۔ ایک ضرورت مند اور سوالی بن کے۔ اور تم نے اسے پہلی ملاقات میں ہی امپریس کرلیا۔ تمہارے ساتھ رہ کے اس نے محسوس کیا کہ اسے جس خوابوں کے شہزادے کا انتظار تھا وہ آگیا ہے۔ اس کے ساتھ ہے اور بس اب اسے حاصل کرنے کی دیر ہے۔ اس کو یقین تھا کہ ساتھ رہ کے وہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لے گی۔ وہ بہرحال ایک پُرکشش اور حسین عورت ہے اور تم ایک مرد ہو۔ کوئی بھی عورت کسی مرد کو ناقابلِ تسخیر نہیں سمجھتی۔ اگر وہ خود پیش قدمی کرے تو مرد کا سارا دفاع دھرا رہ جاتا ہے۔ مگر تم بہت محتاط' خوف زدہ اور چوکس تھے۔ تم نے اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا اور جتنا تم پیچھے ہٹتے گئے' اس کے لیے تمہاری کشش ایک چیلنج بن گئی۔ اچانک اس کی ماں مرگئی۔ اسے دہرا شاک لگا۔ ایک ماں کی موت کا' دوسرا اس خیال کا کہ اب شاید یہ کھیل بھی ختم ہوجائے گا۔ یہ ایک ڈراما ہی رہے گا۔ درحقیقت وہ کبھی تمہاری بیوی نہیں بن سکے گی۔ خوابوں کے افق پر اڑنے والی خواہشات کی پتنگ کی ڈور اس کے ہاتھ میں آکے نکل جائے گی اور اس خیال نے اس کی خواہش کو ایک جارحانہ منفی روپ میں بدل دیا۔ اس نے طے کرلیا کہ یا تو وہ تمہیں پاکر رہے گی ورنہ کوئی اور بھی تمہیں نہیں پاسکے گا۔ وہ تمہیں بھی تباہ کردے گی خواہ تمہارے ساتھ خود بھی تباہ ہوجائے۔ بھوکے آدمی کو کھانا نہ ملے تو وہ کیا کرتا ہے' وہ روٹی چھین لیتا ہے' چرا لیتا ہے۔ یہ بھوک سے مرنے سے تو بہتر ہے۔ آئی بات سمجھ شریف میں؟"

میں نے کہا "بات سمجھ میں آئے نہ آئے' کیا فرق پڑتا ہے۔"

"اب غور فرمایئے باقی صورتِ حال پر۔ اسے بے وقوف بنانے کا رومانی ڈراما فلاپ ہوگیا۔ اب آئے گی وہی تلخ اور اٹل حقیقت سامنے۔ وہ کہے گی کہ مجھ سے یہاں شادی کرو۔ کسی شرط کے بغیر۔ تمام قانونی ذمے داریوں کے ساتھ۔ وہ مکمل تحفظ چاہے گی کیونکہ وہ اعتبار کا تحفظ کھو چکی ہے۔ تم شادی کرلو اس سے۔"

"بکواس بند کرو۔"

"تم شادی کرلو" عاقل نے اپنی بات زور دے کر دہرائی۔ "جیسے وہ کہے۔ وہ کورٹ میں رجسٹریشن چاہے گی۔ وہ بھی کرالو۔ کتنے لوگوں کو معلوم ہوگی یہ بات؟ ایک میں۔ دوسری یعنی۔"

"وہ اس کی تشہیر چاہے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ یہ بات تم اس سے منواؤ گے کہ کورٹ میرج کی قانونی ضرورت پوری ہوگئی۔ اب شادی ہوگی کراچی میں اسلامی طریقے.... اور رسم دنیا کے مطابق اور وہاں کی شادی پوری دھوم دھام سے ہوگی تو اس کی فل پبلسٹی بھی ہوگی۔ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ شاہ عالم نے روشنی سے شادی کرلی ہے۔ میرا خیال ہے سب کچھ پالینے کی امید میں وہ تمہاری ایک بات مان لے گی۔ چلیں جی شادی ہوگئی۔ قانونی طور پر وہ تحفوظ ہوگئی۔ اب تم کام نکل جانے کے بعد اسے آسانی سے چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ ممکن ہے وہ حق مہر ایک لاکھ پاؤنڈز رکھوائے یا اس سے بھی زیادہ۔۔۔ برطانوی قوانین کے تحت وہ تم سے سب کچھ بھی لے سکتی ہے۔ تمہیں کنگلا کرسکتی ہے۔ مگر تمہارے پاس یعنی شاہ عالم کے پاس برطانوی شہریت کے علاوہ ہے کیا دینے کو؟"

میں نے کہا "ہاں' ہاں برطانیہ میں تو نام خدا کچھ نہیں ہے۔ پاکستان میں بہت ہے۔"

"وہاں کے اثاثے برطانوی قوانین سے متاثر نہیں ہوتے" عاقل نے کہا "غالباً اسلامی قانون وراثت کے تحت بیوی کو جائداد وغیرہ میں آٹھواں حصہ ملتا ہے اور باقی اولاد میں دو ایک کی نسبت سے تقسیم ہوتی ہے۔ دو حصے بیٹے کے اور ایک بیٹی کا۔ مگر یہ سب اس وقت کی بات ہے جب بیوی بچے ہوں۔"

میں نے کہا "بچے نہ ہوں تو بیوی ہی کل کی مالک ہو جاتی ہے۔"

"بشرطیکہ شوہر کے انتقال کے وقت وہ نکاح میں ہو۔"

میں نے کہا "اس کے پاس کورٹ کا میرج رجسٹریشن سرٹیفکیٹ ہوگا۔"

"لیکن اس کا ثبوت ہو کہ شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔ مرنے سے پہلے' تو اس کا ایک پیسے کا دعویٰ باقی نہیں رہتا۔"

"طلاق؟"

"ہاں۔ پاکستان جانے سے پہلے ہی تم اسے تحریری طور پر طلاق دے سکتے ہو اور اس کی نقل رجسٹرار کو بھجوا سکتے ہو۔ ہم ایسا انتظام کرسکتے ہیں کہ جب شاہ عالم مرے تو اس کے پاس سے برآمد ہونے والی دستاویزات میں یہ طلاق نامہ بھی شامل ہو۔"

میں نے سوچ کے کہا "بات تو تیری ٹھیک ہے قانونی طور پر لیکن وہ دستاویزات آخر کس کی تحویل میں ہوں گی۔ اسی بیوہ کی۔ اگر اس نے طلاق نامہ دیکھا تو وہ سب سے پہلے اسے ضائع کرے گی۔"

"اس کا بندوبست تو کیا جاسکتا ہے کہ وہ دستاویزات اس کے ہاتھ نہ لگیں۔ شاہ عالم کے کسی وکیل کے پاس ہوں یا کم سے کم طلاق نامے کی اصل اس کے وکیل کے پاس ہو۔ مثلاً فرید عباسی کے پاس۔ اور اگر بعد میں روشنی سارے اثاثوں کی دعوے دار بن کر سامنے آئے تو وہ طلاق نامہ پیش کردے کہ اس عورت کو تو شاہ عالم نے اپنی زندگی میں ہی طلاق دے دی تھی۔ اس کی نقل یہاں کے رجسٹرار کے پاس ہوگی تو وہ مستند دستاویز ہو جائے گی۔"

میں نے کہا "یہ بڑا دھوکا ہوگا۔"

وہ بولا "تحریری طور پر تین بار لکھ دیا گیا کہ طلاق تو طلاق ہوگئی۔ اس میں دھوکا کیسا۔ اور پھر ایسے کو تیسا۔ وہ تجھے بلیک میل کرکے زبردستی شادی جو کر رہی ہے اپنی۔ اس کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔ بس ثبوت ہونا چاہیے کہ اسے طلاق دے دی گئی تھی۔ وہ بعد میں چیخی چلاتی رہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اسے جھوٹ کون مانے گا۔ شاہ عالم کے مرنے کے بعد وہ ساری دنیا کو جو چاہے بتائے۔ اس سے ناصر نظیم کی صحت پر کیا اثر پڑسکتا ہے۔ اور شاہ عالم کے مرنے کے بعد یہاں برطانیہ میں اس کے خلاف کون سی قانونی کارروائی ہوگی۔"

میں نے کہا "تیری تجویز ہے قابل غور۔"

"یہاں برطانیہ میں طلاق نامہ کوئی بھی فرد پیش کرسکتا ہے رجسٹرار آفس میں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بتاؤ کہ اب پاکستان میں شاہ عالم کے نام پر کیا ہے۔ کتنی پراپرٹی ہے' کتنا بینک بیلنس ہے؟"

میں نے کہا "کچھ نہیں۔ سب یا تو اس کی اصل بیوی رخشندہ کو مل گیا تھا یا ختم ہوگیا تھا۔ پراپرٹی فروخت ہوگئی تھی اور بینک بیلنس تھا نہیں۔ جو کچھ تھا وہ اپنے ساتھ برطانیہ لے گیا تھا۔ یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ اس کے نام پر یہاں بھی کچھ نہیں۔"

عاقل جھلا کے بولا "یار' پھر کس بات کی فکر۔ وہ بیوگی کا سند لے کر پھرتی رہے۔ جب کچھ ہے نہیں تو اسے کہاں سے ملے گا؟"

"شاہ عالم کا تو بس نام زندہ تھا۔ یہ میں جانتا ہوں کیونکہ میں نے ہی اسے زندگی دے رکھی تھی۔ اس کے نام کو۔ ورنہ تو اسے مرے ہوئے زمانہ ہوا۔ گواہ یہاں اور پاکستان میں بہت ہوں گے شاہ عالم زندہ تھا اور پاکستان بھی گیا تھا۔ پاسپورٹ کے عہدے داروں سے بھی ملا تھا۔ انتخابات میں بھی حصہ چاہتا تھا۔ جی اور رب نواز بھی اس کے وجود کے گواہ ہیں

عالم کے اثاثے کیا تھے اور کہاں تھے؟ یہ کسے معلوم ہے" میں نے کہا۔

"پھر تو روشنی کو خوار ہونے دو۔ وہ ایک ایک سے پھرے کہ اس کی پراپرٹی کہاں ہے۔ جس مکان میں تم رہتے ہو' وہ کرائے کا ہے۔ جی اور رب نواز اس کو شاہ کی ملکیت بتائیں گے کیونکہ تم نے انہیں یہ بتا رکھا ہے مگر جھوٹ ہے۔ ممکن ہے روشنی شک کی بنیاد پر تین لاکھ پاؤنڈز تماش کرتی پھرے۔ نوادرات کا ذخیرہ ہتھوڑے۔ مگر ہوگا تو اسے ملے گا نا۔"

میں نے کہا "اس پر مجھے یاد آیا کہ میری برطانیہ سے اور اس جہاں سے روانگی کے بعد یہ سب تمہیں کرنا ہے۔ میں نے نوادرات اپنے ساتھ لے کر نہیں جاسکتا۔ انہیں تم ہوائی جہاز سے بھجوا کر کے پاکستان بھجواتے رہنا۔ رہی بات نقد رقم کی تو ایک لاکھ پاؤنڈز میں بینک ڈرافٹ اور پے آرڈرز کی صورت میں لے جاؤں گا۔"

"وہ ایک لاکھ پاؤنڈز کا چیک جو جولی نے دیا تھا' وہ بھی تم نے کیش کرالیا ہے" عاقل نے قہقہہ مارا۔

میں نے کہا "اسے تم رکھو۔ یہاں تمہیں بھی ضرورت ہے۔ تم کچھ اخبار وغیرہ نکالنے کی سوچ رہے ہو' پھر عینی بھی یہاں۔"

وہ ہاتھ مل کے بولا "عینی کے سلسلے میں۔"

میں نے کہا "جی۔ فرمایئے۔۔۔ چپ کیوں ہوگئے؟"

"جناب' محترم قائم مقام سسر صاحب! یہ مسئلہ آپ کے غور فرمانے کا ہے کیا عینی یہاں اکیلی رہے گی؟"

"ہاں۔ اس میں خطرے کی کیا بات ہے' تم جو ہو۔"

"یعنی اس کا خیال بھی مجھے ہی رکھنا ہوگا۔" وہ بولا۔

"ویسے تو اپنا خیال وہ خود بھی رکھ سکتی ہے لیکن ہاں' تم اس کی ذمے داری قبول کی ہے۔"

"یہ کچھ معیوب اور غیر اخلاقی ہی نہیں۔ غیر شرعی سی بات بھی ہوگی کہ ہم کسی تعلق کے بغیر ساتھ ساتھ رہیں اور مجھے خیال ہے کہ خطرناک بھی۔ اصولی طور پر ہماری شادی ہونی ہے۔ لیکن آپ کی اور نیلم کی خواہش ہے کہ یہ پاکستان میں ہو دھوم دھام سے۔"

"فوری طور پر تو یہ مشکل ہے۔"

"چنانچہ اس مشکل کا آسان حل یہ ہے کہ آپ جانے سے پہلے یہ نیک کام بھی ضرور کرجائیں تاکہ بعد میں نہ آپ کے کوئی پریشانی کی بات ہو اور نہ ہمارے لیے۔ نیک کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔"

میں نے کہا "بات تو تمہاری سولہ آنے ٹھیک ہے۔ یہ ہوسکتا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے غالباً۔"

"غالباً نہیں یقیناً۔" وہ بولا "آپ عینی سے اور پوچھ لیں۔"

میں نے کہا "ڈرامے بازی مت کرو۔ یہ جو تم بول رہے ہو۔ اس کی زبان ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کے سرکاری ترجمان بن کے بات کرتے ہو۔"

"ماشاء اللہ سے آپ سمجھ دار ہیں۔ شادی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سب کی ہو جاتی ہے اور میری اتنی عمر گزر گئی تو سال دو سال کی تاخیر کیا ہے۔ اگر میں ہوتا پروفیشنل قسم کا عاشق تو اس صورت حال سے پورا فائدہ اٹھاتا۔ یہاں کون ہے اعتراض کرنے والا اور اب آپ سے کیا پردہ سسری! ہم بھی لندن میں بے مہار پھرتے تھے۔ آج اس کے ساتھ کل اس کے ساتھ۔ یہی یہاں کا دستور ہے۔ مگر عینی کے سلسلے میں میرے جذبات اور ہیں۔"

میں نے کہا "میں قدر کرتا ہوں تمہارے جذبات کی لیکن مجھے کم سے کم نیلم سے بات کرنے دو۔ ورنہ وہ کہے گی کہ میرے آتے ہی یکطرفہ فیصلہ کرلیا اور مجھے بالکل نظرانداز کردیا۔ کیا پتا وہ بھی آجائے ایک دو روز کے لیے۔"

"کچھ دوست میرے بھی ہوں گے۔ اپنے پاکستان والی شادی کا ہنگامہ تو خیر ناممکن ہے یہاں۔ مگر گزارے لائق رونق ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم تیاری کرو" میں نے کہا "میں اب چلتا ہوں جی کی طرف۔ تازہ ترین صورت حالات معلوم کرنے کے لیے۔"

وہ میرے ساتھ چلنے لگا "میرے پاس برطانوی شہریت ہے۔ اس کا فائدہ عینی کو بھی ہوگا۔ اسے بھی برطانیہ کے شہری حقوق حاصل ہو جائیں گے۔"

"عینی کا مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہو جائے گا' یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ مجھے بہت فکر تھی اس کی۔ سونی کا ماضی اس کا آسیب تھا۔"

وہ بولا "اس سے تو خیر ہمیشہ کے لیے پیچھا چھوٹ گیا۔"

ہم ایک فٹ پاتھ پر زیبرا کراسنگ تک گئے۔ وہاں سڑک کے کنارے لگی ہوئی بینچ پر ایک بوڑھا اخبار لیے بیٹھا تھا۔ میری نظر سرخی پر گئی اور پھر ایک چھوٹی سی خبر پر جو پہلے کالم کے باکس میں نظر آرہی تھی "نوادرات کی چوری کا سراغ مل گیا۔"

میرے قدم رک گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ عام آدمی کے لیے غیر اہم دلچسپی والی خبر تھی مگر میرے لیے زندگی اور موت کے فیصلے کی طرح اہم تھی۔ اتنا بے چین کردینے والی اور اضطراب خیز اطلاع تھی کہ تمام ادب آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میں بینچ پر بڈھے کے ساتھ بیٹھ گیا۔

میرا ہاتھ بے اختیار اخبار کی جانب بڑھا "پلیز سر' کیا صرف ایک منٹ کے لیے آپ مجھے اخبار دیں گے؟"

اخبار کی ذاتی ملکیت اور پرائیویسی کے بارے میں انگریز اتنا ہی حساس اور خودپسند ہے جتنا اپنی بیوی کے معاملے میں۔ مگر اسے شاید میری صورت پر طاری گھبراہٹ دیکھ کر اور میرے لہجے میں معذرت آمیز لجاجت نے متاثر کیا۔ اس نے اپنی عینک اتار کے مجھے ایک بار گھورا اور پھر اخبار میری طرف بڑھادیا۔

میں نے اور عاقل نے وہ خبر تقریباً ایک ساتھ ہی دیکھ لی تھی مگر میں نے عاقل کو سنانے کے لیے خبر کا متن بہ آوازِ بلند پڑھنا شروع کیا۔ "اخبار کو باوثوق ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق پولیس کو کسی گمنام اور نادیدہ مہمان کی طرف سے انتہائی نتیجہ خیز ٹپ ملی تھی کہ نوادرات کی چوری اور ایک دن قبل ہونے والی ڈکیتی کی وارداتوں میں کیا تعلق ہے اور پولیس کے ذرائع نے یہ یقین ظاہر کیا ہے کہ آئندہ چوبیس گھنٹے میں وہ ملزمان کا سراغ لگا کے انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

معتوی اعتبار سے مکمل ہونے کے باوجود یہ خبر میرے لیے نامکمل تھی۔ اس میں میرے لیے خوف اور پریشانی کے سب اسباب تھے مگر کوئی تفصیل نہیں تھی کہ ٹپ کس نے دی' کیا دی اور کس کے بارے میں دی۔ پولیس کے ذرائع سے یہ خبر لانے والا رپورٹر بھی ان سے کوئی کام کی بات پوچھنے میں ناکام رہا تھا ورنہ وہ قیاس کے میدان میں اپنی عقل کے گھوڑے ضرور دوڑاتا۔ پولیس کی کامیابی کا انحصار اپنی معلومات کو مکمل رازداری کے پردے میں رکھنے پر ہوگا ورنہ وہ خود بھی بہت کچھ فرما سکتے تھے۔

میں نے اخبار اس کے مالک کو لوٹادیا "تھینک یُو سر!"

وہ بولا "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس خبر میں تمہاری دیوانگی آمیز دلچسپی کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟"

میں نے کہا "اگر یہ نوادرات آپ نے چرائے ہوتے تو یہ خبر آپ کے لیے بھی سنسنی خیز ثابت ہوتی۔"

وہ بھونچکا رہ گیا "تو۔۔۔ تو کیا۔۔۔ تم نے۔۔۔؟"

عاقل نے افسردگی سے اعترافِ جرم کیا "یس سر۔ نوادرات ہم نے ہی چرائے تھے۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اب اس سے پہلے کہ پولیس یہاں آکے ہمیں پکڑلے اور ہمارا ساتھی مان کے آپ کو بھی گرفتار کرلے' ہمیں فوراً فرار ہوجانا چاہیے۔"

"فرار ہو کے تم کہاں جاسکتے ہو آخر؟" اس نے حالات و صورتوں پر غور کیا کہ ان میں چوروں والی کوئی بات ہے یا نہیں؟

عاقل نے سوچ کے جواب دیا "پاکستان میں ایک جگہ ہے۔ ماموں کانجن!"

میں نے اسے ڈانٹا "کسی کو یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے اور ماموں کانجن ہم پچھلی بار گئے تھے۔ اس مرتبہ ہم پیچھوں کی ملیاں کا رخ کریں گے۔ میں شرط لگاتا ہوں کہ برطانوی پولیس اس جگہ کا صحیح نام نہیں بتاسکتی۔ وہاں پہنچے گی کیے' خیر' آپ کا شکریہ۔"

عاقل بولا "ہم آپ کی اس نیکی کا ذکر ہر جگہ کریں گے جو آپ نے ہمیں بروقت اخبار دے کر کی تھی ورنہ ہم تو بے خبری میں دھر لیے جاتے۔"

وہ سمجھ گیا کہ ہم مذاق کررہے ہیں "دفع ہوجاؤ یہاں سے۔ تم کیا مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔ مسخرے کے بچے!" وہ خفگی سے بولا اور پھر اخبار کے مطالعے میں مصروف ہوگیا۔

کچھ دور آنے کے بعد عاقل نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "یہ کسی ناکام رپورٹر کا ہوا میں چلایا ہوا تیر ہے۔"

میں نے اس سے اتفاق کیا "ہاں۔ کبھی وہ محض سنسنی خیزی پیدا کرنے کے لیے خبر بنا ہی لیتے ہیں لیکن تو نہ چشم' اس میں پولیس کے ذرائع کا حوالہ ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ نام تو کسی کا نہیں۔"

میں نے کہا "پھر بھی تجسس کے جراثیم کی تعداد میرے خون میں بڑھتی جارہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس خبر کی صداقت کا پتا چلانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔"

"اور اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔" وہ طنزیہ بولا۔

میں نے اس کی کم عقلی پر افسوس کا اظہار کیا "پولیس سے رجوع کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔"

"تاکہ وہ صورت دیکھتے ہی آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں اور آپ کے بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ خود تشریف لے آئے۔ انہیں تلاش کرنے کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔"

میں نے کہا "عاقل خان! آخر کس بنیاد پر وہ تمہارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرسکتے ہیں۔ ہم

نے کہیں چھوڑا۔ کوئی ثبوت باقی نہیں رہنے دیا۔"

"ہر مجرم اس خوش فہمی میں مارا جاتا ہے کہ اس نے پرفیکٹ کرائم کیا ہے اور پولیس قیامت تک اس تک ہاتھ نہیں ڈال سکتی۔"

میں نے کہا "آخر تم پر اعتماد اور پُریقین کیوں نہیں ہو۔"

وہ بولا "جیسا کہ انگریزی محاورہ ہے۔ تجسس نے بلی کو ہلاک کیا۔ میرا تمہیں یہی مشورہ ہے کہ ایک دفاعی حکمتِ عملی اختیار کرو۔ پولیس سے پناہ مانگ لو۔"

میں نے کہا "عاقل خان۔ میں ایک متاثرہ فریق ہوں۔ میرے ان لاکھ پاؤنڈز میرے تھے جو لوٹ لیے گئے۔"

عاقل جھنجلا گیا۔ "یار' وہ نوادرات بھی لارڈ پرائس کے تھے۔ وہ بھی خود کو ایک متاثرہ فریق سمجھتا ہوگا مگر دیکھ لو اس کا انجام۔ آخر کیا ضرورت ہے تمہیں ایک غیر اہم اور نامکمل خبر پر شدید ردِ عمل ظاہر کرنے کی اور دوڑتے ہوئے تھانے جانے کی۔ کوئی بات ہوگی تو معلوم ہوجائے گی۔ سب کو پتا چل جائے گا کہ تفتیش کس رخ پر جارہی ہے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ مرحوم کی روح سے معذرت کے ساتھ میں علامہ اقبال کا شعر یوں پڑھتا ہوں۔ خود کو کر بلند اتنا ہر تفتیش سے پہلے۔ پولیس مجرم سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔"

"تم یہاں سے ٹیکسی پکڑلو۔ میں واپس جاکے کام کروں گا۔"

میں نے کہا "مجھے معلوم ہے' تم پہلا کام کیا کرو گے؟ تم فون پر لوگوں کو یہ اطلاع دو گے اور یہ بتاؤ گے کہ اس کا بھائی ڈکیتی میں گرفتار کرنے کے لیے تھانے جانے پر بضد تھا۔ مگر تم نے روک لیا۔"

وہ مسکرانے لگا "اسے فون کرنا بھی تھانے جانے سے کم خطرناک ہے۔ میں ایک مفرور چاہنے والا ہوں۔ وہ بہت خفا ہوگی مجھ سے۔"

"اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ تمہیں پکڑ کے ساتھ ہی واپس لاؤں۔ تم غائب ہو دو دن سے۔ آخر کیوں؟" میں نے اس کے کہا۔

اس نے ایک شعر پڑھا "اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔"

مسکرایا "اچھا ٹھیک ہے' میں اسے بتادوں گا۔"

"میری خاطر تم ایک چھوٹا سا جھوٹ بول سکتے ہو۔ تمہاری مجھ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"

مسکرایا اس کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا "اگر رشوت کے طور پر تم مجھے چائے بھی پلادیتے۔۔۔"

چائے وہاں آسانی سے دستیاب نہ ہوئی چنانچہ کافی پی کے میں نے نارتن بار کا رخ کیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس خبر کی بازگشت جمی کے کانوں تک ضرور پہنچی ہوگی اور اس نے اپنے ذرائع کو اس خبر کی تہ تک پہنچنے کے لیے استعمال کرنے میں دیر نہیں لگائی ہوگی۔

نارتن بار میں دوپہر کی خانہ ویرانی کا تاثر رات کی پُرشور' جلوہ ریز اور طرب آمیز رونق کے بالکل برعکس ہوتا تھا۔ رقص گاہ میں جہاں رنگ و نور' دہکتے اور دہکتے جوان جسموں اور سسکتے جذبات کی فراوانی ہوتی تھی' نیم تاریک سناٹے میں چند افراد صفائی کرنے والوں کی وردی پہنے کرسیاں سیدھی کررہے تھے۔ فرش پر سے سگریٹوں کے ٹکڑے اور خالی پیکٹ سمیٹ رہے تھے اور گلاس ٹاپ ٹیبلوں سے' ٹائل والی دیواروں سے اور کرسیوں سے ہر قسم کے داغ مٹا رہے تھے تاکہ آنے والی رات کے مہمانوں کو ہر چیز چمکتی دمکتی اور صاف ستھری ملے۔

جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو ایک نوعمر لڑکا کسی سیاہ فام نگراں کی منت سماجت کررہا تھا "باس۔ یہ گھڑی میرے پاس رہنے دو۔"

نگراں نے غرا کے کہا "شٹ اَپ۔ گھڑی مجھے دو۔"

"میری گرل فرینڈ اس تحفے سے بہت خوش ہوگی" لڑکے نے آہ بھر کے کہا۔

"اور وہ جس کی گھڑی ہے' تمہارا کیا خیال ہے وہ پوچھنے نہیں آئے گی۔ یہ بہت قیمتی زنانہ گھڑی ہے۔"

"جانے دو باس۔ اسے کہاں ہوش ہوگا اس وقت۔ اور یہ کیسے کہہ سکتی ہے وہ یقین سے کہ گھڑی یہاں گری تھی۔ تم بس فرض کرلو کہ گھڑی نہیں ملی۔ تم نے میرے ہاتھ میں نہیں دیکھی۔"

باس نے اسے گالی دی "تم پھر نکالے جاؤ گے اور اس مرتبہ اگر تم جوتے بھی چاٹو کتے کی طرح تو تمہیں کوئی نہیں رکھے گا۔"

"اس کے لیے میں پانچ پاؤنڈ بھی دے سکتا ہوں' میری گرل فرینڈ۔۔۔"

سیاہ فام نے اس کے سر پر مکا مارا اور گھڑی چھین لی "اپنی گرل فرینڈ کو آج رات میرے پاس بھیج دینا۔ میں صبح اسے یہ گھڑی دے دوں گا۔ اگر اس سے پہلے ہی گھڑی کی اصل مالک نہ آئی۔"

نوجوان لڑکا مایوس اور مشتعل ہونے کے باوجود پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرش کی صفائی میں مصروف ہوگیا تو میں نے کہا "مجھے جمی سے ملنا ہے۔"

سیاہ فام نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا "کیا کام ہے؟"

میں نے کہا "یہ پوچھنا تمہارا کام نہیں ہے' جا کے اسے بتادو۔"

"یہ بھی میرا کام نہیں ہے مسٹر!" سیاہ فام کا لہجہ بیزار ہوگیا۔

اپنی گرل فرینڈ کے لیے مفت کے تحفے سے محروم ہوجانے والے نوجوان نے کہا "صاف کیوں نہیں بتادیتے کہ جمی۔!"

سیاہ فام نے چیخ کے کہا "ایک لفظ اور کہا تم نے تو میں تمہیں جان سے ماردوں گا۔"

میں آگے بڑھ گیا۔ مجھے اسٹیج کے عقب سے جمی کے آفس تک جانے والے راستے کا علم تھا۔ سیاہ فام میرے پیچھے لپکا "رک جاؤ۔ تم ایسے اندر نہیں جاسکتے۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے سرد لہجے میں کہا "ہٹ جاؤ میرے راستے سے۔ ورنہ اس سے پہلے کہ جمی تمہیں سزا دے میں خود تمہیں جان سے ماردوں گا۔"

نوجوان مسکرانے لگا "اس کے بعد یہ دنیا بڑی پُرسکون جگہ ہوجائے گی۔"

سیاہ فام نے اسے گھورا "بات یہ ہے جمی اس وقت اپنے آفس میں موجود نہیں ہے" اس کا رویہ ایک دم بدل گیا تھا۔

میں نے بڑی نخوت سے پوچھا "جولی ہے؟"

وہ کچھ حیران ہوا "مجھے نام بتاؤ اپنا۔ میں اسے مطلع کردیتا ہوں۔ دراصل ہر شخص کو منہ اٹھا کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور میں تمہیں نہیں جانتا۔"

میں نے کہا "اوکے۔ جولی سے کہو شاہ عالم آیا ہے۔"

سیاہ فام نے سر ہلایا "ایک بار پھر بتاؤ اپنا نام۔"

میں نے کہا "شاہ۔ عالم!"

اس نے ایک انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا جو دیوار پر نصب تھا "شاہ۔ آلام۔ بڑا عجیب نام ہے" وہ بولا اور پھر جولی سے بات کرنے لگا۔ اس کی صورت کے تاثرات میں نمایاں تبدیلی بڑی سرعت کے ساتھ عیاں ہوئی۔ وہ یس لیڈی' یس لیڈی کہتا رہا اور پھر فون رکھ کے مجھ سے مخاطب ہوا "تم جاسکتے ہو مسٹر شولام۔ وہ تمہارے لیے چشم براہ ہے۔ اگر یہ بات تم پہلے ہی بتادیتے۔"

میں نے کہا "اس سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ تم جیسے لوگ شرافت کی زبان سمجھتے کہاں ہیں؟"

پرائیویسی اور سیکیورٹی کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے جمی کے آفس تک رسائی کا راستہ مشکل اور پے چیدہ بنایا گیا تھا مگر میں براہ راست اندر جانے کی خصوصی صلاحیت رکھتا تھا اور اتنی بار آجاچکا تھا کہ اندر کے کسی محافظ نے مجھ سے تعرض نہیں کیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگا جیسے ماحول میں کچھ عدم تحفظ' بے یقینی اور خوف و ہراس کی فضا ہے۔ شاید یہ پولیس کے غیر متوقع چھاپے اور اس کے نتیجے میں ہونے والی قانونی کارروائی کا ردِعمل تھا۔ یہاں چلتے غیر قانونی اور غیر اخلاقی کاروبار خاموشی سے اور پس پردہ جاری تھے۔ دوسرے بہت سے بارز اور نائٹ کلبوں میں بھی ہورہے تھے مگر چور وہی بنتا ہے جو پکڑا جائے۔ پریس یا پبلک کی نشاندہی بہت سے ایسے اداروں پر چھاپے پڑتے رہتے تھے جو بظاہر کسی جائز اور قانونی کاروبار میں مصروف تھے مگر اس کی آڑ میں سیاہ کاری کے ایک سو ایک اور ایک سے بڑھ کر ایک شرمناک دھندے چلاتے تھے۔ چھاپے اور قانونی گرفت سے وقتی طور پر ان کی "نیک نامی" کو نقصان ہوتا تھا اور کچھ عرصہ کاروبار میں بھی مندی آجاتی تھی مگر اس کے بعد پھر وہی دھندے چلانے والے ماسٹر مائنڈ نئے راستے تلاش کرلیتے تھے۔ پرانے کاروبار پر قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے نئے پردے ڈال دیتے تھے اور سب کچھ پھر پہلے کی طرح ہوجاتا تھا۔

جولی اس تاثر کے برعکس بڑی آن بان اور شان کے ساتھ جمی کے آفس میں اس کی کرسی پر براجمان تھی۔ وہ حسن شباب اور دولتِ حسن پر اس کا غرور جائز تھا۔ قدرت نے اس بھتیجے کو جولی نے بڑی ذہانت کے ساتھ اپنی سپر پاور جمی جیسے خطرناک مردوں کو بے دام غلام بنانے کے لیے استعمال کیا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ جوہری ہتھیاروں کے ذخیرے کی طرح ایک ایسی تباہ کن قوت بن گئی تھی جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔

لیکن جمی نے اس کی قوتِ تسخیر کو اپنی دولت کی دیواروں میں ایسے بے بس کرکے قید کردیا تھا کہ جولی کا شباب اس لامحدود خزانے کی طرح ہوگیا تھا جس سے وہ کا ایک لمحہ' خواہشوں کے سورج کی ایک کرن' کسی خواب چھوٹی سی تعبیر اور جوانی کے ارمانوں کی بہار کا ایک پھول تک اپنے لیے حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اپنے پر ستاروں اور نذرِ جاں دینے کے خواہش مندوں اور چاہنے والوں کے درمیان جو اس کے وجود کو سیرابی اور سرشاری

کے بے پناہ لطف سے آشنا کرسکتے تھے وہ اپنے جسم کی پیاسی تڑپ کے ساتھ ایک زنداں میں بالکل اکیلی تھی۔

جولی نے اپنے لیے اس عذاب کا یہ سودا خود اپنی مرضی اور خوشی سے کیا تھا۔ اس بے حساب دولت کے حصول کے لیے جو وہ جمی کی بیوی کے منصب پر فائز ہوکے حاصل کرسکتی تھی۔ یہ سودا اس نے ایک یقین کی بنیاد پر کیا تھا کہ اس سے دگنی سے زیادہ عمر رکھنے والا معذور اپاہج اور بیمار جمی جلد ہی مرجائے گا یا مار دیا جائے گا۔ اس نے بدمعاشی کے خطرناک کھیل میں دولت کو اپنی اصل طاقت سمجھ رکھا تھا جبکہ اس کے دشمن جسمانی طور پر بھی زیادہ طاقتور تھے۔ جولی نے اپنی جوانی کے دس سال اس جوئے میں داؤ پر لگائے تھے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس سے پہلے ہی وہ جمی کے صبر آزما تسلط سے رہائی پالے گی اور اس کے بعد بھی جوانی کے اسٹاک میں اس کے پاس مزید تیس سال ہوں گے جن میں وہ دن رات کے ہر لمحے کو دگنی توانائی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے دس برسوں کی محرومی کا ازالہ کرلے گی۔

لیکن اس کا یہ حساب کتاب اس کی قوتِ برداشت کے پیمانے سے غلط ثابت ہوا تھا۔ جمی سے شادی کے صرف چار سال بعد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس پریشان کرنے لگا تھا اور وہ جذباتی طور پر شکست کے قریب تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی شکست اس کے حق میں اقدامِ خودکشی کے مترادف ہے۔ جمی کا فی الحال مرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ایسے آثار تھے کہ وہ مارا جائے۔ وہ اپنی صحت کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے لگا تھا۔ اس نے اپنے حفاظتی انتظامات کو فول پروف بنادیا تھا اور جولی کی وفاداری کو یقینی بنانے کے لیے اس پر نگرانی کو زیادہ سخت کردیا تھا۔ جولی کو اب مایوسی کے خوف کا سامنا تھا۔ اسے ایسا لگتا تھا کہ وہ مرجائے گی اور جمی زندہ رہے گا۔ اس نے اپنے بے پناہ حسن اور بے حساب ارمانوں والے بھرپور شباب کے دس سالوں کو داؤ پر لگا کے جو جوا کھیلا تھا اس میں ہار یقینی ہے۔ اسے جمی کی دولت نہیں ملنی اور وہ اس کی بے رحمانہ قید میں تڑپ تڑپ کے جان دے دے گی یا اس کا انجام وہ زیرِ زمین تہ خانہ ہوگا جہاں جمی کی پہلی بیوی اور اس کے آشنا کے ڈھانچے آج بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے الگ الگ فولادی حصاروں میں ایک تصویرِ عبرت بنے پڑے تھے۔

یہ سب جولی نے خود مجھے بتادیا تھا۔ اس لیے بتادیا تھا کہ میرے مذاق مذاق میں اس سے اظہارِ عشق فرمادیا تھا۔ اس وقت مجھے بالکل اندازہ نہ تھا کہ میرا یہ مذاق بعد میں مجھے کتنا مہنگا پڑے گا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ جولی ایک انتہائی باکردار اور وفادار عورت ہے جو اپنے بے مصرف اور بے جواز شوہر کو دیوانگی کی حد تک پیار کرتی ہے۔ مشرق میں ایسی بے غرض شوہر پرستی کی مثالیں کم نہیں مگر جولی صرف مجبور تھی اور خود اپنے زنداں کی اسیر تھی۔ یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی جب بہت دیر ہوچکی تھی۔ یہ میری بے وقوفی تھی کہ میں ایک شکی مزاج اور ذہنی مریض شوہر کے سامنے بھی اس کی بیوی پر فریفتہ ہونے کا مذاق کرتا رہا۔ میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے نتائج غلط بھی نکل سکتے ہیں۔ مگر ایسا ہی ہوا تھا۔ جولی سیریس ہوگئی تھی اور اس نے پہلے مجھے موقع دیا تھا کہ میں پیش رفت میں مروانگی کا مظاہرہ کروں اور جب میں نے غیر عملی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اس پیغام کو نہیں سمجھا جو اس کی خاموشی میں پنہاں تھا' اس پکار کو نہیں سنا جو اس کے بدن سے العطش کی صدا بن کے پھوٹتی تھی اور اس خود سپردگی کے اقرار کو نہیں پڑھا جو اس کی آنکھوں میں تحریر بن گیا تھا تو اس نے میری بزدلی اور بے وقوفی کو معاف کرتے ہوئے معشوقی چھوڑ کے عاشق کا انداز اپنالیا۔ لوہے کو مقناطیس کی کشش کھینچ لے یا خود مقناطیس کھنچ کر لوہے سے جاملے' بات تو وہی رہتی ہے۔

جولی نے مجھے اسپتال میں ایک موقع فراہم کیا تھا لیکن اس کی توقعات کے برعکس میں نے پھر فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگر میں جرأت رندانہ سے کام لیتا تو بے خطر آتشِ نمرود میں کود پڑتا مگر مجھے اس سے عشق ہی کب تھا۔ میری سرد مہری نے جولی کی آتشِ شوق کو اور بھڑکایا۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کی دیوانگی کا راز جمی پر افشا ہوگیا تو کیا ہوگا' اس نے عاقل کے ہاتھوں مجھے ایک لاکھ پاؤنڈز کا چیک بھجوادیا' جو بالواسطہ طور پر ایک پیغام تھا کہ وہ میرے لیے کس حد تک آگے جاسکتی ہے۔ اپنی طرف سے وہ مجھے خرید چکی تھی اور آج وہ اپنی قوتِ خرید کا اثر دیکھنے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

میں اس کی تج دھج یا خطرناک عزائم والے انداز دیکھ کر جتنا حیران ہوا تھا' اتنا ہی محتاط بھی ہوگیا۔ میرے آنے سے پہلے وہ منی اسکرٹ پر کوٹ پہنے بیٹھی تھی مگر اب اس نے کوٹ اتار کے کرسی کے پیچھے ڈال دیا تھا اور لباس کے اس انداز میں بے لباسی کا سامان عریانی کی حد تک بڑھ گیا تھا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی مسکراتی ہوئی لہرا کے آگے بڑھی "آؤ آؤ سویٹ ہارٹ۔ کیا تم یقین کروگے کہ میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی تھی۔"

میں نے ایک دفاعی انداز اختیار کیا مگر قدرے تاخیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے۔ وہ مجھ سے چمٹ گئی اور اپنی ایڑیاں اٹھا کے مجھے چوم لیا۔

میں نے اسے دور ڈھکیل دیا "واٹ از دس جولی!"

وہ ہنسی "ڈرو نہیں۔ آج تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

میں نے برہمی سے کہا "تمہارا شوہر تو آسکتا ہے۔"

وہ اپنی کرسی پر جا بیٹھی "نہیں۔ وہ بھی نہیں آسکتا۔"

"کیوں۔ تم نے اسے مار کے کہیں گاڑ دیا ہے؟"

وہ ہنسی "ابھی تو نہیں لیکن یہ بھی کر سکتی ہوں میں' وقت آنے پر۔"

میں اس کے سامنے بیٹھ گیا "کیا تم پاگل ہو گئی ہو۔"

وہ بولی "اس کے برعکس۔ میرا خیال ہے کہ میں اس وقت پاگل ہو گئی تھی جب میں نے خود کو اس آدھے دھڑ والی مخلوق کی دولت کے عوض بیچ دیا تھا۔ جس کا صرف اوپر والا آدھا دھڑ زندہ تھا۔ جو میرے لیے اتنا ہی بے مصرف تھا۔"

میں نے کہا "پلیز شٹ اپ! میں یہاں یہ سب سننے نہیں آیا تھا۔"

اس نے میز پر رکھے ہوئے جام سے ایک گھونٹ بھرا "خیر اب آگئے ہو تو سنو۔ میں عاجز آچکی ہوں اپنی اس زندگی سے۔ اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی میں۔"

میں نے تلخی سے کہا "اب تمہارے پاس برداشت کیے بنا چارہ نہیں۔ اس زندگی کا انتخاب خود تمہارا تھا۔"

وہ سوچتے ہوئے بولی "ہاں لیکن غلط فیصلے واپس لیے جاسکتے ہیں۔ خواہ اس سے بھی نقصان ہو۔"

"تمہارے پاس اب کسی فیصلے کا اختیار نہیں رہا۔"

"ایک اختیار ہمیشہ تھا میرے پاس۔ مرنے کا یا مارنے کا۔ جی کو قتل کرنا آسان نہیں تھا مگر ناممکن بھی نہیں تھا۔"

وہ جیسے خود سے بات کر رہی تھی "میں ہمیشہ ڈرتی رہی اس سے کہ کسی بات کو بہانہ بنا کے وہ مجھے قتل نہ کروا دے لیکن پھر میں نے اپنی کمزوری کو اپنی شعوری بنا لیا۔ میں نے آہستہ آہستہ جی کا اعتبار حاصل کیا اور اسے یہ احساس دلایا کہ بیوی کی حیثیت سے میرا وجود اس کے لیے فائدہ مند ہیں مگر میں اس کی اچھی مشیر بن سکتی ہوں۔ مجھے اپنے جسم پر ناز تھا۔ ایک خوب صورت عورت کا بھرپور جسم ہی اس کی ساری طاقت ہوتا ہے۔ مگر میں نے اسے نظرانداز کر دیا اور اپنے ذہن کا استعمال کیا۔ میں جی کی لائف پارٹنر کے بجائے اس کی بزنس پارٹنر بن گئی۔ میں اس کے کاروبار میں مدد دینے لگی اور رفتہ رفتہ میں نے خود کو اس کا مستحق ثابت کر دیا۔ وہ اپنی ذمے داریاں میرے حوالے کرنے لگا۔ بالآخر تمام مالی معاملات میری نگرانی میں آگئے۔ وہ باہر کے انتظامی مسائل سے نمٹنے لگا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں ہوا کہ میں کیسے اس پر غلبہ حاصل کر رہی ہوں۔ وہ مجھ پر اتنا اعتماد کرنے لگا کہ میرے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں رہا۔ چالاک اور ہوشیار مرد بھی کتنی آسانی سے بے وقوف بن جاتا ہے۔"

"تم واقعی بہت خطرناک عورت ہو۔"

"ہر عورت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی اس کے اندر کی عورت کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ہر لمحہ ذلیل کرے' قتل کرے۔ اور اسے جینے پر مجبور رکھے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "تمہارے لالچ نے تمہیں اس عذاب میں ڈالا۔ ورنہ تم کسی سے بھی شادی کر کے خوش رہ سکتی تھیں۔ تمہارے چاہنے والے بہت ہوں گے۔"

وہ ہنس پڑی "اب بھی ہیں۔ ایک تم ہو' بزدل اور بے وقوف۔ لیکن مجھے اچھے لگتے ہو۔"

میں نے کہا "جولی۔ تم نے مجھے بہت غلط سمجھا۔"

"اور تم نے مجھے۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "میں یہاں تم سے نہیں' جی سے ملنے آیا تھا اور اگر میں نے اخبار میں ایک ایسی خبر نہ دیکھی ہوتی ــــ"

"کیسی خبر؟" اس نے واجبی سی دلچسپی کا اظہار کیا۔

"ان نوادرات کی چوری کے بارے میں۔"

وہ قدرے شوخی سے بولی "کیا پولیس نے چوروں کو پکڑ لیا ہے؟"

میں نے کہا "پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے سراغ مل گیا ہے۔"

"بہت پرانی ہو گئی یہ خبر" اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

تجسس نے مجھے پھر بیٹھنے پر مجبور کر دیا "اور تازہ خبر کیا ہے؟"

"پولیس نے چوروں کو پکڑ لیا ہے اور ان کے سرغنہ کو بھی۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا مگر وہ مذاق نہیں کر رہی تھی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیوں' کسی نے پولیس کو ٹپ دی تھی۔ یہ بھی تو ہو گا خبر میں" اس نے جام شراب خالی کر دیا۔

"تم جانتی ہو۔ ٹپ کس نے دی تھی؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا "بہت اچھی طرح لیکن ایسے

میں بتاؤں گی میں۔ پہلے یہ بتاؤ' کیا ہو گے؟ شراب تو ارے مذہب میں حرام ہے۔ خود تم نے حرام کر لی ہے ورنہ سلمان پیتے ہیں اور خود تمہارے ملک کے لوگ۔"

میں نے کہا "لعنت بھیجو تم ایسے مسلمانوں اور ہم ں پر۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اس پر ہلکا سا شراب کا نشہ غالب تھا جو ی کی آنکھوں میں مستی بن کے چھلک رہا تھا "اوکے۔ کافی وقتی الحال۔ پھر ہم لچ کریں گے اور۔۔۔ اور اس کے بعد۔۔۔ سا پیار۔۔۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "پیار کو بھول جاؤ۔ مجھے کبھی تم سے پیار تھا' نہ ہو گا۔ میں تمہیں بے وقوف بنا رہا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے اور میں جانتے بوجھتے بے وقوف بن رہی تھی کیونکہ تمہیں نہ سہی' مجھے تو پیار ہے تم سے۔ یو آر ۔۔۔ ڈارلنگ۔۔۔!"

میں نے کہا "جولی! تم کو ایک اور بات بتاؤں' ہمارے ں میں شادی شدہ مرد اور عورت اگر ناجائز مراسم استوار ر تو یہ گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔"

"کبیرہ!"

"بڑا گناہ۔ بہت بڑا۔ اور اس کی سزا آخرت میں تو جو ہے' دنیا میں اسلامی قانون کے مطابق وہ سزائے موت ق ہوتے ہیں۔"

مجھے بے یقینی سے دیکھتی رہی "خواہ وہ اپنی مرضی سے ں؟"

"ہاں۔ یہ شرعی معاملہ ہے جس میں زانی اور زانیہ کے ی کی اور اپیل کی ایک فیصد بھی گنجائش نہیں۔ اگر ان ت ہو جائے۔"

کچھ خوف زدہ ہوئی "کیسا عجیب ہے تمہارا مذہب ں یہاں انگلستان میں تو تمہیں اس قانون سے خوف کی ضرورت نہیں۔"

نے کہا "قانون کا احترام اگر خوف کے تحت کیا ہ مؤثر نہیں رہتا۔ قانون تو بس قانون ہے اور جگہ مسلمان ہے۔"

نے جھنجلا کے ایک اور جام بھرا "پولیس کو ٹپ میں ں۔"

ہو پکارا رہ گیا "تم نے؟"

میں نے۔۔۔ اور پولیس نے جی کو گرفتار کر لیا

نے بیوی سے کہا "یہ کس قسم کا مذاق ہے؟"

اس نے سکون سے ایک گھونٹ بھرا "یہ حقیقت ہے بلکہ اتنی ہی ناقابل تردید جتنی میرے دل میں تمہاری چاہت۔ تم چاہو تو تصدیق کر سکتے ہو۔"

میں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

"یعنی تمہیں اعتبار ہے مجھ پر؟"

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے میز کے نیچے سے کوئی بٹن دبا کے دروازہ کھولا۔ ایک ملازم میرے سامنے کافی رکھ کے لوٹ گیا۔ جولی نے دروازے کو پھر لاک کر دیا۔

"دروازے کو اس طرح لاک رکھنے کا کیا مقصد ہے آخر؟"

وہ مجھے دیکھتی رہی "بنیادی مقصد تو یہی تھا کہ کوئی ہمیں ڈسٹرب نہ کر پائے۔ لیکن ایک مقصد اور بھی تھا۔ باہر کے ملازمین کو پتا چل جائے کہ یہاں میرے ساتھ خلوت میں تم تھے۔ اور یہ بات وہ جی کو بتا دیں' تم نے دیکھا ابھی کہ کافی لانے والا کیسے زیر لب مسکرا رہا تھا' سٹور کا بچہ۔ میں اسے قتل کر دیتی۔ مگر میں نے سوچا کہ چلو اچھا ہے ایک گواہ دیکھ لے۔ اس نے کتنے غور سے تمہارے ہونٹوں پر اس لالی کو دیکھا تھا جو میری لپ اسٹک تھی۔ بے شک تم نے اسے رومال سے صاف کر لیا تھا مگر تمہارے ہونٹوں کے علاوہ بھی ایک داغ ہے۔ تمہارے دائیں گال پر" وہ قہقہہ مار کے ہنسی۔

میں نے گھبرا کے رومال سے منہ صاف کیا "یور آر اے بچ!"

وہ اسی طرح مسکراتی رہی "میں نے پولیس کو بتا دیا کہ جی نے تم سے تین لاکھ پاؤنڈز چھیننے کا کیا پلان بنایا تھا۔ اور اگر تم اس کی باتوں میں آکے نارتھ بار آجاتے تب بھی لٹ جاتے۔"

"تم سخت غلط فہمی کا شکار ہو۔ جرم کی نیت اور جرم کے ارتکاب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

اس نے جیسے میری بات ہی نہیں سنی "میں نے پولیس کو پہلے ان لوگوں کے بارے میں بتایا جو یہاں سیکورٹی کمپنی کے نمائندے بن کر آنے والے تھے۔ وہ جی کے خاص آدمی تھے۔ جی نے تم سے کہا تھا کہ وہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم نے جی کی بات نہیں مانی تو اس نے دوسری چال چلی۔ اس نے تمہیں قائل کیا کہ رقم کو سیف ڈپازٹ لاکر میں رکھ دینا بہتر ہو گا۔ اور لاکر فراہم کرنے والی کمپنی کے نمائندے یہاں آجائیں گے۔ تم کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں' کہا تھا یا نہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس نے یہی کہا تھا۔"

"تم نے اس کا مشورہ قبول کرلیا تھا۔ تم یہاں آتے تو اچانک ڈاکا پڑجاتا۔ لاکر دینے والی کمپنی کے نمائندے بہت دیر بعد آتے۔ یہ پلان جمی نے بڑے غور وخوض کے بعد بنایا تھا۔ ایک ایک چیز ڈسکس کرکے اور ظاہر ہے اس ڈسکشن میں سب سے اہم رول میرا تھا۔ وہ میرے مشورے کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ ساری تفصیلات پر بحث کی تھی ہم نے۔ جمی نے پلان پر بڑی عقل لڑائی تھی۔ یہ بھی سوچ لیا تھا کہ بعد میں جب تم اس پر الزام عائد کرو گے کہ ڈاکا اس کے شیطانی ذہن کا تخلیق کردہ ڈراما تھا اور ڈاکو اس کے ساتھی تھے۔ تو وہ تمہارے اور قانون کے سامنے اپنی بے گناہی کیسے ثابت کرے گا' میں ان کی ساری گفتگو کو ٹیپ کرتی رہی۔"

میں اچھل پڑا "تم نے سب ریکارڈ کرلیا تھا؟"

"ہاں۔ سوائے ان مواقع کے جب میں خود شریک گفتگو تھی۔ تم نے اس کمرے کا جدید الیکٹرانک نظام دیکھا ہے نا۔ میں باہر بیٹھ کے اندر کا منظر دیکھتی رہتی تھی اور سب کی باتیں سن سکتی تھی۔ ایسے ہی جمی باہر کی آوازیں سن سکتا تھا۔ کلوز سرکٹ کیمرے تو ہر جگہ ہیں۔ ٹارٹن بار میں داخلے کے راستے سے یہاں تک۔ ہر موڑ اور ہر قدم پر۔ میں نے باہر بیٹھ کے سب ریکارڈ کیا۔ وہ ان کی آخری میٹنگ تھی۔ میں نے جمی سے کہا کہ آج وہ تمام تفصیلات پر پھر بحث کرلیں اور ڈاکوؤں کو ہدایات اچھی طرح سمجھادی جائے۔ پھر وہ تمہارے سامنے پورا پلان دہرادیں تاکہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور میں باہر بیٹھ کے اطمینان سے ایک ویڈیو ٹیپ پر سب ریکارڈ کرتی رہی۔ میں نے بہانہ کردیا تھا کہ میرے سر میں درد ہے اور ویسے بھی اس آخری میٹنگ میں میری شرکت ضروری نہیں تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ بحث کے دوران میں جب پورا پلان دہرایا گیا کسی نے بھی میرا نام نہیں لیا۔ کافی پیو' ٹھنڈی ہورہی ہے۔"

میں نے کافی کا مگ ایک سانس میں خالی کردیا "اگر یہ سب سچ ہے جولی' تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا تھا۔"

"ہاں۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا۔ اگر یہ ڈکیتی ہوجاتی تو پولیس دو گھنٹے میں ملزموں کے ٹھکانے پر پہنچ کے انہیں گرفتار کرلیتی اور سارا مال غنیمت بھی برآمد کرلیتی۔ تمہارا پیسا تمہیں مل جاتا۔ میرے ایسا کرنے کی ایک وجہ تم بھی تھے۔ کسی اور کے لیے شاید میں یہ رسک نہ لیتی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ جمی تمہیں اعتماد کا فریب دے کر لوٹے۔ آئی ایم سوری کہ میں تمہاری بھیجی ہوئی رقم نہیں لوٹا سکتی۔"

میں نے اپنا سر پکڑلیا "یہ تم نے کیا بے وقوفی کی جولی' جانتی ہو کہ جمی کتنا خطرناک آدمی ہے؟"

"یہ بات مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟" وہ تلخی سے بولی "مگر خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ چھ سال اس کے ساتھ رہ کے میں کتنی خطرناک ہوگئی ہوں اس کا اندازہ وہ کبھی نہ کرسکا۔ تم نے ایسے واقعات سنے ہوں گے' پڑھے ہوں گے اور فلموں میں دیکھے ہوں گے کہ کس طرح سنگ سنگ جیل اور دنیا کی بدنام ترین جیلوں سے جہاں نگرانی کے اور حفاظتی انتظامات سخت ترین اور مثالی سمجھے جاتے ہیں' یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے تصور کی بھی باہر تک رسائی نہیں اور اجازت کے بغیر فرشتۂ اجل کا بھی گزر نہیں' وہاں سے بھی قیدی فرار ہوجاتے ہیں۔ اپنے تمام تجربے مہارت' ہوشیاری اور مستعدی کے باوجود جیل کا عملہ اور سیکیورٹی گارڈ' جدید ترین الارم سسٹم' فولادی دروازے' خندقیں' سرچ لائٹس' خفیہ وڈیو کیمرے' ناقابل تسخیر سمجھی جانے والی قلعے جیسی دیواریں۔ ان سب کو ایک مجرم کا ذہن ناکام بنادیتا ہے۔ جو جیل میں پہنچ جانے کے بعد یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب رہائی دو ہی صورتوں میں ممکن ہے۔ موت یا فرار کے کسی منصوبے کی کامیابی ورنہ اس کی باقی زندگی اسی زندان میں گزر جائے گی۔ یہ خیال اس کے ذہن کو فعال کرتا ہے۔ پھر وہ سوچتا ہے اور کوئی منصوبہ بناتا ہے۔ گردوپیش کی ہر چیز سمجھتا ہے اور چپکے چپکے ایک پلان مکمل کرتا جاتا ہے۔ ان گنت واقعات ہیں ایسے' بس کچھ ایسا ہی میں نے بھی کیا۔ جمی کی قید حیات سے نجات کا خیال مجھے بہت پہلے آیا تھا۔ میں سوچتی رہی اور موقع کا انتظار کرتی رہی۔ میں نے اپنی زندگی کے چند بہترین سال تو پہلے ہی گنوادیے تھے۔ اب زندگی گنوا کے اپنے خوابوں کی تعبیر پانے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہوتا جیسے کوئی خودکشی کرنے کے لیے پہلے خواب آور گولیاں کھالے اور پھر اس سے پہلے کہ موت کی نیند غالب آئے' وہ کنپٹی پر ریوالور رکھ کے گولی چلادے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ایک غلطی تو مجھ سے ہوگئی۔ میری جوانی اور میرا حسن ایسی فضول چیز نہیں تھے کہ جن کے بدلے میں کسی کی قید قبول کرتی اور اس کی دولت حاصل کرنے کے لیے اپنے سارے ارمان اور خواہشات گروی رکھتی۔ میرے شباب میرا اثاثہ ASSET نہیں سرمایہ CAPITAL تھا۔ اثاثے وہی رہتے ہیں' سرمایہ بڑھتا جاتا ہے۔ دولت تو اپنے جذبات کا خون کیے بغیر بھی کماسکتی تھی۔ میں نالائق

ایکٹریس یا کسی ارب پتی کمرشل پتی کی داشتہ بن سکتی تھی۔ جمی سے شادی کی کیا بے وقوفی کی میں نے۔ وہ تو ابھی مرنے والا نہیں ہے اور اس کے مرتے مرتے میرا یہ شگفتہ وشاداب اور پرکشش زندگی کی حرارت سے دہکتا ہوا اور لذت بخش جذبوں سے سنسناتا ہوا جسم پتھر کا ہوجائے گا۔ پھر دولت ملی تو میرے کس کام کی۔ چنانچہ میں نے ایک عام سا منطقی فیصلہ کرلیا۔"

"اسے قتل کرنے کا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس طرح کہ الزام مجھ پر نہ آئے۔ یہی اصل مشکل کام تھا۔ ان حالات میں سیدھا شک میری ذات پر جاتا اور پولیس والے بہت حرامی ہیں۔ وہ سب معلوم کرلیتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں۔ جاسوسی کی کہانیاں لکھنے والے اس نظریے کو فروغ دیتے ہیں کہ پرفیکٹ کرائم کوئی نہیں ہوتا۔ وہ کہانی کے اختتام پر ہر مجرم کو کیفرِ کردار تک ضرور پہنچاتے ہیں۔"

"کیا یہ غلط ہے؟" وہ پُرامید لہجے میں بولی۔

"عملی زندگی میں ایسا کہاں ہوتا ہے۔ کم ترقی یافتہ ممالک کی بات تو رہنے دو مگر یورپ و امریکا کی جدید ترین وسائل رکھنے والی پولیس اور سراغ رسی کے ادارے کیا تمام جرائم کا سراغ لگالیتے ہیں؟ آدھے سے زیادہ چور ڈاکو اور قاتل کبھی ہاتھ نہیں آتے۔"

اس نے بے خیالی میں سہلایا "جمی کو قتل کرنا بہت آسان تھا مگر اس کے بعد قانون کی سزا سے بچنا محال تھا۔ میں ایک اچھی' پُرآسائش زندگی بلکہ شاہانہ عشرت والی جیل سے نکل کے باقی زندگی گزارنے کے لیے سرکاری جیل میں پہنچ جاتی۔ چنانچہ میں دن رات سوچتی رہی اور امکانات کا جائزہ لیتی رہی۔ رفتہ رفتہ میرا یہ ارادہ پختہ ہوگیا کہ اب مجھے وہ قیمت ضرور وصول کرنا ہے جو جمی سے شادی کے وقت میرے ذہن میں تھی۔ مجھے وہ زندگی ضرور اور بہت جلد حاصل کرنی ہے۔ جس کا میں نے خواب دیکھا تھا۔ سوال صرف یہ تھا کہ کیسے۔ مگر جواب پانے کی مجھے اتنی جلدی نہیں تھی کہ میں زندگی کو داؤ پر لگادی۔ مجھے پتا تھا کہ کبھی نہ کبھی جواب ضرور میرے سامنے آئے گا۔"

میں نے کہا "فرض کرو تم جمی سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہو۔ اور قانون کی گرفت سے بھی بچ جاتی ہو' تب بھی کیا جمی کے جاں نثار اور نمک خوار تم کو بخش دیں گے؟"

وہ ہنسنے لگی۔ اب اس پر پہلے سے زیادہ نشہ غالب تھا۔ وہ ہنستے ہنستے بے حال ہوگئی "نمک خوار جاں نثار۔ او مائی گاڈ۔ شاعلام۔ یو آر سچ این ایڈیٹ! کیسی باتیں آتی ہیں تمہارے دماغ میں! بالکل کتابی۔ ارے یار' یہ صرف الفاظ ہیں۔ ایک مالک کے لیے ان کی اہمیت ہوسکتی ہے۔ غلاموں کے لیے نہیں۔ غلام صرف پیسے کے غلام ہوتے ہیں۔ ایک مالک نہ رہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ وہ اس کے بھی وفادار رہوتے ہیں۔ اس کے بھی جاں نثار بن جاتے ہیں۔ انگریز کیا کہتے ہیں' دی کنگ از ڈیڈ' لونگ لو دی کنگ۔ بادشاہ مرگیا' بادشاہ زندہ باد۔ جمی کے پاس دولت بھی اور بدمعاشی کی طاقت تھی جس سے لوگ خوف کھاتے تھے۔ میرے پاس محبت کی طاقت ہے۔ وہ غصے سے گھور کے دیکھتا تھا تو غلام تھر تھر کانپنے لگتے تھے' نفرت کے جذبات خوف کے نیچے دب جاتے تھے اور تعمیلِ حکم ہوجاتی تھی۔ میں صرف مسکرا کے ایک نظر دیکھوں تو غلام سر کے بل حاضر ہوں۔ میں وہ آقا بن سکتی ہوں جس کے لیے غلاموں کے دل میں صرف محبت ہو۔"

"یہ صرف تمہارے مفروضات ہیں' خوش فہمی ہے تمہاری۔"

"نہیں' یہ حقیقت ہے۔ میں نے بارہا اسے آزمایا ہے۔ یہ سب جو جمی کے نمک خوار اور وفادار جاں نثار نظر آتے ہیں۔ اس سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ کئی بار ہوچکا ہے مجھے۔ میں نے جانتے بوجھتے انہیں آزمائش میں ڈالا اور انہوں نے میری ایک نگاہِ التفات پر جمی سے نمک حرامی کی۔ میں نے ان سے کئی بار ایسے کام کرائے جو جمی کے نزدیک غداری کے جرم کی طرح سنگین تھے۔ چنانچہ اس کی مجھے فکر نہیں۔ میں جمی سے زیادہ کامیاب مالک بن سکتی ہوں۔ رہی انتظامی امور چلانے کی بات تو وہ آج بھی عملاً میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو باہر کے مسائل سے نمٹتے ہیں وہ بھی میری قوتِ تسخیر میں اور محکومی میں ہیں۔"

میں نے سر جھٹکا "اس کا مطلب ہے' تم اب اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہوگئی ہو۔ لیکن اس طرح جمی کو جیل بھجوانے سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ وہ ضمانت پر رہا ہوجائے گا۔"

"فوری طور پر نہیں۔ میں نے جو ویڈیو کیسٹ بھیجی تھی۔ اس کو دیکھ کے اور سن کے پولیس نے پہلے ان کو پکڑا جو "ڈاکو" کا رول کرنے والے تھے مگر نہ کرسکے۔ انہوں نے اپنے جرم کی سنگینی کم کرنے کے لیے جمی کا نام لیا کہ یہ اس کا پلان تھا اور ہم تو معاوضے پر کام کررہے تھے مگر نہ کام ہوا نہ معاوضہ ملا تو جرم کیسا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہی میں بھی کہتا ہوں۔"

"لیکن پولیس کچھ اور کہتی ہے۔ پولیس کا موقف ہے کہ جمی نے پہلے ایک پارٹی سے اپنے آفس میں ڈکیتی کا ڈراما پیش کرنے کا سودا کیا مگر وہ اس کے اپنے گروہ کے لوگ تھے چنانچہ بعد میں جمی نے انہیں بتائے بغیر اپنا پلان بدل دیا اور پیشہ ور جرائم پیشہ لوگوں کی مدد سے راستے میں ہی ڈاکا ڈلوا دیا۔ پہلے پولیس اس سے پوچھے گی کہ وہ تین لاکھ ڈالر لوٹ کر لے جانے والے کون تھے؟ جمی لاکھ انکار کرے' اس کی سنے گا کون۔ ایک ڈکیتی کا ماسٹر پلان بنانے والا کیا دوسرا پلان نہیں بنا سکتا اور یہ دوسرا پلان دراصل پہلے پلان کا پردہ تھا۔ اس کیس میں تفتیش اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ وہ تم سے بھی پوچھیں گے۔"

"کیا پوچھیں گے؟"

"یہی ۔۔۔ کہ کیا جمی تمہارے شک کی زد میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تم انکار نہیں کر سکتے۔ وہ لوٹنا چاہتا تھا تمہیں۔ تمہارے سامنے اعتراف کیا تھا اس نے۔"

میں نے کہا "پھر تو تمہارا نام بھی آئے گا اس کیس میں؟"

"آئے۔ مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں انکار نہیں کروں گی کہ میرے شوہر نے ایک ڈکیتی پلان کی تھی۔ میں کیا اس کے خلاف پولیس کو رپورٹ کرتی۔ مجھ سے یہ توقع کیسے کر سکتا ہے کوئی۔ میں جمی کی بیوی تھی اور اس سے بہت ڈرتی تھی۔ سب سے زیادہ ڈرتی تھی۔"

"لیکن جولی۔ جرم کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے۔ پولیس کا یہ مفروضہ عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ اس نے پہلی ڈکیتی پلان کی تھی' اس لیے اصل ڈکیتی کا مجرم بھی وہی ہے۔ عدالت اس موقف کو قبول کر ہی نہیں سکتی۔ جمی کے وکیل اسے صاف بچا لیں گے۔"

جولی نے ایک انگڑائی لی "جانِ من۔ اور بھی کیس ہیں اس کے خلاف۔ یہاں بہت کچھ ہو رہا تھا جو غیر قانونی تھا۔ پتا نہیں کتنے مقدمات درج کیے گئے ہیں اس کے خلاف۔ تین لڑکیوں نے کہا کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف ان سے جسم فروشی کا دھندا کراتا تھا اور انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیتا رہتا تھا۔ اس لیے وہ مجبور تھیں۔ دو لڑکیوں نے کہا کہ وہ جمی کی زر خرید تھیں۔ اس نے انہیں ایک ایجنٹ سے خریدا تھا جو ساؤتھ ایسٹ ایشیا سے ناجائز تارکین وطن کو لاتا تھا۔ کچھ وفاداروں جاں نثاروں نے یہ بیان بھی دیا ہے کہ جمی ان کو غلاموں کی طرح رکھتا تھا اور ان پر جسمانی تشدد کرتا تھا۔"

مجھے اچانک ایک خیال آیا "جولی۔ کہیں یہ سب تمہارے ایما پر تو نہیں کہا گیا؟"

وہ معنی خیز طریقے پر مسکرائی "کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

میں نے کہا "ضرور' تم نے انہیں شہ دی ہوگی۔ کوئی لالچ دیا ہوگا۔"

وہ ہنسنے لگی "لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان سب نے اپنی مرضی سے بیان دیا۔ وہ سب عاقل و بالغ لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ ۔۔۔ جمی پر ٹیکس کی چوری اور بلیک منی جمع کرنے کا سنگین الزام ہے۔"

"یہ الزام کس نے عائد کیا اور کیسے؟" میں اس عورت کی تباہ کن حد تک منفی ذہانت پر حیران رہ گیا۔

"کہتے ہیں ناکہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی اور برے وقت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ اپنے پرائے ہو جاتے ہیں اور دم ہلانے والے کتے شیر بن کے دھاڑنے لگتے ہیں۔ کسی نے پولیس کو فونو اسٹیٹ کاغذات کا ایک پورا پلندا پکڑا دیا۔ اس میں جمی کے خلاف مالی بدعنوانیوں کے سارے دستاویزی ثبوت تھے۔"

"جو تم نے فراہم کیے تھے۔ سارے مالی امور کی ذمے دار تم تھیں۔"

"ہاں۔ مگر میں اپنے دستخط بہت دیکھ بھال کے کرتی تھی ۔۔۔ اور ذمے داری کی سزا صرف جمی کو مل سکتی ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ! تم نے تو اسے مروا دیا۔"

وہ پُرلطف انداز میں ہنسی "یہ تو بقا کی جنگ تھی سوئٹ ہارٹ۔ میں اسے نہ مرواتی تو خود ماری جاتی۔ اس میں SURVIVAL صرف FITTEST کے لیے ہے۔ وہ جسمانی طور پر بھی مجھ سے کمزور تھا۔ اور ذہنی اعتبار سے بھی۔ وہ اپنی بدمعاشی کے زعم میں مارا گیا۔ اور یہ تو ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ جب یہ سارے کیس عدالت میں پیش ہوں گے تو ہر جرم کی سزا الگ ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ فی الحال دس پندرہ سال تک تو وہ اندر ہی رہے گا۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تفتیش کے دوران میں یا اس وقت جب وہ بیل کاٹ رہا ہو' اس کے خلاف دہرے قتل کا کوئی پرانا کیس سامنے آ جائے۔"

میں چونکا "پرانا کیس؟"

جولی نے ایک قہقہہ لگایا "وہ میرا ٹرمپ کارڈ ہے۔ اسے میں بعد میں کھیلوں گی اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس کیس میں جمی کو الیکٹرک چیئر پر بیٹھنا پڑے گا۔"

"اس کی بیوی اور آشا کے قتل کا کیس؟"

"ہاں۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ قانونی طور پر وہ ایک مہمل کیس ہے۔ وجۂ قتل' اسباب قتل اور لاشیں۔ سب کے سب ثبوت و واردات پر مل جائیں گے۔ تم دیکھو' آدمی کیسی جذباتی بے وقوفیاں کرتا ہے۔ وہ سارے ثبوت مٹا سکتا تھا مگر وہ مریض ہے۔ ڈھانچے سنبھالے بیٹھا تھا اور انہیں دیکھ دیکھ تسکین حاصل کرتا تھا۔ کتنا ضرورت سے زیادہ پُرفریب اور غلط اعتماد تھا اسے خود پر کہ اس کا یہ راز کبھی فاش نہیں ہوگا کیونکہ اس کی بڑی دہشت ہے۔ میں لب کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ وہ مجھے بھی مروا سکتا ہے۔ میں فراہم نہیں محفوظ نہیں رہ سکتی کیونکہ اس کے ہاتھ بہت لمبے اور فریبی کے غرور میں مبتلا احمق' نفسیاتی مریض۔ ایک مرا!" وہ غصے میں اسے گالیاں دینے لگی۔

میں نے کہا "جولی۔ فرض کرو ضمانت پر رہائی حاصل کرنے کے بعد اس نے تمک حراموں سے پوچھا؟"

"وہ سب سرکاری گواہ بن چکے ہیں۔ ان پر ذرا بھی دباؤ ڈالنے کے جرائم کی تعداد اور سنگینی میں اضافہ ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "بات صرف فرض کرنے کی ہے۔ اگر کسی طرح سے یہ پتا چل جائے کہ یہ سب تمہارے سازشی ذہن کا نتیجہ ہے۔ پھر تم کیا کرو گی؟"

"اس پر ایک لطیفہ سنو۔ کسی تم جیسے بے وقوف نے میرے جیسی عقل مند خاتون سے سوال کیا کہ فرض کرو کہ میں اکیلی جا رہی ہو اور اچانک تمہارے سامنے شیر دھاڑتا ہوا آ جائے تو تم کیا کرو گی؟ خاتون نے کہا کہ میں' اس وقت میں کیا کروں گی' جو کرے گا شیر کرے گا۔"

"ہا۔ ہا۔ ہا۔" میں نے کہا "بڑا زبردست لطیفہ تھا۔"

"شکریہ علام۔ میں اب جمی کی بیوی نہیں ہوں۔ اس کی ہوں۔ مجھے اس کے خلاف گواہی بھی دینی ہوگی۔ اور ہے مضبوط گواہی میری ہی ہوگی۔ جو اس کے تابوت میں کیل ثابت ہوگی۔ تب تک اسے اندازہ ہو جائے گا کہ تختہ الٹنے والی میں ہی ہوں۔ اس وقت وہ پچھتانے کیا کر سکتا ہے؟ ہو سکتا ہے اس شرمناک شکست کے میں وہ خود کشی کر لے کیونکہ وہ احساس کمتری کا مارا ہوا انسان جس خود اعتمادی کے ساتھ کھیل رہا تھا اب تک آگے نکلا' وہ اس سے چھن جائے گی۔ وہ مجھے مارنے کی بھی کر سکتا ہے۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"نہیں' اگر وہ مجھے مارنا چاہے تو اپنے دفاع میں اس کو کتے کی موت مارنے کے لیے" جولی نے اچانک ایک ریوالور نکال کے اس کا رخ میری طرف کر دیا۔

میں سکون سے بیٹھا رہا "تمہیں پورا بھروسا ہے کہ یہ کھلونا تمہاری جان بچا سکتا ہے؟"

"بھروسا مجھے اپنے آپ پر ہے۔ ریوالور میری حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر مجھے پتا چلا کہ جمی کی ضمانت پر رہائی ہونے والی ہے تو میں اس سے پہلے ہی کسی محفوظ مقام پہ منتقل ہو جاؤں گی۔ اپنے سیکیورٹی گارڈز رکھ لوں گی۔ پولیس سے تحفظ مانگ لوں گی اور جمی کو صاف بتا دوں گی کہ اب ہمارے راستے جدا ہیں۔ شاید یہ بھی بتا دوں گی کہ اس کے اور میرے درمیان جو بے مثال رشتہ تھا میاں بیوی کا۔ وہ اب دشمنی کے رشتے میں بدل گیا ہے۔ ابھی تک اسے یہ اندازہ تھا کہ زندگی میں اس نے صرف دشمن بنائے ہیں۔ اس کا دوست ایک بھی نہیں۔ لیکن اس سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ اس نے آج تک نہیں سوچا ہوگا۔ اب اسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "تم سنجیدگی سے یہ سمجھتی ہو کہ تم اس کے کاروبار پر قبضہ کر کے یہ سارے دھندے اسی طرح چلاتی رہو گی۔"

"تو نہ میں ایسا کر سکتی ہوں' نہ کروں گی۔ ابھی تو ابتدا ہے اس کی۔ میں باس کی کرسی پر بیٹھ گئی ہوں مگر یہ میری جگہ نہیں ہے۔"

"پھر کہاں ہے؟"

"کسی بہت اونچے' باعزت مقام پہ۔ ایک زمانے کی نگاہوں کو خیرہ کر دینے والا حسن اور دیوانہ بنا دینے والا شباب تو خدا نہ جانے کتنوں کو دیتا ہے۔ مگر انہیں اس کے استعمال کا سلیقہ نہیں آتا۔ یہ تو ایٹمی طاقت کی طرح ہے۔ بم بنے تو تباہی پھیلا دے اور بجلی گھر چلائے تو شہر میں اجالا کر دے۔ یہاں میں نے جمی کی سلطنت میں اس کی ساری رعایا کے دل جیت لیے ہیں۔ وہ اب میرے اطاعت گزار ہیں۔ میں جہاں جاؤں گی' ایسا ہی ہوگا۔ جمی کے سب اثاثے مجھے نہیں مل سکتے لیکن زیادہ تر مل جائیں گے۔ نقد رقم کا زیادہ حصہ میری تحویل میں پہلے ہی ہے۔ مجھے اس سے کچھ بھی مانگنے کی ضرورت نہیں۔ طلاق کے سوا جو مجھے عدالت سے بہ آسانی مل جائے گی۔ جائداد کا نصف اپنے حق کے طور پر مل جائے گا۔"

میں نے گھڑی دیکھی "چلو۔ میری اور تمہاری زندگی کا ایک باب ختم ہوا۔ افسوس نہ تمہیں ہونا چاہیے نہ مجھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں؟" وہ مسکرائی "تمہیں خوشی کیوں نہیں ہے۔ تم اس کے مقروض تھے' وہ دھمکیاں دیتا تھا تمہیں بھی!"

"ہماری زبان میں کہتے ہیں۔ ہر فرعونے را موسیٰ" میں نے اسے مطلب سمجھایا۔ "جمی کے غرور کی شکست کے لیے خدا نے تمہیں اس کی بیوی بنادیا جسے غلطی سے وہ انتہائی کمزور' مجبور اور بے بس سمجھتا رہا۔ یعنی جو تم تھیں اس کے برعکس۔ اگر وہ برا آدمی تھا تو تم اس سے بھی بری عورت تھیں۔ مگر لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔"

"شاید آگے چل کے تمہاری رائے یہ نہ رہے۔ جو میرے قریب ہیں' ان کا خیال ہے کہ میں جمی کے مقابلے میں بہت اچھی ہوں' سیرت میں بھی۔"

میں اٹھنے ہی والا تھا کہ مجھے ایک خیال نے روک لیا "جولی۔ اس خبر میں تین لاکھ پاؤنڈ کی نہیں' نوادرات کی چوری کا سراغ ملنے کا ذکر تھا۔"

وہ مسکرانے لگی "کسی نے پولیس کو یہ ٹپ بھی دے دی ہے کہ جس اپارٹمنٹ میں نوادرات رکھے گئے تھے وہ جمی کا تھا۔ اس کے پاس اپارٹمنٹ کی اضافی چابی تھی اور وہ تین لاکھ پاؤنڈز کے ساتھ سارے نوادرات پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے جمی نے شہر سے باہر ایک گودام اسی دن کرائے پر حاصل کیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے نام سے گودام میں نے حاصل کیا تھا۔"

"یعنی اس کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دی تم نے۔؟"

اس نے ایک آہ بھری "سوئٹ ہارٹ۔ یہ بھی تو دیکھو کہ دس سال سے وہ دن رات مجھے تباہ کررہا تھا۔ ایک کھنڈر بنارہا تھا میرے وجود کو۔ میرے خیال میں تو اس کے لیے یہ سزا بھی بہت کم ہے۔ خیر' اب بھول جاؤ جمی کو۔"

میں نے کہا "مجھے کیا ضرورت ہے اسے یاد رکھنے کی" اور جانے کے لیے کھڑا ہوگیا "میں اب چلتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر میرے قریب آگئی "ایسے کہاں جارہے ہو؟"

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کے کہا "مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔"

"اور اگر میں نہ جانے دوں تمہیں ۔۔ پھر؟" وہ اور آگے بڑھی۔

"تم نے مجھے خرید کے بالکل گنوادیا ہے جولی۔ اب تم مجھے زبردستی کیسے حاصل کرسکتی ہو لیکن تم عورت کا پرانا حربہ آزمانا چاہتی ہو مجھ پر تو ضرور آزماؤ۔ شور مچاؤ' کپڑے تار تار کرکے اور مجھ پر دست درازی کا الزام لگادو۔ تمہارے محافظ مجھے بھی رنگے ہاتھوں پکڑ کے پولیس کے حوالے کرسکتے ہیں۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "نہیں شاعلام۔ میں واقعی تم کو بہت پسند کرتی تھی۔ خیر' زندگی میں آدمی ہر وہ چیز نہیں حاصل کرسکتا جو اسے پسند آئے' تم نے اپنی مردانہ وجاہت سے نہیں' کردار سے مجھے امپریس کیا' میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

میں نے کہا "ان واقعات کو میں بھی نہیں بھلا سکتا۔"

اس نے کہا "تم سے ایک درخواست ہے۔ آج لنچ میرے ساتھ کرلو۔ اچھے دوستوں کی طرح' شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔"

"شاید نہیں' یقیناً" میں نے کہا "اگر تم شرافت کا رویہ اختیار کرو تو مجھے تمہاری درخواست قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔"

وہ پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی "ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ یہیں لنچ منگوالیں گے۔ اور اب اچھی اچھی باتیں کریں گے۔"

میں نے سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا "جیسی تمہاری مرضی۔" لیکن اسی وقت جولی کی میز پر رکھے ہوئے چار ٹیلی فونوں میں سے ایک کی گھنٹی بجنے لگی۔

جولی نے ریسیور اٹھالیا "یس ۔۔" پھر اس کی صورت پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے "میں نے کہا تھا کہ مجھے کسی صورت میں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ خواہ قیامت آجائے۔ پولیس ۔۔ تم پولیس کو ٹال نہیں سکتے۔ ایڈیٹ! سرچ وارنٹ ہیں تو کیا ہوا۔ تلاشی لینے دو انہیں۔ وہ مجھے تو تلاش نہیں کررہے ہیں۔ اوکے' اوکے! آنے دو انہیں" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور پٹخ دیا۔

میں نے اس کی صورت پر طاری مایوسی اور برہمی کے آثار کو دیکھا "کیا ہوا؟"

"بیڑا غرق اور ستیاناس۔" وہ اپنا کوٹ پہننے لگی "حساب کتاب' دستاویزات کا معائنہ کرنے والے ماہرین کی ایک ٹیم آگئی ہے۔ پولیس نے پھر چھاپا مارا ہے۔"

میں نے کہا "اب لنچ کا پروگرام تو کینسل سمجھو۔"

"کینسل نہیں ۔۔۔" وہ بولی "بلکہ ملتوی۔ وعدہ کرو تم آج رات ڈنر میرے ساتھ کرو گے؟"

میں نے کہا "میں اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے آؤں؟"

"اوہ نو۔ بس میں اور تم۔ ایک آخری بار کچھ دیر خلوت میں ساتھ ہوں تو میں اس ملاقات کی خوبصورت یادوں کو ہمیشہ

ساتھ رکھوں گی۔"

"سب بکواس۔ دراصل اس وقت تم بہت جذباتی ہورہی ہو۔ میں شرط لگانے کے لیے تیار ہوں کہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد تمہاری زندگی کے روز و شب بدل چکے ہوں گے۔ تم بیک وقت خود مختاری' دولت مندی اور اپنے حسن و شباب کی توانائی سے لطف اندوز ہوسکو گی اور تمہاری دسترس اور گرفت میں سنسنی خیز مسرتوں کے اتنے وسیلے ہوں گے کہ تمہارے پاس گزرے ہوئے وقت پر پچھتانے یا کسی کو یاد کرنے کے لیے وقت ہی نہیں ہوگا۔"

اس نے پھر ایک آہ بھری "شاید۔ شاید تم ٹھیک ہی کہتے ہو مگر بات تو آج کی ہورہی ہے' بولو تم آؤ گے؟"

"نہیں۔ میں وعدہ نہیں کرسکتا۔"

"آخر کیوں؟ اتنا مت ڈرو مجھ سے۔ مجھے یہ احساس مت دلاؤ کہ تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ تو کوئی برائی نہیں کی۔"

میں نے جان چھڑانے کے لیے کہا "دراصل میں کچھ مصروف ہوں۔"

"جھوٹ تمہارے لہجے میں بول رہا ہے۔ مجھے بے وقوف مت بناؤ۔ تمہاری جو بھی مصروفیت ہے ٹال دو ۔۔۔ پلیز!"

میں نے کہا "جولی۔ مجھے واپس بھی جانا ہے اپنے وطن۔ اور جانے سے پہلے مجھے نہ جانے کتنے معاملات نمٹانے ہیں۔"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ صرف ایک شام مجھے دے دو۔"

میں نے کہا "مجھے ڈر لگتا ہے تم سے۔"

"کیوں؟" اسے کچھ دکھ ہوا۔

"جو کچھ تم نے جمی کے ساتھ کیا' وہ بڑا سبق آموز ہے۔"

"لیکن تم سے محبت کرتی ہوں میں ۔۔" وہ رونے کے قریب ہوگئی۔

"تمہاری محبت اور نفرت دونوں ایک جیسی خطرناک ہیں مگر خیر۔ میں آؤں گا۔ تم نے واقعی میری بہت مدد کی۔"

دروازے پر دستک سن کے جولی کا ہاتھ میز کے نیچے گیا جہاں ایک کنسول میں بہت سے سوئچ لگے ہوئے تھے۔ کوئی بٹن دبا کے اس نے دروازے کا الیکٹرانک لاک کھول دیا۔

"یس ۔!" اس نے مضبوط کھردرے لہجے میں کہا تو اچانک اس کی شخصیت کا ظاہری انداز بھی یکسر تبدیل ہوگیا۔ وہ مجسم ناز پیکر محبوبی سے ایک سخت گیر لیڈی باس میں بدل گئی۔

چار افراد اندر آگئے۔ وہ سب سادہ لباس میں شریف آدمی نظر آتے تھے مگر ان کے تیور' بے حس چہرے اور اندر تک جھانکنے والی تیکھی نظریں انہیں پولیس مین ثابت کرتی تھیں۔

ان میں سے ایک میرے ساتھ بیٹھ گیا "غالباً مجھے اپنا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔"

جولی نے کہا "وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟"

اس نے تین حکم کے منتظر ماتحتوں سے کہا "ہر چیز نکال کے اپنے قبضے میں لے لو۔"

جولی نے انہیں ٹوکا۔ "سوائے پرسنل چیزوں کے اور کیش کے۔"

"ہم تمہیں ہر چیز دکھا کے اپنی تحویل میں لیں گے" سراغ رساں بولا۔

"یس نہیں۔ تم مجھے اس کی رسید بھی دو گے؟" جولی غرائی۔

میں نے کہا "میری موجودگی یہاں غیر ضروری ہوگئی ہے فی الحال۔"

جولی نے کہا "اپنا وعدہ مت بھولنا۔"

پولیس کا سراغ رساں کرسی سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا "مسٹر شاعلام۔ تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔ اچھا ہوا کہ تم یہاں مل گئے۔ میں ابھی سیدھا اسپتال سے آرہا ہوں۔"

میں نے کہا "لارڈ رائس کا کیا حال ہے؟"

"اچھا نہیں ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ خراب بات یہ ہے کہ ڈاکٹر ہمیں اس سے کچھ پوچھنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ حالانکہ نوادرات کی چوری میں وہی اصل مجرم ہے۔ اس میں اب شک کی کوئی بات نہیں رہی۔"

میں نے کہا "کیا تمہیں کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے؟"

"ہمیں ثبوت مل گیا ہے۔"

میں نے کہا "اگر اس سے تفتیش کا عمل متاثر ہونے کا ڈر نہیں ہے تو مجھے بھی بتادو کہ یہ ثبوت کیا ہے۔"

"چوری ہونے والے کچھ نوادرات برآمد ہوگئے ہیں۔"

خود کو چونکنے سے باز رکھنے کے لیے مجھے خاصی کوشش کرنی پڑی "کہاں سے برآمد ہوگئے؟"

"اس کے ایک پرانے آفس سے' جو مدت سے زیر استعمال نہیں تھا۔ ہم نے وہ نوادرات جمی کو دکھائے اور اس نے پہچان لیے۔ فہرست میں ان کا اندراج تھا اور وہ جینوئن تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سمجھ گیا کہ میرے منع کرنے کے باوجود عاقل نے اپنی مرضی کی تھی اور کچھ نوادرات لارڈ پرائس کے آفس میں جا کے خود چھپا دیے تھے۔ اس نے لارڈ کے اس آفس کا پتا لگانے اور پھر چوری چھپے اندر جانے کا رسک بھی لیا تھا۔

جولی نے غور کرتے ہوئے کہا "یعنی اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان دونوں نے مل کے اس شریف آدمی کو لوٹنے کی سازش کی۔"

سراغ رساں نے بڑے معصوم لہجے میں سوال کیا "کون شریف آدمی؟"

"مسٹر شاعلام اور کون؟"

اس نے سر ہلایا "آئی سی۔ مگر مسز جیمس! آپ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا۔ ابھی تو ہم بھی پورے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور جو ثابت ہو گا عدالت میں ہو گا۔"

جولی کی متانت میں فرق نہیں آیا "وہ سب تم کرتے رہو لیکن مجھے کوئی شک نہیں کہ ایک نے شاعلام کی رقم چھین لی اور دوسرے نے مال اٹھا لیا۔ دونوں بدمعاش ہیں۔"

سراغ رساں نے اسے غور سے دیکھا "ان میں سے ایک بدمعاش تمہارا شوہر تھا۔"

"ہاں۔ مگر وہ میری مجبوری تھی جس سے میں نباہ کرتی رہی۔ صرف اس لیے کہ میں ڈرتی تھی وہ مجھے قتل کر دے گا یا کرا دے گا۔ اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن اب میں اپنی مجبوری سے اور زیادہ سفاہت نہیں کر سکتی۔"

"یعنی اب تم اس سے طلاق لو گی؟"

"ظاہر ہے' اب اس کا اور میرا گزارا ایک ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟"

سراغ رساں نے کہا "مسز جیمس! ایک پرائیویٹ سوال پوچھوں' اگر آپ برا نہ مانیں؟"

"پوچھ لو۔ میرے برا ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا جمی ایک مرد تھا؟"

"تو۔۔۔ مگر اس کا پتا مجھے شادی کے بعد چلا۔"

سراغ رساں نے سر ہلایا "لیکن جمی کی دولت نے تمہیں طلاق حاصل کرنے سے روکا۔ حالانکہ یہ تمہارا قانونی حق بنتا تھا۔"

"مسٹر سراغ رساں۔ اگر میں طلاق کا مطالبہ کرتی تو قانونی حق کے طور پر مجھے اس کی نصف جائداد کے علاوہ بھی بہت کچھ مل جاتا لیکن کیا اس کے بعد میں زندہ رہتی۔ میں کسی دن سڑک پر حادثے کا شکار ہو کے ماری جاتی اور کوئی بھی کی طرف انگلی بھی نہ اٹھاتا۔"

"تم ایسا سوچنے میں حق بجانب تھیں۔ مگر کیا اب تمہیں زیادہ یقین ہے کہ تم محفوظ رہو گی۔"

"اب میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔ اس کے علاوہ میں خود قانون سے تحفظ طلب کروں گی۔ اپنی حفاظت کے لیے اگر مجھے روپوشی اختیار کرنا پڑے۔ یہ شہر یا یہ ملک بھی چھوڑنا پڑے تو میں چھوڑ دوں گی۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں انسپکٹر!"

انسپکٹر نے الماریاں اور درازیں کھول کے ہر چیز باہر نکالنے والے ماتحتوں کی طرف دیکھا۔ "اگرچہ اب تک تمہاری خاموشی کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ مجبوری میں کسی مجرم کا ساتھ دینا قانون کی نظر میں جرم نہیں بنتا۔"

میں نے کہا "خصوصاً اس وقت جب مجرم ایک شوہر بھی ہو تو بیوی کچھ نہیں کر سکتی۔"

جولی نے مجھے شکر گزاری سے دیکھا "لیکن اب مجبوری کی حد گزر گئی ہے۔"

انسپکٹر نے سر ہلایا "اب ایسا لگتا ہے کہ تم اس مجبوری کو اپنی طاقت بنا کے استعمال کرنا چاہتی ہو۔ تم یہ سمجھتی ہو کہ جمی جیل میں رہے گا تو تم بھی محفوظ رہو گی چنانچہ تم اس کے خلاف ہر ثبوت فراہم کر رہی ہو اور استغاثہ کی سب سے اہم گواہ بن گئی ہو۔"

جولی نے سپاٹ لہجے میں کہا "تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"یہ بالکل فطری طرزِ عمل ہے۔ تم نے اس کا ساتھ بھی دیا اور خود کو محفوظ بھی رکھا۔ ابھی تک ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا جس سے تمہارا دانستہ طور پر شریکِ جرم ہونا ثابت ہو سکے۔"

"میں صرف مالی امور کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ کاروباری معاملات کے اخلاقی یا قانونی پہلو سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔"

وہ طنز سے بولا "تمہاری دلچسپی صرف مال میں تھی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جمی بے وقوف بنا۔ وہ تمہارے جال میں پھنس گیا اور تم نے بالآخر اسے مروا دیا۔ اس کی ساری دولت ہتھیانے کے لیے۔"

جولی نے سخت لہجے میں کہا "ثبوت کے بغیر کوئی بات مت کرو۔"

وہ ہنسا "ثبوت۔۔۔ ثبوت کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔"

میں نے کہا "تم مجھے لارڈ پرائس کا کوئی پیغام دینے والے

تھے۔"

"ہاں۔ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے" انسپکٹر نے مختصراً کہا۔

"کیوں ملنا چاہتا ہے؟"

"یہ تم اس سے پوچھنا۔ شاید وہ اکیلے میں تمہارے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کر کے تم سے معافی مانگنا چاہتا ہو۔" وہ طنز سے بولا۔

"کس بات کی۔ وہ نوادرات میرے نہیں تھے۔ مجھے ان کی قیمت مل چکی تھی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "خیر' میں اس سے پوچھ لوں گا۔"

"شاعلام۔ کیا تم ان لوگوں کے جانے تک رک نہیں سکتے۔" جولی نے لجاجت سے کہا۔

چھاپا مار کے تلاشی لینے والے ساری فائلیں' نوٹ بکس اور کتابیں' درازوں میں ملنے والے سارے کاغذات اور رجسٹر نکال کے میز پر ڈھیر کر چکے تھے اور اب ان کی تفصیلی فہرست بنا رہے تھے۔ ان میں سے دو ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کے لوگ تھے اور ایک انسپکٹر کا ساتھی تھا۔

انسپکٹر نے کہا "اچھا ہو گا اگر تم اس فہرست پر گواہ کی حیثیت سے دستخط کر دو' یہ ایک مکمل رسید ہے۔"

میں نے صاف انکار کر دیا "میرے پاس قانونی اور عدالتی معاملات میں پڑنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ میں جلد از جلد پاکستان واپس جانا چاہتا ہوں۔ خواہ مجھے میری رقم سے ہاتھ دھونے پڑیں!"

جولی نے کہا "مجھے فون ضرور کرنا۔ میں شام تک آفس میں ہوں۔"

چھاپا مار ٹیم کے نکل جانے کے بعد میں نے خود کو بہت ہلکا پھلکا اور آزاد محسوس کیا۔ مجھے جولی کی مجبوری اور مظلومیت سے کوئی سروکار تھا اور نہ جمی کی معذوری اور مکافاتِ عمل کی کہانی میں شاعلام نامی ایک عظیم تھا چنانچہ میرا ان کے ماضی' حال اور مستقبل سے کسی قسم کا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مسٹر نواز اور لارڈ پرائس کی حیثیت میرے لیے ایک جیسی تھی۔ وہ سب میرے بدترین دشمن تھے۔ کیونکہ وہ میرے وطن کے دشمن تھے۔ وہ سب چور ڈاکو تھے جو برسوں سے مسلسل میرے پاکستان کا ثقافتی اور تہذیبی سرمایہ لوٹ رہے تھے اور مجھے میرے تاریخی اثاثوں سے محروم کر کے اپنی تجوریاں بھر رہے تھے۔ یہ کام وہ برسوں سے کر رہے تھے اور اب اگر وہ میرے وطن کو جتنا نقصان پہنچا چکے تھے' اس کی مالیت' رائج الوقت کے حساب سے کروڑوں اربوں ڈالر تک ہو سکتی تھی لیکن اصل نقصان کا اندازہ صرف وہی کر سکتا ہے جو تاریخی ورثے کی اہمیت کو سمجھتا ہو۔ یہ نقصان ناقابلِ تلافی تھا۔

خدا نے مجھے ایک موقع دیا تھا کہ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ تھوڑا سا حساب برابر کر سکوں۔ چوری ہونے والے سب مال کو واپس لانا یا اس کی قیمت کے برابر تاوان وصول کرنا عملاً ناممکن تھا۔ باقی جو کچھ ان چوروں کے ساتھ ہو رہا تھا اس کے اعمال کی سزا بھی یا ان کی بدقسمتی تھی۔ لارڈ پرائس کی رسوائی اور تباہی سے جمی کی بربادی تک تمام معاملات میں میرے لیے ایک پُرمسرت طمانیت کا پہلو تھا۔ میرے نزدیک وہ اس سے بھی بدتر انجام کے مستحق تھے۔

جولی کا معاملہ قدرے مختلف تھا۔ اس کی نجی زندگی کے فیصلوں کے صحیح یا غلط ہونے کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی اور میں اس کے پُرجوش جذبات کے جواب میں ایک منفی ردِ عمل کو جائز اور فطری سمجھتا تھا لیکن میں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا کہ بالواسطہ طور پر اس نے میری مدد کی تھی۔ اس نے مجھے جمی کے قرض سے نجات دلوانے کے لیے ایک لاکھ ڈالر پیش کیے تھے۔ میری غیرت نے وہ رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ مجھے جولی کی ہمدردی کے اس جذبے میں بھی ایک شرمناک غرض مندی نظر آتی تھی۔ عاقل نے اس رقم کو مالِ غنیمت سمجھ کے رکھ لیا تھا۔ اس کا فلسفہ یہ تھا کہ دشمن کو دھوکا دینے میں جھجک کیسی۔ اس کا مال پکڑو لیکن خود نہ پکڑے جاؤ۔

ذاتی وجوہ کی بنا پر سہی مگر جولی نے میرے سب سے خطرناک دشمن کو راستے سے ہٹا کے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ اس عورت کا ذاتی کردار میرے لیے قابلِ نفرت تھا لیکن جب اس نے لنچ ساتھ کرنے کی بے ضرر سی خواہش کا اظہار کیا تو میں صرف اس لیے انکار نہ کر سکا کہ میں اس کی مدد کا احسان اتارنا چاہتا تھا۔ اس کا مطالبہ تو کچھ اور تھا۔ وہ احسان کے بدلے میں مجھے مانگتی تھی چنانچہ اسے تھوڑا سا وقت دینا میرے لیے ایسا ہی تھا جیسے پہاڑ مانگنے والے کو ایک کنکر دے کر جان چھڑانا۔ میں بالکل بے مروت ہو کے صاف انکار کر دیتا تو بہت فائدے میں رہتا۔

پولیس کے ذریعے پیغام ملنے کے بعد میں نے اسپتال جا کے لارڈ پرائس سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر اسے مجھ سے ملنے کی کیا مجبوری تھی۔ میں نے اور جمی نے تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی کا شک براہِ راست اس پر ظاہر کیا تھا۔ میں یقیناً جانتا تھا کہ اس الزام میں کوئی صداقت نہیں اور اب تو شک کا زیادہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشانہ جمی بن چکا تھا۔ پھر وہ مجھے کیا بتانا چاہتا تھا۔

اسپتال میں ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ ریسپشن پر بیٹھی ہوئی طرح دار حسینہ نے مجھے مشورہ دیا۔ "تم چار بجے آؤ۔"

میں نے اپنی مجبوری ظاہر کی "تم سے ملنے کے لیے تو میں چار بجے سے پہلے بھی چار بار آجاتا مگر لارڈ پرائس سے ملنے کا مجھے ذرا بھی شوق نہیں۔ مجھے تو پولیس والوں نے کہا تھا کہ فوراً لارڈ سے ملوں۔"

وہ ہنس پڑی "یعنی قانونی معاملہ ہے۔ ایسی صورت میں تم کو پہلے پولیس سے بات کرنی ہوگی۔ پھر ڈاکٹر سے اجازت لینی پڑے گی۔"

اسپتال میں بھی لارڈ پرائس زیرِ حراست تھا چنانچہ پولیس کا ایک نمائندہ کمرے کے باہر موجود تھا۔ میرا نام سن کے وہ چونکا "آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

میں نے کہا "یہ بڑی لمبی کہانی ہے اور تمہیں معلوم ہونی چاہیے۔"

"کہانی میں نے سنی ہے۔ اور بڑی زبردست ہے۔ اگر ہالی وڈ والوں کو معلوم ہو جائے تو وہ اس پر سپرہٹ فلم بنا سکتے ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر لارڈ پرائس کو تم سے ملنے کا اتنا اشتیاق کیوں ہے۔ تم تو دشمن ہو اس کے۔"

میں نے سوچ کے کہا "ہو سکتا ہے وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہو۔ تم نے اس سے پوچھا۔"

"پوچھا تھا۔ مگر اس نے کہا کہ اپنا کام کرو۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہیں ڈاکٹر نے اجازت دے دی ہے تو جاؤ۔" وہ بولا۔

"اجازت دینے والا ڈاکٹر کہاں ملے گا؟"

اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا "اندر۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آگئی۔ وہ ایک سخت گیر عورت تھی اور مریض کے معاملے میں اپنی رائے کے سوا کسی کی بات کو قابلِ غور نہیں سمجھتی تھی۔ میرا نام سن کے ہی وہ خفا ہو گئی "سب سے زیادہ ہمیں پریشان کر رہے تھے پولیس والے یا اخبار والے۔ انہیں سمجھنا چاہیے کہ اسپتال تفتیش یا پریس کانفرنس کی جگہ نہیں ہے اور مریض ہمارے لیے صرف مریض ہوتا ہے' اب تم آگئے ہو۔"

میں نے کہا "آپ کی مرضی کے خلاف میں اس سے نہیں ملوں گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے ساری۔ لارڈ خود مجھے دس بار دھمکی دے چکا ہے کہ وہ دوائیں پھینک دے گا۔ ڈرپ نکال دے گا اور باہر نکل جائے گا۔ اگر اس کے وکیل کو اور۔ کیا نام ہے تمہارا۔ شائلین۔"

میں نے کہا "شاہ عالم!"

اس نے اپنی بات جاری رکھی "حالانکہ اس کے دل کی حالت ابھی STABLE نہیں ہے۔ اسے بالکل بولنا نہیں چاہیے۔ وکیل کی تو خیر مجبوری تھی۔ وہ اپنی وصیت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر تم سے کیا کام پڑ گیا ہے اس کو۔"

میں نے کہا "کیا اس کی کنڈیشن بہت سیریس ہے۔"

"آف کورس' اس دورے سے وہ جانبر ہو گیا۔ یہ بھی معجزہ ہی تھا۔ جب اسے لایا گیا تو اس کا دل بند تھا اور سانس بھی رکی ہوئی تھی۔ ہم نے دونوں کو دوبارہ اسٹارٹ کیا۔ اب اسے جتنی مہلت مل جائے غنیمت ہے۔ وہ خدا کی رضا اور اپنی قوتِ ارادی سے زندہ ہے۔"

میں نے کہا "ایسی صورت میں میرا اس سے ملے بغیر ہی واپس چلے جانا بہتر ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی موت کا الزام مجھ پر آجائے۔"

ڈاکٹر نے ایک آہ بھری "نہیں' تم جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر اس کی آخری خواہش پوری نہ کرنے کا الزام آجائے۔"

میں نے کہا "اگر ملاقات کے دوران میں تم موجود رہو۔"

وہ بولی "اندر اس کا ذاتی معالج موجود ہے۔"

میں دروازہ کھول کے اندر چلا گیا اور کمرے میں قدم رکھتے ہی ٹھٹک کے رک گیا۔ وہ کمرا ایک مکمل آئی سی یونٹ تھا۔ لارڈ جس بیڈ پر دراز تھا اس کے سرہانے کی طرف تین الیکٹرانک اسکرین روشن تھے جو اس کے دل کی دھڑکن' نبض کی رفتار' بلڈ پریشر اور ہر سانس کے ساتھ جسم کے اندر رونما ہونے والی تبدیلی کی پوری تصویر پیش کر رہے تھے۔ سفید بالوں والا ایک مستعد ڈاکٹر ان مانیٹرز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایک نرس اسے کوئی انجکشن لگا کے فارغ ہوئی تھی۔ لارڈ پرائس منہ پر آکسیجن ماسک چڑھائے' آنکھیں بند کیے ایک بے جان لاش کی طرح نظر آتا تھا۔ اس کے عمر پچاس پچپن کے قریب تھی مگر وہ انتہائی لاغر تھا اور اپنی دراز قامتی کے باعث ہڈیوں کا ڈھانچا لگتا تھا۔

ڈاکٹر نے مجھے ناپسندیدگی کی نظر سے ایسے دیکھا جیسے میں ہی فرشتۂ اجل ہوں جو اس کی کوششوں کو ناکام بنانے آیا ہوں۔ "تم آگئے؟"

میں نے نرمی سے کہا "میں مجبوراً آیا ہوں۔ تم کہو تو واپس چلا جاؤں۔"

ڈھانچے میں حرکت ہوئی۔ لارڈ نے آنکھیں کھول کے مجھے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے قریب آنے کو کہا۔ میں آگے بڑھ کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند سیکنڈ ہم خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

پھر لارڈ نے کہا "شاہ عالم۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا آخری وقت آگیا ہے اور موت سامنے کھڑی ہو تو جھوٹ کوئی نہیں بولتا۔"

ہم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اس وقت میرے دل میں لارڈ کے لیے صرف رحم اور اس کی حالت پر دکھ کے جذبات تھے۔

"... قانون بھی مرتے ہوئے شخص کی بات کو سچ مانتا ہے۔" لارڈ نے اپنی بات مکمل کی۔

میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا "ابھی تم زندہ رہو گے۔"

"نہیں۔ تم نے اچھا کیا کہ میری بات سننے آگئے۔ مجھے بہت افسوس ہے تمہارے تین لاکھ پاؤنڈز چھن جانے کا لیکن یقین کرو' میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ ڈاکو میں نے تمہارے پیچھے نہیں لگائے تھے۔ میں کسی کے اعتماد کو دھوکا نہیں دے سکتا۔"

میں نے کہا "وہ تو اب پتا چل گیا ہے کہ جمی کی حرکت تھی۔"

"قانونی بات چھوڑو۔ میں بتا رہا ہوں تمہیں کہ ایسی حرکت صرف وہ کر سکتا تھا کیونکہ وہ ایک بہت گھٹیا بیک گراؤنڈ رکھنے والا شخص ہے۔ جس کی زندگی جرائم کے سائے میں گزری ہے۔ چوری چکاری اور ڈکیتی جیسے کام کر کے ہی اس نے اتنی دولت کمائی کہ معتبر ہو گیا۔ زمانہ ہی ایسا آگیا ہے۔ جمی جیسے سب معزز سمجھے جانے لگے ہیں۔ لیکن میں ایک خاندانی آدمی ہوں۔"

میں نے اسے تسلی دی "میں جانتا ہوں۔"

"میں ایسی پست حرکت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن تم نے اس جمی کی باتوں میں آ کے مجھے موردِ الزام ٹھہرا دیا۔"

مجھے اس کی ذہنی حالت پر تعجب ہوا۔ وہ اصلی نقلی نوادرات خریدتا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اپنی بڑھاپے کی سلطنت میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور جرائم پیشہ افراد کے ایک گروہ کا سرغنہ ہے۔ اس پر ایک قتل کا الزام بھی تھا مگر اس کے باوجود اس کے دماغ سے اپنی خاندانی برتری اور عالی نسبی کا خمار گیا نہیں تھا۔ بسترِ مرگ پر بھی مجھے اس نے صرف یہی بتانے کے لیے بلایا تھا کہ اس جیسا نجیب الطرفین لارڈ چور یا ڈاکو نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اس کی ساری ڈیلنگ جمی جیسے لوگوں کے ساتھ تھی اور اس کا کوئی کاروبار شریفانہ نہیں تھا مگر دمِ آخر بھی وہ میرے سامنے اپنی خاندانی شرافت اور نجابت کا گلہ پڑھ رہا تھا۔

اخلاقاً میں نے کہا "لارڈ پرائس۔ میری دعا ہے کہ خدا تمہیں صحت یاب کرے۔ کیا تم نے مجھے صرف یہی کہنے کے لیے بلایا تھا؟"

"جمی بہت حرامی ہے۔ بیک وقت اس نے مجھے اور تمہیں دونوں کو لوٹ لیا۔ اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔ ڈکیتی کا ڈراما کر کے تمہارے تین لاکھ پاؤنڈز حاصل کر لیے اور پھر زخمی ہو کے اسپتال میں لیٹ گیا۔ رات کو وہی ڈاکو نوادرات اٹھانے لے گئے۔"

میں نے کہا "لارڈ پرائس۔ پولیس تمام معاملات کی تفتیش کر رہی ہے۔ حقیقت سامنے آجائے گی۔"

وہ جوش میں اٹھنے لگا "حقیقت تو سامنے آچکی ہے۔ مجھے اپنے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پولیس کو ایک ویڈیو ٹیپ موصول ہوئی ہے۔"

مجھے سخت حیرانی ہوئی کیونکہ جولی نے یہ اعتراف نہیں کیا تھا کہ وہ ایک ویڈیو کیسٹ پولیس کو دے چکی ہے۔

لارڈ پرائس کی سانس پھولنے لگی۔ وہ پھر لیٹ گیا۔ "ڈاکو پکڑے گئے ہیں۔ اب میرا اور تمہارا مال بھی مل جائے گا۔"

میں نے کہا "تمہیں فی الحال اپنی صحت کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔"

مگر وہ بولتا رہا "جمی کیا سمجھتا ہے' وہ میرا مال ہضم کر جائے گا' ہرگز نہیں۔ اگر پولیس نے کچھ نہ کیا تو میں پتا لگاؤں گا۔ میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں' جمی اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم ایک ہی فیلڈ میں ہیں۔ اس کے اور میرے کاروباری مراسم کے دائرے مشترک ہیں۔ پھر وہ چوری کے مال کو کہاں چھپا سکتا ہے اور کب تک؟"

میں نے بہتر سمجھا کہ اس سے رخصت لی جائے ورنہ میری موجودگی میں وہ خاموش ہونے والا نہیں تھا اور میں یہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ لاحاصل باتیں کرتے کرتے اسے اچانک کوئی جان لیوا قسم کا ہارٹ اٹیک ہو جائے اور وہ میرے سامنے مر جائے۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "مجھے اب چلنا چاہیے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے میرا ہاتھ پکڑلیا۔ "وہ بات جس کے لیے میں نے تمہیں بلایا تھا' وہ تو میں نے ابھی تک کی ہی نہیں۔"

"شاید اتنی اہم کوئی بھی بات نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔

اس نے میرا ہاتھ کھینچا "ایک بات ہے۔ یہ بتاؤ تم کرنل خان کو جانتے ہو؟"

میرے ہاتھ کو جیسے چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا لگا۔ ایک لمحے کے لیے میرا سارا وجود فرطِ حیرت سے سن ہوگیا "ہاں۔۔۔ مگران کا تو انتقال ہوچکا ہے۔"

اس نے میرا ہاتھ چھوڑدیا "مجھے ابھی دو دن پہلے ہی یہ معلوم ہوا۔"

میں پھر بیٹھنے پر مجبور ہوگیا "کیسے معلوم ہوا؟"

"اس کی بیٹی سے۔"

میں نے کہا "چاندنی سے۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"کیونکہ میں اس کے باپ کا دوست تھا۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی "ہم ایک طویل عرصے تک۔۔۔ تقریباً چار سال ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔"

میں نے کہا "یہ کب کی بات ہے؟"

وہ سوچ کے بولا "ہم دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں ملے تھے۔۔ بلکہ وہ جنگ کا آخری سال تھا جب میں آسام پہنچا۔ میرے باپ کی وہاں ٹی اسٹیٹ تھی۔ چائے کے باغات۔ کرنل خان اس وقت میجر تھا اور برما کے فرنٹ سے واپس آیا تھا۔ شدید زخمی حالت میں۔ اس کا بچ جانا ایک معجزہ تھا۔ بحالیِ صحت کے لیے اسے لمبی چھٹی پر آسام بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے ایک دوست کا گھر تھا۔ دیبور گڑھ بہت خوبصورت پہاڑی علاقہ ہے۔ وہاں وہ دو مہینے رہا۔ وہ میری اور اس کی جوانی کا دور تھا۔ ہماری ایک ملاقات ہوئی اور پھر ہم دوست بن گئے۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا۔ ہم ایک ساتھ گھومتے پھرتے تھے اور شکار پر جاتے تھے۔ وہ بڑا زبردست شکاری تھا۔ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اپنی یونٹ میں چلا گیا اور اس کی پروموشن ہوگئی۔ اسے آسام رائفلز کی ایک یونٹ کا کمانڈنگ آفیسر بنا کے بھیج دیا گیا۔ ہم ایک بار پھر ملے اور بہت قریب آگئے۔ وہ دوبار میرے ساتھ برطانیہ بھی گیا۔ خیر' یہ کہانی تو بہت لمبی ہے۔ اسے جنگِ عظیم میں نمایاں خدمات پر بہت سے میڈل ملے تھے۔ جو اس نے میرے پاس رکھوادیے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں تھیں۔ اس کی لاجواب شکاری بندوق' کچھ خاص یادگار قسم کی چیزیں جو وہ برما سے لایا تھا۔ جہاں اس کی پوسٹنگ رہی وہاں ناگا قبائل کی

ہنگامہ آرائی سارا سال جاری رہتی تھی۔ وہ بستیوں میں لوٹ مار اور قتل وغارت گری کرکے بھاگ جاتے تھے۔ کرنل خان کی یونٹ کے کئی جوان اور افسران کی سرکوبی میں ہلاک ہوئے۔ ایک بار انہوں نے ہمارے چائے کے باغات پر حملہ کردیا۔ وہ میرے باپ کو اور اس کے پورے خاندان کو یرغمال بنالیتے یا قتل کرجاتے مگر کرنل خان اتفاق سے اسٹیٹ پر موجود تھا۔ میں نے' میرے باپ نے اور کرنل خان نے مورچا بندی کرکے ان کا مقابلہ کیا۔ تین ملازمین ہلاک ہوئے لیکن حملہ آوروں کے سات افراد مارے گئے۔ اس کے بعد وہ بھاگ گئے مگر ہمارا وہاں رہنا مشکل ہوگیا۔ کرنل خان نے بھی کہا کہ وہ بدلہ لینے ضرور آئیں گے اور ہم کہاں تک ان کا مقابلہ کریں گے۔ میرے باپ نے سامان سمیٹا اور ہم چائے کے باغات کو منیجر اور ملازمین کے سپرد کرکے دہلی چلے گئے۔ اس کے بعد حالات ایک دم بدلے۔ ملک آزاد ہوگیا اور پاکستان بن گیا۔ کرنل خان ایسٹ پاکستان پہنچ گیا اور وہاں سے لاہور چلا گیا۔ انڈیا میں جتنے برطانوی تھے وہ لوٹ کے انگلستان چلے گئے۔ ہمارے درمیان فاصلے حائل ہوگئے۔ اور ہم اپنی اپنی زندگی کی مصروفیات کے اسیر ہوگئے۔ وقت گزرتا گیا۔ اس کی چیزیں میرے پاس تھیں مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ انہیں کہاں بھیجوں۔ بے شک یہ میری کاہلی تھی یا میری بے پروائی۔ ورنہ میں اس کا سراغ لگا سکتا تھا۔"

میں نے کہا "کرنل خان کو بہت لوگ جانتے تھے۔"

"وہ فوجی آدمی تھا۔ اس کو خود آرمی والے ڈھونڈ لیتے۔ لیکن میں نے بس کوشش ہی نہیں کی۔ کہتے ہیں ناکہ آنکھ اوجھل' پہاڑ اوجھل۔ تو یہ بالکل سچ ہے۔ دن رات ایک ساتھ رہنے والے ایک دوسرے کو بھول گئے۔ خود کرنل خان نے بھی میرا پتا چلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی وہ میں لندن میں اتنا گمنام بھی نہیں تھا۔" وہ بہت اداس اور جذباتی ہوگیا۔

میں نے کہا "زندگی ایسی ہی ہے۔"

وہ کچھ دیر بعد بولا "تمہارا کرنل خان سے کیا تعلق تھا؟"

میں نے کہا "وہ میرے لیے باپ کی طرح تھے۔"

"کیسے؟"

میں نے کہا "یوں سمجھ لو کہ میری پرورش انہی کے گھر میں ہوئی۔ آج میں جو بھی ہوں' انہی کی وجہ سے ہوں۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "میں نہیں مان سکتا کہ کرنل خان نے تمہیں وہ بنایا' جو تم ہو۔ اس نے ایک بار کہا تھا اگر میرا بیٹا ہوگا تو وہ وطن کا محافظ ہوگا۔ پاکستان کی فوج

افسر ہوگا۔ اگر وطن کی حفاظت کرتے ہوئے شہید نہ ہوا تو ترقی کرتے کرتے ایک دن جنرل کے عہدے تک پہنچے گا۔"

میں نے کہا "انہوں نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ ان کا بیٹا کیپٹن تھا اور انیس سو اکہتر میں شہید ہوگیا تھا۔ میں واقعی وہ بن سکا جو وہ مجھے بنانا چاہتے تھے۔ یہ میری نالائقی ہے۔"

"جب مجھے کرنل خان سے تمہارے تعلق کے بارے میں معلوم ہوا تو مجھے یقین کرنا مشکل ہوگیا۔"

میں نے کہا "تمہیں یہ بات بتانے والا کون تھا؟"

"خود کرنل خان کی بیٹی!"

"اس کا پتا تمہیں کیسے معلوم ہوگیا؟"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "جب آدمی خواہش سے مغلوب ہوکے کوشش کرتا ہے تو نئی دنیا تلاش کرلیتا ہے۔ خدا تلاش کرلیتا ہے۔"

میں نے اس فلسفیانہ جواب پر کوئی تبصرہ لاحاصل سمجھا۔

"کرنل خان کا پتا معلوم کرنے کے لیے میں نے آرمی ہیڈ کوارٹر راولپنڈی کو ایک لیٹر بھیج دیا تھا۔ وہ پتا نہیں کہاں کہاں ہوتا ہوا بالآخر صحیح جگہ پہنچ گیا۔ مجھے دو مہینے بعد جواب موصول ہوا کہ کرنل جو ایک ریٹائرڈ لائف گزار رہا تھا۔ اب وہ پنشن لینے بھی نہیں آرہا ہے۔ خط میں اس کا آخری پتا درج تھا۔ میں نے اس پتے پر خط بھیجا تو دو ہفتے میں جواب آگیا کہ کرنل نے یہ گھر بیچ دیا ہے اور آج کل اپنی بیٹی کے ساتھ کمال اسٹریٹ میں رہتا ہے۔ کرنل خان کے پرانے گھر کے موجودہ مالک نے یہ بھی لکھا تھا کہ کرنل کے ساتھ ایک بزنس مین ہمسایہ بھی رہتا تھا جو غالباً اس کا بیٹا یا بھتیجا بھانجا ہوگا۔ وہ ڈاکٹر کمال کا دوست تھا۔ ڈاکٹر کمال کی بیوی سے بھی اس کی قریبی رشتے داری تھی۔"

میں نے حیرانی سے کہا "اتنی تفصیلات لکھ دیں اس نے۔ مگر ڈاکٹر کمال کے اسپتال کا فون نمبر نہیں لکھا۔ خیر وہ میں نے معلوم کرلیا اور پرسوں رات میری چاندنی سے بات ہوئی۔ کرنل خان کی بیٹی سے تو اس نے ہر بات کی تصدیق کی۔"

میں نے کہا "وہ تو ابھی کچھ عرصہ پہلے لندن میں تھی۔"

"ہاں۔ یہ بھی بتایا اس نے لیکن بدقسمتی کے سوا اسے کیا کہا جائے کہ نہ اسے میرے بارے میں کچھ معلوم تھا نہ مجھے اس کا پتا تھا۔ چاندنی نے مجھ سے کہا کہ اس کے باپ کی سب چیزیں تمہارے حوالے کردی جائیں۔ میں بہت حیران ہوا۔ میں نے کہا کہ تم کیسے جانتی ہو شاہ عالم کو؟ وہ بولی کہ اسے تو سارا پاکستان جانتا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو ٹھیک ہے' مگر کیا وہ قابلِ اعتبار ہے۔ وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہے میری نظر میں' بُرا مت ماننا۔"

"پھر کیا اس نے اتفاق نہیں کیا تمہاری رائے سے؟"

"ہاں' ایسا ہی ہوا۔ میں نے اسے بتایا کہ شاہ عالم ایک اسمگلر ہے اور ایسی ہی چیزیں لاتا ہے۔ کہیں وہ تمہارے باپ کی نشانیوں کو بھی نہ بیچ دے۔ وہ کہنے لگی کہ شاہ عالم کے کاروباری اور سیاسی کردار سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرے ساتھ اس کا ذاتی رویہ انتہائی قابلِ اعتماد دوست کا رہا ہے۔ بالکل ناصر عظیم کی طرح۔"

"یہ کہا اس نے؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے اس کے بعد میں کیا بحث کرتا۔ کل سے میں تمہاری تلاش میں تھا۔ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔"

میں نے کہا "کہاں ہیں وہ چیزیں' مجھے دے دو۔"

اس نے ایک الماری کی طرف اشارہ کیا "یہ کھولو۔"

میں نے الماری کھولی۔ اس میں لارڈ پرائس کے ذاتی استعمال کی چیزوں کے ساتھ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا صندوق بھی رکھا ہوا تھا۔ تقریباً دو فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا اور چھ انچ اونچا۔ میں نے اسے اٹھالیا۔

"اسے کھول کے دیکھو" لارڈ نے مجھے حکم دیا "اس کا نمبر والا لاک تین ہندسے ملا کے کھلے گا۔ سیون ایٹ سکس' کرنل کے پاس یہ کبھی نمبر رکھنے کی کوئی معنوی وجہ ضرور ہوگی۔"

میں نے کہا "ان اعداد کا مطلب بسم اللہ لیا جاتا ہے" مگر وہ نہیں سمجھا۔

صندوقچی میں سات میڈل تھے۔ اسناد کا ایک رول کیا ہوا بنڈل تھا اور چند سوونیئرز تھے۔ باقی سب سونے کے زیورات تھے۔ ہاتھوں کے کنگن' چوڑیاں' بندے اور بالیاں' جھومر ٹیکا اور نیکلس۔ برسوں بعد ان کی آب و تاب نئی جیسی نہیں رہی تھی مگر ان کی بناوٹ میں کاریگری کا کمال فن پوری طرح نظر آتا تھا۔ جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ یہ زیورات ڈھاکا کے محمد بازار کے خاندانی سناروں کے ماہر ہاتھوں کی صناعی کا شاہکار تھے اور انتہائی بیش قیمت تھے۔ زیورات بھی ایک کلو سے کم نہ تھے۔

میں دم بخود بیٹھا کرنل خان کے اس خزانے کو دیکھتا رہا جو تقریباً نصف صدی تک لاپتا رہا۔ خود بندا اس کے وجود سے ابھی تک بے خبر تھی۔ کرنل خان نے بھی اس کا ذکر تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کیا تھا۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔ انہوں نے اپنے دوست لارڈ پرائس کو تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی یا کوشش نہیں کی مگر وہ لاکھوں کی مالیت کے اس خزانے کو کیسے بھول گئے۔ کرنل خان کی ایمانداری اور نیک نیتی کی میں قسم کھا سکتا تھا اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ زیورات انہوں نے کسی سے چھینے ہوں' کہیں سے چرائے ہوں یا رشوت میں لیے ہوں۔ وہ اپنی آمدنی سے ایک پیسہ زائد لینے کے کبھی روادار نہ ہوئے اور حلال کی روزی کو جزوِ ایمان سمجھتے رہے۔ پھر یہ لاکھوں کے زیورات انہوں نے کیسے بنوائے۔ ایک کرنل کی تنخواہ میں تو ایسے زیورات کی گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ کیا یہ انہیں کسی نے تحفے میں دیے تھے؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان زیورات کو پھر حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔ اور وہ کوشش کرتے تو کامیاب بھی ہوتے۔ وہ آسانی سے ناکامی کو قبول کرنے والے آدمی نہیں تھے اور لارڈ پرائس کو برطانیہ میں تلاش کرنا بہت آسان تھا۔ اس لیے کہ وہ لارڈ پرائس تھا کوئی عام آدمی نہیں۔

لارڈ میری حیرت اور محویت کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ "یہ بہت قیمتی زیورات ہیں نا؟"

میں نے صندوقچی بند کر دی "آف کورس۔ ان کی قیمت کا اندازہ کرنا ہی میرے بس کی بات نہیں۔"

"میں تمہیں بتا سکتا ہوں' ان کی مالیت پچاس ہزار پاؤنڈز ہے۔"

میری عقل خبط ہو گئی "پچاس ہزار پاؤنڈز۔"

"یس۔ یہ میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہیں یقین ہے کہ تم کوئی رسک نہیں لے رہے ہو؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "میرا خیال ہے کہ نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کرنل خان کی بیٹی نے تم پر ضرورت سے زیادہ ہی اعتماد کا اظہار کیا تھا۔"

میں نے کہا "اور دوسری وجہ؟"

"دوسری وجہ یہ ہے کہ تم نے تین لاکھ پاؤنڈز کے نقصان کو جس تحمل اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا ہے' اس سے تمہارے ظرف کا پتا چلتا ہے۔ وہی شخص ایسا کر سکتا ہے جو دولت کے آنے جانے کو معمول سے زیادہ اہمیت نہ دیتا ہو۔ مجھے دیکھو' مجھے ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ تم صرف پچاس ہزار پاؤنڈز کے لیے دونوں طرف کے اعتماد کو دھوکا نہیں دو گے' مجھے یقین ہے۔"

میں نے کہا "تھینک یو۔ ایک اعتراف میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

میں نے کہا "ڈکیتی اور چوری کے سلسلے میں تم پر شک کرنا میری بے وقوفی تھی۔ اصولوں کے معاملے میں تمہاری وضع داری تمہارے خاندانی ہونے کا ثبوت ہے۔"

اس کے چہرے پر ایک طمانیت آ گئی "تھینک یو!"

میں نے کہا "جس امانت کی حفاظت تم نے نصف صدی تک کی وہ اب وارثوں تک پہنچ جائے گی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ میں یہ بوجھ اپنے ساتھ قبر میں نہیں لے جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "جانے سے پہلے ایک آخری سوال؟"

"یس!"

میں نے کہا "کرنل خان تم پر کتنا اعتماد کرتا تھا۔ اس کا اندازہ تو مجھے ہو گیا۔ کیا اس نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ اس نے یہ زیورات کس کے لیے بنوائے تھے؟"

"نہیں۔ اگر میں زیورات دیکھ لیتا تو ضرور پوچھتا مگر میں نے صندوق کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ یہ آج تم نے پہلی بار کھولا ہے میرے سامنے تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"پھر تو یہ بھی علم نہیں ہو گا تمہیں کہ زیورات اس نے کہاں سے حاصل کیے تھے؟" میں نے مایوسی سے کہا۔

"اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ کچھ زیورات بنوانا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا تھا کس کے لیے تو وہ ہنسنے لگا کہ یار' زیورات کا شوق مجھے نہیں ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بتانا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا کہ ڈھاکا کے محمد بازار کے کاریگر مشہور ہیں۔ کرنل کی پوسٹنگ اس زمانے میں دیبو رگڑھ میں تھی۔"

میں اس سے ہاتھ ملا کے رخصت ہوا تو ہاتھی دانت کی بنی ہوئی وہ صندوقچی میرے ساتھ تھی۔ اس پر بہت نفیس نقاشی تھی جو برما کے مخصوص تہذیبی ماحول کی عکاسی کرتی تھی۔ نقش و نگار میں مہاتما بدھ کے گیان دھیان کے آسن اور زندگی کے مختلف مناظر دکھائے گئے تھے۔ ہاتھی دکھائے گئے تھے جن پر بڑے بڑے ہیبت پہننے والے فیلبان بیٹھے تھے۔ رقص کرنے والی لڑکیاں تھیں جن کے فیچر بری تھے۔ ہاتھی دانت کے سامان کے لیے برما بہت مشہور تھا۔

میری ذہنی کیفیت بہت عجیب تھی۔ اچانک لارڈ پرائس کی شخصیت کا ایک انتہائی حیران کرنے والا پہلو میرے سامنے آیا تھا۔ اس کی خاندانی شرافت و نجابت کے سارے دعوے میرے نزدیک پُر منافقت اور پُر فریب تھے۔ وہ بے ایمانی

بدمعاشی کے ہر غیر قانونی اور غیر اخلاقی کاروبار میں ملوث تھا مگر کرنل خان سے دوستی نبھانے کے معاملے میں اس نے بڑی وضعداری کا ثبوت دیا تھا۔ اس نے بڑی ایمانداری کے ساتھ اس امانت کی حفاظت کی تھی اور بالآخر حق کو حق دار تک پہنچانے میں کامیاب رہا تھا۔ اگر اس کی نیت میں فتور آ جاتا تو اس کے لیے یہ سارا مال ہضم کرنا بہت آسان تھا' جس کا کوئی دعوے دار قیامت سے پہلے سامنے نہیں آ سکتا تھا۔

دوسری طرف اچانک کرنل خان کی کتابِ زندگی کا ایک ایسا باب کھل گیا تھا جس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ بظاہر ایک نظم و ضبط والی زندگی اپنے اصولوں کی سخت گیری کے ساتھ گزارتے تھے اور ان کے استغنا میں توکل اور قناعت کی جو شان درویشی تھی' وہ میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی تھی لیکن بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کی پُر تقدس سادگی کا شعار رکھنے والی شخصیت بھی پُر اسراریت کی بہت سی نظر نہ آنے والی نقابوں کے پیچھے روپوش ہے۔ ان کی زندگی کے بہت سے گوشوں تک شاید ہماری ظاہر بین نظر کی رسائی ممکن ہی نہ تھی۔ میں اور چندا ان کو ماضی کے آئینے میں پورا دیکھنے سے قاصر تھے کیونکہ ان کا اصل عکس وقت کے دھندلکوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ زندگی کی کتاب کو اپنی یادوں کے نہاں خانے میں محفوظ رکھتے تھے اور ہمیں صرف اس کے چیدہ چیدہ اوراق کی تحریر سنانا کافی سمجھتے تھے۔

شاید ہم سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں نے سوچا' ہم اپنی ذات کے منظر کی ساری بدنمائیاں چھپا لیتے ہیں۔ سب خامیوں سے نظر چراتے ہیں اور مجبوری کی ہر کمزوری کی پردہ پوشی کرتے جاتے ہیں۔

اب سہ پہر ہو رہی تھی۔ میں نے لنچ بھی نہیں کیا تھا لیکن میرا کچھ بھی کھانے کا موڈ نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ گھر جا کے عینی سے کہوں گا۔ وہ مجھے کافی کے ساتھ سینڈوچ بنا دے گی۔ لیکن عینی گھر پر نہیں تھی۔ دروازہ روشنی نے کھولا۔ اس کی خاموشی اور اداسی سے پتا چلتا تھا کہ وہ مجھ سے کتنی برہم ہے۔ میں نے صندوقچی کو سٹنگ روم کی سینٹر ٹیبل پر رکھا اور کچن میں گیا تو وہ اٹھ کر میرے پیچھے آئی "کیا کر رہے ہو؟"

میں نے کہا "کچھ نہیں۔ اپنے لیے کافی بنا رہا ہوں اور سینڈوچز!"

"تم نے کھانا نہیں کھایا؟"

میں نے کہا "نہیں۔ موقع ہی نہیں ملا۔"

"اچھا تم جا کے بیٹھو۔ میں لاتی ہوں تمہارے کھانے کے لیے کچھ۔"

میں دس منٹ تک جوتے اتار کے پاؤں میز پر رکھے سوچتا رہا کہ آخر روشنی کو کیسے منایا جائے۔ اس مسئلے کا حل اچانک میرے ذہن میں ایسے آ گیا جیسے الہامی کیفیت میں سائنس دانوں پر انکشافات ہوتے رہے ہیں۔

وہ میرے سامنے کافی کا مگ اور سینڈوچ کی پلیٹ رکھ کے جانے لگی تو میں نے اسے روک لیا "روشنی' یہاں بیٹھو۔"

وہ سوجے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھ گئی "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "عینی کہاں ہے؟" **میری جیب میں**

اس نے تلخ لہجے میں کہا "میں سیکریٹری نہیں ہوں کہ اس کے پروگرام کا مجھے علم ہو۔ اور نہ اس کا مجھ سے ایسا کوئی رشتہ ہے۔"

میں نے کہا "تمہارے پاسپورٹ کی تجدید ہو گئی؟"

"ہو گئی۔"

"ویری گڈ۔" میں سینڈوچ کھاتا رہا "چکر نہیں لگوائے انہوں نے؟ سفارت خانے والے اتنے ذمے دار اور کوآپریٹو کب سے ہو گئے؟"

میں نے محسوس کیا کہ خود روشنی بھی مجھ سے بات کرنا چاہتی تھی ورنہ شاید وہ میری بات سننے کے لیے وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتی۔ وہ کسی ذہنی کشمکش سے دوچار تھی اور شاید اپنے منتشر خیالات کو زبان دینے کے لیے اس کو صحیح الفاظ کے انتخاب میں دشواری کا سامنا تھا۔

اس نے بالآخر کہا "شاہ عالم۔ بہتر ہے کہ ہم معاملات طے کر لیں۔" **[illegible]**

میں نے کہا "ہاں۔ اتفاق سے ہمیں یہ تنہائی میسر آ گئی ہے۔ اس وقت سننے والا کوئی نہیں' ہم بات کر سکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک دوسرے کا ساتھ دینے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو ہم نے بہت پہلے جان لیا تھا۔"

"میرا مطلب تھا کہ اگر تم نے مجھے دھوکا دے کر مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔۔۔ تو۔۔۔"

"تو کیا ہو گا؟" میں نے پُر سکون رہتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔"

میں نے کہا "یہ تو میں جانتا ہوں اور اسی لیے یہ چاہتا بھی نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں۔ تم ایسا ہی سوچ رہے ہو۔ مطلب پورا ہوتے ہی تم مجھے اپنی زندگی سے ایسے نکال دینا چاہتے ہو جیسے دودھ سے مکھی۔" وہ تیز ہو کے بولی "تم سمجھتے ہو میں تمہاری جان کا عذاب بن کے تم سے چمٹ گئی ہوں؟"

میں نے کہا "نہیں' میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"جھوٹ مت بولو۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ تم یہی سے کہہ رہے تھے۔"

میں نے کہا "یہی تو مصیبت ہے' تم الفاظ کا مطلب غلط سمجھ رہی ہو۔"

وہ چلانے لگی "بے وقوف مت بناؤ مجھے۔"

میں نے گرج کے کہا "بے وقوفی کی باتیں تم کر رہی ہو۔ تم نے پوری بات سنی نہیں۔ چند الفاظ سے ایک نتیجہ اخذ کرلیا۔ ایسے اگر CONTEXT سے الگ کرکے نکالا جائے تو سیدھی بات کا بھی الٹا مطلب نکل آتا ہے۔ مت جاؤ نماز کے قریب جب تم ناپاکی کی حالت میں ہو۔ جو آدمی بات کا مطلب یہ نکالے کہ نماز سے منع کیا گیا ہے کہ مت جاؤ نماز کے قریب۔ وہ کوئی پاگل ہی ہو سکتا ہے۔ ارے بابا' آگے بھی تو دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے۔ ٹھیک ہے' میں نے ایسا ہی کہا تھا مگر کیوں کہا تھا؟"

وہ کچھ پسپا ہو گئی "کیوں کہا تھا؟"

میں نے کہا "میں تمہیں اپنے ساتھ پولیس اسٹیشن نہیں لے جانا چاہتا تھا اور تمہارے ساتھ ہائی کمشنر کے آفس نہیں جا سکتا تھا مگر تم بضد تھیں کہ میرے ساتھ جانا ہے۔ تم میری مجبوری کو سمجھ ہی نہیں رہی تھیں' یہی بات کہہ رہا تھا میں یہی سے کہ روشنی بلائے جان بن کے چمٹ گئی ہے مجھ سے۔ یہ سمجھانے کا وقت نہیں تھا کہ میری مجبوری کیا ہے۔ اتنی سی بات پر ہنگامہ کھڑا کردیا تم نے۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا خدانخواستہ کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے نکالنا چاہتا ہوں۔ آدھی ادھوری بات کا غلط مطلب نکال کے تم نے مجھے بے عزت کردیا۔ جو منہ میں آیا بک دیا۔ شرم آنی چاہیے تمہیں۔ کل رات جو کچھ میں نے تم سے کہا تھا وہ بکواس تھی؟ مداری کا تماشا تھا؟ بے وقوف بنایا تھا میں نے تمہیں؟ آخر کیوں؟ کیا ضرورت تھی مجھے مداری کا کھیل دکھانے کی؟ ذرا پلٹ کے اپنی گزری ہوئی زندگی کو دیکھو۔ تم سے ذاتی فائدہ اٹھانے والے' غرض مند اور ہوس کے بھوکے کتنے تھے۔ شاہ عالم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تم سے۔ اس نے ایک کاروباری ڈیل کی بھی تم سے تو اس میں بھی فائدہ تمہیں ہی ہوا۔ بے وقوف شاہ عالم تھا کہ جذباتی ہو گیا تمہارے معاملے میں۔ تمہاری مشکلات اور تمہارے مسائل میں الجھ گیا۔ ورنہ یہی کام اس سے ایک تہائی رقم میں کوئی بھی لڑکی کرنے کو تیار ہو جاتی۔ کیا ضرورت تھی مجھے تمہارے حالات میں ایک ذاتی دلچسپی کے ساتھ ملوث ہونے کی۔ مدد کی ضرورت مجھے تھی۔ مگر کیا میں نے تمہاری کوئی مدد نہیں کی؟ تمہاری والدہ' خدا انہیں جنت نصیب کرے' کیا ان کے لیے میں نے کچھ بھی نہیں کیا؟ نہ میں احسان جتا رہا ہوں' نہ نیکی کا کریڈٹ لینا چاہتا ہوں۔ مگر تم اسے بھی تو دیکھو۔ وہ جو تمہاری بہن تھی اور بیٹی تھی اس ماں کی۔ وہ تو آخری بار صورت بھی دیکھنے کی روادار نہ ہوئی۔ کیا اس سے بھی برا ہوں میں؟"

میری پرفارمنس بہترین رہی۔ میرا چیخنا چلانا اور جذباتی انداز میں دلائل دینا۔ اپنے دفاع میں جارحانہ رویہ اختیار کرنا اور الٹا روشنی کو موردِ الزام ٹھہرانا رائگاں نہیں گیا۔ آہستہ آہستہ روشنی کے چہرے پر میرے خلاف غصے اور نفرت کے جذبات کی جگہ ترس اور پشیمانی کے جذبات لینے لگے۔ اسے اپنی بے وقوفی کا یقین آنے لگا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر تھوڑا سا وقفہ دیا "بہت دکھ پہنچایا ہے تمہارے رویے نے مجھے۔ میرا خیال تھا کہ جیسے میں نے تمہیں سمجھ لیا ہے۔ ایسے ہی تم مجھے سمجھ چکی ہو۔ اور اسی لیے میں نے اپنی زندگی کے سب سے اہم فیصلے میں تمہیں شریک کرلیا تھا۔ یہ فرض کرلیا تھا کہ تمہارے ساتھ میری زندگی کا سفر بہت اچھا ہوگا۔ بالکل میرے خواب کی تعبیر کی طرح۔ لیکن افسوس کہ وہ سب غلط تھا۔"

روشنی ایک دم اٹھی اور میری گود میں آگری "آئی ایم سوری شاہ عالم۔ خدا کے لیے مجھے معاف کردو۔" اس نے بیک وقت رونا' مجھ سے لپٹنا اور مجھے چومنا شروع کردیا۔

میں ایسے شدید طوفانی قسم کے جذباتی ردِعمل کے لیے بہرحال تیار نہ تھا چنانچہ مجھے خاصی مشکل پیش آئی۔ میں نے اس کو روکنے اور خود کو چھڑانے کی واجبی سی کوشش کی اور بالآخر اس کو سمیٹ کر پُرسکون کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ کچھ دیر میرے سینے سے لگی سسکیاں لیتی رہی اور دل کے غبار کو آنسوؤں میں بہاتی رہی۔ پھر میں نے اسے الگ کیا' ہاتھ روم میں لے جا کے اس کا منہ دھلایا اور جب وہ خاموش ہو کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تو اس کے لیے کافی بنا کے لایا۔

پندرہ بیس منٹ بعد میں نے پوچھا "اب بتاؤ' تمہارے دماغ کا درجۂ حرارت نارمل پر آگیا ہے یا نہیں۔"

وہ خفت سے زیرِلب مسکرائی اور اقرار میں سر ہلایا۔

میں نے کہا "میں یہ نہیں کہتا کہ اس معاملے میں تم کسی قسم کے دباؤ کا شکار ہو کے فوری فیصلہ کرو۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ جہاں تک میرا سوال ہے تو میں نے بہت سوچ سمجھ کے تمہیں ایک پروپوزل دیا تھا۔ مستقبل کا حال خدا جانتا ہے لیکن اپنی طرف سے میں نے کامیابی کے پورے یقین کے ساتھ فیصلہ کیا تھا۔ تم مزید سوچ بچار کرنا چاہو تو ایک ہفتہ ایک مہینہ یا ایک سال اور گزار سکتی ہو۔ مجھے دیکھو' سمجھو اور پھر بھی دل نہ مانے تو انکار کردو۔ مجھے برا نہیں لگے گا۔ بلکہ یہ شاید اس صورتِ حال سے بہت بہتر ہوگا کہ ہم جذباتی عجلت میں ایک دوسرے کو قبول کرلیں پھر پچھتائیں اور افسوسناک حالات میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات کی زہر آلود فضا میں الگ ہوں۔"

اس کی شرمندگی اب انتہا پر تھی۔ "نہیں شاہ جی۔ ایسی نوبت نہیں آئے گی' مجھے اور کچھ نہیں سوچنا۔"

میں نے کہا "کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے تمام شکوک رفع ہو جانے چاہئیں۔ تمہارے دل سے بھی۔ اور میرے دل سے بھی۔"

"میرے دل میں کوئی ایسی بات نہیں۔"

میں نے کہا "مگر میرے دل میں ہے۔"

اسے ایک جھٹکا سا لگا "کیا؟"

میں نے کہا "تمہاری ہر غلط فہمی میں نے رفع کردی۔ میں نے کیا کہا اور تم نے کیا سمجھا۔ اس بارے میں اب کوئی وضاحت طلب بات نہیں رہی میری حد تک۔ لیکن مجھے بھی تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"مگر۔ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

میں نے کہا "کیا تم بھول گئی ہو کہ جب تم نے مجھے ہسپتال میں اپنی ماں کے انتقال کی خبر دی تھی تو اس سے پہلے تم نے یاد دہانی دی تھی؟"

اس کی نظر جھک گئی "اس وقت میں اپنے ہوش میں نہیں تھی۔"

میں نے کہا "اوکے۔ میں مان لیتا ہوں لیکن اس سے بھی زیادہ سنگین دھمکی تم نے مجھے آج صبح دی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ اب میں تمہیں اپنا کھیل دکھاؤں گی اور اس کھیل میں نقصان صرف تمہارا ہوگا۔"

"میں اپنی غلطی کی معافی مانگ چکی ہوں۔ وہ پاگل پن تھا میرا۔"

"لیکن میرے اطمینان کے لیے تمہارا صرف سوری کہہ دینا ہی کافی نہیں۔ یہ پاگل پن کل پھر کسی جذباتی کمزوری کے لمحے میں تمہیں مغلوب کرسکتا ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔"

"تم۔ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔ سچ سچ بتاؤ گی؟"

اس کا موڈ پھر خراب ہونے لگا "میں جھوٹ کیسے بول سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "اس تمام عرصے میں جو ہم نے میاں بیوی بن کے ساتھ گزارا۔"

"لیکن ہم میاں بیوی نہیں تھے۔"

"یس۔ ہم نے ایک ڈیل کی تھی۔ یہ اس کی شرائط میں شامل تھا کہ ہم دنیا کے سامنے خود کو میاں بیوی ظاہر کریں گے لیکن ہمارے درمیان ایسا کوئی عملی رشتہ نہیں ہوگا۔ اتنا عرصہ ہم ایک ہی چھت کے نیچے گزار چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ وقت ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کافی تھا۔ تمہیں اچھی طرح سمجھنے اور تمہارے بارے میں ایک رائے قائم کرنے کے بعد ہی میں نے پہل کی اور تمہارے سامنے اپنا خیال رکھا کہ اس کاروباری رشتے کو حقیقی زندگی کے رشتے میں بدل جانا چاہیے۔ اور تم نے مجھ سے اتفاق کیا۔"

"پھر اب پوچھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

میں نے کہا "پوچھنا یہ تھا مجھے کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں کیسا آدمی ہوں؟"

اس نے محتاط لہجے میں جواب دیا "ظاہر ہے کہ اچھے آدمی ہو ورنہ میں زندگی بھر کے لیے تمہیں قبول کیسے کرتی۔"

"یہ ہو سکتا ہے کہ اس فیصلے کو قبول کرنے میں تمہاری کچھ مجبوریوں کا دباؤ شامل ہو۔" میں نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

میں نے کہا "تم جانتی ہو کہ میں نے تم سے کتنے جھوٹ بولے ہیں؟"

اس نے قدرے تذبذب کے ساتھ تسلیم کیا "جھوٹ تو بولے تھے۔"

"اور مسلسل بولے تھے۔ کیا ایک جھوٹا شخص قابلِ اعتبار ہوتا ہے؟ کبھی تمہارے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ تم سچ کا پتا چلاؤ۔"

وہ کچھ مضطرب ہوئی "خواہش سے کیا ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہیں تھا اور کبھی میں نے تجسس سے مجبور ہو کے کچھ پوچھا تو تم نے بڑی بے رخی اور سختی کے ساتھ مجھے روک دیا۔ ایسے کہ میں نے خود کو سخت بے عزت محسوس کیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "لیکن تجسس پھر بھی باقی رہا۔ تم چھپ چھپ کے ہماری باتیں سنتی رہیں۔ میری اور عینی کی۔ میری اور عاقل کی اور رب نواز کی؟"

وہ ایک مجرمانہ خاموشی کے ساتھ اپنے ناخونوں کو دانت سے کترتی رہی۔

میں نے کہا "حقیقت تو یہ ہے کہ تم پوری جاسوسی کرتی رہیں۔ یہ دیکھتی رہیں کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ کہاں جاتے ہیں اور کس وقت آتے ہیں؟"

وہ تیز ہو کے بولی "میری جگہ خود کو رکھ کے سوچو' تم کیا کرتے؟"

میں نے کہا "میں بالکل وہی کرتا جو تم نے کیا۔ لیکن اس کے بعد میں ہرگز وہ نہ کرتا جو تم نے کیا۔"

"کیا مطلب؟"

میں نے کہا "تم جس حد تک جاسوسی کر سکتی تھیں' تم نے کی۔ اس کے نتیجے میں تمہیں کیا معلوم ہوا؟"

"اب اس بات کو جانے دو۔"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ تم پہلے سے جانتی تھیں کہ میں تم سے سچ چھپاتا ہوں۔ سچ وہی چھپاتا ہے جو کوئی غلط کام کرتا ہے۔ غیر اخلاقی یا غیر قانونی۔ میں پاکستان کا ایک سیاسی لیڈر تھا۔ دوسرے درجے کا۔ اسمبلی کا رکن بھی رہا تھا۔ میرے پاس ڈپلومیٹک پاسپورٹ بھی تھا۔ یہ سب سچ تھا۔ لیکن میرا کوئی بہت غلط کاروبار تھا' کوئی ناجائز اور غیر قانونی دھندا تھا جس میں میرے ساتھ جمی جیسے بدمعاش شریک تھے۔ رائٹ' یہ اندازہ یقیناً کر لیا تھا تم نے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ عینی اور عاقل بھی اس کاروبار میں میرے ساتھ شامل ہیں؟"

روشنی مشکل میں پڑ گئی "ہوں گے' مجھے کیا؟"

میں نے کہا "تم نوادرات کی چوری اور اس ڈکیتی کے واقعات کا بڑی دلچسپی اور باریک بینی سے تجزیہ کرتی رہی ہو جس میں مجھ سے تین لاکھ پاؤنڈز چھین لیے گئے تھے۔ تم نے سارے اخبارات کی رپورٹیں دیکھیں۔ مقامی خبریں سنیں۔ ہماری ساری نقل و حرکت پر نظر رکھی۔ اس سے کیا پتا چلا تمہیں؟ کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے؟"

روشنی کا حوصلہ جواب دینے لگا۔ "خدا کے لیے چھوڑو یہ باتیں۔ کیوں پوچھ رہے ہو تم یہ سوالات؟ اب کیا ملے گا تمہیں اس جرح سے؟"

میں نے کہا "بہت سے شکوک کو تم نے مصلحت یا مجبوری کے تقاضوں کی خاک ڈال کے دفن کر دیا ہے اپنے دل میں۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ختم ہو گئے۔ لیکن یہ خود فریبی ہے تمہاری۔ گولی کھا کے تم نے فرض کر لیا ہے کہ درد ہی نہیں عارضہ بھی مٹ گیا ہے۔ حالانکہ تم جانتی ہو کہ اس کا اثر ختم ہو گا تو درد بھی لوٹ آئے گا اور عارضہ علاج مانگتا ہے۔"

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ "مجھے ایسے پریشان مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ' تم کیا چاہتے ہو؟"

میں اٹھ کے ٹہلنے لگا "میں تمہارے شکوک رفع کرنا چاہتا ہوں۔ ان سوالوں کے جوابات دینا چاہتا ہوں جو تمہارے شعور سے لاشعور تک ہر جگہ کیڑوں کی طرح کلبلا رہے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ تم مجھ سے سچ پوچھو۔ سچ جاننے کی خواہش کا کھل کے اظہار کرو کیونکہ کسی بھی لڑکی کو سچ جاننے کا حق ہوتا ہے۔ خصوصاً اس شخص کے بارے میں جس کے ساتھ اسے اپنی باقی زندگی گزارنی ہو۔ لیکن تم نے حق کے معاملے میں خود اپنے ساتھ ایک سمجھوتا کر لیا۔"

"ہاں" وہ چیخی "سمجھوتا نہ کرتی تو کیا کرتی میں۔ میری مجبوریوں نے میری زبان پر تالے ڈال دیے۔ میں نے جبر کیا خود پر۔ اپنے شکوک اور اندیشوں کو مصلحت اور ضرورت کے نیچے دبا دیا۔ خود کو قائل کر لیا کہ میں ایک جھوٹے' مکار بدکردار اور غلط کار انسان کے ساتھ نباہ کروں گی۔ کیونکہ اگر وہ شخص کسی غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھا تو بارسوخ بھی تھا۔ دولت مند بھی تھا۔ اگر اس کے دھندے غیر اخلاقی تھے تو کیا ہوا۔ وہ خوبرو بھی تھا اور مشہور بھی تھا۔ ایسے دھندے کر کے ہی اس نے دولت اور شہرت اور عزت کمائی ہو گی۔ اب وہی کر رہا ہے جو اس جیسے سب لوگ کر رہے ہیں۔ میں بہت مجبور اور بے بس تھی شاہ عالم۔ تم نہیں جانتے کہ جب لڑکی کا دنیا میں کوئی نہ ہو' وہ کتنا آسان شکار بن جاتی ہے ہوس پرست بھوکے بھیڑیوں کا۔ مجھے سہارے کی ضرورت تھی۔ اعتماد تجھے اپنے آپ پر تھا وہ ایک خود فریبی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اکیلی عورت جو خوبصورت جسم اور حسین چہرہ رکھتی ہو' ہر رات کسی دولت مند کے شبستان میں گزار کے بھی اتنی دولت نہیں کما سکتی' جتنی تمہاری بیوی بن کے مجھے مل رہی تھی۔ ایک گھر مل رہا تھا مجھے جسے میں اپنا کہہ سکوں۔ میری عزتِ نفس اور میرے مستقبل کو تحفظ کی پوری ضمانت حاصل ہو رہی تھی۔ پھر میں کیسے سمجھوتا نہ کرتی۔ کیسے کرتی تمہیں۔ تم ایک چور ڈاکو یا قاتل ہوتے تب بھی میں اپنا شوہر مان لیتی" روتے روتے اس کا حال خراب ہو گیا اس کی ہچکی بندھ گئی۔

میں نے ایک بار پھر اسے سنبھالا۔ پانی پلایا اور وہ

کیا جو ہسٹریا سے مغلوب کسی عورت کو پُرسکون کرنے کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ وہ عورت آپ کو اپنا سمجھتی ہو۔ خود سپردگی کے جذبات میں طاقت محسوس کرتی ہو اور آپ کو اپنے ہی گھر کا اعتماد دینے والی خلوت بھی میسر ہو۔ تاہم اس سے پہلے کہ جسموں کی قربت سے طلب کی آگ بھڑک کے بے قابو ہو جاتی' میں نے روشنی کو اکیلا چھوڑ دیا۔

وہ اس ایٹی کلائمیکس سے کچھ مایوس ہوئی "عینی اور عاقل تو کہہ گئے تھے کہ وہ رات تک لوٹیں گے۔"

میں نے کہا "تم اسے میری بزدلی سمجھو لیکن میں احساسِ گناہ سے کوئی مفاہمت نہیں کر سکتا۔ یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ تم میری گرل فرینڈ نہیں۔ وہ عورت ہو جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ شادی ایک مقدس عہد کے ساتھ تمام زندگی کی رفاقت کا نام ہے۔ اس کا آغاز ایک گناہ سے نہیں کر سکتا میں۔"

اس لیکچر سے وہ کچھ بور ہو گئی "تمہارے اخلاقی اصولوں کا تضاد بھی بڑا عجیب ہے۔ ایک طرف تم سارے غیر اخلاقی اور غیر قانونی کام کرتے ہو۔ دوسری طرف بالکل رجعت پسند ملا ہو۔ شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے' عورت سے دور بھاگتے ہو۔"

میں نے کہا "تمہیں تو خوش ہونا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تمہارا ہونے والا شوہر عیاش نہیں ہے۔ ورنہ اس کے سارے مشاغل شادی کے بعد بھی جاری رہتے تم سر پکڑ کر روتیں۔"

وہ مسکرائی "پھر یہ باتی کے غلط کام کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

میں نے کہا "کیا تم جاننا چاہتی ہو کہ وہ غلط کام کیا ہیں؟"

"مجھے اب اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں رہی" وہ بولی۔

میں نے کہا "لیکن میں پھر بھی تمہیں بتاؤں گا کہ میں لندن میں کیا کر رہا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ میں رب نواز کے ساتھ مل کر پاکستان سے نوادرات اسمگل کرتا تھا۔ ہم تاریخی اہمیت کی حامل ہر چیز مختلف ذرائع سے حاصل کرتے تھے۔ ہمارے کارندے سرکاری حکام کو رشوت دے کر ساتھ ملاتے تھے اور ہم ان مقامات پر غیر قانونی کھدائی کراتے تھے جہاں سے آثارِ قدیمہ کے ملنے کی امید ہو۔ بہت سی نایاب اشیا ہمیں پرانی خاندانی حویلیوں سے بھی مل جاتی تھیں جہاں مکین بزرگوں کی نشانی کے طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا۔ مگر زیادہ تر نوادرات ہم سرکاری حکام کو ساتھ ملا کے میوزیم سے چوری کراتے تھے۔ چوری ہونے والی اشیا کی جگہ ہم نقلی چیزیں رکھوا دیتے تھے۔ دستکاری کے نمونے' سکے' پرانے ظروف اور مجسمے۔ زیورات اور عجائب خانوں میں ملنے والی ہر چیز کی نقل بنانے والے ماہر کاریگر تھے ہمارے پاس۔ پاکستان میں ان چیزوں کا نہ کوئی قدرداں ہے اور نہ محافظ۔ وہاں ہر شخص اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق کسی نہ کسی شعبۂ زندگی میں لوٹ مار کر کے اپنا خزانہ بھر رہا ہے اور اسے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ جو پوچھتا ہے وہ بالآخر خود بھی چوروں کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اینٹی کرپشن والے سب سے زیادہ کرپشن مچاتے ہیں۔ انسدادِ منشیات والے سب سے زیادہ منشیات کے دھندے میں ملوث ہیں۔ اینٹی برگلری والے چوروں کے سرپرست ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ ہم بھی چوری کے اور جعلی نوادرات باہر بھیج کے خوب دولت مند ہو رہے تھے۔ ہزاروں کی چیزیں بین الاقوامی مارکیٹ میں پہنچ کے لاکھوں کی ہو جاتی تھیں اور یہ سلسلہ جاری تھا۔ ساری دنیا میں ہمارے خریدار تھے۔"

روشنی کچھ حیرانی اور کچھ دلچسپی سے میری بات سن رہی تھی "عینی بھی اس کاروبار میں تمہارے ساتھ شامل تھی؟"

میں نے کہا "نہیں۔ پاکستان کے سیاسی حالات میں انقلاب آتے ہی رہے ہیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ میرا سیاسی کیریئر تقریباً ختم ہو گیا اور وطن میں میرے دشمن اتنے طاقتور ہو گئے کہ میرا وہاں رہنا بھی مشکل ہو گیا۔ میں نے لندن میں جلاوطنی اختیار کر لی۔ اگر تمہیں سیاست سے تھوڑی بہت بھی دلچسپی ہوتی اور لندن میں رہ کے تم نے پاکستان کے حالات کی خبر رکھی ہوتی تو تمہیں سب معلوم ہوتا۔ میں تفصیل سے گریز کر رہا ہوں کیونکہ تمام واقعات کو دہرانا ممکن نہیں۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے جو میں کبھی فرصت میں سناؤں گا اگر تم نے سننے کی خواہش کی۔ یہاں لندن میں رہ کے میرے خیالات میں تبدیلی آئی۔ بروقت آدمی کو بڑا اچھا سبق دیتا ہے۔ میری بھی آنکھیں کھلیں تو میں نے سوچا کہ یہ میں کیا کر رہا تھا۔ میں نے اپنی سیاسی غلطیوں کو شمار کیا اور اپنے سیاسی زادِ راہ کے اسباب پر غور کیا تو مجھے اپنے آپ سے بڑی شرم آئی کہ سیاست کے نام پر بھی عوام کے ساتھ کیسا پُرفریب مداری کا تماشا کر رہا تھا۔ ایسا صرف میں ہی نہیں کر رہا تھا' پاکستان کے عوام کے سامنے آنے والا ہر لیڈر یا فوجی حکمران ایک سیاسی شعبدہ گر ہے جو اپنی ڈگڈگی بجاتا ہے اور اپنا کھیل دکھا کے چلا جاتا ہے تو لوگوں کو پتا چلتا ہے کہ یہ بھی مداری تھا۔ میں صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی بات کروں گا۔ سب کی طرح میں بھی کسی سے مخلص نہیں تھا۔ میں بھی سیاست سے ذاتی فائدے حاصل کررہا تھا اور جیسے کرپٹ حکمران وزیر اور سیاست داں' بدعنوان بیوروکریٹ اور بے ایمان انتظامیہ۔ اوپر سے نیچے تک ہر بے ضمیر اور بدکردار شخص جس طرح دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹ رہا تھا' ایسے ہی میں بھی لوٹ رہا تھا۔ جب میرے خیالات اور نظریات میں تبدیلی آئی تو مجھے اپنے پیشے سے بھی نفرت ہوگئی۔ اپنے ہی ملک کے تہذیبی اور تاریخی ورثے' آثارِ قدیمہ اور نوادرات کو چرا کے لانا اور عالمی منڈی میں ڈاکوؤں کے ہاتھ فروخت کردینا ایسا ہی تھا جیسے کوئی اپنے ہی گھر کے ڈکوریشن پیس اتار اتار کے چوروں کے ہاتھ کوڑیوں کے مول بیچ دے۔ میں تو گھر کا مالک تھا اور میں ہی گھر کو خالی کررہا تھا۔ یہ احساس ہونے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں اپنی وجہ سے ہونے والے نقصانات کی تلافی کروں گا اور دوسرے چوروں کو بھی پکڑواؤں گا تاکہ یہ سلسلہ رک جائے۔ یہ آسان کام نہیں تھا۔ اکیلا چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا۔ شاید اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی مجھے جان سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ یہ نوادرات کی مافیا بھی منشیات کی مافیا سے کم طاقتور نہیں۔ یہ صرف پاکستان سے ہی نہیں دنیا بھر سے نوادرات اسمگل کرتے ہیں اور انڈر گراؤنڈ مارکیٹ کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں جن چوروں اور جعلسازوں کو جانتا ہوں' ان کے راستے ضرور روک دوں گا۔ یہ بھی بہت مشکل اور خطرناک کام ہے۔ نوادرات کی مافیا کو سرکاری حکام کی سرپرستی حاصل ہے۔ محکمۂ آثارِ قدیمہ کے چوروں سے پولیس اور کسٹم کے عملے تک سیکڑوں ہزاروں لوگ پاکستان کو اس کے تاریخی ورثے سے محروم کرنے کے مذموم کاروبار میں شریک ہیں اور چوری کے مال کی خوب قیمت وصول کررہے ہیں۔ وہ سب میری جان کے دشمن ہوجائیں گے۔ اسی خیال سے میں نے عینی کو لندن شفٹ کردیا ہے اور عاقل سے اس کی شادی ہوجائے گی تو کم سے کم اس کی طرف سے مجھے بے فکری ہوجائے گی۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب تو یہاں بھی پاکستانی اپنے کردار کی وجہ سے قابلِ نفرت ہوگئے ہیں۔ لوگ بڑی حقارت سے انہیں پاکی کہتے ہیں۔"

میں نے کہا "کرپشن کا زہر اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتا جارہا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بیماری کے مہلک نتائج سب کو معلوم ہیں مگر اس کا علاج کوئی نہیں کررہا ہے۔ جو مسیحا بن کے آتا ہے' بعد میں پتا چلتا ہے بھی ایک مداری تھا۔ ایک نیا تماشا دکھا کے اس نے الو سیدھا کیا اور گیا۔ رب نواز ایک جدی پشتی جا ہے۔ اب وہ صنعت کار بھی بن گیا ہے۔ اس کا شروع سے صوبائی اسمبلی کی ایک سیٹ پر قابض ہے کے آبائی حلقے میں کوئی اس کے مقابلے میں کھڑا ہو جرأت نہیں کرسکتا۔ وڈیرا شاہی کی بے ضمیری' بد اور بدمعاشی کے سارے عیب اسے ورثے میں ملے ہیں۔ پاکستان سے نوادرات چوری کراتا تھا۔ خریدتا تھا اور تھا اور یہ ذخیرہ میرے حوالے کردیتا تھا۔ میں ایک سیاسی کا سربراہ اور اسمبلی کا ممبر ہونے کے ناتے وی آئی پی اپنے ڈپلومیٹک پاسپورٹ اور اپنی سیاسی ساکھ سے اٹھاتے ہوئے مال کو کلیئر کراتا تھا اور لندن لاکے حوالے کردیتا تھا۔ وہ اسے لارڈ پرائس جیسے بڑے خریداروں کے ہاتھ فروخت کردیتا تھا اور ان کے ذریعے مال مارکیٹ میں پہنچتا تھا جہاں سے اسے دنیا بھر کے خریدار لے جاتے تھے۔ میں ایسے چوالیس خریداروں سے واقف ہوں جو ہمارا مال اٹھاتے تھے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ اب مجھے وطن فروش چوروں کا ساتھ نہیں دینا ہے بلکہ ان کے خلاف محاذ بنانا ہے میں نے اس بار ایک خطرناک کھیل کھیلا۔ پاکستان سے مجھے رب نواز نے نوادرات کی ایک کھیپ بھیجی۔ وہ میں نے جمی کو پہنچادی۔ پھر دو سو کھیپ آئی۔ اس کا بھی سودا ہوگیا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح میں نے ان کی قیمت وصول کرکے رب نواز کو نہیں پہنچائی اور اس میں سے اپنا حصہ وصول نہیں کیا۔"

"تم نے ساری رقم ہضم کرلی؟"

میں نے کہا "ہاں۔ میں نے ایک ڈکیتی کا ڈراما کیا جس میں عینی اور عاقل نے بھی میری مدد کی۔ پھر میں نے وہ سب نوادرات بھی واپس اٹھالیے جو لارڈ پرائس نے خریدے اب یہ مت پوچھو کہ میں نے یہ سب کیسے کیا لیکن میں کامیاب رہا۔ صدمے سے لارڈ پرائس کو ہارٹ اٹیک اور وہ اب اسپتال میں موت وزیست کی کشمکش میں پڑا ہے۔ جمی چوری اور ڈکیتی کے الزام میں پکڑا جاچکا ہے میں بالکل محفوظ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جمی کے خلاف کچھ پرانے معاملات بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جن میں جیسے الزامات شامل ہیں۔ اسے لمبی قید ہوگی۔ ان دونوں میرے ہاتھوں جتنا فائدہ حاصل کیا تھا وہ سب برابر ہو اب میں سارے نوادرات واپس پاکستان لے جاؤں گا

معلوم ہے کہ پاکستان سے یہ نوادرات کہاں کہاں گئے ہیں۔ میں وہ واپس حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پاکستان میں چور کون ہیں' جعلساز کون۔ چوروں کے راستے اور مواقع کہاں ہیں اور چور ڈاکوؤں کی سرپرستی کرنے والے کون ہیں۔"

"اور تم ان سب کو نیست و نابود کردو گے۔ آفرین ہے تم پر۔" روشنی نے طنز آمیز تمسخر کے ساتھ کہا۔

"کبھی تم میرا مذاق اڑا سکتی ہو۔ لیکن نیت نیک ہو اور ہت تو کوئی کام ناممکن نہیں رہتا اور خدا توفیق دے تو سب ہوجاتا ہے۔ تاہم میں کوئی دعویٰ نہیں کررہا ہوں۔ میرا ایک شن ہے۔ وہ ناکام بھی ہوسکتا ہے اور کامیاب بھی۔ یہ سب نہیں جانے کا مقصد کچھ اور تھا۔ یہاں میری پُراسرار اور بجرمانہ سرگرمیوں کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں آجائے' میں نے تم سے جتنے جھوٹ بولے اس سے پہلے کہ میں قبل از وقت راز کے افشا ہونے سے

"اب تمہیں یہ ڈر نہیں؟"

اس نے کہا "نہیں۔ اب تم نے حقیقت جان لی ہے۔ تمہیں اندازہ ہوگیا ہے کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو' کیا تم نے میرے سامنے اعتراف نہیں کیا کہ تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی کا ڈراما خود تم نے یا تھا۔"

"لیکن میرا مقصد کیا تھا' یہ جان لیا ہے تم نے؟"

روشنی نے کہا "قانون کی نظر میں تم بہرحال مجرم ہو۔"

"کیا تم بھی ایسا سمجھتی ہو؟"

اس نے سوچ کے جواب دیا "تم یقیناً یہ چاہتے ہو کہ میں اس معاملے کو تمہاری نظر سے دیکھوں۔"

"کیا یہ توقع رکھنا غلط ہوگا؟"

"اس کا اظہار تمہارے اور میرے تعلق کی نوعیت پر ہے۔ ہم ہر عورت سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ تمہارے بارے میں سوچے۔ جسے تم غلط کہو' اسے وہ بھی غلط سمجھے۔ اور جو تمہارے نزدیک صحیح ہو اسے صحیح مانے۔ ہاں' اس کے اور تمہارے درمیان جذباتی رشتہ اتنا مضبوط ہو کہ وہ تمہاری خاطر دین کو دن نہ کہے اور او یا وہ تو سفید مان لے تو پھر قانونی اور غیر قانونی کی کیا بات ہے۔ اور ایسا رشتہ یا تو ماں کا ہوسکتا ہے یا پھر بیوی کا۔"

میں اسے حیرانی سے دیکھتا رہا۔ ذرا سی دیر میں اس کا لہجہ' انداز اور رویہ سب غیر جذباتی اور کاروباری ہوگیا تھا۔ اس نے مجھ پر واضح کردیا تھا کہ وہ ہر معاملے میں میرا ساتھ دے سکتی ہے بشرطیکہ میں بھی اسے ذہنی اور عملی طور پر شریکِ حیات کا درجہ دوں ورنہ اس کا میرے مؤقف سے غیر مشروط اتفاق بالکل بھی ضروری نہیں۔ شاید میں نے اس کے سامنے اپنے قول و فعل کی وضاحت کرکے کوئی عقلمندی نہیں کی تھی۔ مجھے اس کی غیر مشروط تائید و حمایت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ الٹا وہ صورتِ حالات کی پوری تصویر کو بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے بجائے ایک فلم کی صورت میں دیکھنے لگی تھی۔

میں نے اسے جو بھی بتایا تھا وہ تقریباً سچ ہی تھا۔ تقریباً اس لیے کہ میں نے اپنے خیالات و نظریات میں تبدیلی کی اصل وجہ بیان نہیں کی تھی۔ اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ نوادرات کا اسکنڈر شاہ عالم تھا مگر میں شاہ عالم نہیں' ناصر عظیم ہوں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میری اور شاہ عالم کی صورت اس حد تک ملتی تھی کہ کچھ عرصہ ناصر عظیم کو شاہ عالم بن کے جینا پڑا۔ کچھ حالات کی سفاکی کی وجہ سے اور کچھ ناصر عظیم کی اپنی بے وقوفی کی وجہ سے۔ شاہ عالم تو مرگیا مگر ناصر عظیم اس دوہری زندگی کے آسیب میں ابھی تک گرفتار ہے اور اس غلطی کا کفارہ ابھی تک ادا کررہا ہے۔ اگر میں روشنی کو یہ بھی بتادیتا تو شاید یہ میری زندگی کی دوسری سب سے بڑی غلطی ہوتی اور میرا شاہ عالم کو دنیا سے رخصت کرنے کا سارا پلان چوپٹ ہوجاتا۔

میں نے روشنی سے زیادہ بحث نہیں کی۔ کسی حد تک مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ محبت نہیں بہت سی مجبوریوں کا سلسلہ ہے جن کی وجہ سے اب وہ مجھے مجبور کررہی ہے کہ میاں بیوی کا رول ادا کرنے کے بجائے ہم حقیقی زندگی میں بھی یہ کردار اپنالیں۔ اس نے تسلیم کرلیا تھا کہ مجھ سے شادی کرکے وہ تحفظ چاہتی ہے کیونکہ وہ اکیلی ہے۔ اسے ایک گھر کی ضرورت ہے اور میرے پاس عزت' دولت' شہرت سب کچھ ہے۔ ان حالات میں وہ کسی چور ڈاکو یا قاتل کو بھی اپنا مجازی خدا تسلیم کرسکتی تھی۔

روشنی کے معاملے میں مجھ سے ایک نہیں بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی تھیں۔ ایک تو میں انسانی ہمدردی کے ناتے جذباتی ہوگیا تھا اور اس کی ماں کو اسپتال سے اپنے گھر لے آیا تھا۔ مجھے اس کی زندگی کے نجی معاملات میں ملوث ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کا اور میرا ایک خالص کاروباری تعلق تھا۔ دوسری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے عینی کو بھی اسی گھر میں رکھا۔ اس طرح روشنی کو ہماری زندگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں دخل اندازی کا زیادہ موقع ملا اور اس نے حالات سے فائدہ اٹھایا۔ بظاہر لاتعلقی اور بے نیازی کا معصوم انداز اختیار کرتے ہوئے اس نے چوری چھپے ہماری نقل و حرکت پر نظر رکھی اور چھپ چھپ کے ہماری باتیں سنتی رہی۔ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنے کے لیے روشنی سے اظہارِ عشق بھی میری غلطی بن گئی کیونکہ بعد میں میری بے احتیاطی کے باعث روشنی نے میرے لبوں سے نکلنے والی ایک ایسی بات سن لی جس نے میرا بھانڈا پھوڑ دیا اور بے وقوف بننے کے بجائے روشنی مجھ سے بدظن ہو گئی۔ پھر اس غلطی پر وضاحتوں کا پردہ ڈالنے کی کوشش بھی ایک غلطی بن گئی۔ اور ان تمام غلطیوں کے نتیجے میں روشنی کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ اب وہ اس پوزیشن میں تھی کہ مجھ سے اپنی ہر بات منوا سکے۔

اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اس سے ساٹھ ہزار پاؤنڈز میں بیوی کا کردار ادا کرنے کا جو سودا کیا تھا اگر میں اپنے تعلقات کو اسی ڈیل تک محدود رکھتا تو آج اس کے دباؤ سے آزاد ہوتا۔ لیکن اب میں کسی پروڈیوسر کی طرح آزاد اور بالادست نہیں تھا جو کسی ڈرامے کے لیے ایک ایکٹریس کی خدمات حاصل کرتا ہے تو شوٹنگ مکمل ہونے کے بعد معاوضے کا چیک ہاتھ میں تھما کے کہتا ہے کہ بی بی 'خدا حافظ۔ ہمارا تمہارا تعلق بس اسی سین تک تھا۔

تاہم ابھی بازی تمام نہیں ہوئی تھی۔ روشنی کی یہ خوش فہمی دور کی جا سکتی تھی کہ سارے ٹرمپ کارڈ اس کے ہاتھ میں آ گئے ہیں اور وہ بازی جیت چکی ہے مگر مجھے خود کو مزید بلیک میل ہونے سے بچانے کے لیے زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت تھی۔

یہ اتفاق تھا کہ کچھ دیر بعد جب عاقل اور عینی لوٹ کے آئے تو روشنی باتھ روم میں تھی۔ وہ دونوں بہت خوش تھے اور ان کی خوشی جائز بھی تھی۔ سونی سے عینی بننے تک ایک بے سہارا اور لاوارث لڑکی نے بڑا طویل سفر طے کیا تھا۔ یہ سفر آزمائشوں اور خطرات سے بھرا ہوا تھا اور اس کا انجام رسوائی اور تباہی کی منزل پر بھی ہو سکتا تھا مگر ایک دستِ غیب اس پر مہرباں اور محافظ رہا اور زمانے کے بے رحم ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹانے سے پہلے ہی وہ ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ایسی خوش قسمتی کی لاٹری شاید لاکھوں کروڑوں میں سے کسی ایک لڑکی کے نام نکلتی ہے کہ وہ زمین کی انتہائی پستی سے آسمان کی آخری بلندی تک جا پہنچے۔ بے کردار اور بے ضمیر ڈاکوؤں کے ایک گروہ کے ساتھ زندگی کا ایک بھیانک دور گزارنے کے بعد وہ ایک ہی پرواز میں اڑ کے لندن آ گئی تھی اور اسے عاقل جیسے تعلیم یافتہ اور روشن خیال باہمت اور مخلص اور خوبرو شخص نے اپنا لیا تھا اور وہ ساری خوشیاں اس جھولی میں ڈال دی تھیں جن کا وہ صرف خواب ہی دیکھ سکتی تھی۔ خود عاقل کو میں اس معاملے میں کم خوش قسمت نہیں سمجھتا تھا کہ اسے عینی جیسی شریکِ حیات ملی۔ عینی کو خدا نے حسن صورت ہی سے نہیں نوازا تھا اس کی سیرت اور کردار میں وہ تمام خوبیاں یکجا کر دی تھیں جو ہر مرد ایک مکمل عورت اور مثالی بیوی کے پیکرِ ذات میں مجسم دیکھنا چاہتا ہے۔

وہ دونوں کوئی ایک درجن بنڈل اٹھائے اندر آئے تھے۔ سونی خوب ہنس رہی تھی۔ اس نے بنڈل نیچے ڈھیر کیے اور صوفے پر دھڑام سے گر گئی "بھیا' آج تو بس کمال ہی ہو گیا۔"

میں نے کہا "وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ کمال رولا ہو رہا ہے۔"

عینی کھڑی ہو کے اونچی ایڑی پر کسی رقاصہ کی طرح گھوم گئی "کیوں' کیا میں اچھی نہیں لگ رہی ہوں اس لباس میں؟"

"دوسروں کی میں کیا کہوں۔ اپنی ذاتی رائے میں محفوظ رکھتا ہوں۔"

عاقل نے کہا "ویسے تو میں بھی قدامت پرستی کی حد تک روایت پرست ہوں۔"

میں نے کہا "یعنی مشرقی لباس کے حسن کے قائل ہو۔ پھر یہ کیا ہے؟"

اس نے سر کھجایا "یہ عینی کی پسند ہے اور میں اس معاملے میں ذرا جمہوری مزاج رکھتا ہوں۔ اپنی پسند کسی پر تھوپ نہیں سکتا۔"

عینی نے منہ بنا کے کہا "لباس کو مکمل ہونا چاہیے۔ یا تو کوئی لباس مشرقی ہو یا مغربی۔ جنوبی ہو یا شمالی۔ اگر اچھا لگے تو پہن لو۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے بھئی۔ مگر لوگ جو کہتے ہیں کہ کھاؤ اپنی پسند کا اور پہنو سب کی پسند کا۔"

وہ ہنسی "اور میں کیا کر رہی ہوں۔ یہاں کون پسند کرے گا چٹاپٹی کا غرارہ یا ریشمی لاچا کرتا۔ یہ خود فرما رہے تھے کہ روم میں وہی کرنا چاہیے جو رومن کرتے ہیں۔"

میں نے سامان کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے کہا "آج سارا دن یہی شاپنگ کرتے رہے؟"

عاقل نے کہا "نہیں۔ اور بھی بہت سے کام کیے ہیں۔"

میں نے اندر کی طرف دیکھا "ذرا خیال رکھو۔ روشنی

کے سامنے کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے۔"

عینی نے سرگوشی کی "کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے بھیا!"

"بہت سی باتیں ہیں مگر میں ابھی نہیں بتاؤں گا۔ آئندہ گھر میں بھی ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے جس کا تعلق ہمارے معاملات سے ہو۔ وہ چھپ چھپ کے سنتی ہے۔"

"مس عینی!" عاقل نے کہا "اگر تم اصرار کرو گی کہ میرے ہاتھ کی چائے پی کے جاؤ تو میں انکار نہیں کروں گا۔"

عینی نے کہا "آپ تشریف لے جا سکتے ہیں اگر جانا چاہیں۔"

"دیکھا۔ مجھے معلوم تھا تم مجھے چائے نہیں دو گی۔ اگر میں چاہوں کا مطلب تو یہی ہوا نا کہ تم نہیں چاہتیں" وہ اپنے جوتوں کے تسمے کھولنے لگا "اب یہ کبھی کوئی تم کہ جوتے اتار کے آرام سے بیٹھو۔"

عینی نے کہا "میری طرف سے تم جوتوں سمیت سو جاؤ۔"

"اچھا اچھا۔ تمہاری یہ بھی مرضی ہے کہ میں گھر نہ جاؤں۔ یہیں سو جاؤں۔ خیر میں سوچوں گا' فی الحال تم چائے تو لاؤ۔"

اسی وقت روشنی باتھ روم سے نکل آئی۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے سامان کے ڈھیر کو دیکھا "آ گئے تم لوگ۔ یہ کیا کچھ اٹھا لائے؟"

عاقل نے کہا "کوئی خاص چیز نہیں' بس اسباب خانہ داری۔ دراصل آج خاتونِ خانہ نے اس ناچیز کباڑی کے کباڑ خانے کا دورہ کیا تو معلوم یہ ہوا کہ وہاں ٹوتھ برش سے ٹی وی تک کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو رکھنے کے قابل ہو۔"

"سوائے تمہارے؟" میں نے کہا۔

روشنی چیزیں اٹھا کے دیکھنے لگی "کب تک پروگرام ہے خانہ آبادی کا؟"

عاقل بولا "میں پہلے بھی اپنا بیان ریکارڈ کرا چکا ہوں۔ میں تو چاہتا ہوں آج اور ابھی لیکن آپ لوگ..... دقیانوسی خیالات رکھنے والے بزرگ۔ رسموں اور رواجوں کے چکر میں دیر کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "اب اس کی گنجائش نہیں رہی۔ اگلے دو تین دن میں ہم جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے معاملے کو مزید موخر نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم کچھ مشکلات ہیں۔"

وہ صوفے پر لیٹ گیا "ویسے تو زندگی مشکلات سے عبارت ہے اور مشکلوں کے بغیر جینا بھی کیا جینا۔ لیکن اس معاملے میں کیا مشکل ہے؟ شادی خود ایک مشکل ہے بلکہ زندگی کا باب مشکلات ہے۔"

میں نے کہا "میں انتظامی مشکلات کی بات کر رہا تھا۔"

"یہاں سب سے بڑی آسانی یہی ہے کہ انتظام کچھ نہیں کرنا پڑتا۔"

میں نے کہا "ہاں' اب یہی ہو گا۔ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوایا جائے گا اور میں عینی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

روشنی نے کہا "ایسے ہی ہوتی ہیں شادیاں یہاں۔"

عاقل بولا "اس میں زیادہ جذباتی اور اداس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ازدواجی زندگی کی کامیابی ہرگز اس دھوم دھام سے مشروط نہیں جو سیکڑوں افراد کی برات اور دعوت سے ہوتی ہے۔"

میں نے کہا "یہ تو خیر ٹھیک ہے۔ اصل چیز ہے ایک ذمے داری کا احساس۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' یہ احساسِ ذمے داری مجھ میں ہے یا نہیں؟"

میں نے ہنس کے کہا "اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا تو میں اتنا بڑا فیصلہ کر سکتا تھا؟ کیا میں یہ رسک لیتا کہ اس بے وقوف چھوٹی سی لڑکی کو جو میری بہن ہے' وطن سے ہزاروں میل دور جہاں اس کا کوئی بھی نہیں ہے' اکیلا چھوڑ جاؤں۔"

عاقل نے کہا "تم بالکل روایتی قسم کے بڑے بھائی یا بہن کے ابا کی طرح سوچ رہے ہو۔ نہ وہ بے وقوف ہے' نہ چھوٹی سی لڑکی اور نہ اکیلی۔"

میں نے کہا "پتا نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے۔ چھوٹی بہن اور بیٹی کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو جائیں' بی اے' ایم اے کر لیں یا ڈاکٹر انجینئر بن جائیں۔ ماں باپ کے لیے وہ وہی ننھی سی بچی رہتی ہے جو ان کی گود میں چڑھی پھرتی تھی۔ بات بات پر ضد کرتی تھی' ایک منٹ میں ٹپ ٹپ آنسو بہاتی تھی اور ایک ٹافی مل جائے تو کھلکھلا کے ہنسنے لگتی تھی۔ وہ اس کے لیے ہمیشہ ویسے ہی فکرمند رہتے ہیں۔"

وہ مجھے تسلی دینے کے لیے بولا "وہ بہت خوش رہے گی یہاں۔ میں خوش رکھوں گا اسے۔"

میں نے کہا "چلو ہم کام کی بات کرتے ہیں۔ یہ بتاؤ کل تک تم کیا کر سکتے ہو؟"

"جو حکم ہو۔ بس ایک تو سر کے بل کھڑا ہو کے سائیکل نہیں چلا سکتا' راگ میاں کی ملہار تین تال میں نہیں گا سکتا۔ کریلے کا سوپ شربت سمجھ کے نہیں پی سکتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "یار' سیریس ہوجاؤ۔ یہ بتاؤ شادی کہاں ہوگی؟"

"شادی کا سانحہ قید زمانہ و مکان سے آزاد ہے۔ یہ کہیں بھی پیش آسکتا ہے۔ میرے دولت کدے پر یا آپ کے غریب خانے پر۔ کسی مسجد میں یا ہائیڈ پارک میں جہاں کچھ بھی کہنے کی آزادی ہوتی ہے۔ ویسے میں نے ایک شادی سرِراہ بھی اٹینڈ کی ہے۔ جس میں مولوی تیز تیز قدموں سے فٹ پاتھ پر چلتا جارہا تھا۔ اسے کہیں پہنچنے کی جلدی تھی۔ دولھا اس کے دائیں ہاتھ پر چل رہا تھا اور دلہن بائیں جانب دوڑ رہی تھی۔ انہیں بھی کہیں پہنچنے کی جلدی تھی۔ چلتے چلتے مولوی نے وہ روایتی سوال کہدیا کہ جلدی بول۔ یس یا نو ایسے بولنا کہ سب سن لیں چنانچہ دولھا نے چیخ کے کہا کہ قبول کیا۔ پھر دلہن نے ہانپتے ہوئے آواز نکالی کہ ہاں جی ہاں' قبول نہ کرنا ہوتا تو آرام سے گھر بیٹھی ہوتی۔ نکاح خواں نے پلٹ کر ایک گواہ سے کہا کہ تم نے سنا؟ چلو دستخط کرو فٹافٹ۔ پھر دوسرے کو رجسٹر تھمادیا۔ دونوں گواہ بس ایسے ہی راہ چلتے پکڑ لیے گئے تھے۔ جان پہچان کوئی نہیں تھی مگر تھے عاقل و بالغ مسلمان۔ گواہی کی شرط پوری کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے رجسٹر لپیٹ کر بغل میں دبایا۔ ہاتھ ملا کے دولھا دلہن کو مبارک باد دی اور کہا کہ کورٹ میں بھی رجسٹریشن کرانا مت بھولنا ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔ اور پھر لپک کے ایک بس میں چڑھ گئے۔ دولھا دلہن نے بھی ایک ٹیکسی پکڑلی اور بولے کہ بھئی ہم بھی چلتے ہیں ہوٹل جہاں ہمارا حجلہ عروسی بک ہے۔ صبح سویرے منہ اندھیرے ہمیں ہنی مون کے لیے سانپریس جانا ہے اور فلائٹ پکڑنی ہے۔ اس لیے خدا حافظ۔ دونوں گواہ بے دقوفوں کی طرح فٹ پاتھ پر کھڑے رہ گئے۔ ان میں جو عاقل تھا وہ یہ ناچیز تھا جو آج نامزد دولھا ہے۔"

عینی اتنی دیر میں چائے لے آئی تھی اور اس نے شاید یہ واقعہ پہلے بھی سنا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "پیشہ ور گواہوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

روشنی کا ہنستے ہنستے برا حال ہوگیا "تم گپ لگا رہے ہو یا واقعی ایسا ہوا تھا؟"

میں نے کہا "یہ فلمی اسٹوری رائٹر ہے' پچویشن ہو نہ ہو۔ مزاحیہ سین ڈال دیتا ہے۔"

عاقل نے احتجاج کیا "یہ ایک سو ایک فیصد سچ اور میری آپ بیتی ہے۔"

میں نے کہا "اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی ہوگی چلتے چلتے ہی لیکن ہمیں اتنی جلدی بہرحال نہیں ہے۔"

"جلدی پڑی ہوئی ہے دلہن کو کہ اچھا بھلا کانٹھ کا الو پھنس گیا ہے۔ ہاتھ سے نہ نکل جائے" عاقل بولا۔

عینی نے چراغ پا ہو کے کہا "بکو مت۔ اتنی منت سماجت کس نے کی تھی۔ ہاتھ کون جوڑ رہا تھا۔"

"تم اور کون؟" عاقل ڈھٹائی سے بولا۔

عینی کا پارا اور چڑھ گیا "اچھا جاؤ دفع ہو جاؤ۔ نہیں کرنی مجھے شادی۔"

عاقل نے فریاد کی "جناب قائم مقام سسر صاحب۔ آپ دیکھ رہے ہیں اپنے مجازی خدا کے ساتھ اس چاندسی بیوی کی زبان درازی جسے آپ میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے عینی کو ڈانٹا "تم چپ بیٹھو ورنہ جاؤ یہاں سے۔"

وہ اپنی بات پر اڑی رہی "میں ہرگز شادی نہیں کروں گی اس سے۔"

میں نے کہا "تم سے پوچھا ہے کسی نے؟"

"ہاں۔ تم اللہ میاں کی گائے ہو۔ بھیڑ بکری ہو۔ تمہیں کسی بھی کھونٹے کے ساتھ باندھا جاسکتا ہے" عاقل نے بھی اسے ڈانٹا۔

میں نے کہا "چلو چھوڑو۔ تم یا تو مذاق کررہے ہو یا لڑ رہے ہو۔ اس وقت بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

عاقل کان پکڑ کے اٹھ بیٹھا "اچھا اب کوئی فضول بات نہیں ہوگی سوائے شادی کی بات کے۔ میں کل کسی وقت برات لے کر آجاؤں' کیوں دلہن!"

عینی ہنس پڑی "مسخرے۔"

میں نے کہا "برات سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کتنے لوگ ہوں گے؟"

"جتنے بھی دستیاب ہوئے۔ دوست مجبوراً ساتھ آئیں گے۔ دشمن بڑی خوشی سے شریک ہوں گے میرا عبرتناک انجام دیکھنے کے لیے۔ سوچ رہا ہوں دو پولیس والے بھی لے آؤں۔"

"پولیس والے؟ وہ کس لیے؟" روشنی حیران ہوئی۔

"مجھے پکڑلیں اگر میں جائے واردات سے بھاگنے کی کوشش کروں۔ کیا پتا اچانک میری عقل ٹھکانے آجائے۔"

"تم باز نہیں آؤ گے" عینی اپنی ہنسی کو دبا کے غرائی۔

میں نے کہا "اوکے۔ اب کوئی تعداد بتادو تاکہ ہم یہاں کچھ انتظام کریں' ہماری طرف سے تو بس یہی سب لوگ ہوں گے جو اس وقت نظر آرہے ہیں۔"

وہ اندھوں کی طرح آنکھیں جھپکا کے بولا "کتنے لوگ ہیں

ہاں۔ عینی' مجھے تو تمہارے سوا کچھ بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ ادھر دیکھتا ہوں' ادھر تو ہی تو ہے۔"

میں نے کہا "ابھی کیا کہا تھا تم نے؟"

وہ ایک دم سیدھا ہوگیا "چھ سات لوگ ہوں گے۔ پانچ سے زیادہ اور دس سے کم۔ ان میں ایک مولوی بھی شامل ہے۔ وہ درست ہے میرا اور ہفتے میں ایک بار جمعے کی نماز پڑھانے ایک کمیونٹی سینٹر جاتا ہے۔ خطبہ بہت اچھا دیتا ہے۔ فی الحال عالم ہے' مگر انگریزی پڑھاتا ہے۔ باقی سب میرے جیسے ہیں۔ نہ پورے مسلمان نہ پورے ادیب۔ آدھے تیتر آدھے بٹیر۔ لندن میں جھک مار رہے ہیں کیونکہ پاکستان میں جھک بھی نہیں مار سکتے تھے۔"

میں نے کہا "آج میں فون پر نیلم سے بات کروں گا۔ بات کیا کرنی ہے۔ اسے بتانا ہے۔ وہ خاصی مایوس ہوگی لیکن کچھ ہو نہیں سکتا۔"

"ہاں۔ بدقسمتی ہے کہ اسے ابھی تک میرے جیسا ایک نہیں ملا۔ ورنہ ہزاروں کھڑے ہیں لائن میں" عاقل آہ بھر کے بولا "ویسے فرسٹریشن ہوگی اسے عینی کی شادی کی خبر سے۔"

میں نے کہا "بہتر ہے کہ اب تم جاؤ ورنہ مار کھاؤ گے مجھ سے۔"

وہ دردناک آواز بنا کے بولا "ابھی سے یو آئی پی سلوک ہورہا ہے۔ ایک ہونے والے گھرداماد کے ساتھ۔"

روشنی ہنسی "یہ یو آئی پی کون ہوتا ہے؟"

"ان امپورٹنٹ پرسن۔ غیر اہم شخص۔ ناچیز بھی کہتے ہیں اسے۔"

میں نے کہا "ناچیز صاحب' یہ مسئلہ تو کوئی نہیں مگر شرعی ضرورت ہے۔ حق مہر!"

وہ بولا "میں سادہ چیک پر دستخط کرکے دے دوں گا۔ عینی جو چاہے لکھ لے۔"

"چلو رہنے دو اپنا بلینک چیک۔ مجھے پتا ہے وہ کس اکاؤنٹ کا ہوگا۔ جس میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے" عینی نے کہا۔

میں نے کہا "رقم لکھنی پڑے گی نکاح فارم کے خانے میں۔"

"ایک لاکھ پاؤنڈ لکھ دیں" روشنی نے پوچھا۔

عاقل بولا "بس؟ ایک لاکھ سے کیا ہوگا۔ ایک کروڑ پاؤنڈ تو لکھو۔"

میں نے فیصلہ صادر کیا "ایک ہزار پاؤنڈز۔ اور کچھ۔"

روشنی نے سوال کیا "یہ تو بتایا ہی نہیں تم نے کہ پوری تیاری کے ساتھ آؤ گے۔ کلاہ شیروانی سہرا باندھ کے۔"

"ہاں۔ ایک گھوڑے پر دولھا' دوسرے پر مولوی صاحب۔ باقی براتی پیچھے نعرہ تکبیر لگاتے۔ لندن کی سڑکوں پر سے یہ اسلامی لشکر گزرے گا تو کل کے سارے اخبارات میں تصویریں چھپ جائیں گی کہ مجاہدین کا ایک دستہ افغانستان میں جہاد کرنے گیا ہے۔ مس روشنی' آپ تو اندھیرا ہیں جہالت کا' گستاخی معاف۔"

"کیوں' میں نے خود شرکت کی ہے ایسی شادیوں میں جہاں دولھا دلہن پورے روایتی لباس میں تھے۔" روشنی نے خفگی سے کہا۔

"وہ ان دونوں کی دوسری شادی ہوگی۔ پرانا لباس کام آگیا۔ میری تو یہ پہلی اور آخری شادی ہے۔"

"یہاں نئے کپڑے کون بنواتا ہے۔ دولھا دلہن کا لباس کرائے پر ملتا ہے۔ پاکستان سے شادی کرکے آنے والے بیچ دیتے ہیں۔ تم جاکے دیکھو تو سہی' کیسے کیسے ڈریس ہیں ان کے پاس" روشنی نے کہا۔

خلاف توقع عینی نے کہا "میں تو پہنوں گی۔"

میں نے اپنا سر پکڑلیا "چار دن میں ولایت کی ایسی ہوا لگ گئی ہے تجھے کہ پٹ پٹ بول رہی ہے۔ کیسی بے شرم دلہن ہے۔"

عینی نے میری بات جیسے سنی ہی نہیں "اور عاقل تم اپنے لیے بھی لے آنا ایک فل ڈریس۔ سلک کی گولڈن شیروانی۔ گولڈن کلاہ اور گولڈن کھسے۔ میرے لیے لال جوڑا۔ جس پر خوب بھاری کام ہو۔ غرارہ ورنہ شرارہ۔ مگر ہو لال' کوئی اور رنگ لائے تو میں نہیں پہنوں گی۔"

اب مجھے غصے سے زیادہ ہنسی آنے لگی تھی "تو خود چلی جا دولھا کے ساتھ اور پسند کرلے۔"

عینی نے چٹکی بجائی "کیا آئیڈیا ہے بھیا۔ یہ ٹھیک ہے۔"

عاقل دھاڑنے لگا "کیا ٹھیک ہے؟ تمہارا دماغ خراب ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ جو بھوسا ہے تمہارے سر میں۔ وہ بھی خراب ہے۔ تم نے کیا سمجھ رکھا ہے مجھے آخر۔ میں شکل سے الو لگتا ہوں تو کیا الو کا پٹھا ہوں۔"

"عاقل' میں نے کہہ دیا۔ یہ شرط ہے میری" عینی بھی چلا کے بولی۔

"اجی' بھاڑ میں گئی شرط۔ میں آؤں گا بنیان اور نیکر میں۔ ننگے پاؤں اور بغیر منہ دھوئے۔"

"ایمان سے میں اندر نہیں گھسنے دوں گی۔ اگر تم نے دولھا کا لباس نہ پہنا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نمٹنے کیسے نہیں دوگی۔ تمہارے باپ کا گھر ہے۔"

"باپ تک مت جاؤ۔"

"اور نمٹنے کا سوال تو تب پیدا ہوگا جب میں آؤں گا" عاقل بولا۔

"تم نہیں آؤ گے؟" عینی کی شکل رونے والی ہوگئی۔

"نہیں۔ میں جاؤں گا ہی نہیں تو آؤں گا کیسے۔ میں بیٹھا ہوں یہاں' ابھی فون کرکے بلاتا ہوں سب کو کہ نکاح ہے ایک گھنٹے بعد۔ تمہیں لے کر ہی جاؤں گا اب۔"

"میں نے بھی قاضی کے سامنے انکار نہ کردیا تو کہنا۔ سب کے سامنے جوتا پڑے گا منہ پر۔" عینی پیر پٹختی ہوئی اٹھ کے چلی گئی۔

میں نے کہا "یار اسے میں کیا کہوں۔ تم اس سے زیادہ بچے ہو۔ کیا حرج ہے اگر تم اس کی مان لو۔ ایک گھنٹے کے لیے پہن لینا یہاں آکے اس کی پسند کے کپڑے۔"

وہ دانت نکالنے لگا "میں تو خیر پہن کے آجاؤں گا۔ اسے کون تیار کرے گا' میں اپنے دوست کی بیوی سے کہہ دوں؟"

"کوئی ضرورت نہیں۔ میں جو ہوں" روشنی نے کہا "ہم ایک دوسرے کی مدد کرسکتے ہیں ورنہ میں اپنی بہن کو بلالوں گی۔ وہ دلہن میک اپ کی ایکسپرٹ ہے۔ لندن میں بڑے معاوضے پر بلایا جاتا ہے اسے۔ پاکستان اور انڈین خاندانوں کی شادیاں بہت ہوتی ہیں بلکہ میرا تو خیال ہے کہ سب کچھ اس پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر چیز اپنے ساتھ لے آئے گی۔ اسے معلوم ہے سب کہ لندن میں کون سی چیز کہاں اچھی ملتی ہے۔ دوپہر کے بعد دو تین گھنٹے وہ فری ہوتی ہے۔ سوپا ؤنڈز ہنسی خوشی دے دیتے ہیں لوگ اسے۔ ہم بھی دے دیں گے۔ پیسے کے معاملے میں وہ بڑی کمینی ہے۔ چھوڑے گی نہیں بہن کو بھی۔ میں جانتی ہوں" وہ اپنی دھن میں بولتی جارہی تھی۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ باقی سب لوگ خاموش ہوکے اسے دیکھ رہے ہیں۔

میں نے کہا "میں بھی جانتا ہوں تمہاری بہن کو بہت اچھی طرح روشنی۔ خود تم نے بہت کچھ بتادیا تھا اس کے بارے میں۔ اور پھر خود میں نے تمہاری ماں کی موت پر دیکھ لیا کہ وہ کس قدر کمینی ہے۔ مگر میں یہاں کسی کمینے یا کمینی کو مدعو نہیں کررہا ہوں۔"

عاقل نے کہا "اس کے علاوہ۔ شادی ہماری ہورہی ہے۔ میری اور عینی کی۔"

روشنی نے مضبوط لہجے میں کہا "میرے گھر میں پہلے میری شادی ہوگی پھر کسی اور کی۔"

میں نے کہا "یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں ناممکن ہے؟" روشنی نے چمک کے کہا "نکاح خواں ہمارا نکاح بھی پڑھا سکتا ہے۔ وہ انکار تو نہیں کردے گا۔ کیا ایک ساتھ دو شادیاں خلافِ شرع ہیں۔ اگر ہم سب کی خوشی دوچند ہوجائے۔"

میں نے کہا "روشنی' میں نے تمہیں بتادیا تھا۔"

"جو تم نے کہا تھا' وہ کسی آسمانی صحیفے کا حصہ نہیں تھا کہ اسے بدلا نہ جاسکے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اتنے الرجک کیوں ہورہے ہو؟"

میں نے سخت لہجہ اختیار کرلیا "جب ایک بار ہم نے طے کرلیا کہ پاکستان جاکے شادی کریں گے تو پھر یہ ضد کیوں؟"

"ضد تم کررہے ہو۔"

اچانک عینی نے تلخ لہجے میں کہا "چلو رہنے دو روشنی۔ ہم تمہارے گھر میں شادی نہیں کریں گے۔"

عاقل نے کہا "بالکل ٹھیک۔ ہم دونوں چلے جائیں گے' کسی کمیونٹی سینٹر میں اور پھر میرج رجسٹریشن آفس۔"

عینی کا چہرہ غصے سے لال ہونے لگا تھا "ویسے تمہاری یہ غلط فہمی بھی دور ہوجانی چاہیے کہ ابھی تم اس گھر کی مالک نہیں بنیں۔ یہ میرے بھائی کا گھر ہے لیکن میں یہاں کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی اپنی شادی میں۔ جسے میں بلانا چاہوں گی بلالوں گی۔ لیکن ان میں تمہارا نام بہرحال شامل نہیں ہوگا۔"

احساسِ ذلت سے روشنی کا چہرہ تاریک ہوگیا مگر اس سے پہلے کہ وہ زیادہ نفرت انگیز اور آگ لگانے والا جواب دیتی' کال بیل بجنے لگی اور بدقسمتی سے وہ محاورہ صحیح ہوگیا کہ شیطان کو یاد کیا جائے تو وہ فوراً حاضر ہوجاتا ہے۔ عاقل نے دروازہ کھولا اور خوشبو کا جھونکا بنی ایک لڑکی سیدھی اندر آگئی۔ وہ سرتاپا مغربی تہذیب کا شکار تھی لیکن اپنی صورت کے نقوش اور سانولی رنگت سے وہ ایشیائی لڑکی ہی نظر آتی تھی۔ اس کے لباس اور انداز واطوار میں خود اپنا اشتہار دینے والی بے حیائی تھی اور وہ گناہ کا چلتا پھرتا دعوت نامہ تھی۔

تعارف ہونے سے پہلے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ روشنی کی بہن کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ ایک تو اس لیے کہ اتنے گھر میں اتنی بے باکی سے کوئی اجنبی لڑکی داخل نہیں ہوتی تھی۔ پھر اسے دیکھتے ہی روشنی لپک کے اٹھی۔ میں سمجھ گیا

اب صورت حالات کس حد تک خراب ہوسکتی ہے۔ اس کا تنا میرے لیے کسی طور نحوست کے نازل ہونے سے کم نہ تھا کیونکہ اس وقت مخالف جذبات کی آگ پہلے ہی بھڑکی ہوئی تھی۔ روشنی کی بہن اس پر تیل ڈال کے اسے اور بھڑکا سکتی تھی۔

روشنی نے اسے گلے لگا کے کہا "شیری تو۔ اچانک۔۔۔ بغیر بتائے؟"

وہ ہم سب پر نظر ڈال کے بولی "میں نے سوچا تو ناراض ہوگی۔ تجھے منالوں۔ ویسے آج میرا ڈے آف تھا اور ذرا تیرے ٹھاٹ باٹ بھی دیکھنے تھے۔"

روشنی نے بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کا تعارف کرایا "یہ میری بہن ہے بشیراں۔ یہاں سب شیری کے نام سے جانتے ہیں۔ اور شیری! یہ عاقل ہے' ایک جرنلسٹ اور اسٹوری رائٹر۔"

شیری نے منہ گول کرکے سیٹی بجائی "واؤ' چارمنگ بینگ مین" اس نے عاقل سے بے تکلف مصافحہ کیا۔

میں نے کہا "اور یہ عینی ہے۔ میری بہن' کل اس کی عاقل سے شادی ہورہی ہے۔ یہ ذرا کم تجربہ کار صحافی ہے لیکن یہ دونوں مل کے اب اپنا اخبار نکالیں گے۔"

شیری کے ساتھ روشنی کا رنگ کچھ پھیکا پڑا "اور یہ۔۔۔"

شیری نے میری طرف ہاتھ بڑھادیا "بتانے کی ضرورت نہیں' میں سمجھ گئی۔ آج کل تو اس کے ساتھ رہتی ہے" اس نے بڑی بے شرمی سے مجھے آنکھ ماری۔

میں نے کہا "میرا نام شاہ عالم ہے۔"

اس کی بھوئیں کھنچ گئیں۔ "تمہیں کہاں دیکھا ہے پہلے' کیا ہم مل چکے ہیں؟"

"کوئی چانس نہیں۔"

"پھر ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں جانتی ہوں تمہیں؟"

میں نے کہا "ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ مجھے جانتے ہیں۔ شاید کروڑوں۔ کیونکہ میں پاکستان کی سیاسی زندگی میں ایک پارٹی سربراہ کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتا تھا اور اسمبلی کا ممبر تھا۔"

"آئی سی۔ شاید یہی وجہ ہوگی۔ میں نے تصویریں دیکھی ہوں گی تمہاری" شیری بڑے اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کے بیٹھی تو میرے لیے سامنے دیکھنا دوبھر ہوگیا کیونکہ وہ سوا گز کپڑے میں پورے ہونے والے منی اسکرٹ میں تھی جو اوپر سے بھی اتنا کھلا ہوا تھا کہ اس پر جامے سے باہر ہونے کا گمان ہوہ صادق آتا تھا اور ہر پہلو سے۔ لیکن خود اسے کوئی پریشانی نہیں تھی بلکہ الٹا وہ میری پریشانی سے مطمئن اور شاداں وفرحاں تھی۔

اچانک عاقل اٹھ کھڑا ہوا "چلو بھئی۔ اٹھاؤ یہ سب سامان۔ اسے میرے اپارٹمنٹ چھوڑ آتے ہیں ابھی۔"

عینی نے بڑی فرمانبرداری سے تعمیل کی "ہوسکتا ہے واپسی میں دیر ہوجائے بھیا۔ اور بھی کچھ کام نمٹانے ہیں آج ہی۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مزید خرابی اور تلخی سے گریز پا ہیں۔ بڑی ہوشیاری سے عاقل نے مجھے پیغام دے دیا تھا کہ مجھے ملنا ہو تو وہ کہاں ہوں گے۔ روشنی تو ان کے فرار سے کچھ مایوس ہوئی لیکن شیری نے اس طرزِ عمل پر کوئی توہین محسوس نہیں کی۔ وہ اسی ادائے دلبری کے ساتھ خودنمائی میں مگن رہی۔

میں نے کہا "چلو' میں یہ سامان باہر پہنچادوں" میں نے عینی کے ہاتھ سے آدھے بنڈل لے لیے۔

روشنی میری چالاکی کو سمجھ گئی "شیری' تو بیٹھ' میں آتی ہوں انہیں سی آف کرکے" وہ ہمیں تنہائی میں کوئی بات کرنے کا موقع فراہم کرنا نہیں چاہتی تھی۔

باہر جہاں عاقل کی کار کھڑی تھی' عینی نے اپنا بوجھ بھی مجھے تھمادیا اور خود آگے بیٹھنے کے لیے رک گئی۔ عاقل پیچھے ڈکی کھولنے لگا تو میں بھی پیچھے گیا اور روشنی سائے کی طرح میرے ساتھ رہی تاکہ مجھے اکیلے میں عاقل سے کچھ کہنے کی مہلت ہی نہ ملے مگر میں گھوم کر دوسری طرف چلا گیا۔ عاقل ڈکی کھولے میرے اور روشنی کے درمیان حائل تھا۔ موقع پاتے ہی میں نے عینی سے کہہ دیا "میں ابھی آتا ہوں تمہارے پیچھے پیچھے" اور بنڈل عاقل کو پکڑانے لگا۔ روشنی کے کانوں تک میری سرگوشی نہیں گئی۔

اندر آنے سے پہلے میں نے روشنی سے کہا "اپنی اس بہن سے کہو کہ ذرا شرافت سے بیٹھے میرے سامنے۔"

"وہ بدمعاشی کیا دکھارہی ہے؟" روشنی نے زبردستی اس کی وکالت کی۔

میں نے کہا "اچھا پھر اس سے کہو یہ بالشت بھر کپڑے بھی اتار پھینکے اور ہوجائے ننگی۔ میں چلا جاتا ہوں۔"

شیری اب گھوم پھر کے گھر دیکھ رہی تھی "روشنی۔ اس مرتبہ بندہ تو اچھا پکڑا ہے تو نے۔ مال بہت ہوگا اس کے پاس۔ پاکستان کے سیاست داں تو اسمبلی کی ممبری کو سونے کی کان سمجھتے ہیں۔"

میں نے کہا "پانچوں انگلیاں ایک برابر نہیں ہوتیں۔"

وہ قہقہہ مار کے ہنسی "کھاتے وقت تو ہوجاتی ہیں۔ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکستان میں سب کھا رہے ہیں۔ خوب کھا رہے ہیں دونوں ہاتھوں سے۔"

روشنی نے کہا "شیری۔ ہم بھی شادی کر رہے ہیں کل۔"

میں نے فوراً تردید کی "ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا۔"

"تیرے آنے سے پہلے یہی بحث چل رہی تھی" روشنی نے کہا "تو سن ساری بات اور مجھے بتا۔"

میں نے کہا "میں اپنے اور تمہارے مسئلے میں کسی تیسرے شخص کو ٹانگ اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

روشنی نے اپنی بات جاری رکھی "اب دیکھ۔ کل شادی ہو رہی ہے عینی اور عاقل کی۔ تو کیا ہمیں موقع سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ ہم بھی نکاح پڑھا لیں۔"

"روشنی' پلیز شٹ اپ۔ میرا فیصلہ قطعی ہے۔"

روشنی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولی "نہیں شاہ جی۔ ایسا نہیں ہے' تمہیں ماننی ہوگی میری بات۔"

میرا پارا چڑھ گیا "اور میں نہ مانوں تو کیا کرو گی تم؟"

وہ بے خوفی سے بولی "تمہیں پتا چل جائے گا۔"

میں نے دہاڑ کے کہا "میں کسی دھمکی میں آنے والا نہیں ہوں۔ تم کچھ بھی کر کے دیکھ لو۔"

وہ چلانے لگی "تم پچھتاؤ گے شاہ جی۔"

"مجھے پچھتانا منظور ہے۔ میں WORST کے لیے تیار ہوں روشنی۔ لیکن تم اپنا سب کچھ گنوا دو گی۔"

شیری نے صورت حال کی نزاکت کو سمجھ لیا۔ وہ اٹھ کے ہمارے درمیان آ گئی اور اس نے ہم دونوں کو دھکیل کر دور دور بٹھا لیا۔ میرا ردعمل روشنی کے لیے اتنا غیر موقع تھا کہ اسے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ میں نے کھل کے بات نہیں کی تھی مگر وا صح کر دیا تھا کہ میں جیل جانے کے لیے تیار ہوں۔ جیل میں مجھے کوئی پھانسی نہیں چڑھا سکتا۔ دھوکے بازی اور فراڈ کی سزا دو چار سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی' یہ بات روشنی بھی سمجھتی تھی اور یہ بھی اس نے فوراً سمجھ لیا کہ مجھے جیل بھجوانا اس کے لیے سو فیصد گھاٹے کا سودا ہے۔

اس نے اپنا رویہ ایک دم بدل لیا۔ "دیکھ شیری۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔"

شیری نے اپنے بیگ سے سگریٹ نکال کے لبوں میں دبائی اور ایک ننھے سے نازک اور سنہرے لائٹر سے جلائی "تو غلط کہہ ہی نہیں رہی ہے' بہت بڑی غلطی کر رہی ہے۔ کیا تو پاگل ہو گئی ہے جو یہ شادی کا غلامی والا طوق گلے میں ڈال رہی ہے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں سوچا تو نے؟"

روشنی کچھ نروس ہوئی "دیکھ شیری۔ لائف میں بالآخر سیٹل ہونا پڑتا ہے۔"

"بالآخر کی بچی۔ ابھی کون سی تیری عمر اتنی ہو گئی ہے۔ جلدی کیا ہے تجھے خود کو گھر کی چار دیواری میں قید کرنے کی۔ تو جانتی نہیں ان ایشیائی مردوں کی ذہنیت اور خصوصاً یہ سیاسی وڈیرے۔ خود تو زمانے بھر میں منہ مارتے پھرتے ہیں۔ بیوی کو رکھتے ہیں سات تالوں میں بند کر کے۔"

روشنی کچھ گھبرا گئی "ارے نہیں' شاہ جی ایسے نہیں ہیں۔"

شیری نے بڑے جارحانہ انداز میں سگریٹ کا دھواں اگلا "یہ پہلے کہاں پتا چلتا ہے بے وقوف اور بعد میں کچھ ہو نہیں سکتا۔ اس لیے سوچ لے۔"

"سب سوچ لیا ہے میں نے۔"

"پھر بھی۔ جلدی مت کر۔ ابھی آزادی کو انجوائے کر۔ جب ایسا لگے کہ اب کوئی کاٹھ کا الو تو نہیں پھنس رہا ہے اچھی نسل کا۔ تو اپنی شرائط پر شادی بھی کر لینا۔"

میں نے طنز سے کہا "تمہاری بہن بڑی تجربہ کار ہے۔"

شیری نے میرے طنز کو ذرا بھی اہمیت نہیں دی "تو جانتی ہے میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو جوانی میں ہی گلہ کرنے لگتی ہیں کہ بڑھاپا کیسے گزرے گا۔ اس وقت اپنا شوہر اور اپنے بچے نہیں ہوں گے تو کون ساتھ ہو گا۔ بہت دور ہے وہ وقت ابھی۔ اور کیا پتا اس وقت تک میں کسی دولت مند بڈھے کو پھانس لوں۔"

"نہیں شیری۔ اس معاملے میں تیرے اور میرے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں وہ زندگی نہیں گزار سکتی جو تو گزار رہی ہے۔"

شیری ہنسنے لگی "تو ہے سدا کی ڈرپوک اور بزدل۔ بچپن ایک بار سانپ نے کاٹ لیا تو رسی سے بھی ڈرنے لگی۔ ارے نا زہریلا تو سانپ بھی نہیں تھا۔"

میں نے دیکھا کہ روشنی کا رنگ فق ہو گیا۔ شیری نے اس کے ماضی کی کسی دلگداز یاد اور کسی تلخ تجربے کا حملہ روانی میں دے دیا تھا۔ شاید وہ کچھ اور بولتی مگر روشنی نے میری نظر بچا کے اسے آنکھ ماری مگر میں نے دیکھ لیا۔

شیری سگریٹ بجھا رہی تھی۔ اس نے اپنی بکواس جاری رکھی "برا مت ماننا۔ زندگی تیری ہے۔ تو جسے چاہے بنا لے لیکن مجھے افسوس ہو گا بعد میں اگر تیری زندگی قید بامشقت بن گئی۔ اس لیے میں اپنا فرض ضرور ادا کر گئی سمجھانے کا۔"

روشنی نے اسے سختی سے روکنے کی کوشش کی "تو رہنے دے اپنی افلاطونیت۔ زندگی کا تجربہ مجھے بھی ہے۔"

"کیا فائدہ ایسے تجربے سے۔ ارے کرنی تھی تو اس سے کرتی' وہ کیا نام تھا اس صنعت کار کا جس نے خودکشی کا ڈراما بھی کیا تھا تیرے عشق میں۔ اور وہ کیا برا تھا جو بعد میں وزیر ہو گیا تھا۔ حمید شاہ بھروانی۔ بعد میں میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ میں نے بھی خوب لوٹا اسے مگر شادی کی بات پر صاف ہری جھنڈی دکھا دی۔"

ان انکشافات کا سلسلہ نہ جانے کس انجام تک جاری رہتا۔ شاید بڑی بہن اسے جوتے مار کے گھر سے نکال دیتی یا چھوٹی بہن وہ کہانیاں پوری سنا نے بیٹھ جاتی جن کے ابھی اس نے صرف عنوانات ہی پڑھے تھے لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی کی مداخلت نے یہ سلسلہ وقتی طور پر منقطع کر دیا۔

میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ فون رب نواز کا تھا "کیا مصیبت ہے شاہ جی۔ تم ملتے ہی نہیں گھر پر۔ کتنے فون کیے میں نے۔" وہ بگڑنے لگا۔

میں نے کہا "کتنے فون کیے؟"

"صبح' دوپہر' شام۔ تمہاری بیوی نے بتایا نہیں؟"

میں نے کہا "نہیں۔ میں اپنے چکروں میں گھر سے باہر رہتا تھا۔"

"ایسی کی تیسی تمہارے چکروں کی۔ تم سب مل کے مجھے چکر دے رہے ہو۔ میں ایک ایک سے نمٹ لوں گا۔ پیچھے سے میری ضمانت پر رہائی کی توثیق کر دی ہے اور میرا پاسپورٹ بھی واپس کر دیا ہے۔"

ظاہر ہے یہ میرے لیے خوشی کی خبر نہیں تھی۔ میں نے کہا "یہ کیسے ہوا' میرا مطلب ہے۔"

"یہ پاکستان ہے شاہ جی۔ سب کچھ ہو سکتا ہے یہاں۔ میں نے بڑے ٹاپ کے دو وکیل کر لیے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ بندے کو پھانسی کے تختے سے بھی اتار لاتے ہیں۔ وہ جو میرا مخالف وکیل تھا نا' وہ تمہاری بیوی کا خصم۔"

میں نے کہا "فرید عباسی۔!"

"ہاں وہی۔ اسی نے تو کیس کیا تھا میرے خلاف۔" وہ ابھی بھی بک بک کر رہا تھا کہ ضمانت پر رہائی سے کیس ختم نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ پتر' آہستہ آہستہ سب سمجھ آ جائے گی تجھے کہ اثر رسوخ اور پیسے کا قانون کتنا بڑا ہے اس قانون سے جو کتابوں میں لکھا ہے۔ اب اللہ نے چاہا تو دو چار دن میں لندن پہنچ جاؤں گا۔"

میں نے کہا "لندن تم سو بار آؤ لیکن میری تمہاری ملاقات شاید نہ ہو۔ میں تو بس ایک دو دن کا مہمان ہوں۔"

وہ بگڑ گیا "میرے آنے تک تم ٹھہرو۔"

میں نے کہا "سوری' میرا پروگرام پہلے سے طے ہے۔"

وہ گالیاں بکنے لگا "تمہارے پروگرام کی۔۔۔ تمہیں میرا انتظار کرنا ہو گا۔"

میں نے کہا "ورنہ کیا ہو گا؟ تم ہوتے کون ہو مجھے حکم دینے والے۔ پاگل کے بچے!"

وہ چلانے لگا "میں قتل کروا دوں گا تمہیں۔"

"پہلے ایک قتل کے مقدمے سے تو نمٹ لو۔۔۔ تم جیسے بھونکنے والے کتے بہت دیکھے ہیں میں نے۔ وہ کاٹنے لگیں تو گولی مار دیتے ہیں انہیں۔"

"میں جانتا ہوں تم اس لہجے میں کیوں بات کر رہے ہو۔ میرے لاکھوں پاؤنڈز ہضم کر کے تم میرے ساتھ دشمنی کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "فرض کرو' میں ایسا ہی کر رہا ہوں۔۔۔ پھر؟"

وہ مجھے ماں بہن کی گالیاں دینے لگا۔ میں نے ایک قہقہہ لگایا اور فون بند کر دیا۔ مگر ریسیور نیچے رکھتے ہی گھنٹی پھر بجنے لگی۔

روشنی نے کہا "کیا فائدہ اپنا دماغ خراب کرنے سے۔ کہہ دو اس سے کہ اچھا میں رک جاتا ہوں۔"

میں نے کہا "مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں" اور ریسیور اٹھا لیا "یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ڈر کے لندن سے بھاگ رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے جولی کی ہنسی سنائی دی "کیا ہو گیا ہے تمہیں سوئٹ ہارٹ۔"

میں نے کہا "اوہ۔۔۔ یہ تم ہو' آئی ایم سوری!"

"تم ا۔۔۔ اتنے غصے میں کیوں تھے۔ کیا جھگڑا ہوا ہے کسی سے۔"

میں نے کہا "ابھی ابھی رب نواز کا فون آیا تھا۔ مجھ سے ایسے لہجے میں بات کر رہا تھا جیسے وہ میرا باس ہے۔ میں نے بھی بہت گالیاں دیں۔"

"پھر تو آج اسے ڈبل ڈوز مل گئی۔ شام کو اس نے جمی سے بھی بات کی تھی اور جمی نے اسے خوب سنائیں۔"

"کیا جمی ضمانت پر رہا ہو کے آ گیا ہے؟"

"ابھی کہاں۔ رب نواز نے کاؤنٹی جیل میں فون کیا تھا۔ میں اس وقت وہیں تھی۔ وہ ایسے لڑ رہے تھے جیسے فون پر خون کر دیں گے ایک دوسرے کا۔ خیر تم لعنت بھیجو ان دونوں پر۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا "تم نے کیسے یاد کیا اس وقت؟"
"تمہارا وعدہ یاد دلانے کے لیے۔"
میں نے بے خیالی میں کہا "کون سا وعدہ؟"
"حد کرتے ہو تم بھی۔ تم بالکل بھول گئے کہ تمہیں ڈنر پر لے جانا تھا مجھے۔ لنچ تو غارت ہو گیا تھا۔"
میں نے کہا "مگر یہ دعوت تو تم نے دی تھی۔"
وہ ہنسی "لنچ پر میں نے انوائٹ کیا تھا۔ وہ ہو نہیں سکا۔ اب ڈنر پر میں تمہاری دعوت قبول کر رہی ہوں۔ کتنی دیر میں آ رہے ہو سویٹ ہارٹ؟"
میں نے سوچ کے کہا "آتا ہوں ابھی ایک گھنٹے میں۔"
"میں اپنے آفس میں ہوں' چشم براہ" اس نے ہونٹوں سے چومنے کی آواز نکالی اور فون بند کر دیا۔
میں نے گھڑی دیکھی "سوری لیڈیز۔ مجھے جانا ہے۔"
روشنی نے بدمزگی سے کہا "یہ کیا بداخلاقی ہے شاہ عالم۔ پہلے وہ دونوں واک آؤٹ کر گئے' اب تم جا رہے ہو؟"
میں نے کہا "انہیں تو جانا ہی تھا۔ تم نے انہیں احساس جو دلا دیا تھا کہ یہ گھر ان کا نہیں ہے' مجھے بھی کام ہے۔"
"شیری تم سے ملنے آئی تھی۔"
"غلط۔ شیری پہلے ہی بتا چکی ہے کہ وہ تمہیں منانے اور تمہارے ٹھاٹ باٹ دیکھنے آئی ہے۔"
وہ بولی "میرا خیال تھا کہ ہم ڈنر پر چلیں گے۔"
میں نے کہا "میں نے پہلے ہی کسی سے ڈنر کا وعدہ کر رکھا تھا۔"
شیری نے مسکرا کے مجھے آنکھ ماری "کسی خاتون سے؟"
میں نے کہا "تم جو چاہو سمجھ سکتی ہو۔"
میں نے ڈریس بدلا اور پندرہ منٹ میں تیار ہو کے گھر سے نکل گیا۔ اگر کچھ دیر پہلے کی تلخی سے میرا موڈ خراب نہ ہوتا تو شاید میں جولی کو انکار کر دیتا لیکن اب مجھے بہانے کی تلاش تھی۔ میں ان دونوں بہنوں کی صحبت سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ میرے ذہن پر تفکرات کا بوجھ تھا اور میں انتشار پیدا کرنے والے خیالات کے اعصابی دباؤ میں تھا۔ میں کچھ وقت ایک بدلے ہوئے ماحول میں گزارنے کا آرزومند ہو گیا تھا جہاں میں ریلیکس کر سکوں۔ جولی کے فون نے مجھے یہ موقع فراہم کر دیا اور نہ چاہنے کے باوجود بھی میں اسے ڈنر پر ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ کسی خوبصورت اور خوابناک ماحول والے ریسٹورنٹ کی فضا مجھے پرسکون کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی تھی۔
میں نے جولی سے ایک گھنٹے کی مہلت اس لیے لی تھی کہ پہلے میں عاقل کے اپارٹمنٹ جا کے اس نئی اور مشکوک صورت حال کو ڈسکس کرنا تھا۔ وہ دونوں بڑے بدمزہ ہو کے گئے تھے تاہم میرے بیٹھنے تک ان کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ چائے پی رہے تھے اور جلیبی کھا رہے تھے۔
"یہ ہم لیتے ہوئے آئے تھے" عینی نے کہا "ابھی تک گرم ہیں۔ تم بھی کھاؤ۔"
میں نے کہا "میں چائے پیوں گا۔"
عینی نے کہا "عاقل۔ جاؤ چائے بنا کے لاؤ۔"
"حکم چلا رہی ہو اپنے مجازی خدا پر۔ گنہگار عورت۔" عاقل نے توبہ کے انداز میں کانوں کو ہاتھ لگایا۔
"یہاں میں مہمان ہوں فی الحال۔" وہ شیرہ ٹپکاتی جلیبیاں کھاتی رہی "اور یہ گھر تمہارا ہے۔"
عاقل نے آہ بھری "جب گھر میرا نہیں ہو گا تب کیا ہو گا؟" اور کچن میں چائے بنانے گھس گیا۔
عینی کا غصہ لوٹ آیا "یہ جو روشنی ہے نا بھیا' یہ بہت بڑا عذاب مول لیا ہے تم نے' ساٹھ ہزار پاؤنڈز میں۔"
میں نے کہا "شاید یہ بھی مکافاتِ عمل ہے۔ میری بدبختی کی سزا ہے۔ میں اسے دھوکا دے رہا تھا۔ تقدیر نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔"
"سوال یہ ہے کہ اب تم کیا کرو گے؟"
"اب کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ تمہارے آنے کے بعد روشنی تو کھلی دھمکی پر اتر آئی تھی۔ اس وقت اگر میں دب جاتا تو اس کا حوصلہ اور بڑھ جاتا۔"
"پھر تم نے کیا' کیا؟ ہاتھ مار دیا کس کے؟" عینی مسکرائی۔
"بس اسی کی کسر رہ گئی۔ مار دیتا تو دماغ درست ہو جاتا۔"
"اس کا یا تمہارا؟ اگر وہ چلی جاتی پولیس کے پاس بھیا!"
میں نے کہا "اس کا دماغ ویسے ہی درست ہو گیا۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ ٹھیک ہے' تم جاؤ پولیس کو' وہ سب بتا دو جو تم جانتی ہو۔ اس سے کیا ہو گا۔ مجھے سات دو سال کی جیل ہو جائے گی اگر میرا جرم ثابت ہو گیا۔"
عاقل نے چائے کا مگ میرے سامنے رکھ دیا۔ "لیکن بقول شاعر۔ تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے۔"
"تم نے بڑا منہ توڑ جواب دیا تھا اسے" میں نے عینی سے کہا۔
"میں تو دانت توڑ یعنی دندان شکن جواب بھی دے چکی

تھی۔ ابھی اس نے وہ زبان سنی ہی کہاں ہے جو میں بولتی تھی۔" عینی ہنسی۔
"اس کی آدھی امیدیں تو اسی وقت خاک میں مل گئی ہوں گی جب عینی نے اچانک اعلان کر دیا گھر سے فوری رخصتی کا" عاقل بولا "میں خود یہی سوچ رہا تھا سامان اٹھانے سے پہلے۔ بقول ایک اور شاعر۔ بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا۔ اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے۔"
"جب میں بھی نکل آیا تو وہ گرم ہو گئی کہ سب اسے چھوڑ کے جا رہے ہیں۔ کسی کو مہمان کا بھی خیال نہیں۔"
"وہ مہمان تھی کہ بلائے جان۔ ظالم کی کیا ادا تھی۔ کیا انداز تھے۔ ایک بجلی تھی کہ نگاہوں کے سامنے کوندی اور دل پر گر گئی" عاقل آہ بھر کے بولا۔
"اچھا!" عینی نے دانت پیس کے کہا "میں گرا دوں تمہیں بجلی لگا کے۔ چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا دوں؟"
"وہ تو تم دیتی رہتی ہو۔ جب مسکرا کے دیکھتی ہو مجھے۔"
عینی نے میری طرف دیکھا "یہ اٹیلاگ سن رہے ہو نا بھیا۔ ایسے پٹڑی بدلتا ہے یہ آدمی۔"
میں نے کہا "دیکھو' مجھے جانا ہے۔"
"اس وقت کہاں جاؤ گے۔ گھر سے تو ابھی آئے ہو" عاقل نے کہا۔
"مجھے جولی کو ڈنر پر لے جانا ہے۔"
"ذرا بچ کے رہنا بھیا۔ وہ بھی بڑی خطرناک عورت ہے۔"
"تو کیا کم خطرناک تھی جب ملی تھی۔" میں نے کہا "اور فرق کیا کم خطرناک ہے۔ خطرناک تو چند ابھی بن گئی تھی۔"
عاقل نے کسی فلسفی کی طرح ارشاد کیا "اے عورت تیرا دوسرا نام خطرناکی ہے۔"
میں نے انہیں مختصراً دن بھر کے واقعات سے روشناس کیا اور پھر رب نواز کی دھمکی کے بارے میں بتایا "میرا خیال ہے کہ اب میں نے لندن میں اپنا قیام بڑھایا تو میری مشکلات بڑھتی جائیں گی۔"
"تمہارا وہ پلان تو مشکوک ہو گیا۔ روشنی کو بیوی بنا کر لے جانے کا۔"
"میرا خیال ہے ابھی مایوس نہیں ہوں میں۔ پلان ناکام نہیں ہوا۔ روشنی بعد میں سوچے گی تو پچھتائے گی۔ اس کی پرابلم یہ ہے کہ ایک طرف تو اس کی خواہش ہے کہ اس کا گھر ہو۔ جہاں اسے سب کچھ مل جائے۔ دولت' عزت' شہرت اور محبت۔ دوسری طرف وہ مجھ سے ڈرتی ہے کہ کہیں میں اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر کے چھوڑ نہ دوں۔ اسے ہم سب کا کردار بھروسے کے قابل نہیں لگتا۔ میں نے اپنی طرف سے کوشش ضرور کی تھی کہ اس کی ہر غلط فہمی رفع کر دوں۔ اسے سمجھاؤں کہ یہاں ہماری جنگی بھی پراسرار نظر آنے والی مصروفیات تھیں وہ غیر قانونی نہیں غیر اخلاقی تھیں ..... مگر میرا خیال ہے کہ یہ مقصد حاصل نہیں ہوا۔ وہ سمجھتی ہے کہ ہم خفیہ قسم کی سرگرمیوں میں ملوث جرائم پیشہ افراد کی چھوٹی موٹی مافیا ہیں۔ اب وہ کنفیوژن کا شکار ہے کہ ہمارے ساتھ رہ کے اپنی پوزیشن کو کس طرح مستحکم اور محفوظ کرے۔ محبت اور اپنائیت سے یا ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا کے۔"
"وہ صاف تمہیں بلیک میل کر رہی ہے بھیا!"
"اسے بہت جلد اندازہ ہو جائے گا بلکہ ہو گیا ہے۔ کسی حد

آسیب
آسیب۔ خوف، دہشت اور اسرار میں ڈوبی ایک خوفناک داستان۔
آسیب۔ ایک سرکش بدروح کا قصہ۔
نیکی اور بدی کی اس کشمکش کی داستان تحریر تک جاری رہے گی۔
قیمت: ۳۰ روپے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک کہ میں دھمکی یا دھونس میں آنے والا نہیں ہوں۔ اب وہ اپنا رویہ بدلے گی۔ وہ میرا ساتھ دے گی۔"

"اس کی بہن تو بڑی لوفر ہے" عینی نے کہا۔

میں نے کہا "وہ خود بھی اتنی پارسا اور پاکباز نہیں ہے جتنا خود کو ظاہر کرتی رہی ہے۔ ابھی باتوں باتوں میں اس کی بہن نے بہت کچھ بتا دیا تھا۔ روشنی کی حالت دیکھنے والی تھی۔ خیر چھوڑو روشنی اور تاریکی کی باتیں 'تم بتاؤ۔"

عاقل نے کہا "میں کیا عرض کروں۔ آپ بزرگ ہیں۔ آپ کے سامنے بات کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے مجھے۔ ہاں' یہ خاتون البتہ کافی بے شرم ہیں۔ شادی کے مسئلے پر یہی بات کریں گی۔"

عینی نے اسے گھور کے دیکھا "عاقل۔ بات کرو۔"

میں نے کہا "اس وقت تو خیر تم نے احتجاج کرتے ہوئے واک آؤٹ کر کے بالکل ٹھیک کیا۔ لیکن عینی' بھائی کے گھر پر حق جتانا ہی کافی نہیں۔ اس حق کا استعمال بھی کرو۔ ورنہ وہ سمجھے گی کہ بڑی آئی تھی بھائی کی بہن۔ ذرا آنکھیں دکھائیں تو ڈر کے بھاگ گئی۔"

"اس کا باپ بھی نہیں نکال سکتا مجھے۔"

"ہاں۔ مگر اس نے نکال دیا گھر کی مالکن بننے سے پہلے ہی" عاقل بولا۔

میں نے کہا "اب تمہیں اپنی بدمعاشی کا سکہ جمانا ہے تو کل آجاؤ پروگرام کے مطابق اور چیلنج دے دو کہ کوئی گڑبڑ کر کے دکھائے۔"

"اور اس نے عین وقت پر ہنگامہ کھڑا کر دیا پھر؟" عینی بولی۔

میں نے کہا "تجھے بھروسا نہیں ہے اپنے بھائی پر۔ عاقل خان' تم آؤ' برات لے کر اور عینی کو لے جاؤ لیکن اگلے دن اپنا یہ اپارٹمنٹ خالی کر دو۔ تمہیں کچھ عرصہ وہاں رہنا ہے جہاں ہمارے نوادرات کا سارا ذخیرہ پڑا ہے۔ ہم نے وہ مکان کرائے پر لیا ہے اس کے بعد مالک مکان خاتون سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں ایک بار گیا تھا تو وہ ملی نہیں۔"

عینی نے کہا "یہ تو ہم بھی طے کر چکے تھے۔"

میں نے کہا "کچھ عرصے بعد جب وہ نوادرات کا ذخیرہ پاکستان پہنچ جائے تو تمہاری مرضی ہے جہاں چاہو رہو۔ زندگی تمہاری اپنی ہے' مستقبل تمہارا ہے۔"

"ایک شوہر کا کیا مستقبل ہوتا ہے بیوی کی غلامی کے سوا۔ میں تو پیدائشی زن مرید ہوں۔ میرا صرف ماضی ہے۔"

"ذرا مے مت بولا کرو ہر وقت" عینی مسکرائی "انہوں نے آج ایک بڑا کام کیا ہے بھیا!"

میں نے کہا "ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"انہوں نے ایک اخبار کا سودا کر لیا ہے۔ پاکستان کے ایک سابق وزیر نکالتے تھے جو یہاں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں شوقیہ۔ ان کے واپس وطن جانے پر کوئی پابندی نہیں مگر وہ سیاسی بیانات سے واویلا کرتے رہتے ہیں کہ وہاں میں سیاسی مخالف ان کے عدالتی قتل کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔"

میں نے کہا "بڑی روانی سے بولنے لگی ہے تو۔"

وہ ہنسی "تم دیکھنا اتنی ہی روانی سے انگریزی بھی بولوں گی میں۔ اور صحافت میں میرا نام ان سے اونچا ہوگا۔ لوگ کہیں گے اچھا وہ عاقل۔ عینی کے میاں۔"

"تیرے لچھن تو ایسے ہیں ابھی سے کہ مجھے لگتا ہے تو صحافی نہیں ماڈل بن جائے گی۔ اخبار چلتا ہے۔"

عاقل بولا "پہلے دوڑتا تھا' پھر چلنے لگا۔ اب گھسٹ رہا ہے۔ اسے دھکا دے کر اسٹارٹ کرنا پڑے گا ابھی تو۔ دراصل مالک کو صحافت کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے لیے خود بھی ایک سیاسی بھونپو ایجاد کر لیا تھا۔ اس کی نام میں ایڈیٹر کی جگہ نام لکھا ہوا ہے موصوف کی اس کے بھائی کا جو لندن میں ہے۔ کام کرتا تھا نیوز ایڈیٹر کا کام کا آدمی تھا مگر اس اخبار نے اسے بھی نکما کر دیا۔ اس نے پہلے اخبار کو اخبار کی طرح چلایا مگر بعد میں جب اس نے دیکھا کہ اس کی عقل اور تجربے کی قدر کوئی نہیں کرتا تو وہ پروفیشنلزم بھول گیا۔ چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی اسی میں اپنا فائدہ دیکھا۔ اخبار کی اشاعت کم وزیر صاحب نے کہا کہ لندن میں ہونے کا چاہیے۔ اخبار کو پاکستان ہندوستان کی فلمی خبروں اور ایسی تصویروں سے بھر دیا گیا کہ خدا کی پناہ۔ چھچھورے اخباروں کی کوئی کمی نہیں۔ ایسے بھی ہیں عریاں تصویریں چھاپتے ہیں اور پھر بھی فروخت جھوٹے اسکینڈلز اور بلیک میلنگ والی خبریں یہاں سال بھر سے اخبار خسارے میں تھا اور اسٹاف اخبار بند ہو گیا تو کہاں جائیں گے۔ میں نے مو اٹھایا۔ وزیر صاحب تو چاہتے تھے کہ ملکیت اسی میں اخبار کو اپنی پالیسی کے تحت آزادانہ چلاؤں نقد سودے کی بات کی۔ ان کی لندن والی بیوی کا قابو آ گیا۔ میں نے اسے گولی دی کہ ایڈیٹر کی جگہ کا نام آتا رہے گا۔ اگر اخبار کا پبلشر میں بن گیا

زیادہ واقف نہیں تھا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ جیسے جیجا جی بس مالک تھے' ایسے ہی میں بھی مالک ہی رہوں گا۔ اور سب کچھ ویسے ہی چلتا رہے گا جیسے چل رہا ہے۔ آلو کا پٹھا' ایڈیٹر کی اولاد۔ مجھ سے کہنے لگا کہ سات سال کا تجربہ ہے میرا' جیجا جی کا تو نام بھی کوئی نہیں جانتا لندن میں۔ ہر جگہ میری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی لیے تو میں تمہیں مدیر اعلیٰ بنانا چاہتا ہوں۔ بس تم اپنے بہنوئی صاحب کو قائل کرو کہ چھوڑیں اس خسارے کے کام کو۔ اس نے شاید اپنی باجی کو پٹی پڑھائی اور باجی نے باجا صاحب کو قائل کر لیا۔ بیس ہزار پاؤنڈز میں بات بن گئی۔"

میں نے کہا "یہ کچھ زیادہ نہیں ہیں۔"

"زیادہ تو ہیں مگر ایک تو یہاں اردو کے چلتے ہوئے اخبار کا ڈکلریشن ملتا نہیں۔ دوسرے اخبار کا آفس بڑی صحیح جگہ پر ہے۔ تیسرے ویل فرنشڈ ہے اور چوتھی وجہ میں بتا نہیں سکتا۔"

عینی نے کہا "میں بتاتی ہوں۔ جو استقبالیہ پر بیٹھی ہے نا حرافہ۔ وہ تمہاری روشنی کی بہن سے کچھ کم نہیں ہے۔"

"آخر تم احساس کمتری میں کیوں مبتلا ہو جاتی ہو اتنی جلدی۔ اب خدا نے تمہیں جیسی صورت دی ہے۔ جیسا بھی رنگ روپ ہے۔ بس ٹھیک ہے۔ ہم تو دل پر جبر کر کے تمہاری تعریف بھی کرتے رہتے ہیں۔"

عینی نے کہا "تم دیکھنا' سب سے پہلے اس کی چھٹی نہ کی تو۔"

عاقل نے میز پر مکا مارا "تمہارا تو باپ بھی اسے نہیں نکال سکتا اپنی جگہ سے۔"

"تم کب تک ہو گے؟"

"او کے۔ تمہارا دادا بھی اسے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سب سے پہلے میں اسے ترقی دے کر بناؤں گا اپنی سیکریٹری۔ پھر اپنے کمرے میں بٹھاؤں گا اپنے سامنے۔"

"تمہارے سامنے تو میں بیٹھوں گی یہ جوتی لے کر۔" عینی نے جوتی اٹھائی۔

"ہاں' تم جوتیاں اٹھانے کے قابل ہو' یہی کام ٹھیک ہے تمہارے لیے۔"

میں نے کہا "اب تم اطمینان سے لڑو۔ یہاں مداخلت کرنے والا کوئی نہیں' میں چلتا ہوں۔"

جولی کے آفس تک جاتے ہوئے میں نارتن بار سے گزرا تو خوش دوپہر کے منظر سے بالکل مختلف تھا۔ ہال میں شراب پی کے باتیں کرنے والوں اور قہقہے لگانے والوں کا شور تھا۔ عورتوں کی ہذیانی چیخوں کا شور تھا اور کان پھاڑ دینے والی موسیقی کا شور تھا۔ اسٹیج پر چار لڑکیاں ایک حبشی کے ساتھ رقص کر رہی تھیں۔ چاروں لڑکیوں کے لباس کپڑے کی ایک انچ چوڑی جھلملاتی رنگین رسن جیسی پٹیوں سے بنائے گئے تھے جو اوپر سے نیچے ان کے بدن پر محض چپکا دی گئی تھیں۔ چنانچہ جب وہ رقص کرتے ہوئے دائیں بائیں یا اوپر نیچے ہوتی تھیں تو اس حرکت سے ان کے جسم کے سارے حصے بڑے ہیجان انگیز انداز میں جھلکتے تھے۔ حبشی مرد بڑا قد آور اور تنومند تھا۔ اس نے صرف ایک شلوار قسم کی چیز پہن رکھی تھی جو گھٹنوں سے ذرا نیچے ختم ہو جاتی تھی۔ اوپر اس کا سیاہ چٹان جیسا سینہ اور فولادی بازو پسینے یا تیل سے چمک رہے تھے اور ہال کی سب عورتوں کی ہوسناک نظریں اس کے بدن پر نچھاور ہو رہی تھیں۔

جولی اپنے دفتر میں باس بن کے رہنے کی ضرورت کو سمجھتی تھی چنانچہ دن میں بھی کوٹ اتار کے رکھنے سے پہلے اس کا لباس مکمل تھا۔ اس وقت بھی وہ معقول کپڑوں میں تھی اور کسی ملازم کو ڈانٹ رہی تھی۔ میری وجہ سے اس ملازم کی

ڈرؤانجسٹ میں شائع ہونے والا پراسرار اور دہشتناک ناول
کالا منتر
ایم الیاس
قیمت 200 روپے
اس معصوم بچے کی کہانی جس کے سینے میں انتقام کی چنگاری روشن تھی۔
جوگی کون تھا؟ اسے کالا منتر کس نے سکھایا؟
کالے منتر اور بنگال کے خطرناک جادو کا خوفناک ٹکراؤ۔
جوگی ——— جو ظالموں کے لئے قہر بن گیا۔
علی بکسٹال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گلو خلاصی ہو گئی۔

جولی نے مسکرا کے مجھے ویلکم کہا "تم بڑی تیاری سے آئے ہو۔ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے لیکن میں تیار نہیں ہوں۔ مجھے کپڑے بدل لینے دو۔"

میں نے کہا "تم اس لباس میں بھی اچھی لگ رہی ہو۔"

اس نے کہا "تم آج کہاں لے جاؤ گے مجھے؟"

میں نے کہا "وی چوائس از یورز!"

"اوکے۔ تم چاہو تو اندر بھی آسکتے ہو۔ ورنہ یہاں بیٹھو دس منٹ کے لیے۔"

میں نے کہا "تمہارے دس منٹ کتنے ہوتے ہیں۔ ساٹھ ستر یا اس سے بھی زیادہ؟"

وہ لہرا کے پلٹی اور ہنسی "اپنی گھڑی دیکھ لو۔ دس منٹ بعد مجھے دیکھنا اپنے سامنے۔"

وہ واقعی ٹھیک دس منٹ بعد نمودار ہوئی مگر اس شان سے کہ میں واقعی دیکھتا رہ گیا۔ اس نے سیاہی مخمل جیسے کپڑے کا اسکرٹ پہن لیا تھا جو نہ صرف یہ کہ لمبائی میں گھٹنوں سے ایک بالشت اوپر تھا بلکہ آگے پیچھے سے عریانی کی آخری حد تک کھلا ہوا تھا۔ اس نے اپنا ہیئر اسٹائل بھی بدل ڈالا تھا اور کانوں میں جھلملاتے ہیروں کے ٹاپس کے ساتھ ایک میچ کرتا ہوا خیرہ کن نیکلس بھی پہن لیا تھا۔ میرے جیسے روایتی پاکستانی کے لیے ایسی کسی عورت کے ساتھ باہر جانا بھی بڑے شرم کی بات تھی مگر یہاں کے ادب آداب اور معاشرتی تقاضے کچھ اور تھے۔ وہ مجسم نازنیں منتظر کھڑی تھی کہ میں اس کے انداز حسن کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا اخلاقی فریضہ پورا کروں۔

میں بادل ناخواستہ ایسے اٹھا اور آگے بڑھا جیسے میں مسحور ہو گیا ہوں۔ میں نے کہا "تم قیامت خیز لگ رہی ہو۔"

اس نے خوش ہو کے اپنا ایک بازو بڑی نزاکت سے آگے بڑھایا اور میں مجبور ہو گیا کہ ایٹی کیٹس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا بازو اس میں حمائل کر دوں۔

اس نے گاڑی کی چابی مجھے تھمادی۔ "کیا خیال ہے' چلیں؟"

میں نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ میری بدقسمتی کہ جولی نے بھی ڈنر کے لیے اسی سطح آب پر رواں فلوٹنگ ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا جہاں میں روشنی کو لے گیا تھا۔

میں نے کہا "وہاں جگہ پہلے سے بک کرانی پڑتی ہے۔"

وہ مسکرائی "مجھے معلوم ہے۔ میں نے شام سے پہلے ہی ریزرویشن کرالی تھی۔"

میں نے محسوس کیا کہ جیسے میں آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گیا ہوں۔ جولی کے ساتھ میں سکون کے ساتھ کچھ وقت گزارنے آیا تھا مگر اس کے تیور کچھ اور تھے۔ وہ اپنی تمام تر توجہ تسخیر مجھ پر آزمانے کے لیے تیار تھی اور میں آہستہ آہستہ دوسری قسم کی ٹینشن میں مبتلا ہونے لگا تھا۔ دریا میں تیرتے' جھلملاتی روشنیوں اور دلآویز موسیقی بکھیرنے والے اس الف لیلوی ریسٹورنٹ کا ماحول بھی بڑا رومان پرور تھا جو انسان کے حواس پر نشہ سا طاری کر دیتا تھا۔

شاید میں نے جولی کے ساتھ یہاں آکے غلطی کی ہے۔ میں نے سوچا اور اس خیال نے مجھے پوری طرح چوکس اور محتاط کر دیا۔ میں نے جولی کے جارحانہ عزائم کے سامنے ایک مضبوط دفاعی انداز اختیار کر لیا۔ اس نے دلیل' التجا اور حکم' ہر طرح سے مجھے ایک جام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے دھمکی دی کہ اس نے ضد کی تو میں ڈنر چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔

خود اس نے اعلیٰ ترین شراب منگوائی۔ میرے حساب سے اس نے بہت پی مگر وہ آؤٹ نہیں ہوئی۔ شاید وہ کم نشہ آور شراب تھی یا پھر اس کی برداشت کی حد بہت آگے تھی۔

آدھی رات کے بہت بعد جب ہم واپس ہوئے' اس وقت بھی جولی پر نشے کا اثر غالب نہیں تھا۔ صرف اس کی ہنسی اور اس کی زبان کی خفیف سی لکنت میں شراب جھلکتی تھی۔ وہ مجھ پر گری جا رہی تھی۔

اس نے بیٹھنے کے بعد کہا "اب تم مجھے گھر چھوڑو گے نا؟"

میرا دل بیٹھ گیا لیکن یہ تو ہونا ہی تھا۔ وہ خود ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں تھی اور اس وقت میں اسے آفس بھی نہیں لے جا سکتا تھا۔ "اوکے! لیکن تم سیدھی بیٹھو۔ ایک بات یہ بھی سن لو کہ میں تمہیں چھوڑنے اندر نہیں جاؤں گا۔"

وہ ہنسی "اتنا ڈرتے ہو مجھ سے۔ کیسے مرد ہو تم؟"

میں نے کہا "تم پر اب نشہ غالب آرہا ہے۔"

اس نے بیگ سے ٹافی نکالی اور ایک مجھے بھی دی۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر منہ میں ڈال لی۔ اس کا بڑا عجیب سا پرلطف ذائقہ تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میری ساری تھکن ہوا ہو گئی ہے۔ پرابلم یہ ہوئی کہ جولی کا نشہ اور گہرا ہو گیا۔ مدہوش ہو کے گرنے لگی اور اس کے لیے اپنے گھر کا پتا بھی مشکل ہونے لگا۔

یہ صورتِ حال میرے لیے سخت اعصاب شکن اور صبر آزما ثابت ہونے لگی تھی۔ اس کی قربت میرے حواس پر نشے اور سُرور جیسی کیفیت طاری کر رہی تھی۔ اس کے وجود سے پھوٹتی ہیجان انگیز خوشبو' اس کے بدن کا گداز' ریشمی ملائمت اور خمار آفریں حرارت میرے خیالات کو مسکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ وقت' موسم اور ماحول کی سازش کے سامنے میری قوتِ مدافعت کمزور پڑنے لگی ہے۔

بالآخر میں نے گاڑی روک دی اور اسے سیدھا بٹھادیا۔ "اے جولی' ہوش میں آؤ۔"

وہ جھوم کے منمنائی "کیوں۔۔۔ کیا ضرورت ہے' ہوش میں آنے کی۔"

میں نے اس کے رخساروں پر تھپکی دی "کم آن۔ آنکھیں کھولو۔ میری طرف دیکھو۔"

اس نے آنکھیں نہیں کھولیں "میں ایسے بھی دیکھ سکتی ہوں تمہیں۔"

میں نے کہا "جولی' خدا کے لیے۔ مجھے بتاؤ تمہیں جانا کہاں ہے؟"

وہ رک رک کے بولی "جانا تو ہم دونوں۔۔ کو ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ۔۔ تمہیں میرے۔۔۔ ساتھ۔"

میں نے کہا "لیکن کہاں۔۔؟ پتا بتاؤ اپنا۔"

"میرا پتا۔۔؟ پتا تو وہی ہے۔۔ وہ جو پہلے تھا مگر پہلے میں وہاں ملتی کب تھی۔ آج ملوں گی۔۔ بس۔۔ تم آرہے ہو نا؟ میں انتظار کر رہی ہوں تمہارا۔" وہ ایسے بولنے لگی جیسے مجھ سے ٹیلی فون پر مخاطب ہو۔

میں نے اس کا بیگ لے لیا۔ وہ سیٹ پیچھے کیے سکون سے لیٹی رہی۔ اب وہ پوری طرح نشے میں ڈوب چکی تھی۔

بیگ میں بہت کچھ تھا۔ میک اپ کا سامان۔ خاصی تعداد میں کیش۔ کچھ ہلکی پھلکی بیش قیمت جیولری' چیک بک' کریڈٹ کارڈز' الیکٹرانک ٹیلی فون ڈائری لیکن میں کسی کارڈ یا بل کی تلاش میں تھا جس پر اس کے گھر کا پتا ہو۔

اچانک میں نے ایک پولیس مین کے سر کو اپنے چہرے سے چند انچ کے فاصلے پر دیکھا۔ "گڈ نائٹ سر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

مجھے اس کا لہجہ شائستہ ہونے کے باوجود ناگوار گزرا۔ "آفیسر میں وہی کر رہا ہوں جو تمہیں نظر آرہا ہے۔"

اس نے سر ہلایا "تم اس خاتون کے بیگ میں سے کچھ نکال رہے ہو۔"

"یس۔"

"اور خاتون بے ہوش ہیں؟" وہ بولا۔

"خاتون نشے میں ہیں۔ میں نے انہیں بے ہوش نہیں کیا ہے۔"

اس نے کہا "یہ تو خیر پتا نہیں لیکن تم کو کس چیز کی تلاش ہے آخر؟"

میں نے کہا "اس کے گھر کے پتے کی تاکہ میں اسے وہاں چھوڑ سکوں۔"

"آئی سی۔ تمہاری آج پہلی ملاقات تھی اور خاتون نے اپنا پتا نہیں بتایا مگر شراب اتنی پی کہ مدہوش ہو گئی" وہ طنز سے بولا "نام بتایا تھا اپنا؟"

میں نے کہا "دیکھو آفیسر! یہ نارٹن بار کے مالک جیمس کی بیوی ہے' جولی۔ میں اسے اور اس کے شوہر کو بہت عرصے سے جانتا ہوں مگر ان سے میری ملاقات ہمیشہ آفس میں ہوئی۔ میں کبھی ان کے گھر نہیں گیا تھا۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا "اور یہ مسٹر جیمس خود کہاں ہیں؟"

میں نے قدرے تامل کے بعد کہا "جیل میں۔"

وہ کچھ دیر سوچتا رہا "جیل میں۔ کتنی دلچسپ صورتِ حال ہے۔ خیر مجھے تمہارے نجی معاملات سے کوئی سروکار نہیں' تم انڈین ہو۔"

میں نے کہا "نو۔۔ میں پاکستانی ہوں۔"

اس نے سرسری لہجے میں کہا "بات تو ایک ہی ہے۔"

میں نے متانت سے اسے ٹوکا "نو آفیسر۔ یہ ایک ہی بات نہیں ہے۔ اگر میں تمہیں اسکاٹ یا آئرش کہوں تو کیا یہ ایک ہی بات ہو گی؟"

"تمہارا ڈرائیونگ لائسنس کہاں ہے؟"

میں نے کہا "تم یہ سوال جواب کیوں کر رہے ہو؟ میرا جرم کیا ہے آخر؟"

وہ بولا "مجھے شک ہے کہ تم بھی نشے میں ہو اور نشے میں ڈرائیونگ کرنا جرم ہے۔ ذرا نیچے اترو۔"

میں نیچے اتر آیا۔ "اگر یہ بات اب تک تمہیں معلوم نہیں تھی تو اب مان لو کہ سب مسلمانوں کے لیے شراب پینا حرام ہے۔"

وہ سر ہلا کے میرا ڈرائیونگ لائسنس دیکھنے لگا۔ "ہاں۔ جب وہ پکڑے جاتے ہیں تو پہلے یہی کہتے ہیں۔"

میں نے برہمی سے کہا "کیا مطلب ہے آخر تمہارا۔ کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے لائسنس مجھے واپس کردیا۔ "شاندار گاڑی ہے تمہاری۔"

میں نے کہا "یہ میری نہیں' میرا مطلب ہے مسز جیمس کی ہے۔"

وہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا "یہ دوسرا ڈرائیونگ لائسنس کس کا ہے؟"

میں نے کہا "یہ میں نے ابھی بیگ سے نکالا ہے' پتا دیکھنے کے لیے۔"

"جولی کے گھر کا پتا؟" اس نے اچانک اپنی ناک کو میرے قریب لاکے سوں سوں کی اور میرا منہ سونگھا۔

میں نے کہا "تمہیں یقین نہیں آیا میری بات پر۔ میں نے زندگی میں کبھی شراب نہیں پی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارے لہجے سے پتا چلتا ہے کہ تم نشے میں ہو۔"

میں نے احتجاج کیا "یہ غلط ہے۔"

"اوکے۔ ابھی پتا چل جائے گا' ذرا ادھر آؤ۔" وہ گاڑی سے چند قدم آگے گیا۔

میں نے جلد از جلد اس سے اپنی جان چھڑانے کے لیے بڑے صبر اور قوتِ برداشت کا مظاہرہ کیا۔ میرا کوئی سخت جواب اسے مشتعل کردیتا تو وہ مجھے اپنے ساتھ بھی لے جاسکتا تھا اور پولیس اسٹیشن میں مجھے الکوحل ٹیسٹ دینے پر مجبور کرسکتا تھا۔ کچھ ثابت نہ ہونے پر وہ معذرت کے ساتھ مجھے رخصت کردیتے لیکن اس چکر میں میرا بہت وقت برباد ہوتا۔

پولیس مین نے سڑک پر چاک سے ایک لکیر لگائی "پلیز اس لکیر پر سیدھا چل کے دکھائیں۔ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کے سامنے پھیلالیں۔ تھینک یو۔"

یہ ڈوپ ٹیسٹ کی سب سے سادہ قسم تھی۔ نشے میں کسی شخص کے لیے ایک سیدھی لکیر پر چلنا دشوار ہوجاتا تھا۔ اس کے قدم اِدھر سے اُدھر پڑتے تھے۔ شراب کے نشے میں ہونے کا الزام میرے لیے اشتعال انگیز ہی نہیں رسوا کن بھی تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنے رویے سے یہ شک ظاہر کرچکا تھا کہ شاید میں ایک خالص ولایتی عورت کو بے ہوش کرکے اس کے بیگ کو خالی کررہا تھا اور ایسی گھٹیا حرکت ایک رنگ دار انڈین ہی کرسکتا تھا۔ وہ واضح طور پر ایک متعصب ذہن رکھنے والا شخص تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور لائن کے آغاز پر کھڑا ہوگیا' اب میں بالکل پُرسکون تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اپنے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس ہورہی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے بن پیے ہی نشہ ہورہا ہے اور اس وقت مجھے بڑا عجیب لگا جب میں نے اپنے سامنے پھیلے ہوئے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش دیکھی۔ نہ جانے کیوں مجھے اس لکیر پر چلنے سے خوف محسوس ہوا۔ ایسا لگا جیسے میں یہ کام نہیں کرپاؤں گا۔ میرے قدم دائیں بائیں پڑیں گے اور پھر یہ ثابت ہوجائے گا کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ میں واقعی نشے میں ہوں۔ کسی وجہ کے بغیر مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

آخر مجھے اتنا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے سوچا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ پولیس مین مجھے نشے کا ٹیسٹ کرانے کے لیے پولیس اسٹیشن لے جائے گا یا چالان کرکے مجھے گھر بھیج دے گا۔ وہ مجھے گرفتار بہرحال نہیں کرسکتا۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھایا پھر دوسرا' چند قدم کے بعد لکیر ختم ہوگئی۔

میں نے مسکرا کے کہا "اب تم مطمئن ہو؟"

اس نے بے یقینی سے سر ہلایا "تم جاسکتے ہو لیکن یہ بتاؤ کہ تم اتنے نروس اور بے حال کیوں لگتے ہو؟"

میں نے کہا "شاید اس لیے کہ ایسی مشکل میں' میں پہلے کبھی نہیں پڑا۔"

وہ جاتے جاتے رکا "اگر تم برا نہ مانو تو ایک سوال کروں۔"

میں نے کہا "اتنی شرافت کے ساتھ تم وہ سوال کرسکتے ہو۔"

وہ بولا "کیا تم نے کوئی اور ڈرگ لی ہے؟"

"کیسی ڈرگ؟"

"بازار میں بے شمار ہیں' جو نوجوان لیتے ہیں' بے خودی اور سرشاری کے لیے' جوش اور جنون کے لیے۔"

میں نے کہا "نو۔ مجھے اس سے زیادہ سرخوشی اور جوش کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی جو فطری طور پر میرے مزاج میں ہے۔"

اس منطقی جواب نے اسے ضرور قائل کیا ہوگا کہ اس نے مجھ سے معذرت کی اور ہاتھ ملا کے رخصت ہوا۔ میں نے وطنِ عزیز کی پولیس کے رویے کو یاد کیا۔ ایک بار خود مجھے اس کا بہت تلخ تجربہ ہوا تھا جب رات کے وقت کسی تقریب سے واپسی میں مجھے دیر ہوگئی۔ ایک راؤنڈ اباؤٹ پر موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی ذرا سی دیر کے لیے آؤٹ آف کنٹرول ہوگئی کیونکہ سڑک پر موبل آئل پڑا ہوا تھا جس پر سے گاڑی کے پچھلے پہیے اسکڈ کرگئے تھے۔ میری کوشش کے باوجود

گاڑی فٹ پاتھ سے ٹکرا کے رک گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ میں گاڑی کو اسٹارٹ کرکے ریورس کرتا' دو پولیس مین نمودار ہوگئے جو رات کو رائفلیں کندھے پر لٹکا کے گشت کرتے تھے۔ پولیس اسے حفاظتی گشت کا نام دیتی تھی مگر درحقیقت مٹرگشت سنسان سڑکوں پر شکار کرنے اور صبح دم بھری جیب بھر جانے کا ذریعہ تھی۔ اور شاید آج بھی ہے۔ دونوں پولیس والوں نے بلا تذبذب مجھ پر شراب پی کے گاڑی چلانے کا الزام عائد کردیا۔ ان میں سے ایک نے میرے منہ سے اٹھنے والی شراب کی بو بھی سونگھ لی اور دوسرے نے مطالبہ کیا کہ میں گاڑی کی تلاشی دوں تاکہ شراب کی وہ بوتل بھی میرے جرم کے ثبوت کے طور پر بحقِ سرکار ضبط کی جاسکے جس سے میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے پی رہا تھا۔ ظاہر ہے' اس الزام نے مجھے مشتعل کردیا اور تلخ کلامی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مجھے تھانے لے گئے۔ راستے میں ایک نے اشاروں میں واضح کیا کہ میں چاہوں تو معاملہ ختم ہوسکتا ہے۔ مگر میں خود کو نہ معاملہ فہم ثابت کرنا چاہتا تھا اور نہ نمک مکا کے موڈ میں تھا۔ اس الزام کے بعد میں قانون کے نمائندوں کو دھمکی دے چکا تھا کہ میں انہیں معطل کرا کے چھوڑوں گا۔ تھانے پہنچ کے میں نے ایک اخبار کے دفتر فون کیا تو ان پر اپنی حماقت کی سنگینی کا انکشاف ہوا اور اس کے بعد وہی ہوا جو قانونِ فطرت ہے۔ طاقتور کے سامنے کمزور اپنی ہار ماننے پر مجبور ہوتا ہے۔ ان کی خودی جو پہلے بہت بلند تھی' نیچے گر کے میرے قدموں میں لوٹنے لگی۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر میرا دوست ایک نیوز ایڈیٹر نہ ہوتا تو دو چار سو نذر کیے بغیر میری گلوخلاصی نہ ہوتی اور چونکہ میرا جرم سنگین تھا' میں نے قانون کو دھمکی دی تھی اور تھانے جانے کی دھمکی سے نہیں ڈرا تھا اس لیے میری سزا بھی دگنی چوگنی رقم کے جرمانے تک ہوتی۔

پولیس چھوٹے موٹے افسرانِ بالا کو ٹالنے کی ماہر ہوتی ہے چنانچہ کسی ایس پی یا ڈی آئی جی' کرنل سے اوپر کے عہدے کا فوجی افسر یا کم سے کم ڈی سی کے عہدے کا بیوروکریٹ ہو یا پھر ملزم کا بالواسطہ تعلق پریس سے ہو تو تھانے میں ایک فون سے مشکل آسان ہوجاتی ہے ورنہ پھر سود و انفقد ہوتا ہے۔ جیسی اسامی یا جیسا اس کا جرم ویسا ہی باعزت رہائی کا معاوضہ۔ شریف آدمی ایک رات کسی حوالات میں گزار آئے تو اس وقت کی ذہنی اذیت الگ ہوتی ہے اور یہ راز فاش ہوجائے تو دوست احباب اور خاندان والوں کو منہ دکھانے کی ذہنی اذیت اضافی۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ وہ رات بھر ڈنڈا لنڈا لگا جوتے کھاتا رہا ہوگا۔ خواہ کچھ بھی نہ ہوا ہو۔

میں نے سکون کا سانس لے کر گاڑی آگے بڑھائی تو میں نے پولیس مین کے شک آمیز رویے پر غور کیا۔ آخر وہ کیوں سمجھ رہا تھا کہ میں نشے میں ہوں جبکہ اس کا مقصد مجھے ہراساں کرکے رقم بٹورنا ہرگز نہیں تھا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ خود میں نے اپنی ذہنی اور جسمانی حالت میں ایک ناقابلِ بیان سی تبدیلی کو محسوس کیا۔ میرا وجود بالکل ویسے ہی سرور کی کیفیت میں ڈوبنے لگا تھا جیسی پولیس مین کے خیال کے مطابق "ڈرگ" لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ میں کسی وجہ کے بغیر بہت خوش و خرم تھا اور اس کیفیت میں مجھے بے سدھ نظر آنے والی جولی سے نفرت' بے سبب اور بے جواز لگی۔ وہ حسین تھی اور اس کا جوان جسم کشش کی ساری توانائیوں سے معمور تھا۔ مزید یہ کہ اس نے میرے ساتھ ایک دوستانہ رویہ نباہنے میں بڑے خلوص اور بڑی جرات کا مظاہرہ کیا تھا۔ سفاکی سے اس کے جذبات کو مجروح کرنا اور اسے کسی خارش زدہ کتیا کی طرح دھتکارنا بڑا غیر انسانی رویہ تھا۔

کیوں نہ میں اسے جگا کے اس سے معذرت کروں۔ میں نے سوچا اور تلافی کے طور پر اس سے کہوں کہ چلو گھر کے بجائے کہیں باہر چلتے ہیں۔ میرے دل میں ایک بڑی عجیب سی خواہش پیدا ہوئی کہ میں جولی کے ساتھ کسی نائٹ کلب میں جاؤں جہاں پُرشور' خون کی گردش کو تیز کرنے والی اور ہیجان خیز موسیقی ہو اور وہاں میں جولی کے ساتھ رقص کروں یا اس سے کہوں کہ چلو کسی بیچ پر یا کلب میں سوئمنگ کرتے ہیں۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں گھوڑے کی سواری کروں اور اسے بگٹٹ دوڑاتا ہوا اتنی دور لے جاؤں کہ بالآخر تھک کے گر جاؤں اور یہ ممکن نہیں تو اسی گاڑی کو شہر سے باہر کسی ایسی سڑک پر لے جاؤں جہاں حدِ رفتار نہ ہو اور میں ڈیڑھ سو کلومیٹر کی رفتار سے ڈرائیو کرسکوں۔ میرے جسم میں جیسے فالتو طاقت بھر گئی تھی اور میری حالت واقعی ایل ایس ڈی کا نشہ کرنے والے جیسی ہورہی تھی جو سرور کی کیفیت میں یہ سمجھتا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے ہزاروں فٹ گہری وادی میں کودنے سے اسے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ اگر ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ پر چڑھنا چاہے تو اسے زینے یا لفٹ کی ضرورت نہیں۔ وہ سپرمین کی طرح ایک زقند میں اونچا ہو کے چھت پر اُتر سکتا ہے۔

جولی نے اچانک آنکھیں کھول کے مجھے دیکھا۔ "یہ تم مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ خیر' کہیں بھی لے جاؤ' مجھے کیا۔"

میں نے اسے مسکرا کے دیکھا "ویسے تو میں تمہیں چھوڑنے جارہا تھا۔ کیا حال ہے اب تمہارا۔"

"حال... حال کو کیا ہوا ہے۔"

میں نے کہا "تم نے بہت پی لی تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ تو تم نے بھی پی تھی۔ تمہارا کیا حال ہے؟"
میں نے اس کی بات پر غور کیا "میں نے بھی پی تھی' نہیں۔ یہ غلط ہے۔"
وہ مجھ پر جھک گئی "سویٹ ہارٹ۔ دنیا میں بہت کچھ غلط ہے۔"
میں نے اس سے اتفاق کیا "یہ تو ہے۔"
"اور ہم تم مل کے اسے ٹھیک بھی نہیں کرسکتے۔"
میں نے کہا "لیکن تم کو ایسا نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے شراب پی تھی۔ اگر وہ پولیس مین سن لیتا۔"
"تو کیا ہوتا؟"
میں نے کہا "تمہاری گواہی پر وہ مجھے ٹکٹ دے دیتا۔"
"ٹکٹ! کہاں کا ٹکٹ' جزائر کیریبی کا... یا بالی کا... اوہ ڈارلنگ! کتنا اچھا ہوتا' ہم دونوں... میں اور تم' سیدھے وہاں چلے جاتے۔"
مجھے اب سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے میرا بدن بخار میں جلنا ہونے لگا ہے۔ جولی کا گھر آیا تو میں نے اس کے گالوں پر تھپکی دی۔ "گاڑی کہاں پارک کرنی ہوگی۔"
اس نے گنگنا کے کہا "چھوڑو یہیں۔ وہ لے جائے گا خود ہی۔ گڈ اولڈ مین جانتا ہے۔"
میں نے کہا "اوکے۔ تمہارا اپارٹمنٹ کدھر ہے۔"
وہ ہنسی اور دروازہ کھول کے اتر گئی "تم کیا سمجھتے ہو مجھے' اتنی مدہوشی ہے... کہ میں اپنے اپارٹمنٹ کو بھی یاد نہیں رکھ سکتی' چلو۔"
اگر میں اسے کمر میں ہاتھ ڈال کے سہارا نہ دیتا تو وہ گر جاتی "تم چل سکتی ہو جولی!"
"نائٹ سر!" کسی نے میرے پیچھے سے کہا۔
میں نے پلٹ کے دیکھا تو گارڈ کی وردی میں ایک پچاس پچپن سال کا داڑھی والا اور صحت مند نیگرو مسکرا رہا تھا "نائٹ۔ گاڑی تم لے جاؤ گے۔"
جولی نے کہا "یس۔ ہی از وی گریٹ مین۔ جو ہر بار میری مدد کے لیے آجاتا ہے۔"
نیگرو نے کہا "میں گاڑی کو گیراج میں لاک کرکے چابیاں آپ کو دے جاؤں گا سر' میڈم از اوکے!"
میں نے سر ہلایا "یس..."
جولی نے کہا "اپارٹمنٹ کی چابی بیگ میں ہے۔"
میں نے جولی کو سہارا دے کر اس کے بیگ میں ہاتھ ڈالا۔ چابیوں کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی میرے ہاتھ میں آگئیں۔ میں نے باقی چیزیں واپس ڈالیں تو ایک ٹافی نیچے گر گئی۔ ایسی ہی ایک ٹافی میں کچھ دیر پہلے کھا چکا تھا۔
میں نے نیچے سے ٹافی اٹھائی "یہ کیوں بیگ میں پھرتی ہو تم؟"
"ایسے ہی۔ اچھی لگتی ہیں مجھے' ابھی تم نے بھی تو کھائی تھی' کیسی تھی؟"
میں نے کہا "مزے کی تھی۔"
وہ میرے ساتھ چلنے لگی "ایک اور کھا کے دیکھو۔ مزہ دوبالا ہو جائے گا۔"
میں نے ٹافی منہ میں رکھ لی۔ جولی میرے جسم کے سہارے پر چلتی ہوئی زینے تک گئی۔ پھر زینہ آگیا۔ اس نے بڑی مخمور نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اب میرے لیے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ میں اسے اٹھا کے اوپر لے جاؤں۔ وہ مجھے حیرت انگیز طور پر ریشم کے ڈھیر کی طرح ہلکی لگی۔
اپارٹمنٹ کا تالا کھولنا ایک اور مشکل مرحلہ بن گیا۔ وہ میری گود میں اور مجھ سے کسی چھپکلی کی طرح چمٹی ہوئی تھی۔ میرے دونوں ہاتھ اس کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے لیکن اس سے زیادہ میری بے بسی یہ تھی کہ جولی کے قرب کی ساری نرمی گرمی اور مہک میرے حواس کو مختل کر رہی تھی۔
اچانک واچ مین پھر نمودار ہوا۔ وہ کار کی چابیاں مجھے حوالے کرنے آیا تھا "کیا میں آپ کی مدد کروں سر!"
"پلیز!" میں نے کہا اور چابیاں چھوڑ دیں۔
اس نے نیچے گرنے والی چابیاں اٹھا کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول دیا اور شب بخیر کہہ کے لوٹ گیا۔ اندر صرف ایک لائٹ جل رہی تھی جس کی روشنی میں جولی کو اس کے بیڈ روم تک پہنچانا مشکل نہیں تھا۔ میں نے اسے بیڈ پر لٹایا تو مجھے پیاس کے شدید تر ہونے کا احساس ہوا۔ میرے حلق میں اب کانٹے سے پڑ رہے تھے لیکن اس سے زیادہ ایک جذباتی ناطاقتی کا احساس تھا جو مجھے مغلوب کر رہا تھا اور میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ میں جولی کے پھیلائے ہوئے دام ہوس میں اپنی اسیری کا خود ہی تماشا ہوں اور خود ہی تماشائی اور اس سے رہائی میرے اختیار میں تو کیا' میری خواہش بھی نہیں۔
جیسا کہ مجھے بعد میں اندازہ ہوا اور سمجھ میں آیا' میرے جذبات میں دیوانگی کی یہ آگ اور بے خودی خود جولی نے اپنی ہشیاری سے بھڑکائی تھی کہ اب میرے لیے ہوس کے اندھے کنوئیں میں چھلانگ مار کے یہ آگ نہ بجھانا اتنا ہی ناممکن تھا جتنا صحرا کے کسی آبلہ پا جاں بہ لب مسافر کے لیے اس گلاس کو منہ نہ لگانا جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ آب نہیں پیشاب ہے' ناپاک ہے اور حرام ہے۔

وہ جو کہتے ہیں کہ محبت میں سب جائز ہے۔ کیا حرام اور کیا حلال۔ تو جولی نے اسی مقولے کی صداقت کو بڑی مکاری سے آزما کے سچ ثابت کر دیا۔ جب وہ مجھے اپنی ترغیب کے جال میں گرفتار کرنے میں ناکام رہی تو اس نے بالواسطہ طور پر مجھے خریدنے کی کوشش کی۔ عادل کے ہاتھوں بھیجا جانے والا ایک لاکھ پاؤنڈز کا چیک اس کے منہ پر واپس نہ مارنا میری شکست کا پہلا سبب تھا۔ یہ چیک میں نے قبول نہیں کیا تھا مگر لوٹایا بھی نہیں تھا جس سے جولی کو اپنی کامیابی کا یقین ضرور مل گیا تھا۔ اس کی دعوت قبول کرکے میں نے اس یقین کو تقویت پہنچائی تھی لیکن جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ میری قوت ارادی اس کی شکست کا سبب بن سکتی ہے' اس نے اخلاقی پستی کی آخری حد کو عبور کرنا بھی جائز سمجھا اور بڑی خوبصورت معصومیت کے ساتھ شراب سے انکار کرنے والے کو ایک بے ضرر سی ٹافی پیش کر دی۔
یہ غالب کی زباں میں ۔ دام ہمرنگ زمیں تھا۔ یہ ٹافی نہیں تھی' یہ آتش سیال بھی نہیں تھی مگر یہ جذبات کی آتش زدگی کا سارا شیطانی سامان رکھنے والی وہ گولی تھی جو پلاسٹک کی خوبصورت گڑیا جیسے آگ لگانے والے بم کی طرح تھی۔ جس راہ پر آدمی چلا نہ ہو اس پر کسی گڑھے میں گرنے سے کیسے بچ سکتا ہے خصوصاً اس وقت جب تاریکی میں اس کی آنکھیں دیکھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوں۔
جب میری آنکھ کھلی تو گناہِ آدم کی سنگینی کا مفلوج کر دینے والا احساس رفتہ رفتہ اپنے پورے بھیانک روپ میں میرے سامنے آنے لگا۔ میں نے خود کو دیکھا اور پھر حوا کی اس بیٹی کو دیکھا جس نے مجھے اپنے ایمان اور ایقان کی جنت سے نکلوانے کے لیے شیطان سے مدد لی تھی۔ مرد ہونے کے باوجود اور مردوں کے بالادست معاشرے میں محفوظ ہونے کے باوجود میں نے خود کو اس مجبور اور بے بس لڑکی کی طرح محسوس کیا جس کی عزت کسی ہوس پیشہ معاشرے نے دھوکے سے لوٹ لی ہو۔
میں جتنا خجل تھا' اس سے کہیں زیادہ مشتعل تھا اور میں نے کوشش بھی کی کہ جولی کو خبر ہونے سے پہلے وہاں سے نکل جاؤں۔ اسے اپنی فتح پر خندہ زن ہو کے مجھے مزید بے آبرو کرنے کا موقع نہ فراہم کروں۔ لیکن میرے اٹھتے ہی وہ بھی جاگ گئی اور اس نے بڑی غرور آمیز بے شرمی کے ساتھ مجھے روکنے کی کوشش کی۔
"تم ناراض ہو کے جا رہے ہو سویٹ ہارٹ؟"
میں نے اس کے ایک جھانپڑ رسید کیا "ذلیل عورت۔ تم ایک فاحشہ ہو۔"
وہ بیڈ پر گر کے ہنسنے لگی "چلو اتنا تو مانا تم نے کہ میں عورت ہوں اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ تم مرد ہو۔"
اس کی ہنسی میرے آتش اشتعال کو ہوا دینے لگی "میں تمہیں جان سے مار دوں گا جولی!"
وہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی "مار دو سویٹ ہارٹ۔ اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو۔ اب مرتے وقت مجھے افسوس نہیں ہوگا کہ میں تمہیں حاصل نہیں کر سکی" اس نے میرے ہاتھ اپنی گردن پر رکھ لیے۔
"مت چھوؤ مجھے" میں نے اپنے ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑائے "جسے تم اپنی جیت سمجھ کے خوش ہو' وہ تمہاری کتنی بڑی اخلاقی شکست ہے۔"
وہ ہنستی رہی "یہ جو رشتہ ہے نا سویٹ ہارٹ۔ یہ جو جذبہ ہے... اس کا بھلا اخلاقیات سے کیا تعلق۔ تم ایڈیٹ ہو اگر ایسا سمجھتے ہو۔"
میں نے باہر کا رخ کرتے ہوئے کہا "میں نفرت کرتا ہوں تم سے جولی۔"
اس نے چلا کے کہا "جھوٹ بکتے ہو تم۔ میرے جسے کی محبت مجھے دے دی ہے تم نے۔ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔"
میں نے پلٹ کے کہا "لیکن میں دوبارہ تمہاری شکل بھی نہیں دیکھوں گا۔"
"گو ٹو ہیل" اس نے شیشے کا نازک جام مجھ پر کھینچ مارا "میں بھی اب وہ شریف زادی نہیں ہوں جو زندگی کے البم کے ہر صفحے پر ایک ہی تصویر کو دیکھ دیکھ کے خوش ہونے کا ڈراما کرتی رہے اور اسے اپنی وفاداری کہے۔ میں ایک فاحشہ ہوں۔ یہی کہا تھا نا تم نے۔ ناؤ گیٹ لوسٹ۔"
اس کے ساتھ ہی گلاس دروازے سے ٹکرایا اور ایک چھناکے سے اس کا شیشہ میرے آئینۂ پندار کی طرح چکنا چور ہو گیا۔ میں اپنی تذلیل کو قبول کرتے ہوئے سر جھکائے باہر نکل آیا۔
باہر دن کا اجالا تھا۔ سورج کی روشنی وہی تھی۔ آسمان اور ذہن کے درمیان کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ لوگوں کے مصروف متفکر شادمان چہرے وہی تھے۔ زندگی کی ساری گہما گہمی وہی تھی مگر مجھے ایسا لگتا تھا جیسے زندگی کا اجلا پن اور اس کا حسن جو کل تھا' وہ آج نہیں ہے۔ اس کے رنگ شرمساری کی دھند میں ڈوب گئے ہیں' یہاں تک کہ مجھ سے چھو کر جانے والی ہوا کی سرگوشی میں بھی طعنہ زنی ہے۔
جذبات کا وہ آئینہ تو انسان کے اندر ہوتا ہے جس میں اسے کائنات کبھی دکھ میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے تو کبھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسکراتی ہوئی لیکن ہر احساس عارضی ہوتا ہے کیونکہ زندہ رہنے کے لیے آنے والے وقت کے ساتھ مفاہمت کیے بنا گزارا نہیں۔

میں نے بھی اپنے ضمیر کی عدالت میں اپنا سمری کورٹ مارشل کیا اور سارے یکطرفہ دلائل خود اپنا وکیل صفائی بن کے دیے۔ پھر میں منصف بن گیا اور میں نے استغاثہ کے سارے دلائل مسترد کیے اور خود کو باعزت طور پر بری کردیا۔ دھوکے' جبریا دیوانگی کی حالت میں سرزد ہونے والے کسی جرم یا گناہ کا کوئی مواخذہ نہیں' نیت کا حال سب سے بہتر خدا جانتا ہے۔

چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو میں ویسا ہی بن گیا جیسا میں گزر جانے والی رات سے پہلے تھا۔

عینی نے دروازہ کھولتے ہی بگڑنا شروع کردیا "یہ کیا ہے بھیا' کہاں چلے گئے تھے آپ اس فاحشہ کے ساتھ۔"

میں نے کہا "دماغ خراب ہے تیرا۔ یہ کیسے فرض کرلیا تو نے کہ میں جولی کے ساتھ تھا۔"

"آپ خود بتا کے گئے تھے۔"

"کیا بتا کے گیا تھا؟"

"یہی کہ آپ اس کے ساتھ ڈنر پر جارہے ہیں۔ عاقل مجھے چھوڑنے آئے تو آپ نہیں تھے۔ بہت انتظار کیا میں نے پھر سوگئی۔"

روشنی نے بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا "اوہو۔ کیوں آتے ہی شاہ صاحب کے پیچھے پڑگئی ہو۔"

عینی نے کہا "صبح آپ کو نہیں دیکھا تو میں نے عاقل کو فون کیا۔ ایک گھنٹے میں انہوں نے ہر جگہ معلوم کرلیا۔"

میں نے ہنس کے کہا "وہ صحافی دُم۔ اس نے اپنے روایتی انداز میں پوچھا ہوگا اسپتالوں' مردہ خانوں اور تھانوں سے۔"

"تو آپ کہاں تھے بھیا!"

میں نے کہا "میں ایک تھانے میں تھا۔"

"کیوں؟"

میں نے کہا "کل رات پتا چلا کہ یہاں ویسے پولیس مین بھی رہتے ہیں جیسے اپنے پاکستان میں۔ میں نے ایک گاڑی لے لی تھی کرائے پر۔ جولی کو چھوڑ کے واپس آرہا تھا کہ ایک موڑ پر گاڑی اسکڈ کرگئی۔ وہاں سڑک پر تھوڑا سا تیل تھا یا کچھ اور۔ ادھر گاڑی فٹ پاتھ سے ٹکرا کے بند ہوگئی۔ ادھر آگیا ایک پولیس مین ٹہلتا ہوا' اور مجھے تھانے لے گیا۔"

"آپ نے بتایا نہیں اسے۔۔۔"

"بتایا تھا یار! مگر اس نے میری ایک نہیں سنی۔ اپنی بات پر اڑا رہا کہ میں نشے میں ڈرائیو کررہا تھا۔ دراصل اس سے میری خاصی تلخ کلامی ہوگئی تھی۔ مجھ سے بے نوشی کا الزام برداشت نہیں ہوا اور وہ کہنے لگا کہ میں نے پتا نہیں کتنے مسلمانوں کو شراب پی کے گاڑی چلاتے اور ہنگامہ کرتے پکڑا ہے۔ ظاہر ہے اس کے بعد وہ مجھے تھانے لے گیا اور وہاں انہوں نے معمول کے مطابق ٹیسٹ لیے۔"

روشنی بولی "لیکن انہوں نے تمہیں رات بھر روکا' یہ زیادتی ہے۔"

میں نے کہا "زیادتی تو ہے۔ پھر کیا میں وکیل کرلوں اور ان پر کیس کردوں۔ بلاوجہ ایک شریف شہری کو ہراساں کرنے کا۔"

عینی نے کہا "چلو چھوڑو بھیا! لیکن تم فون تو کردیتے کم سے کم۔"

"ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ گھنٹے دو گھنٹے میں جان چھوٹ جائے گی لیکن وہاں دیر ہوتی چلی گئی۔ پھر میں نے کار ہائر ایجنسی والوں کو بلالیا۔ گاڑی بھی تھانے پہنچ گئی تھی۔ اس کا معمولی سا نقصان ہوا تھا۔ سامنے کا ایک ٹائی راڈ ٹیڑھا ہوگیا تھا۔ میں نے مرمت کے اخراجات ادا کردیے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی تو عینی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ حسب توقع یہ عاقل خان کا فون تھا جو اپنی تفتیش میں ناکامی کے تازہ ترین نتائج سے عینی کو آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ ایک قائم مقام سسر کے لیے شاید وہ اتنا متفکر نہ ہوتا مگر ایک دولھا کی حیثیت سے اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی دلہن کو پریشان دیکھے تو خود اس سے زیادہ پریشان نظر آئے۔

جتنا جھوٹ میں نے عینی سے بولا تھا اتنا ہی فون پر سنا کے عینی نے کہا "چلو اب دفع کرو' مٹی پاؤ" اور جواب میں عاقل نے ویسے تو ٹھیک ہی کہا ہوگا کہ ہاں' خیر سے بدھو گھر کو آئے مگر یہ محاورے کا سچ بھی عینی سے برداشت نہیں ہوا۔ ان کا فی البدیہہ جھگڑا شروع ہوگیا "نہیں آخر تم نے یہ کہا کیسے کہ لوٹ کے بدھو گھر کو آئے۔ کیا میرے بھیا بدھو ہیں' بدھو تم خود۔"

میں نے روشنی سے کہا "تمہاری پیاری ہمشیرہ چلی گئیں؟"

اس نے کمرے کی طرف دیکھا "وہ اتنی صبح اٹھنے کی عادی کہاں ہے۔ روز صبح ہوتے سوتی ہے۔ دوپہر کے بعد اٹھتی ہے۔ رات بھی ہم تین بجے تک باتیں کرتے رہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کن معاملات پر؟"

"ہاں' دراصل وہ تم سے میری شادی کے حق میں نہیں ہے" روشنی نے کہا۔

"چلو کسی اور سے کرادے تمہاری شادی۔"

"وہ سرے سے شادی کے حق میں ہی نہیں ہے" روشنی نے کہا۔

"قدرتی بات ہے" میں نے کہا۔

"لیکن میں بہرحال شیری نہیں ہوں' یہ تم بھی جانتے ہو۔"

"میرے جاننے یا نہ جاننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم نے کیا سوچا ہے؟"

وہ بولی "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔"

"کس غلطی کا؟" میں نے طنز سے پوچھا۔

"مجھے تم پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اپنی ضد چھوڑ دینی چاہیے۔"

میں نے کہا "تمہارا مزاج اور رویہ صبح شام بدلتا ہے۔ ابھی وقت ہے' سوچ لو تاکہ بعد میں نہ تمہیں پچھتانا پڑے نہ مجھے۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "سوچنے سے کچھ نہیں ہوگا شاہ جی۔ کیونکہ چوائس نہیں ہے میرے پاس۔ BEGGERS کیسے CHOOSER ہوسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "نہیں' چوائس ہے تمہارے پاس۔ تم پہلے آپشن کے مطابق چل سکتی ہو۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز کے کنٹریکٹ کی رو سے تم کو صرف میری بیوی کا رول ادا کرنا ہے۔ بیوی بن کے نہیں رہنا ہے۔ میں دوسرے آپشن کو اپنی ایک جذباتی غلطی سمجھ لوں گا کہ میں نے تمہیں ہر لحاظ سے مناسب پا کے حقیقی زندگی میں اپنا شریکِ حیات کے طور پر ساتھ رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔"

اس کی آنکھوں سے ایک قطرہ اشک ٹپک گیا۔ "میں کیا کروں شاہ جی' میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے اس دنیا میں۔ نہ ماں باپ نہ بھائی بہن۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ وسوسے ستاتے ہیں۔ مجھے اپنی قوتِ فیصلہ پر بھروسا نہیں رہا اور پھر۔۔۔ جتنا عرصہ میں نے تمہارے ساتھ گزارا' میں کنفیوز رہی۔ جھوٹ سچ کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی رہی۔ مجھے تم پر اعتبار کرنا چاہیے یا نہیں۔ یہ فیصلہ میرے لیے بہت مشکل تھا۔"

"لیکن فیصلہ تو تمہیں کرنا ہوگا۔"

"فیصلہ تمہارا تھا جسے تم اپنی شرائط پر مجھ سے قبول کرانا چاہتے تھے۔ میں نے اب سوچ لیا ہے کہ میں وہی کروں گی جو تم چاہو گے جیسا بھی چاہو گے۔"

میں نے کہا "پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔"

"مسئلے تو پیدا ہوں گے بعد میں" شیری سگریٹ ہونٹوں میں دبائے نمودار ہوئی اور ہمارے قریب والے صوفے پر نہایت قابلِ اعتراض حالت میں گر گئی۔ اس کا آدھا ادھورا لباس رات بھر میں اور بدحال ہوگیا تھا مگر اسے پروا نہ تھی۔

میں نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا "بعد میں کب؟"

"جب یہ بے وقوف لڑکی تاحیات غلامی کے عہدنامے پر دستخط کردے گی" اس نے سگریٹ کا دھواں چھت کی طرف چھوڑا۔ "جسے نکاح کہتے ہیں۔"

میں نے کہا "تم رات بھر میں اسے قائل نہیں کرپائیں۔"

"اس کی آنکھوں پر تو پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

میں نے کہا "اس کی جگہ تم ہوتیں تو کیا کرتیں؟"

"میں؟ میں کنٹریکٹ کے مطابق چلتی۔ لیکن کچھ تبدیلی کے ساتھ۔ ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی رقم بہت کم ہے۔"

"اگر میں کاروباری ذہن سے سوچتا تو اس سے آدھی رقم میں تم جیسی کسی لڑکی کو ہائر کرلیتا۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں میں کہ تمہاری ماہانہ آمدنی کیا ہے۔ اسے تم میری بے وقوفی کہو یا شرافت کہ میں داشتہ رکھنے کا قائل نہیں۔ اکثر لوگ اسے میری جذباتی حماقت کہیں گے کہ میں نے روشنی کو شادی کی پیش کش کردی" میرا پارا چڑھ گیا۔

روشنی نے بہن کو آنکھیں دکھائیں "تم میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی مت کرو۔"

وہ بڑی ڈھٹائی سے اپنی بات پر اڑی رہی "یہ رقم ایک لاکھ پاؤنڈز تو ہونی ہی چاہیے' کم سے کم۔ اور نکاح کے بعد یہ حق مہر ادا ہوجانا چاہیے۔"

میں برہمی سے بولا "میں اپنی چھوٹی بہن کی شادی کررہا ہوں۔ اور حق مہر ہے صرف ایک ہزار پاؤنڈز۔"

"تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کوئی رسک نہیں لے رہے ہو۔"

میں نے کہا "اور تمہاری بہن رسک لے رہی ہے؟"

"آف کورس۔ اس نے خود تسلیم کیا ہے۔"

روشنی نے کہا "لیکن میں کوئی رسک انشورنس کلیم لینا نہیں چاہتی۔"

شیری نے افسوس سے سر ہلایا "پاگل لڑکی۔ یہ تیرا حق ہے۔ عین شرع کے مطابق ہے۔ شوہر حق مہر فوراً ادا کرنے کا پابند ہے۔"

میں نے کہا "دیکھو' میں کسی فضول بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

"فضول؟" اس نے سگریٹ کے ڈیڑھ انچ لمبے ٹکڑے کو ایش ٹرے میں مسل دیا "تو نے دیکھا روشنی' یہ ہے وہ خالص شوہرانہ رویہ' یہ مجازی خدا ہیں۔ ان سے بحث مت کرو۔ بس ان کی اطاعت کرو۔ ان کی خدمت کروگی کنیزوں کی طرح۔ ان کے پاؤں کی جوتی بن کے رہوگی تو جنت میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاؤگی۔ دنیا چاہے جہنم سے بدتر ہو جائے۔"
روشنی نے غصے سے کہا "بند کرا پنی فضول بکواس۔"
"میں تیرے بھلے کی بات کر رہی تھی روشنی!"
"تو اپنی بھلائی برائی اپنے پاس رکھ۔"
شیری نے کہا "کیوں؟ تو مجھے لیکچر نہیں دیتی تھی اخلاقیات پر۔ میری زندگی میں کتنا دخل دینے کی کوشش کی تو نے۔ میرا جینا عذاب کر دیا تھا۔"
روشنی نے ہاتھ جوڑے "اچھا بابا' میری غلطی معاف کر دے۔ تو نے اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزاری۔ مجھے اپنی زندگی جینے دے۔"
شیری ہنسنے لگی "ٹیک اٹ ایزی سسٹر!"
یہ بڑا اچھا ہوا کہ عینی نے مجھے آواز دے کر بلا لیا "عاقل تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"
میں نے کہا "فراغت ہو گئی تمہیں اپنی لڑائی سے۔ یہاں کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ شادی والے دن بھی دولھا دلہن لڑ رہے ہیں فون پر۔"
عاقل نے کہا "میں ذرا جا رہا تھا لڈو بانٹنے۔"
میں نے کہا "شادی سے پہلے ہی؟"
"شادی کے نہیں' اپنے گمشدہ نامزد سسر کے ملنے کی خوشی میں۔"
میں نے کہا "عینی نے تمہیں بتا تو دیا ہو گا۔"
وہ بولا "خدا کا شکر ہے کہ تم تھانے سے ہی لوٹ آئے۔ جیل چلے جاتے تو میرا کیا ہوتا۔"
"تمہاری صحت پر کیا اثر پڑتا۔"
"سرجی' آج میری خانہ آبادی کا دن تھا۔ میں کیا برات لے کر جیل آتا؟"
میں نے ہنس کے کہا "اس میں قانونی قباحت تو کوئی نہیں؟"
"وہ جو مس قباحت ہیں نا' آپ کی آتش فشاں ہمشیرہ۔ صبح سے اس نے میرا جینا حرام کر دیا تھا کہ میرے بھیا کا پتا چلاؤ۔"
"یار' میں کوئی دودھ پیتا بچہ ہوں۔"
"بالکل۔ یہی کہا تھا میں نے کہ تمہارے بھیا سے بھی کر لیتی کوئی بدبخت شادی تو اب تک خود ان کے چار چھ دودھ پیتے بچے ہوتے۔ خیر دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔ وہ گئے ہیں ایک دندار ہوشیار طرح دار حسینہ' ناہکار' فرنگی نمیار مثلِ تیغ آبدار مع گیسوئے تابدار کے ساتھ۔"
میں نے کہا "اپنی یہ فضول نشریات بند کرو اور یہ فرماؤ کہ تمہاری طرف کے انتظامات کس مرحلے میں ہیں' کیا تیاری ہے؟"
اس نے ایک آہ بھری "اجی حضرت۔ پردیس میں کیا تیاری اور کیسے انتظامات۔ آدھے گھنٹے کے نوٹس پر یہاں شادی ہو جاتی ہے' آدھے گھنٹے بعد طلاق۔ خدا وہ وقت نہ دکھائے جب آدھے گھنٹے میں بچے بھی ہونے لگیں۔ فاسٹ فوڈ کا زمانہ ہے' ہر چیز فاسٹ ہے۔"
میں نے کہا "یار' کوئی وقت تو ہو گا تمہاری تشریف آوری کا؟"
وہ بولا "ہاں۔ ابھی تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ قاضی اور براتی سب نوکری پر گئے ہوئے ہیں اور خود دولھا جھاڑو دے رہا ہے گھر میں۔ رات کا وقت سوٹ کرے گا سب کو۔"
"بات یہ ہے دولھا میاں کہ مجھے بہرحال برات کی خاطر تواضع کا کچھ بندوبست کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کہیں ڈنر ہو جائے۔"
"کوئی مضائقہ نہیں۔"
میں نے کہا "ریزرویشن کتنے افراد کی کراؤں۔"
وہ بولا "پہلی فہرست میں تو شامل تھے پچاس کے قریب حضرات اور خواتین۔ نظرثانی کی تو آدھے نام کٹ گئے۔ وہ سب مفت خورے اور مطلب پرست قسم کے لوگ تھے جنہوں نے آج تک کبھی مجھے ایک پیالی چائے کے لیے نہیں پوچھا۔ مزید غور فرمانے پر پندرہ نام اور نکل گئے۔ وہ کوئی ایسے دوست نہیں تھے کہ سارے کام اور شام کی رنگینی مصروفیات چھوڑ کے نکاح جیسی بور تقریب میں ضرور آتے۔ سب بہانے کر کے گول ہو جاتے۔ چنانچہ باقی بچے دس مع قاضی اور منکوحہ۔"
میں نے کہا "اوکے۔ میں پندرہ کا بندوبست کر لیتا ہوں۔ تم اپنی تیاری مکمل کر لو گے؟"
"کرنی پڑیں گی۔ پہلے گھر کی جھاڑ پھیروں۔ اس کے بعد چھت اور دیواروں کے جالے جھاڑنے ہیں ورنہ دلہن مجھے جھاڑے گی آتے ہی۔ بہت سا کباڑ گھر سے نکالنا ہے۔ اس کے خیال میں تو ہر چیز پھینکے جانے کے قابل ہے' مجھ سمیت۔"
میں نے کہا "تم اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہو برخوردار۔ ایسے فرمانبردار اور بزدل شوہر مت بنو۔ ساری عمر یہی کرتے رہو گے۔"
وہ قہقہہ مار کے ہنسا "ویسے تو اللہ نے میرے سر پر منصب پر فائز ہونے کی عزت دی ہے آپ کو مگر یہ بات ذرا عقل اور تجربے کی۔ شروع شروع میں یہی امپریشن دینا چاہیے۔ بعد میں تو حقیقت سامنے آ ہی جاتی ہے کہ کون چھری ہے اور کون خربوزہ۔"

میں نے کہا "چلو ٹھیک ہے۔ یہاں کے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔"
وہ بولا "ویسے تو یہ سارے کام ہیں عورتوں کے۔ مگر اب تقدیر کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے کہ مجھ ناچیز کے سر محترم کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی ووٹ دینے کا اہل نہ ہو مگر بن جائے وزیر۔"
فون رکھ کے میں نے صورتِ حالات کے اس انقلاب پر غور کیا۔ وقت کی گردش نے یہ دن دکھایا تھا کہ سونی آج لندن میں تھی اور اس کی شادی ہو رہی تھی مگر اس میں وہ سب شریک نہیں تھے جن کو وہ اپنا سمجھنے لگی تھی۔ یہ شادی لاہور میں ہوتی تو اس کی شان کچھ اور ہوتی مگر خدا جو کرتا ہے' بہتر کرتا ہے۔ سونی نے زندگی کے جتنے نشیب و فراز دیکھے تھے' دکھ اٹھائے تھے اور اپنی بدبختی پر جتنے آنسو بہائے تھے' اب انتظامِ دستِ غیب سے سب کی تلافی ہو گئی تھی۔
مجھے زیادہ افسوس تھا کہ اس خوشی کے موقع پر نیلم موجود نہیں۔ سونی کی زندگی کے دھارے کو موڑ کے اس ایک محفوظ مستقبل فراہم کرنے میں سب سے اہم کردار اسی کا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے شادو کی موت کے بعد اس نے مجھے تحفظ فراہم کیا تھا۔ اگر میرے لیے لندن میں اپنے قیام کی مدت میں توسیع کرنا ممکن ہوتا تو میں نیلم کے آنے کا انتظار ضرور کرتا لیکن ایک تو وہ اپنی فلمی مصروفیات کے شیڈول کو چھوڑ کے لندن نہیں آ سکتی تھی۔ یہ غیر ذمے دارانہ طرزِ عمل اس کے اُصولوں کے خلاف تھا۔ دوسرے رب نواز لندن پہنچنے کے لیے پُرتول رہا تھا اور میں اس کے نازل ہونے سے پہلے ہی نکل جانا چاہتا تھا ورنہ یہاں مزید پے چیدگیاں پیدا ہو جاتیں۔
دونوں بہنوں نے عاقل سے ساری گفتگو سنی تھی "انتظامات کی تو تم فکر ہی مت کرو جیجاجی" شیری نے مجھے آنکھ ماری۔
میں نے کہا "بہت مہربانی آپ کی سالی جی۔ میں کروں گا سب کچھ۔"
وہ بولی "ارے نہیں یار۔ مجھے بڑا تجربہ ہے۔ خود شادی نہیں کی تو کیا ہوا؟"
میں نے کہا "مجھے روشنی نے بتایا تھا لیکن تم حد درجہ بے شرم لڑکی ہو۔ پتا نہیں میں تمہیں کیسے برداشت کر رہا ہوں۔"
وہ قہقہہ مار کے میرے گلے میں جھول گئی "ارے جیجاجی! ناراض کیوں ہوتے ہو۔ چلو میں کپڑے پہن لیتی ہوں روشنی کے۔ تم کہو تو برقع بھی اوڑھ لوں۔"
میں نے بڑی مشکل سے خود کو چھڑایا "لاحول ولا قوۃ۔ تم بس جاؤ۔"
"ایسے تو جانے والی نہیں ہوں میں۔ شادی میں شرکت بھی کرنا ہے مجھے اور سارا کام بھی کرنا ہے' تم دیکھنا۔"
میں نے کہا "مجھے کچھ نہیں دیکھنا۔ اور تم کیوں اتنی EXCITED ہو رہی ہو؟"
وہ چھلانگ مار کے صوفے پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی۔ "اس لیے کہ یہ مجھے اپنے گھر کی شادی لگتی ہے۔ لوگ تو بلاتے ہیں اپنا کام کرانے کے لیے اور فیس دے کے چلتا کر دیتے ہیں۔ کہنے کہیں کے' مہمان بنا کے روکتے نہیں۔"
روشنی نے کہا "یہ شرافت سے رہے گی' میرا وعدہ۔"
شیری ہنسی "اب تم اگر میری مانو تو ایک دو دن رک جاؤ۔"
میں نے کہا "اس سے کیا ہو گا؟"
"میں جمع کر کے لاتی ہوں کچھ لڑکیوں کو۔ ذرا ہلا گلا' گانا بجانا ہو جائے گا۔"
میں نے کہا "نہیں۔ اب اس کے لیے ٹائم نہیں ہے۔"
روشنی بولی "کیوں؟ ہماری کون سی فلائٹ مس ہو رہی ہے پاکستان کی؟"
میرے کچھ کہنے سے پہلے خود دلہن صاحبہ بول پڑیں۔ "ہاں بھیا۔ اتنی جلدی کیا ہے آخر؟"
میں نے اسے گھور کے دیکھا "جلدی تم دونوں کو پڑی ہوئی تھی۔ وہ اُلّو کا پٹھا جالے جھاڑ رہا ہے اور جھاڑو دے رہا ہے گھر میں۔"
عینی ہنسی "اسے کرنے دو اپنا کام۔ ہم آج رات کر لیتے ہیں کچھ ناچنا گانا۔"
شیری نے بڑے جوش سے کہا "ہاں۔ اسے بھی بلا لیں گے۔ دولھا دلہن کا ڈانس سب سے پہلے' کیوں عینی کرو گی ڈانس؟"
"گھر میں ڈانس کرنے میں کیا ہے' کیوں بھیا؟" وہ معصوم بن کے بولی۔
میں نے اپنا سر پکڑ لیا "بات ساری یہی ہے کہ یہ گھر نہیں ہے۔ اور ہم ہیں لندن میں ورنہ اتنا بول بھی سکتی تھی تو' اماں باوا جوتے مارتے۔"
"اب چھوڑو۔ ہم چار ہی تو ہیں' تھوڑا سا ہنسنے بولنے کے لیے" روشنی نے کہا۔
"اور وہ تمہاری شام کی جاب۔۔۔؟"
شیری نے ایک اور سگریٹ جلائی "بھاڑ میں گئی جاب۔ دو دن کی چھٹی۔ ضرورت نہیں ہے میری جیجاجی۔ مجھے کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی پروا نہیں۔ چل بھئی دلہن تو کھڑی ہو جا۔"

"کیوں کہاں جانا ہے؟"

"جانا ہے میرے ساتھ۔ ایک بیوٹی پارلر۔ پھر کپڑے لینے ہیں۔"

عینی نے میری طرف دیکھا "جاؤں بھیا؟"

میں نے کہا "میں بھی ساتھ چلوں گا۔"

"ضرور چلو مگر دیکھو' کسی بوڑھے کھوسٹ دقیانوسی اور تنگ نظر چاچے ماموں کا کردار مت ادا کرنا" شیری بولی۔

میں نے برہمی سے کہا "تمہاری زندگی اپنی ہے۔ جیسے چاہو رہو مگر عینی کی ذمے داری میری ہے۔ میں اس کا بڑا بھائی ہوں۔"

"یہی تو مصیبت ہے ساری۔ یہاں لڑکا لڑکی اٹھارہ سال کے ہوئے اور خود مختار' آزاد' اپنی مرضی کے مالک۔ ماں باپ خاندان محلے اور معاشرے کی زبردستی کی ٹھیکے داری ختم۔" شیری نے جھلا کے کہا۔

میں نے کہا "تم مادر پدر آزاد ہو' تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں مگر جو لاکھوں پاکستانی ہیں وہ پاکستانی کہلانا پسند کرتے ہیں اور اپنی روایات پر فخر کرتے ہیں اور اپنی قدروں کی حفاظت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

شیری برا سا منہ بنا کے خاموش ہو گئی۔ میری وجہ سے اس نے اپنا منی اسکرٹ جیسا لباس بھی تبدیل کر لیا۔ روشنی کا ایک شلوار قمیص سوٹ پہن کے اور دوپٹا گلے میں ڈال کے اس کی شخصیت ہی بدل گئی۔ وہ ایک شریف پاکستانی لڑکی اور اپنی بہن سے زیادہ ہی پُرکشش نظر آنے لگی۔ لیکن وہ پہلے سے زیادہ اداس ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک سی محسوس ہوئی تھی۔

میں نے کہا "شیری' یقین کرو اب تم پہلے سے کہیں زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔ تم نے میری بات کا برا تو منایا ہو گا لیکن میرا مقصد ہرگز تمہاری تذلیل نہیں تھا۔"

اس نے آنکھ سے نکلنے والے ایک آنسو کو انگلی پر لے کر جھٹک دیا "نہیں' یہ بات نہیں۔ مجھے... مجھے تو اچھا لگا۔"

"کیا اچھا لگا؟"

"جیسے تم نے مجھے ٹوکا' ڈانٹا۔ واقعی' میرا کوئی نہیں جسے پروا ہو۔ ایک بھائی تھا' اس کی سوچ بالکل برعکس تھی۔ کٹر مولوی تھا وہ۔ روسیوں کے خلاف جہاد میں حصہ لینے افغانستان گیا تھا۔ لوٹ کے نہیں آیا۔ وہ ضرور شہید ہو گیا ہو گا۔"

روشنی نے آہستہ سے کہا "ایسا مت کہہ۔"

"نہیں باجی۔ یہی تمنا تھی اس کی۔ وہ کہتا تھا کہ اسلام کے لیے لڑتے ہوئے مارا جائے۔ مسلمان کے لیے اس سے اچھی موت بھلا کیا ہو سکتی ہے۔ اگر وہ ہوتا یہاں تو تم نے صرف ڈانٹا ہے' وہ قتل کر دیتا مجھے۔ یہاں جو ملتے ہیں الٹی راہ پر چلانے والے جھوٹے اور خود غرض لوگ ہیں۔ تم جیسا کوئی بھائی ہوتا یہاں۔ تو۔ خیر چھوڑو۔"

میں نے کہا "اب بھی اگر تم چاہو۔"

وہ ہنسنے لگی "میں تو چاہتی ہوں کہ تم روشنی کو چھوڑ کے مجھ سے شادی کر لو۔"

مذاق کی بات مذاق میں ختم ہو گئی لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ باہر سے اتنی شوخ' بے باک اور خود مختار نظر آنے والی یہ لڑکی اندر سے کتنی تنہا' مجبور اور دل زدہ ہے۔ اس بچے کی طرح جو بھرے میلے میں پیار کرنے والے ماں باپ اور بھائی بہنوں سے بچھڑ کے خرکاروں کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔ وہ بظاہر ایک آزاد' خوش و خرم اور پُرتعیش زندگی گزار رہی تھی مگر اس کے وجود میں احساسِ محرومی اور تنہائی کی پیاس تھی جو برقرار تھی۔ عدم تحفظ کے احساس کا خوف تھا جس سے مفر نہ تھا۔ اور مستقبل کے اندیشے تھے جو اگلے بیس تیس سالوں میں اس سے سب خوشیاں چھین لینے والے بڑھاپے کی تصویر دکھا کے اسے ڈراتے تھے۔ روشنی کے گھر میں آ کے اسے اچھا لگا تھا۔ شاید اسے اپنا وہ گھر یاد آ گیا تھا جس میں اپنائیت کا احساس اسی طرح رشتوں کے فرق اور باہمی رویوں کے احترام میں نظر آتا تھا۔ اس نے روشنی کی مخالفت ضرور کی تھی کہ وہ اپنی آزادی بیچ کے پاکستانی معاشرے کے ایک روایتی شوہر کی بالادستی قبول کر رہی ہے مگر در حقیقت اس کے اپنے لاشعور میں یہی خواہش موجود تھی کہ اسے بھی کوئی ایسے ہی اپنا لے۔ ایک چاہنے والے شوہر۔ اپنے گھر اور اپنے بچوں کی خواہش تو وہ فطری جذبہ تھی جس کی پرورش اس نے بچپن سے جوانی تک خوابوں کی صورت میں کی تھی۔

شیری نے خود کو بیچ دیا تھا مگر اپنے خوابوں کی متاعِ حیات کو سنبھال کے رکھا تھا۔ جب اس نے کہا کہ میں چاہتی ہوں تم روشنی کو چھوڑ کے مجھ سے شادی کر لو تو مذاق سمجھا جانے کے باوجود یہ مذاق کی بات نہیں تھی۔ یہ انہی خوابوں کی وہ تعبیر تھی جو اب اس کی دسترس میں نہیں رہی تھی اور لاشعور کے کسی ویراں مدفن میں حسرت بن کے سو رہی تھی۔

اس ساری دوپہر ہم ایک ساتھ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے الگ رہے اور آپس میں ہنسنے بولنے کے باوجود خیالوں کے الگ الگ دھاروں میں بہتے رہے۔ عینی کے لیے یہ بڑا انقلاب آفریں دن تھا جب وہ لامحدود ارمانوں کی بھرپور سنسنی خیزی کے ساتھ ایک بالکل نئی اور خوشیوں سے معمور

زندگی میں قدم رکھنے والی تھی جہاں مستقبل تمام خوابوں کی تعبیریں لیے اسے خوش آمدید کہنے کا منتظر تھا۔ میں ابھی تک گزشتہ شب کے احساسِ پشیمانی کی کسک محسوس کر رہا تھا اور اس غنیم کی طرح اپنی شکست کے آزار کو جھیل رہا تھا جو ہزار گنا طاقتور ہونے کے باوجود مکر و فریب کی ایک چال سے اپنی عزتِ نفس اور اعتمادِ ذات سب گنوا بیٹھا ہو اور اب بدلہ لینے کے قابل ہی نہ رہا ہو۔ میرے تصور میں گزشتہ شب کا ہر منظر ایک آتشیں کوڑے اور پُرغرور ہنسی ہنستا تھا اور میرے دل میں نفرت کی زہریلی آندھی سی چلنے لگتی تھی مگر میں شیری اور عینی کے ساتھ خوش دلی سے باتیں کرنے اور مسکرانے پر مجبور تھا۔

شیری بلاشبہ لندن میں رہنے والے پاکستانیوں کے بارے میں زیادہ جانتی تھی۔ یہ پاکستانی اپنے لاکھوں ہم وطنوں کی ہر قسم کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہر جگہ بزنس کر رہے تھے۔ وہ پاکستان سے ہر چیز منگواتے تھے اور لندن میں رہنے والے پاکستانیوں کو احساس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ وطن سے دور ہیں۔ لندن کا ایک حصہ تو انڈیا پاکستان کے لوگوں کی اکثریتی آبادی کے باعث لاہور یا دہلی کی طرح نظر آتا ہے مگر ایسی دکانیں ہر علاقے میں نظر آ جاتی ہیں جہاں کوئی گورا یا میم نظر آ جائے تو حیرانی ضرور ہوتی ہے۔ پاکستانی ہوٹل' ٹیلرز اور اسٹور ہر جگہ ہیں جہاں سے آپ کو پاکستانی کھانوں کے مسالے' فلموں اور گانوں کے کیسٹ اور اخبار رسالے سب مل سکتے ہیں مگر ان دکانوں کے علاوہ بھی بہت سے پاکستانی خاندان اپنے اپنے گھروں میں بہت سے چھوٹے موٹے بزنس چلا رہے ہیں اور برسوں میں ان کی گڈول اتنی پھیل گئی ہے کہ لوگ انہیں نام کے بجائے کام سے جاننے لگے ہیں۔

شیری ہمیں ایک ایسی فیملی میں لے گئی جو شادی بیاہ کی تمام ضروریات کے حوالے سے مشہور تھی۔ وحید بٹ صاحب کوئی تیس سال پہلے لندن میں وارد ہوئے تھے۔ وہ خود بھی ذہین اور محنتی آدمی تھے اور جب انہوں نے لندن کی ایک پاکستانی فیملی کی لڑکی کو پسند کیا تو انہیں شریکِ حیات بھی اپنے جیسی ملی۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ سب مقدر کے کھیل ہیں مگر خوش حالی اور کامیابی کے حصول میں بٹ صاحب کی خداداد صلاحیتوں کا کردار بھی کم اہم نہیں تھا۔ وہ محنتی' خوش اخلاق اور سب سے بڑھ کر ایماندار تھے۔ وہ کاروبار میں ڈنڈی مارنے' کام چلانے اور گاہک کے اعتماد کو دھوکا دینے کے بالکل قائل نہیں تھے۔ ذاتی سطح پر وہ سب بہنوں کے بھائی تھے اور سب مردوں کی بہن ان کی بیگم تھیں چنانچہ سب کے بچے اسی مناسبت سے ان کے بھانجے بھتیجے ہو جاتے تھے۔

وحید بٹ صاحب ایسے ملے جیسے پرانے شناسا ہوں۔

"بڑی اچھی بات ہے جی کہ آپ ادھر تشریف لے آئے بھائی جی۔ اپنے غریب خانے پر۔"

میں نے کہا "میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں۔ اور مجھے لانے والی ہے یہ لڑکی شیری۔"

بٹ صاحب کی بیگم نے آنکھیں پھیلا کے شیری کو دیکھا "ہائے یہ تو ہے کڑیئے۔ سچ کتنی سوہنی لگ رہی ہے ان کپڑوں میں' کیوں جی؟"

بٹ صاحب نے بڑے جوش سے تائید کی "میں کہتا ہوں اپنی پاکستانی فلموں کی ہیروئن نظر آتی ہے بالکل۔"

ان کی بیگم نے سرہلایا "بس میں تو کہتی ہوں تو ایسے ہی رہا کر۔ کیا فضول ولایتی کپڑے پہن کے پھرتی ہے۔"

شیری لحاظ کرنے والی کہاں تھی "آپ کی بیٹیاں بھی تو ایسے ہی پھرتی ہیں۔"

انہوں نے بڑی ہوشیاری سے بات بنائی "ہاں' وہ بھی تیری طرح بات کہاں سنتی ہیں میری لیکن ان کا تیرا کیا مقابلہ۔ وہ ویسی بدیسی کچھ بھی پہن لیں' تیرے جیسی تو نہیں ہو سکتیں۔"

بٹ صاحب بولے "اب خیر سے مہمانوں کو کہیں بٹھاؤ۔ کوئی چائے شائے کی بات بھی کرو۔"

بیگم نے کہا "لو اپنا گھر ہے۔ کھڑے کیوں ہیں یہ لوگ۔ کم جگہ ہے بیٹھنے کے لیے۔"

"آپ ادھر آؤ شاہ جی میرے ساتھ۔" بٹ صاحب نے بے تکلفی سے ہاتھ پکڑ کے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا "خیر سے کتنا عرصہ ہو گیا ادھر؟"

میں نے کہا "میں آتا جاتا رہتا ہوں۔ ایک گھر یہاں بھی ہے۔"

وہ اس کا غلط مطلب نکال کے ہنسے "لے بھئی دیکھ لے۔ ان کے بھی دو گھر ہیں خیر سے۔ ایک ولایتی ایک دیسی۔"

ان کی بیگم نے جھوٹ موٹ غصہ دکھایا "تو تم بھی بنا لیتے اپنے پنڈ میں ایک گھر۔ اور وہاں اس بھینس جیسی چاچے کی دھی کو باندھ کے رکھتے۔"

بٹ صاحب نے مجھے غور سے دیکھا "آپ کو میں نے پہلے بھی دیکھا ہے بھائی جی!"

میں نے اپنا تعارف کرایا "اب بھی پہچاننے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں حالانکہ سیاست چھوڑے زمانہ ہوا۔"

بٹ صاحب کی بیگم نے کہا "کڑیئے' بڑے دنوں بعد آئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

شیری ہنسنے لگی "کیا کروں باجی کام ہی نہیں پڑا کوئی۔"

"لے۔ تو بغیر کام کے کیا بندہ نہیں ملتا؟" انہوں نے خفگی آمیز شفقت سے ڈانٹا۔

"نہیں۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ میں نے آنا شروع کردیا روز تو آپ ہی کہیں گی کہ تمکی خود تو کچھ کرتی نہیں' ہمارا ٹائم برباد کرنے آجاتی ہے۔"

بٹ صاحب بولے "ادھر کی ایسی ہی ریت ہے بھائی جی۔ کام جب تک نہ پڑے کوئی کسی کو پوچھتا بھی نہیں۔"

"ایسا لگتا ہے بھائی جی کہ شادی کرنا ہی چھوڑ دیا ہے لوگوں نے" شیری بولی۔

بٹ صاحب نے آہ بھری "ہاں بھئی۔ عقل آگئی ہے لوگوں میں پرانوں کا حال دیکھ کے۔"

"لیکن آج ایک اسامی پکڑ لائی ہوں میں" شیری نے کہا میں نے کہا "یہ میری چھوٹی بہن ہے' قرۃ العین۔"

"کتنی سوہنی ہے۔ مگر منہ میں زبان نہیں ہے بے چاری کے" بیگم بٹ نے مصنوعی ہمدردی اور پیار سے کہا۔

میں نے کہا "آپ کے سامنے ذرا شرمانے کی ایکٹنگ کررہی ہے۔ اس کی شادی ہورہی ہے آج۔"

"آج؟" بیگم بٹ نے کہا۔

میں نے کہا "بس کچھ ایمرجنسی ہے۔ مجھے کل پرسوں تک واپس پاکستان جانا پڑے گا۔"

"چل تو بتا کڑیے۔ کون ہے وہ منڈا۔ تجھے پسند ہے یا ایسے ہی زور زبردستی سے تیرے پلے باندھ رہے ہیں؟"

بٹ صاحب بولے "جیسے مجھے باندھا گیا تھا۔"

"تمہیں یا مجھے؟" بیگم نے کہا۔

"اوجی اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ گھوڑے کو گاڑی کے آگے باندھا گیا تھا یا گاڑی کو گھوڑے کے پیچھے۔ جیسی اپنی گزری کیا ویسی گزرتی ہے ان کی جو بڑے زور شور سے پہلے لو کرتے ہیں اور پھر میرج۔ ہم نے میرج پہلے کی لو بعد میں کیا۔ ابھی تک کررہے ہیں۔"

"اب کچھ ان کی بھی سنو۔ اپنی شروع کردیتے ہو ہر جگہ۔ ہاں بھئی قرۃ العین۔ بڑا مشکل سا نام ہے' گھر میں کیا کہتے ہیں' عینی؟"

میں نے کہا "بالکل ٹھیک اندازہ لگایا آپ نے۔ یہ عینی ہی ہے۔"

"ہاں تو عینی' اللہ مبارک کرے۔ منڈا کیا کرتا ہے؟"

اب عینی نے تکلف اور حجاب کو بالائے طاق رکھا اور اپنے اصل روپ میں آکے پٹ پٹ بولنا شروع کیا تو بٹ صاحب کی بیگم کو بھی اپنے کہے پر نادم ہونا پڑا۔ انہوں نے اسے بے زبان کہا تھا۔

بالآخر کپڑوں کے انتخاب کا مرحلہ آیا۔ "دیکھ کڑیے' پہلے بتا تیری پسند کیا ہے۔ میرے پاس تو ہر چیز ہے سارا ڈھیر کردو سامنے تو بندہ کنفیوز ہوجاتا ہے۔"

میں نے کہا "میں بتاتا ہوں۔"

"کیوں جی۔ شادی اس کی ہے یا تمہاری؟" بٹ صاحب کی بیگم نے کہا "ایویں بڑے بھائی ہونے کا فائدہ مت اٹھاؤ کچھ اس بے چاری کی بھی سُن لو۔"

میں ہنسنے لگا "بے چاری کی بھی ایک ہی کہی آپ نے۔ اپنی پسند کا اعلان یہ پہلے ہی کرچکی ہے۔ میں تو بس ایسے ہی اس کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے ساتھ پھر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ بچوں کی خوشی دیکھنی چاہیے۔ اب پہلے تو رنگ بتا' آج کل سفید کا بڑا فیشن ہے۔ ادھر انگریز دلہنوں کو دیکھ دیکھ کے اپنی پاکستانی لڑکیاں بھی سفید بنارسی کام والے سوٹ پسند کرنے لگی ہیں۔"

"مجھے تو لال چاہیے" عینی نے فرمایا "شیشل ہو کام والا تو اچھا ہے ورنہ بنارسی۔"

شیری نے برا سا منہ بنایا "بالکل روایتی۔"

عینی نے پلٹ کے جواب دیا "شادی روایت ہی تو ہے۔ جواب یہاں ختم ہوتی جارہی ہے۔"

"ویسے تو ہر قیمت کے جوڑے ہیں میرے پاس۔"

روشنی نے کہا "ہم جوڑا خریدنے نہیں آئے ہیں' کرائے پر چاہیے۔"

عینی نے چیں بہ چیں ہو کے کہا "میں پرانا پہنوں' کسی کی اُتری؟"

"نئے تو بہت مہنگے ہوں گے" شیری نے کہا۔

"پھر کیا ہوا۔ میں خرید سکتی ہوں" عینی نے بڑے غرور سے کہا۔

روشنی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی "عینی چند گھنٹوں کی تو بات ہوتی ہے پھر وہ پڑا سڑتا رہتا ہے کسی بکس میں۔"

"ایسا تم سمجھتی ہو۔ وہ زندگی کی ایک یادگار ہوتی ہے جسے سب سنبھال کے رکھتے ہیں۔ یہاں تو ماں باپ پرانے ہوجائیں تو انہیں بھی پھینک دیتے ہیں کسی اولڈ ہوم میں۔"

بٹ صاحب نے کہا "ویسے برطانوی بڑے قدامت پرست اور روایت پسند سمجھے جاتے ہیں۔"

بیگم بٹ نے کہا "آؤ پھر میرے ساتھ۔"

اوپر والی منزل پر جاکے میں حیران رہ گیا۔ بٹ فیملی نے

ایک پورے [illegible] ضرورت کا تمام اسباب اکٹھا کررکھا تھا۔ ان کی دو جوان بیٹیاں اس کام میں ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ وہ پاکستان اور انڈیا سے ہر چیز منگواتے تھے۔ دلہن اور دولھا کے ریڈی میڈ جوڑے 'مہندی' ابٹن۔ چوڑیاں اور مایوں مہندی کی تقریب کے تمام لوازمات۔ کپڑوں سے میچ کرنے والے جوتے اور ہینڈ بیگ وہ یہیں سے بنواتے تھے۔ کپڑے عام طور پر تھوڑے بہت فرق کے ساتھ فٹ آجاتے تھے۔

عینی نے بھی اترن پہننے سے صاف انکار کردیا تھا تو یہی مرضی میری بھی تھی۔ فضول خرچی سے اجتناب کی تلقین کرنے والے بھی ایسے موقع پر بیٹی یا بہن کی خواہش کے آگے مجبور ہوجاتے ہیں۔ میں کسی طرح بھی مجبور نہیں تھا اور جیسا کہ مجھے بعد میں علم ہوا۔ خود عینی اپنے ساتھ دس ہزار پاؤنڈز لے کر نکلی تھی۔ ظاہر ہے یہ رقم اسے عاقل نے فراہم کی تھی اور اس کے پاس جو لی کے دیے ہوئے ایک لاکھ پاؤنڈز تھے جو میں نے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ عاقل کے پاس یقیناً اچھا خاصا اندوختہ بھی ہوگا مگر اس ایک لاکھ پاؤنڈز کے چیک نے اسے مالدار کردیا تھا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کے ہر کام کرتا تھا مگر شادی کے معاملے میں وہ اپنی دلہن سے کنجوسی کا طعنہ کیسے سن سکتا تھا۔

ہم سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہے اور عینی نے اپنی پسند کا عروسی جوڑا منتخب کرلیا۔ اخلاقاً اس نے ہم سے ہماری رائے بھی لی "کیوں بھیا' کیسا ہے؟"

میں نے کہا "اگر تجھے پسند ہے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ بے کار ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" وہ منہ کے بولی۔

"اس میں غلط کیا ہے۔ ابھی تو اسے ناپسند کردے تو بے کار ہوجائے گا یا نہیں؟"

"آپ کو کیسا لگ رہا ہے' اچھا یا برا؟"

میں نے کہا "بُرا تو میں ایک کو بھی نہیں کہہ سکتا۔ اور پھر دلہن تو ہے۔ اگر پوچھنا ہی ہے تو اس سے پوچھ۔ جو گھر میں بھاڑ دے رہا ہے۔"

بیگم بٹ ہنسنے لگیں "ہائے بے چارہ۔ کتنا اچھا ہوتا اگر اسے بھی ساتھ ہی لے آتی تو کڑیے۔"

عینی نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی "ان کی پسند معلوم ہے مجھے۔ اب آپ دکھائیں دولھا کے کپڑے۔"

میں نے کہا "کیا! وہ بھی تو پسند کرے گی؟"

"ہاں۔ میں نے پہلے ہی بتادیا تھا اسے" عینی بولی۔

"کیسا بدمعاش ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ سے فون پر کہہ رہا تھا کہ اپنا انتظام میں کرلوں گا۔"

انہی کا ہے' بس پسند میری ہے۔"

روشنی کہنے لگی "اس کی پسند کی بھی کچھ اہمیت ہے یا نہیں؟"

عینی چٹاخ سے بولی "ہے کیسے نہیں۔ انہوں نے مجھے جو پسند کرلیا اور کیا چاہیے؟"

میں نے کہا "دیکھا آپ نے بٹ صاحب! کیسے بول رہی ہے؟"

ان کی بیگم ہنسنے لگیں "ٹھیک تو کہہ رہی ہے۔"

میں نے کہا "اچھا اب تو جلدی کر۔ بہت کام ہیں۔"

"کیا بھیا!" وہ روٹھے لہجے میں بولی "ابھی تو بہت چیزیں ہیں۔ چپ کرکے دیکھتے رہیں۔"

میں نے کہا "اچھا تم لوگ اطمینان سے دیکھو۔ ڈرائیور پھر آجائے گا کچھ دیر بعد۔"

بٹ صاحب نے کہا "بادشاہو۔ ایسے کدھر چل دیے۔ ہوا کے گھوڑے پر؟"

میں نے کہا "مجھے کچھ کام نمٹانے ہیں۔"

"اوہو نمٹا دینا۔ چائے تو پی کے جاؤ۔ واہ جی واہ۔"

دس منٹ بعد میں چائے پی کے اور لاہور کی سوغات بٹ سوئٹس والوں کا پیٹھے کا حلوا کھا کے نکلا تو میری سانسوں میں دیسی گھی کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ شیری نے تو اسے ایک چمچہ چکھتے ہی ابکائی لے کر مسترد کردیا تھا کہ اس میں سے بُو آرہی ہے۔

میرا خیال تھا کہ میں فون پر لارڈ پرائس کی خیریت معلوم کروں گا اور اس سے جمی کے بارے میں بھی پوچھوں گا۔ جمی کے بارے میں اس کی بیوی یقیناً سب سے بہتر بتا سکتی تھی مگر اب اس سے بات کرنا بھی خود اپنی نظر میں مزید ذلیل ہونے کے مترادف تھا۔ ہر حسین عورت کی طرح اسے اپنی خوش فہمی پر یقین آجاتا کہ میں اس سے نفرت کررہی نہیں سکتا۔ میں نے اپنی گاڑی نہیں لی تھی۔ ہم یہاں ٹیکسی پر آئے تھے چنانچہ باہر نکل کے پھر مجھے ٹیکسی کی تلاش تھی۔ اچانک میری نظر ایک عجیب و غریب ساخت رکھنے والی گاڑی پر گئی مگر بدلے ہوئے رنگ کے باوجود میں نے اسے پہچان لیا۔ پھر جیسے فضا میں سے جن نمودار ہوتا ہے' ایسے ہی اس گاڑی کے دونوں مالک میرے دائیں بائیں نمودار ہوئے اور میرے ساتھ چلنے لگے۔

"ہائے بڈی!" ہوگر نے تازہ منڈھے ہوئے سر کے اوپر رکھا ہوا ہیٹ تھوڑا سا اٹھایا۔

"ناکس ڈے!" دوسری طرف چلنے والے برٹ نے کہا۔

وہ مسلح تھے اور خطرناک عزائم ان کے چہرے سے عیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

...ں سے ان سے جان چھڑانے کے لیے کیا چاہتے ہو تم لوگ؟"

"میں ... میں جولیا رابرٹس کو چاہتا ہوں" ہوگر نے آہ بھری۔

"اور میں بروک شیلڈز کو" برٹ بولا۔

"اور انہیں چاہنے کے لیے بہت کچھ ہونا چاہیے' مثلاً پیسہ" ہوگر بولا۔

برٹ نے اس پر گرہ لگائی "بہت سا پیسہ۔"

"جو ہمارے پاس نہیں ہے فی الحال۔"

برٹ بولا "مگر تم ہمیں دے سکتے ہو کیونکہ دنیا میں ایک تم ہی ہمارے ایسے دوست ہو۔"

"جس سے ہم پیسہ مانگ سکتے ہیں۔"

میں رک گیا "کب تک چلے گا آخر یہ دوگانا؟"

ہوگر نے مجھے آگے دھکیلا تو پستول کی نوک مجھے اپنی پسلیوں میں محسوس ہونے لگی۔ "ایسا لگتا ہے کہ تمہیں ہمارا گانا اچھا نہیں لگا۔ حالانکہ میں اور برٹ بہت اچھے سنگر ہیں۔"

برٹ نے مجھے دوسری طرف سے ریوالور کی موجودگی کا احساس دلایا "لگتا ہے ہمارے دوست کو موسیقی سے شغف نہیں۔"

ہوگر بولا "مجھے تو کچھ اور ہی شبہ ہو رہا ہے۔ شاید دوست نے ہمیں پہچانا نہیں۔"

برٹ نے کہا "دوست کی آنکھیں اتنی خراب نہیں ہو سکتیں اور نہ اس کی یادداشت۔"

"اس کے باوجود ہمارا دوست ہمیں پہچاننے سے انکار کر سکتا ہے مگر یہ بہت برا ہوگا۔"

"ہاں' کیونکہ اس کے بعد ہمیں اس کی نظر اور میموری دونوں کی بحالی کے لیے محنت کرنی پڑے گی" برٹ نے کہا۔

میں نے ان کی نیت کو بھی بھانپ لیا تھا اور ان کی بدمعاشی کے مقصد کو بھی۔ وہ یقیناً میری جستجو میں تھے اور شاید لندن کی سڑکوں پر دن رات میری تلاش میں سرگرداں تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ انہیں دس دس ہزار پاؤنڈز دے کر میں نے صرف جمی کی گاڑی چھیننے کے لیے کیوں کہا تھا جبکہ میں خود بھی اسی گاڑی میں موجود تھا۔ میرے پاس تین لاکھ پاؤنڈز تھے اور ڈکیتی کی اس واردات کا جتنا ذکر اخباروں میں تھا اس سے زیادہ چرچا چوروں' ڈاکوؤں کی انڈر ورلڈ میں ہوگا کہ آخر یہ کارنامہ سرانجام دینے والا کون تھا؟

ہوگر اور برٹ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ انہیں کس طرح بے وقوف بنایا گیا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ انہیں نہ میرا نام معلوم تھا اور نہ میرا پتا۔ جو کچھ میں نے انہیں بتایا تھا وہ جھوٹ تھا۔ اگر وہ چاہتے تو جمی یا لارڈ پرائس سے مل کے براہِ راست مجھ تک پہنچ جاتے مگر ایسی صورت میں وہ خود بھی گرفتار ہوتے اور انہیں وہ رقم بھی واپس کرنی پڑتی جو وہ وصول کر کے کر چکے تھے۔ ایسے لوگوں کے پاس رقم ٹکتی کہاں ہے۔

وہ خاموشی سے دن رات مجھے لندن کی سڑکوں ڈھونڈتے رہے اور بالآخر قسمت کی دیوی ان پر مہربان ہوئی کہ انہیں میری صورت نظر آ گئی۔ وہ میرے پیچھے لگ گئے۔

میں نے کہا "تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"کچھ باتیں کرنے کے لیے' آپس کی باتیں۔"

اس وقت تک ہم ہوگر کی قدیم اور عجیب وضع کی گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔ برٹ نے مجھے دھکا دیا "پیچھے والی سیٹ پر بیٹھو۔"

میں اڑ گیا "نہیں۔ پہلے تم بتاؤ۔"

ہوگر نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا "ایسے ہم سڑک پر جھگڑا کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے کہ دوست لڑ رہے ہیں' وہ بھی پیسے کے لیے۔"

میں نے کہا "بھاڑ میں گئی تمہاری دوستی۔ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ ہم تمہیں صرف بلیک میل کریں گے" برٹ نے کہا "اور اگر تم بلیک میل نہ ہوئے۔"

"شٹ اَپ! اس کا کوئی امکان نہیں" ہوگر بولا "ہمارا دوست کوئی بے وقوف نہیں ہے کہ سوپیاز بھی کھائے اور سو جوتے بھی۔"

ان کی ساری خوش فہمی چند سیکنڈ میں دور ہو جاتی مگر وہاں اس کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میں سڑک پر کوئی تماشا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن تھوڑی بہت مزاحمت کی ایکٹنگ بھی ضروری تھی۔ ہوگر نے دوسری بار مجھے دھکیلا تو میں خوف زدہ سا نظر آتا ہوا ایک کونے میں دبک کے بیٹھ گیا۔

برٹ گاڑی چلانے لگا "تم اس گاڑی کو پسندیدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"

ہوگر ریوالور نکال کے میرے ساتھ بیٹھ گیا "لیکن یہ سمجھ لو کہ میں اپنی بیوی تمہیں دے سکتا ہوں' یہ گاڑی نہیں۔"

"ایک لاکھ پاؤنڈز بھی نہیں" برٹ نے بالآخر مطالبے کی رقم بتا دی۔

"حالانکہ جس شخص کے پاس تین لاکھ پاؤنڈز ہوں' وہ کچھ بھی خرید سکتا ہے۔ بروک شیلڈ کو بھی اور جولیا رابرٹس کو بھی۔"

"کم سے کم ایک رات کے لیے۔"

میں نے کہا "تو تم مجھ سے ایک لاکھ پاؤنڈز مانگ رہے ہو؟"

"ہم انصاف پسند لوگ ہیں" ہوگر بولا "ویسے تو تین جمے داروں میں ایک لاکھ فی کس ہونے چاہئیں مگر ایمان کی بات ہے کہ چانس تمہاری تھی۔ دماغ تم نے لڑایا اور یہ بلاشبہ ایک شاندار کام رہا۔"

"اے پرفیکٹ کرائم۔"

میں نے کہا "اگر میں یہ کہوں کہ اب رقم میرے پاس نہیں ہے۔"

"تو ہم تھوڑا سا انتظار کر لیں گے۔ آف کورس ایک لاکھ پاؤنڈز کوئی دوستوں کو دینے کے لیے جیب میں ڈال کے نہیں پھرتا" ہوگر نے کہا۔

برٹ بولا "ہم تمہیں یرغمال بنا کے رکھیں گے۔"

"پھر رقم تمہارے گھر جا کے لے آئیں گے۔ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے کہ رقم تم کیسے منگواؤ گے" ہوگر بولا "تم یقیناً کسی نہ کسی دوست سے مانگو گے۔ حالانکہ تم نے اسے اپنا دوست بتایا تھا۔"

"میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ مجھے نہیں جانتا" میں نے کہا۔

"اگر اسے علم ہوا کہ تین لاکھ کی ڈکیتی میں تم نے اس کا نام استعمال کیا تھا تو وہ خوش نہیں ہوگا" برٹ نے کہا۔

میں نے کہا "دیکھو۔ ایک لاکھ بہت زیادہ ہیں۔"

ہوگر ہنسا "مجھے تو بہت کم لگتے ہیں جب کہ میں تمہارے اس سے دگنی رقم کا تصور کرتا ہوں۔ ہم دونوں کے مقابلے میں تم چار گنا زیادہ امیر ہو گے' ایک لاکھ دے کر چھوٹ جاؤ۔"

"ہاں۔ مجھے صرف پچاس ہزار ملیں گے۔ ایک لاکھ کے بدلے" برٹ نے ایک آہ بھری "ہوگر۔ تم پھر غور کرو۔"

وہ بولا "میں غور کر رہا ہوں۔"

برٹ نے پلٹ کے مجھے بتایا "غور کرنے کی عادت ہے اسے۔"

ہوگر نے کہا "غور کرنے پر میں اپنا نظرثانی شدہ مطالبہ پیش کر رہا ہوں۔ تم آدھی رقم ہمیں دو گے۔ جب ہم اسے آپس میں بانٹ لیں گے تو جانتے ہو صورتِ حال کیا ہو گی؟"

برٹ بولا "ہوگر حساب کتاب میں ایک جینئس ہے۔"

"میرے اور برٹ کے پاس ہوں گے پچھتر ہزار پاؤنڈز فی کس اور تمہارے پاس ہوں گے اس کے دگنے' ڈیڑھ لاکھ۔"

برٹ بولا "لیکن یہ بہت معقول سمجھوتا ہے۔"

باتوں میں مگن ہونے کے باوجود وہ دونوں بہت چوکس تھے۔ ہوگر نے ایک لمحے کے لیے بھی نظر ہٹائی تھی اور نہ ریوالور کا رخ بدلا تھا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ وہ ایزی رہے اور مجھ سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرے اور میں اس کے OVER- CONFIDANCE سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کم سے کم رسک کے ساتھ یہ کھیل ختم کر دوں۔

میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا کیونکہ خواتین کی شاپنگ کا سلسلہ ایک گھنٹے سے زیادہ چلنے والا نہیں تھا۔ ہم بٹ صاحب کے گھر سے کافی دور آ چکے تھے لیکن ابھی تک کسی سڑک پر اتنی کم ٹریفک نہیں تھی کہ میں کسی کو متوجہ کیے بغیر ان دونوں کو ناک آؤٹ کر کے گاڑی میں پڑا چھوڑ دیتا اور واپس لوٹ جاتا۔

مجھے یہ تجسس بھی تھا کہ آخر وہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے اور میرے بارے میں کس حد تک جانتے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ جب ہم اپنے گھر سے روانہ ہونے کے بعد ٹیکسی کا انتظار کر رہے تھے' اس وقت یا پھر راستے میں کہیں ان کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور ان کی امید بر آئی۔ میرے ساتھ تین عورتوں کے بارے میں جو لباس اور وضع قطع سے ایشیائی لگتی تھیں' انہوں نے فرض کر لیا ہو گا کہ ان کا مجھ سے کوئی رشتہ ضرور ہو گا۔ غالباً انہوں نے بٹ صاحب کے گھر کو میرا گھر سمجھ لیا تھا۔ ہم ٹیکسی سے اتر کے ایک ساتھ اندر گئے تھے لیکن کچھ دیر بعد میں اکیلا ہی باہر آیا تھا اور پھر کہیں جانے کے لیے ٹیکسی تلاش کر رہا تھا۔

یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کہاں سے میرے پیچھے لگے تھے لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ وہ مجھ سے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز وصول کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے۔ کسی سے پیسے وصول کرنے کا آسان اور مؤثر طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اسے گن پوائنٹ پر اغوا کر کے کسی قید میں رکھا جائے اور پھر اس کی رہائی کے بدلے میں گھر والوں سے مطلوبہ رقم طلب کی جائے اور یہ واضح کر دیا جائے کہ انکار یا پولیس سے مدد لینے کی صورت میں انہیں ایک لاش کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

شاید یہ لوگ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے تھے۔ بعد میں وہ تاوان کی رقم کے لیے بٹ صاحب سے رجوع کرتے۔ بٹ صاحب کی پوزیشن محفوظ تھی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ شاہ عالم اپنی بہن کی شادی کے کپڑوں کی خریداری کے لیے بیوی اور سالی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ انہیں میرا نام ضرور معلوم تھا مگر پتا نہیں۔ خطرے کی بات صرف یہ تھی کہ وہ شیری کو جانتے تھے جو پہلے بھی ان کے پاس آتی جاتی تھی اور یہ ہو سکتا تھا کہ وہ شیری کے نائٹ کلب کا نام بھی بتا دیں۔ ایسی صورت میں وہ شیری کو ساتھ لے کر اس کی بہن تک پہنچ جاتے۔

بالآخر گاڑی بیس منٹ تک چلنے کے بعد ایک ایسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہائشی علاقے میں پہنچ گئی جو قدرتاً پسماندہ اور کم خوش حال تھا' یہاں چھوٹے چھوٹے خراب خستہ مکان قریب قریب بنے ہوئے تھے اور یہاں سیاہ فام اکثریت میں تھے۔ پولیس اور کسی حد تک متعصب گوروں کا خیال تھا کہ یہ جرائم پیشہ لوگوں کی آبادی تھی چنانچہ شرفا کو دن میں عموماً اور رات کے وقت خصوصاً ادھر نہ جانے کا مشورہ دیا جاتا تھا۔ راہ چلتے کسی کا لٹ جانا ایک عام سی بات تھی۔

گاڑی ایک احاطے میں پہنچ کے رک گئی جس میں چار چھوٹے چھوٹے تنگ و تاریک گھر بنے ہوئے تھے۔ ہر گھر کے باہر ٹیکر بنیان والے مرد' عورتیں اور بچے پھر رہے تھے۔ یہ لباس کم خرچ بھی تھا اور آسان بھی۔ خواتین کی بنیانوں کے شوخ زرد' نیلے اور لال رنگ تھے اور ان کی اکثریت کا بدن بھاری تھا۔

جیپ ایک بوڑھے کے سامنے ٹھہر گئی جو زمین پر پھسکڑا مارے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے آدھے سے زیادہ بال سفید تھے اور وہ دیکھنے سے ہی غلیظ لگتا تھا۔

جب مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے شراب کی چپٹی سی بوتل مجھے پیش کی جس سے منہ لگا کے وہ خود بھی پی رہا تھا۔

میں نے گردن ہلا کے انکار کردیا "میں شراب نہیں پیتا۔"

وہ مجھے گھورتا رہا "میرے لڑکوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے ان کے ساتھ دھوکا کیا؟"

"وہ غلط کہتے ہیں۔ میرا ان سے ایک معاہدہ ہوا تھا۔"

بڑے زناٹے سے ایک تھپڑ میرے گال پر پڑا۔ بڈھا اتنی تیزی سے حرکت میں آیا تھا کہ میں سنبھل نہ سکا اور نیچے گر گیا۔ "معاہدے میں دھوکا شامل تھا۔"

میں نے کہا "کیا اس طرح تم مجھ سے رقم وصول کرلوگے؟ اگر میں جیل گیا تو تمہارے لڑکے بھی جیل جائیں گے۔"

ہوگر نے کہا "یہ آدھی رقم دینے کے لیے تیار ہے۔"

بڈھے نے اسے گالی دی "پھر کیا میں اسے جانے دوں؟ جب یہ واپس آئے گا تو اس کے ساتھ رقم نہیں' پولیس ہوگی۔ تم نے اس کی آنکھوں پر پٹی کیوں نہیں باندھی تھی؟"

برٹ نے کہا "یہ پولیس کے پاس کیسے جاسکتا ہے؟"

ہوگر بولا "ہم نے اس کا گھر بھی دیکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ تین عورتیں تھیں۔ رقم ان سے وصول کی جاسکتی ہے۔"

بڈھے نے کچھ دیر سوچا "ٹھیک ہے پھر اسے سام کی ورکشاپ میں بند کردو۔"

میں نے کہا "تم لوگ بلاوجہ ہی اتنا تردد کررہے ہو۔ میں آدھی رقم دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اتنی بڑی رقم دینے کے لیے کوئی بھی آسانی سے تیار نہیں ہوتا" بڈھے نے غرا کے کہا "اس میں یقیناً دھوکا ہے۔ کیا تم نے اس کی تلاشی لی تھی؟"

ہوگر نے ریوالور کا رخ میری طرف کررکھا تھا "ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔ برٹ' تم اس کی جیبوں سے ہر چیز نکال لو۔"

برٹ نے حکم کی تعمیل کی۔ اس میں ایک ہزار ڈالرز سے اوپر کی رقم' میرا قومی شناختی کارڈ اور میرے انٹرنیشنل ڈرائیونگ لائسنس کے علاوہ امریکن ایکسپریس اور گرینڈلیز بینک کے کریڈٹ کارڈ تھے۔

"شاہ... الام... یہی نام ہے تمہارا؟" بڈھے نے نقد رقم جیب میں ڈالنے کے بعد کہا "تمہارا گھر کہاں ہے؟"

ہوگر نے فخریہ بتایا "ہم نے گھر دیکھ لیا ہے اور اسے باہر سے اٹھا کر لائے ہیں۔"

برٹ بولا "میں تو بالکل ہی مایوس ہوچکا تھا کہ شاید اب یہ لندن میں ہی نہیں ہوگا۔ جب آدمی کے پاس اتنی دولت ہو تو وہ روپوش ہونے کے لیے ملک سے باہر بھی جاسکتا ہے۔"

بڈھے نے سہلایا "یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔"

ہوگر نے کہا "یہ اس گھر میں تین عورتوں کے ساتھ گیا تھا۔ ان میں سے ایک اس کی بیوی ہوسکتی ہے۔"

بڈھے نے کہا "تینوں بھی ہوسکتی ہیں۔ یہ مسلم ہے' وہ چار بیویاں رکھ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "شٹ اپ۔ ان میں ایک میری بہن تھی اور دوسری بیوی کی بہن۔"

بڈھے نے میرا پرس مجھے واپس کردیا "ہم تمہارے ساتھ برا سلوک کرنا نہیں چاہتے۔ یہ انصاف کی بات ہے جو تم کو مان لینی چاہیے۔ تم نے میرے لڑکوں کو دھوکے سے استعمال کیا۔ ان کو صرف دس دس ہزار دیے اور ان سے تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی کرائی۔ اب شرافت سے آدھی رقم ہمارے حوالے کردو جو ہمارا حق ہے۔"

میں نے کہا "مجھے قید میں رکھ کے تم یہ رقم کیسے وصول کروگے؟"

"جیسے سب کرتے ہیں" وہ بولا "ہم تم سے فون کرائیں گے اور ایک خط بھی لکھوائیں گے کہ رقم خاموشی سے ادا کردی جائے۔"

"اور اگر تمہاری توقعات پوری نہ ہوئیں؟"

"اس کا خمیازہ تم بھگتو گے۔"

میں نے کہا "بات یہ ہے کہ..."

بڈھے نے کہا "بات بہت صاف ہے۔ اگر تمہاری بیوی

اور بہن کو تم سے محبت ہوگی تو وہ تمہیں زندہ خرید لیں گی اور پورا۔ ہم بھی تمہیں پورا ہی لوٹانا چاہتے ہیں اور لاش کی صورت میں نہیں لیکن مجبوری میں سب کرنا پڑتا ہے۔"

"وہی جو فلموں اور ناولوں میں ہوتا ہے" ہوگر بولا۔

میں نے کہا "فلموں اور ناولوں میں کیا ہوتا ہے؟"

برٹ بولا "ہم تمہارے لواحقین کو ایک تاریخ دیں گے۔ اور ایک جگہ بتائیں گے کہ رقم وہاں پہنچادیں۔ اور خبردار پولیس نہ کریں۔ ورنہ پہلے ہم تمہارا ایک ہاتھ کاٹیں گے' ادھر طلائی برسے۔"

ہوگر نے سہلایا "نہیں' پہلے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی کاٹ کے انہیں بھیج دیں گے۔ پھر بائیں ہاتھ کی۔ ایک ایک کرکے دس انگلیاں دس دن میں انہیں مل جائیں گی۔ دس دن کی مہلت بہت ہوتی ہے۔ گیارھویں دن ہم ایک ہاتھ بھیجیں گے' پھر دوسرا۔ دو ہفتے بعد تمہاری آخری قسط انہیں موصول ہوگی۔ وہ ڈیڑھ لاکھ بچالیں اور تمہارے ٹکڑے جمع کرتے جائیں۔ جب لاش پوری ہوجائے تو دفنادیں یا جلادیں۔"

میں ان کی بکواس اس لیے سن رہا تھا کہ میں احاطے میں مجموعی صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان کی احمقانہ اور ظالمانہ پن کی باتوں سے صاف اندازہ ہورہا تھا کہ وہ بڑا جرم افورڈ نہیں کرسکتے۔ وہ چھوٹے مجرم تھے۔ معمولی چوری چکاری اور چھوٹی ڈکیتی کی وارداتیں کرنے والے' کبھی کسی عورت کا ہینڈ بیگ چھین کر بھاگ جاتے ہیں یا کسی ویران جگہ پر اکیلے آدمی کو روک کے لوٹ لیتے ہیں اور MUGGERS کہلاتے ہیں۔ احاطے میں شاید سب ایسی جیسے تھے۔

یہاں میں چاہتا تو دو منٹ میں برٹ اور ہوگر کے ساتھ مل کے گرو کو ہی ناک آؤٹ کرکے لٹا دیتا۔ ان کے ریوالور اپنی جیب میں ڈالتا اور انہی کی گاڑی لے کر نکل جاتا مگر میں پکڑے جانے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ لڑائی شروع ہوتے ہی وہاں موجود سارے سیاہ فام اکٹھے ہوکے میرا راستہ بلاک کردیتے اور پولیس کو بلالیتے چنانچہ میں نے سام کے گیراج تک جانا قبول کرلیا۔

زیادہ اچھا یہ ہوا کہ برٹ اور ہوگر کے ساتھ ان کے گرو بھی چل پڑے۔ مجھے بیچ میں بٹھایا گیا۔ برٹ نے پھر ڈرائیونگ سنبھالی اور ہوگر میرے ساتھ گن لے کر بیٹھ گیا۔ اب میں نے اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔

سام کا گیراج قریب ہی ایک چھوٹے سے احاطے کا حصہ تھا۔ اس پاس کا سارا علاقہ ایسا ہی تھا۔ وہاں چھوٹے چھوٹے ورکشاپ نظر آرہے تھے۔ برٹ نے گاڑی کو گیراج کے سامنے روکا اور نیچے اُتر کے شٹر کا تالا کھولنے لگا۔

"ریوالور مجھے دے دو۔" بڈھے نے کہا "میں باہر نظر رکھوں گا۔"

برٹ نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ "اب تم خود نیچے اُتروگے یا میں تمہیں اٹھا کے اندر لے جاؤں؟"

ہوگر نے مجھے ریوالور کی نوک سے پیش کیا "چلو۔"

میں نے اترتے ہوئے کہا "دیکھو۔ تم بڑی غلطی کررہے ہو۔"

ہوگر مشتعل ہوگیا "شٹ اپ۔ جو غلطی ہم کرچکے' کیا اس سے بڑی غلطی ہوسکتی ہے؟"

میں نے کہا "مجھے ایک بات بتاؤ' آخر میری بیوی اتنی بڑی رقم کا بندوبست کیسے کرے گی۔ اسے کیا معلوم میرے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے اور معلوم ہو تب بھی وہ نکال تو نہیں سکتی۔ خود اس کے اکاؤنٹ میں دو چار سو پاؤنڈ پڑے ہوں تو پڑے ہوں۔"

"تمہارے بینک والے چیک لے کر رقم دے سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "بالکل دے سکتے ہیں۔ لیکن چیک بک میری جیب میں تو نہیں ہے۔ تم نے دیکھ لیا' اس کے علاوہ..."

بڈھے نے کہا "اس کے علاوہ کیا؟"

"اگر تم میں سے کوئی ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز کا ایک بیئرر چیک پیش کرے تو بینک والے لازمی شک کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں کسی بہانے سے ٹال دیں۔ جھوٹ بول دیں کہ اکاؤنٹ میں رقم نہیں ہے یا دستخط نہیں تھے مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پولیس کو بلالیں۔"

ہوگر چلانے لگا "تم رقم کے معاملے میں اپنے دماغ پر زور مت ڈالو۔ اس کا بندوبست تمہارے لواحقین کو کرنا ہے۔ تمہاری بیوی خود کو بیچ کے بھی رقم لائے گی۔ وہ بھیک مانگے یا چوری کرے' ہمیں کیا۔"

برٹ نے شٹر اٹھایا۔ اندر اندھیرا تھا۔ اس نے ایک بلب روشن کردیا مگر اس کی زرد روشنی اندر کے ماحول کی تاریکی دور کرنے میں ناکام تھی۔ مجھے یہی جگہ پسند آئی۔ یہاں میں ان تینوں کو اطمینان سے ناک آؤٹ کرکے باندھ کے اور خاموش کرکے جاسکتا تھا۔ کم سے کم چھ آٹھ گھنٹے تک ان کو پوچھنے کوئی نہ آتا اور وہ رات بھر بے دست و پا پڑے رہتے۔

برٹ نے مجھے پیچھے سے دھکا دے کر آگے کیا۔ "اب تم اپنی بیوی کے نام ایک خط لکھو گے۔"

ہوگر مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر ریوالور لیے کھڑا رہا۔ "بعد میں تم اسے فون پر سمجھا دینا کہ اس نے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز حاصل نہ کیے تو یہ خطرناک مجرم مجھے قتل کردیں گے۔ اگر وہ اس پر بھی نہ سمجھی تو پھر ہم اسے دوسری طرح سمجھائیں گے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ مجھے کاغذ اور قلم دو۔"

برٹ نے ایک پرانی میز کی گندی دراز کھول کے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاپی نکالی اور پین تلاش کرنے لگا۔ یہ موقع میرے لیے انتہائی مناسب تھا۔ میرے بہت قریب ایک اینجن کے تیل میں ڈوبے ہوئے پارٹس رکھے تھے۔ میں نے ایک گراری اٹھالی جو کسی گیئر باکس کا حصہ لگتی تھی مگر ہوگر میرے ہاتھ کی حرکت دیکھنے میں ناکام رہا۔

میرا ہاتھ ایک دم گھوما اور گراری کسی توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح ہوگر کے سر پر لگی۔ وہ ایک چیخ مار کے پیچھے گرا۔ ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں' میں اپنی جگہ سے جست لگا کے ہوگر پر جا گرا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ میرے ہاتھ خون میں بھر گئے مگر میں نے پاؤں کی ٹھوکر مار کے ریوالور کو دور کردیا۔

برٹ اتنی دیر میں مجھ تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایکسل کی فولادی راڈ تھی جو وہ میرے سر پر مارنے کے لیے بلند کرچکا تھا مگر قضا میری نہیں ہوگر کی آئی تھی۔ شاید اسے ہی مقسوم اور نوشتۂ تقدیر کا نام دیا جاتا ہے۔ ہوگر کو اپنے بھائی کے ہاتھوں ہلاک ہونا تھا اور اسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا۔

میں پیچھے دیکھے بغیر ایک دم پلٹ گیا اور میرے سر کی طرف آنے والی لوہے کی راڈ پوری قوت کے ساتھ ہوگر کی گردن پر پڑی۔ اس خیال نے برٹ کو دیوانہ کردیا کہ وہ اپنے بھائی کو قتل کرچکا ہے۔ وہ بڑے کرب میں چلایا اور دیوانوں کی طرح پلٹ کے مجھ پر حملہ آور ہوا مگر اب میں اس کے استقبال کے لیے تیار تھا۔

اس نے پھر لوہے کی راڈ گھمائی مگر میں غوطہ مار گیا اور راڈ میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ میں نے جھکے جھکے برٹ کو ٹکر ماری اور ایک ہی جھٹکے میں اسے اوپر اٹھا کے دور پھینک دیا۔ یہ اس کی بدقسمتی کہ وہ کسی ٹرک کے اس حصے پر گرا جو پچھلے دونوں پہیوں کو جوڑ کے رکھتا ہے۔ اس کے درمیان میں DIFFERENTIAL ہوتا ہے۔ کسی پھولے ہوئے فولادی پیٹ کی طرح۔ برٹ گر کے سیدھ ہوگیا تھا مگر پھر اس کے اوپر اسٹیئرنگ وہیل گر گیا جو لمبی سی راڈ کے ساتھ دیوار کے سہارے کھڑا تھا۔ اس کے بعد وہ اٹھ نہ سکا۔

میری نظر بار بار شٹر والے گیٹ کی طرف جاتی تھی جس کا دروازہ بند تھا۔ بڈھے نے اس کے اندر ہونے والی چیخ پکار اور چیزوں کے گرنے کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ وہ شاید کچھ اونچا بھی سنتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ہوگر یا برٹ کے چلانے کی آواز پر ضرور متوجہ ہوگا مگر ایسا نہیں ہوا۔ اسے اندر بلانے کے لیے میں نے شٹر کے قریب جاکے اس پر زور زور سے ہاتھ مارے اور حلق سے ایک کرب ناک آواز نکالی۔ اب بڈھے نے باہر سے چلا کے ہوگر کو اور پھر برٹ کو پکارا۔ پھر وہ شٹر اٹھا کے اندر آیا۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے منہ پر ایک بھرپور مکا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا گیا اور دیوار سے ٹکرا کے گرنے لگا مگر گرتے گرتے بھی اس نے ریوالور اٹھا کے فائر کرنے کی کوشش کی۔ میں تیزی سے ایک طرف نہ ہوا ہوتا تو گولی کا نشانہ بن سکتا تھا۔

دھماکا بڑا شدید تھا اور گولی شاید میرے کان کے پاس سے گزری تھی کہ میرے کانوں میں شائیں شائیں ہورہی تھی۔ میں نے بڈھے کو دوسرا فائر کرنے کا موقع نہیں دیا اور اسے ایک لگ ماری جو اس کے جبڑوں پر لگی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور لیا اور اسے کھینچ کر برٹ کی طرف لے گیا۔

اپنے ہاتھ واش بیسن میں اچھی طرح دھو کے میں نے باپ بیٹے کو ان تاروں سے باندھا جو وہاں ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔ اب وہ اس قابل نہ تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد بھی کچھ کرسکتے۔

ہوگر یقیناً مرچکا تھا اور جس قسم کی زندگی وہ گزار رہا تھا اس میں یہ انجام کسی بھی وقت متوقع تھا۔ میرا یہ کہنا شاید صحیح نہ ہو کہ وہ لالچ میں مارا گیا۔ وہ سارے غیر قانونی اور ناجائز کام پیسے کے لیے کرتے تھے۔ اس خیال سے ان کا مشتعل ہونا غلط نہ تھا کہ میں نے انہیں بے وقوف بنا کے ایک ایسا کام کرالیا جو وہ حقیقت معلوم ہونے پر کبھی نہ کرتے کیونکہ اس میں ان کی جان بھی جاسکتی تھی۔ میں انہیں کہتا کہ میرا دس ہزار ڈالر اور وہ گاڑی چھین لو جس میں جمی کے پاس تین لاکھ پاؤنڈز ہوں گے تو یہ سنتے ہی وہ بھاگ جاتے۔ لالچ کے باعث انہوں نے تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی کی واردات کی تھی۔ ان کے حصے میں صرف دس دس ہزار آئے۔ اصل بات انہیں اخبارات سے معلوم ہوئی تو انہوں نے غصے میں مجھے قتل کرنے کے بجائے پہلے مجھ سے ایک لاکھ پاؤنڈز وصول کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر رقم بڑھا کے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز کردی مگر تقدیر ان کے ساتھ نہ تھی۔ اپنے مطالبے کو میں بہت منصفانہ سمجھنے کے باوجود ہوگر خود اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوچکا تھا اور برٹ اپنے باپ کے ساتھ زخمی پڑا تھا۔

گیراج سے نکلتے ہوئے میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں نے شٹر کو لاک کردیا اور اس بوجھ جیپ میں بیٹھ گیا جسے ان دونوں بھائیوں نے اپنی پسند اور مہارت سے آراستہ کیا تھا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ جیپ کو یہیں چھوڑ دوں مگر مقفل گیراج کے سامنے گاڑی کو لاوارث کھڑا دیکھ کے بہت سے لوگ شک میں مبتلا ہوتے چنانچہ میں نے چابی لگا کے اسے اسٹارٹ کیا اور خمار کے ہوٹل لے گیا۔

یہ بات اب یقینی تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد برٹ اور اس کا باپ میری جان کے دشمن ہوجائیں گے۔ صرف وہی نہیں' ان کے بہت سے جرائم پیشہ ساتھی قاتلانہ عزائم کے ساتھ میری تلاش شروع کردیں گے لیکن فوری طور پر مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد انہیں سوچنا پڑے گا کہ وہ پولیس کے سامنے کیا بیان دیں۔ یہ کیسے بتائیں کہ وہ شاہ عالم گوبہاں کیوں لائے تھے اور کیسے لائے تھے اور ہوگر جس جھگڑے میں مارا گیا اس کا آغاز کس نے کیا تھا۔ ہوگر کی موت میرے ہاتھوں نہیں ہوئی تھی' اس کے قتل کا الزام براہِ راست اس کے بھائی پر آتا تھا۔

اگر وہ میرے خلاف قانونی جنگ کا آغاز کرتے تو خود پھنس جاتے چنانچہ مجھے یقین تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہوگر کی موت کے معاملے کو دبانے کی کوشش کریں گے۔ اس معاملے میں ان کی سیاہ فام اور جرائم پیشہ برادری پوری طرح ان کی مدد کرے گی۔ وہ جیسے ہی فٹ ہوں گے' مجھے قتل کرنے کے مشن پر نکل کھڑے ہوں گے۔ میرے اندازے کے مطابق ابھی میرے پاس چند دن کی مہلت تھی۔

لیکن بعد میں ایک اور بات ایسی ہوئی کہ میرے لیے فوری طور پر لندن سے روانگی ناگزیر ہوگئی۔

میں نے جیپ کو ایک ایسی جگہ چھوڑ دیا جہاں بہت سی گاڑیوں کے درمیان اس کی موجودگی کسی کی حیرانی کا سبب تو بن سکتی تھی' پریشانی کا نہیں۔ جیپ میں اپنی موجودگی کے سارے نشانات مٹا کے میں نے تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ پیدل طے کیا اور پھر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ بٹ صاحب کے گھر سے روانگی کے ٹھیک ایک گھنٹا دس منٹ بعد میں پھر وہیں تھا۔

خواتین نے اہم چیزوں کی خریداری مکمل کرلی تھی اور اب ثانوی حیثیت رکھنے والی چھوٹی موٹی چیزوں کا انتخاب ہورہا تھا۔

عینی نے کہا "آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

میں نے بڑے سکون سے جواب دیا "تم اپنے کام میں مصروف تھیں۔ میں نے سوچا ایک چھوٹا سا کام نمٹالوں۔"

"اچھا آپ کپڑے دیکھیں جو ہم نے پسند کیے ہیں۔"

روشنی نے ناگواری سے کہا "ہم نے نہیں' صرف تم نے۔"

عینی کے بجائے شیری نے جواب دیا "اوہو۔ ہر شخص کی پسند الگ ہوتی ہے۔ اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے۔"

"ہم پھر کس لیے ساتھ آئے تھے۔" روشنی کا موڈ خراب ہی رہا۔

پھر مجھے ایک خیال آیا "روشنی۔ تم نے کچھ نہیں لیا اپنے لیے۔ آخر ہماری شادی بھی تو ہے اس کے بعد۔"

میری بے لباسی اب مجھ سے سنبھل نہیں رہی تھی۔ میں نے اسی سے کام چلا لینا' ایک دن میں یہ کپڑے گھس کے پرانے تو نہیں ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "روشنی کی مرضی ہے۔"

روشنی نے کہا "مجھے یہ ڈھکوسلے اچھے نہیں لگتے۔"

میں نے کہا "پھر کیا اچھا لگتا ہے؟"

روشنی نے کہا "اس رشتے کی قانونی اور اخلاقی بنیادیں مضبوط ہونی چاہئیں۔ کیا فائدہ ایسی رسموں کا اور دھوم دھام کا اگر آپس کا اعتماد نہ ہو۔"

"یہ تم نے کیسے فرض کرلیا کہ میرے اور عاقل کے درمیان۔۔۔" عینی چراغ پا ہوکے بولی۔

"میں نے تمہاری بات نہیں کی تھی" روشنی نے اس کی بات کاٹ دی "جو سوال شاہ جی نے مجھ سے کیا تھا' میں اس کا جواب دے رہی تھی۔"

بٹ صاحب کی بیگم نے ان نجی نوعیت کے اختلافی معاملات سے خود کو الگ رکھا اور عینی کو دوسری چیزیں دکھاتی رہی۔ شیری غیر جانبدار رہتے ہوئے عینی کو اپنی رائے دیتی رہی۔ مگر روشنی کی فرسٹریشن بڑھتی رہی۔ شاید یہ خیال پھر اس کے ذہن میں نوکِ خار کی طرح خلش پیدا کررہا تھا کہ میں نے اس کی خواہشات پر خطِ تنسیخ پھیر کے من مانی کی ورنہ عینی کے ساتھ ہی اس کی اور میری شادی بھی ہوسکتی تھی۔ اسے میری کسی دلیل یا وضاحت نے مطمئن نہیں کیا تھا۔ وہ اب بھی میری طرف سے شکوک اور اندیشوں کا شکار تھی۔

باہر آتے ہی روشنی نے کہا "بھئی مجھے تو گھر جانا ہے۔"

عینی نے کہا "لیکن ابھی تو بہت سے کام باقی ہیں۔"

"میرے سر میں درد ہے۔ تم جاؤ اپنے کام کرو۔ میں ٹیکسی لے کر واپس گھر چلی جاتی ہوں۔ شیری تو چلے گی میرے ساتھ؟"

شیری نے صاف انکار کردیا "میں سارے کام نمٹا کے انہی کے ساتھ آؤں گی۔"

ہم نے مزید تین گھنٹے عینی کا میک اَپ کرانے اور اسے کچھ جیولری خرید کردینے میں صرف کیے۔ اب صرف اسے دلہن بنانا باقی تھا اور یہ ذمے داری شیری قبول کرچکی تھی۔ واپس جاتے ہوئے میں نے ٹیکسی کو عاقل کے گھر کی طرف موڑنے کا سوچا اور پھر ارادہ بدل دیا۔ میں نے عینی اور شیری سے کہا کہ وہ سیدھی گھر جائیں۔ میں دودھ کے کپڑے اور سرا وغیرہ پہنچا کے آتا ہوں۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ شیری وہ گھر دیکھے جہاں عینی کو رخصت ہوکے جانا تھا۔

میں نے کال بیل بجائی تو عاقل نے ڈور آئی سے مجھے دیکھا اور بولا "اکیلے ہی ہو نا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے دروازہ کھول دیا اور ہنسنے لگا "وہ یار۔ میرا حلیہ کچھ غیر شریفانہ سا ہو رہا تھا۔ تمہاری کوئی بات نہیں۔"

وہ صرف انڈرویئر میں تھا اور گرد و غبار میں بھوت بنا ہوا تھا۔ میں نے اسے گھڑی دکھائی "خدا کے بندے۔ تم ابھی تک صفائی میں لگے ہوئے ہو؟"

وہ بولا "نہیں' کام ختم ہو گیا۔ میں بس نہانے کے لیے جا رہا تھا۔"

میں نے اس اپارٹمنٹ کو دیکھا جو ہمیشہ ایک کباڑ خانے کا منظر پیش کرتا تھا۔ عاقل نے اسے صاف کر کے چمکا دیا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی اور فالتو چیزیں غائب ہو گئی تھیں۔ بیڈ پر نئی چادر بچھی ہوئی تھی۔ کمرے کے قالین اور پردے سب نئے تھے یہاں تک کہ دونوں کمروں کا فرنیچر تبدیل ہو چکا تھا۔

"تم نے تو کمال کر دیا" میں نے کہا۔

"سچ پوچھو تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ سب عینی پہلے ہی خرید چکی تھی۔ اس نے ہر چیز پسند کر لی تھی۔ آج فرنیچر پردے قالین سب وہی لوگ لگا کے گئے جن سے ہم نے یہ چیزیں خریدی تھیں۔"

میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ وہی گھر ہے۔"

"گھر تو یہ اب بنے گا۔ پہلے مکان بلکہ کباڑ خانہ ہی تھا۔ عینی کی پسند تمہیں کیسی لگی؟"

میں نے کہا "بہت اعلیٰ۔ لیکن اس سے زیادہ یہ بات اچھی لگی کہ تم نے اس کی پسند کو اتنی اہمیت دی۔ خیر' تم یہ دیکھو۔"

"یہ کیا ہے؟"

میں نے کہا "دولھا میاں۔ یہ کپڑے آپ زیب تن فرمائیں گے اور یہ ہے آپ کا سہرا۔"

عاقل کے چہرے پر بارہ بج گئے "میں... یہ پہنوں گا؟"

میں نے کہا "کیوں' تم نے کہا نہیں تھا؟"

"قسم خدا کی میں مذاق کر رہا تھا۔ میں ایسے جوکر بن کے نہیں آؤں گا۔ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔"

میں نے اسے ڈانٹا "ایسی کی تیسی لوگوں کی۔ یہ سب عینی نے اپنی پسند سے خریدے ہیں اور تم جانتے ہو اگر تم نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ کیا کرے گی؟ وہ ہنگامہ کھڑا کر دے گی اور کچھ بعید نہیں کہ شادی سے ہی انکار کر دے۔ اس کے غصے کو تم نہیں جانتے۔"

وہ رونی آواز میں بولا "اچھا۔ پھر تو مجبوری ہے۔ مگر میں اس ظالمانہ استحصال کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ یہ بدمعاشی ہے' بلیک میلنگ ہے۔"

میں نے کہا "استحصال کبھی دوستانہ یا شریفانہ نہیں ہوتا انہیں بتا دینا کہ سسرال والے بڑے جاہل اور دقیانوسی ہیں۔"

وہ بولا "کوئی حرج ہے اگر میں وہاں آ کے انسان سے دولھا بن جاؤں؟"

میں نے کہا "نو۔ تم تیار ہو کے آؤ گے۔ دراصل اس وقت میرے یہاں آنے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا ہے۔"

"کیسا حادثہ؟"

میں نے کہا "یار' وہ ہوگر اور برٹ مل گئے تھے۔ برٹ اس کا بھائی ہے۔ انہوں نے خبریں سن کے اندازہ کر لیا کہ ہم نے انہیں بے وقوف بنا کے ان سے تین لاکھ پاؤنڈز کی ڈکیتی کروائی اور دیے صرف دس دس ہزار پاؤنڈز۔ اب وہ اپنا حصہ مانگ رہے تھے۔"

"کتنا حصہ مانگ رہے تھے؟"

"ان کا مطالبہ تھا کہ نصف ہمارا' نصف تمہارا۔ اور اپنا مطالبہ منوانے کے لیے وہ مجھے گن پوائنٹ پر اغوا کر کے لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا باپ بھی تھا۔ وہ مجھے یرغمال بنا کے تم لوگوں سے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز طلب کرتے ورنہ مجھے مار دیتے۔"

"ایسی کی تیسی ان کی۔"

میں نے کہا "وہ تو میں نے کر دی' ہوگر مارا گیا۔ میرے ہاتھوں نہیں' خود بھائی نے اس کی گردن توڑ دی۔ وار اس نے مجھ پر کیا تھا مگر میں بیچ سے ہٹ گیا اور لوہے کی راڈ لگی ہوگر کی گردن پر۔ اس کے بعد میں نے برٹ کی بھی ٹھیک ٹھاک دھنائی کی اور ان کے خبیث باپ کو بھی دن میں تارے دکھا دیے۔ دونوں زخمی پڑے ہیں اس گیراج میں جہاں وہ مجھے بند کرنے کے لیے لے گئے تھے۔"

"لیکن وہ تمہیں کہاں مل گئے؟"

میں نے کہا "وہ مجھے تلاش کر رہے تھے اور انہوں نے اتفاق سے مجھے سڑک پر دیکھ لیا" میں نے اسے ساری بات بتا دی۔

"پھر اب کیا ہو گا؟" عاقل پریشانی سے بولا۔

میں نے کہا "ہونا تو وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے' لیکن احتیاط کا تقاضا ہے کہ اب میں فوراً لندن سے نکل جاؤں۔ ورنہ اس بار قتل جیسا سنگین الزام بھی لگ سکتا ہے۔ اور یہ پولیس کیس بن گیا تو سارے معاملات طشت از بام ہو جائیں گے۔ میرا تو تمہیں بھی مشورہ ہے کہ بس آج کی رات یہاں رہو' کل شفٹ کر جاؤ۔ اسی گھر میں جو ہم نے کرائے پر لیا تھا۔"

عاقل نے اثبات میں سر ہلایا "تیرے علاوہ اور کون جانتا ہے اس حادثے کے بارے میں؟"

بتانے کا۔ میں کوشش کروں گا کہ ہم کل ہی کسی فلائٹ سے روانہ ہو جائیں۔"

"ہم' یعنی تم اور روشنی۔ بالکل ٹھیک ہے۔ میں کل ہی پاکستان جانے والی کسی فلائٹ پر تمہارے لیے بکنگ دیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارے دوست یعنی براق کس وقت آئیں گے؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔ ابھی تو پانچ بجے ہیں۔"

میں نے کہا "اچھا' تم نہا لو۔ میں اتنی دیر میں کچھ فون کر لوں۔"

پاکستان کے وقت کے مطابق اس وقت دوپہر کے بارہ بجے تھے مگر نیلم مجھے گھر پر مل گئی "ناصر۔ کہاں سے بول رہے ہو؟"

میں نے کہا "اپنے منہ سے۔ اپنی زبان سے۔"

"بکو مت۔ تم پاکستان پہنچ گئے ہو؟"

"ابھی نہیں۔"

وہ شور کرنے لگی "تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ تم چند دن کا کہہ کے گئے تھے اور آج ڈیڑھ مہینے سے زیادہ ہو گیا۔ کیا واپس آنا نہیں چاہتے؟"

میں نے کہا "تم جانتی ہو..."

"میں کچھ نہیں جانتی۔" نیلم نے میری بات کاٹ دی "سب مجھ سے ہی پوچھتے ہیں کہ تم کب واپس آ رہے ہو۔"

"آخر تم سے کیوں پوچھتے ہیں سب؟"

"اس لیے کہ تم فون پر ملتے نہیں۔ کسی کو پتا نہیں کہ تم کہاں ہو۔ خود تم نے کسی سے فون پر بات نہیں کی۔"

میں نے کہا "یہ ٹھیک ہے کہ میں فون نہیں کر سکا۔ مگر مجھے کسی نے فون نہیں کیا۔"

"یہ بات پوچھنا اپنی اس ایکٹریس بیوی سے۔ کسی بھی وقت کوئی بھی فون کرے وہ کہہ دیتی ہے کہ شاہ صاحب گھر پر نہیں ہیں اور کچھ پتا نہیں کب واپس آئیں گے۔ رات بھر غائب رہتے ہو تم؟"

میں نے کہا "اس نے مجھے نہیں بتایا۔"

"خود میں نے کم سے کم تین بار تمہیں آدھی رات کے بعد فون کیا۔ یعنی اس وقت لندن میں رات کے دو بجے ہوں گے۔ تم اور چند اب نے بارہ ایک دو' یہاں تک کہ صبح چار بجے بھی فون کیا۔"

"میں ایک رات بھی گھر سے باہر نہیں رہا۔"

"تمہارا فون مسلسل انگیج ملتا تھا۔ وہ ضرور ریسیور الٹا کسی ایک طرف رکھ دیتی ہو گی۔"

میں نے کہا "الو کی پٹھی۔ آج پوچھوں گا اس سے۔"

چاہنے والے۔"

میں نے کہا "اب میں فون پر کیا بتاؤں' تم سخن فہم ہو اس لیے غالب کی زبان میں کہتا ہوں۔ گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار۔ لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا۔"

وہ بولی "میں بس نکل رہی تھی۔ اور پانچ منٹ تاخیر کرتے تو میں نہ ملتی۔"

میں نے کہا "تمہارے لیے ایک اطلاع تھی۔ پُرمسرت بھی اور افسوسناک بھی۔ آج عینی کی شادی ہو رہی ہے۔"

"شادی ہو رہی ہے' آج...؟"

میں نے کہا "ہاں۔"

"لیکن ایسے اچانک... ایسی کیا جلدی تھی؟"

میں نے کہا "مجبوری تھی نیلم۔ میں عینی کو اپنے ساتھ پاکستان لانے کا کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اور اسے یہاں ایسے ہی عاقل کے پاس چھوڑنا بھی غلط تھا۔ خود عاقل نے کہا کہ وہ عینی کی ذمے داری قبول کر سکتا ہے لیکن ایسے نہیں۔ میں نے بھی سوچا اور غور کیا تو یہی ٹھیک لگا کہ ان کا نکاح پڑھوا دیا جائے۔ چنانچہ آج شام یہ تقریب ہے۔"

نیلم کی خفگی برقرار رہی "مگر ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ تم دو چار دن پہلے بتا دیتے۔ ہفتہ دس دن بھی گزر جاتے تو کون سی قیامت آ جاتی؟"

میں نے کہا "میرا لندن میں رکنا اب خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے کچھ اخباروں میں دیکھا۔ کچھ تشہیم سے معلوم ہوا کہ تم وہاں کیا گل کھلاتے پھر رہے ہو۔"

میں نے کہا "اب تو پورا گلستان کھل گیا ہے۔ اگر کل تک میں نے آشیانہ چمن سے نہ اٹھایا تو پھر قفس میں گزریں گی بہاریں۔"

"تمہیں کیا معلوم یہاں سب کتنے پریشان ہیں۔"

میں نے کہا "مجھے اندازہ ہے۔ لیکن میں کیا کروں' کوئی وجہ نہیں ہوتی اور میں کسی خواہ مخواہ کے معاملے میں ملوث ہو جاتا ہوں۔"

"یہ مت کہو۔ جانتے بوجھتے تم نے مصیبت کو آواز دی۔ رب نواز جیسے لوگوں سے پنگا لیا۔ چھوڑ دو یہ سارے چکر۔"

میں نے کہا "چھوڑ دوں گا۔ ابھی تو صورتِ حال یہ ہے کہ میں کمبل کو چھوڑتا ہوں مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ بس ایک دو دن کی بات ہے۔ پھر اپنی زندگی جی سکوں گا۔ شاہ عالم کا کھیل ختم ہو جائے گا۔"

نیلم نے کہا "اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ شادی کیسے ہو رہی ہے؟"

میں نے اسے مختصراً بتانے کی کوشش کی مگر وہ تفصیل جاننا چاہتی تھی۔ مجھے شادی کی تیاری اور انتظامات سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سہیل کے پلان تک ہر بات سمجھانے میں آدھا گھنٹا لگ گیا۔
بالآخر اس نے کہا "اچھا دیکھو' اس موقع کی تصویریں ضرور بنانا' ویڈیو فلم ہو تو سب سے بہتر۔"
میں نے کہا "یس میڈم!"
"لیکن کیمرے سے دلہن کے کلوز اپ ضرور بنوانا اور انلارج کرالینا۔ فل پورٹریٹ سائز پر۔"
میں نے کہا "جیسا آپ کا حکم۔"
"وہ ایسے ہی اتنی پیاری ہے۔ دلہن بن کے کیسی لگے گی؟"
میں نے کہا "وہ تمہیں بہت یاد کر رہی تھی۔ اور یقیناً بہت مس کرے گی' لیکن کیا ہو سکتا ہے؟"
"اسے کہنا میں پہلی فرصت میں آؤں گی۔ اسے میری طرف سے بہت پیار کرنا۔ بہت دعائیں دینا۔ اور۔۔۔" اس کی آواز بھرا گئی۔
میں نے کہا "نیلم۔ یہ کیا۔۔۔ تم رو رہی ہو؟"
"میں کیا کروں" وہ روتے ہوئے بولی "یہ معاملہ جذبات کا ہے۔ جن پر میرا بس نہیں چلتا۔"
میں نے کہا "مجھے کچھ بتانا ہی نہیں چاہیے تھا تمہیں۔"
"اگر تم مجھے نہ بتاتے۔۔۔ تو میں بھی معاف نہ کرتی تمہیں۔"
میں نے کہا "میرا خیال تھا کہ رات نو بجے نکاح کے بعد عینی خود تمہیں سلام کرے گی۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔"
"کیوں ٹھیک نہیں رہے گا؟"
میں نے کہا "ارے ادھر تم لاہور میں رو رو کے دریائے راوی بہا دو گی۔ ادھر عینی کو بھی بہانہ چاہیے۔ وہ دریائے ٹیمز تر بہانے لگے گی۔"
"نہیں ناصر۔ بس میں رو لی جتنا رونا تھا۔ اب دل کو قرار آ گیا ہے۔ میں عینی سے ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔ اسے کہنا جب وہ مسز عاقل بن جائے' تو مجھے فون ضرور کرے۔ اور اس دیوانے مسخرے سے بھی کہنا۔"
میں نے کہا "وہ بہت سنجیدہ ہو گیا ہے اب۔ سارا مسخرا پن ختم ہو گیا ہے۔ اب کوئی اسے میڈ جوکر کہے تو خود اس سے زیادہ عینی برا مانتی ہے۔ انقلابات ہیں زمانے کے۔"
"وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔"
عاقل نماز ھو کے فارغ ہوا اور کچن سے کافی بنا کے لایا۔ تب تک ہماری گفتگو چل رہی تھی۔ میں نے کہا "لو تم خود بات کرو' دولھا میاں سے۔"
عاقل گھبرا گیا "یار' یہ کیا۔۔۔" مگر میں نے ریسیور اسے تھما دیا۔
اگلے دس منٹ تک وہ نیلم کا وعظ سنتا رہا اور جی جی کرتا رہا۔ اسے یہ یقین دلاتا رہا کہ وہ عینی کا خیال رکھے گا۔ اسے کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گا' وغیرہ وغیرہ۔
ریسیور ایک بار پھر میرے ہاتھ میں آیا تو عاقل نے خدا کا شکر ادا کرنے کے انداز میں لمبی گہری سانس لے کر ہاتھ جوڑے "کیا یار۔۔۔ مصیبت میں ڈال دیا مجھے۔"
میں نے کہا "گستاخ آدمی' یہ تمہاری ساس کی بیٹی ہے۔"
نیلم نے کہا "تم نے مجھ سے کچھ کہا؟"
میں نے کہا "نہیں۔ تمہیں تو بس خدا حافظ کہنا تھا۔"
"ایک بات سنو' عینی کو جہیز میں کیا دیا؟"
"جہیز۔۔۔" میں گڑبڑا کے بولا "اس مسئلے پر تو غور نہیں کیا۔"
"اور اس پر دعویٰ ہے کہ شادی کا انتظام اچھا کیا ہے تم نے۔"
"ایسی کی تیسی جہیز لینے والے کی" عاقل نے بیچ میں چلا کے کہا۔
"تم نے عاقل کی بات سنی" میں نے کہا۔
وہ بولی "ہاں سنی۔ مگر اسے کہہ دو کہ اس کی مرضی نہیں چلے گی ہر معاملے میں۔ ہم جہیز دیں گے اور اسے لینا پڑے گا۔"
میں نے کہا "لیکن اب وقت کہاں ہے؟"
"دیکھو ناصر۔ جو کچھ عاقل نے اپنے گھر کے لیے خریدا ہے نا' وہ میری طرف سے ہے۔ ہفتہ دس دن بعد میں خود لندن آ کے دیکھوں گی کہ انہیں اور کیا چاہیے۔ وہ سب میں لوں گی۔ ویسے وہ اپنی مرضی سے جو لینا چاہیں لے لیں۔ مگر اس کی ادائیگی میں کروں گی عاقل کو۔"
میں نے کہا "ٹھیک ہے نیلم۔ جب تم آؤ تو خود نمٹ لینا ان سے۔ میں چلتا ہوں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"
"ایک آخری بات اور سنو" وہ جلدی سے بولی "دلہن کا سارا زیور میں یہاں سے بنوا کے لاؤں گی۔ تم دولھا کو سلامی میں کیا دو گے؟"
میں نے اپنا سر پکڑ لیا "سلامی؟ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔"
"کیوں' چھوٹی بہن ہے تمہاری۔ بہنوئی ہو جائے گا عاقل۔ اس کو بھی ایسے ہی ٹرخا دو گے' کنجوس آدمی!"
میں نے کہا "تم ہی بتاؤ' کیا دوں؟"
"گاڑی ہے اس کے پاس؟"
میں نے کہا "ہاں ہے۔ ایک پرانی سی۔"
"اسے نئی گاڑی دے دو۔ تم افورڈ کر سکتے ہو۔"
میں نے کہا "بالکل افورڈ کر سکتا ہوں اور یہ شاندار آئیڈیا دینے پر شکریہ۔ تم نے مجھے مستقبل کی شرمندگی سے بچا لیا۔ ورنہ عاقل ساری عمر طعنے دیتا رہتا مجھے۔ اور عینی کا

جینا حرام کر دیتا طعنوں سے۔ اچھا' خدا حافظ!"
عاقل نے خفگی سے بولا "یہ خاتون کچھ سنکی ہو رہی ہیں۔ بالکل ساس کی طرح بی ہیو کر رہی تھیں۔ نصیحتوں کا پٹارا کھول دیا پورا۔ یہ کرنا' وہ مت کرنا۔ خبردار جو عینی کو لاوارث سمجھا۔ مجھے سخت تلقین آ رہا تھا' بس ضبط کرتا رہا۔"
میں نے کہا "برخوردار' ابھی تو میں نے کچھ نہیں کہا نہیں۔ رخصتی کے وقت ہو گا میرا دوراہی خطبہ۔ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے تمہارے۔"
"اور یہ جہیز اور سلامی کا کیا ڈراما ہے؟"
میں نے ڈانٹ کے کہا "خبردار جو اس معاملے میں زبان درازی کی۔"
وہ بولا "میں کچھ نہیں لوں گا۔ میں بتا دیتا ہوں۔"
میں نے مزید دھاڑ کے کہا "تمہارا تو باپ بھی لے گا۔"
واپس جاتے ہوئے میں نے ایک ٹاپ کلاس پاکستانی ریسٹورنٹ میں پندرہ افراد کے ڈنر کے لیے ریزرویشن کرا لی۔ ریسٹورنٹ کے مالک ایک باریش اور پابند شرع قسم کے بزرگوار تھے جنہوں نے خود بھی جناح کیپ لگا رکھی تھی اور ہال کے مرکزی دروازے کے مقابل بھی قائداعظم کی ایک بہت بڑی پینٹنگ بڑے نمایاں انداز میں لگا رکھی تھی۔
انہوں نے چند منٹ میں مجھے پہچان لیا "میاں' تم وہی ہونا' شاہ عالم۔ بڑی مشکل سے یاد آیا۔ دماغ کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟"
میں نے کہا "آپ نے صحیح پہچانا۔ ورنہ لوگ تو اب بھول گئے ہیں شاہ عالم کے نام کو بھی۔"
"لو جی۔ یہ ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے سارے اخبار رسالے منگواتا ہوں" انہوں نے ایک گوشے میں میز پر لگے ہوئے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا "جس کا دل چاہے یہاں پڑھے' چاہے تو ساتھ لے جائے۔"
میں نے کہا "ایسے تو بہت سے مفت خورے آ جاتے ہوں گے اخبار لینے؟"
"نہیں میاں' ایسا نہیں ہے۔ یہاں آ کے پاکستانی بھی بدل جاتے ہیں۔ اصول اور اخلاق کی پابندی کرنے لگتے ہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں روز۔ باہر سے کوئی اخبار اٹھانے نہیں آتا۔ ہاں جو چائے پینے یا کھانا کھانے آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر اپنے مستقل گاہک ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ یہاں پاکستانی اخبار ملتا ہے' وہ ایک اخبار اٹھا لیتے ہیں' کوئی دو بھی لے جاتا ہے۔ مگر مجھے فرق نہیں پڑتا۔ اللہ بہت دے رہا ہے۔ دعوت کیسی کرنے کا پروگرام ہے؟"
میں نے کہا "یہ شادی کی دعوت ہے۔"
"اچھا اچھا" انہوں نے فوراً مجھ سے مصافحہ کیا "بھئی بہت مبارک ہو۔ ایک کو تو تم پاکستان میں طلاق دے کر آئے تھے۔ دوسری کوئی ماڈل تھی جس نے تم سے یہاں شادی کی اور پھر طلاق لے لی۔ یہ تیسری کون ہے خیر سے؟"
میں نے کہا "حضرت! شادی میری نہیں میری بہن کی ہے۔ میں نے اس لیے بتانا ضروری سمجھا کہ آپ اسی مناسبت سے انتظام کریں۔"
"بس میاں' اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں عروسی ہال میں بندوبست کر دیتا ہوں۔ ویسے تو سو افراد بھی بیٹھ سکتے ہیں وہاں لیکن آج جنگ نہیں ہے۔"
میں نے کہا "ہمارے تو صرف پندرہ افراد ہیں۔"
وہ بولے "ہال کا کرایہ تو فکس ہے۔ مہمان جتنے بھی ہوں۔"
میں نے کہا "کیا میں ہال کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں؟"
"ضرور دیکھو میاں۔ تمہیں پسند آئے گا۔ یہاں سب کے درمیان بھی پندرہ افراد کی ٹیبل لگ سکتی ہے لیکن پرائیویسی نہیں ہو گی۔"
ان کا خیال بہت ٹھیک تھا۔ مجھے وہ چھوٹا سا مگر بہت خوبصورتی سے سجایا ہوا ہال پسند آیا۔ بزرگوار جتنے خوش اخلاق تھے اتنے ہی اچھے کاروباری ذہن کے مالک بھی تھے۔ وہ نوٹ پیڈ اور بال پین لے کر ہال میں بیٹھ گئے "ہاں تو میاں' کھانے میں کیا ہو گا؟"
میں نے کہا "آپ بتائیں کیا ہو سکتا ہے؟"
"میری مانو تو اپنا روایتی مینیو رکھو۔ چکن قورمہ' مٹن بریانی' نافتان یا شیرمال۔ شامی کباب اور زعفرانی کھیر۔ رائیتہ سلاد ساتھ ہو گا۔ چاہو تو اس میں ایک آدھ اضافی ڈش رکھ لو مثلاً چکن بروسٹ اور بہاری کباب۔"
میں نے کہا "چلیے یہ معاملہ میں نے آپ پر چھوڑا۔"
"ٹھیک ہے میاں۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ مہمانوں کا استقبال انہیں گلدستے پیش کر کے ہو گا۔"
میں نے کہا "ویری گڈ!"
"پھر دولھا دلہن شادی کا کیک کاٹیں گے' کیا خیال ہے؟"
میں نے کہا "بہت نیک خیال ہے آپ کا۔ دراصل یہاں میں اکیلا ہوں' سب کچھ مجھے ہی کرنا پڑ رہا ہے۔"
وہ بولے "اجی حضرت! ہم بھی تو آپ کے ساتھ ہیں۔"
میں نے کہا "آپ نے واقعی میری مشکل آسان کر دی ہے۔ یہ تو مجھے بعد میں اس رات بل ادا کرتے وقت اندازہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا کہ بزرگوار نے ہر چیز کے دام دگنے سے زیادہ وصول کیے تھے۔ COMPLIMENTORY یا فری کوئی بھی چیز نہیں تھی۔

میں گھر پہنچا تو سات بج رہے تھے۔ برات کے آنے میں دو گھنٹے تھے جس میں مجھے بھی اپنی تیاری کرنی تھی۔ ایک کمرے میں شیری بڑے انہماک کے ساتھ دلہن کو تیار کر رہی تھی۔ دوسرے کمرے میں روشنی اکیلی لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔

میں نے محتاط لہجے میں پوچھا "کیا حال ہے تمہارے سردرد کا؟"

وہ تو غالب کے اس شعر کی تفسیر بنی بیٹھی تھی کہ "تو ذرا چھیڑ تو دے تشنہ مضراب ہے ساز۔" "میرا اصل سردرد تو تم ہو شاہ عالم!" وہ پھٹ پڑی۔

میرے لیے اس کا رویہ غیر متوقع نہیں تھا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اچانک وہاں سے اکیلی کیوں چلی آئی تھیں؟"

"ہاں۔ میرے لیے وہ سب ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ اپنی بہن کی شادی تم کم وقت ہونے کے باوجود کتنے اہتمام سے کر رہے ہو۔"

"میں وہی کر رہا ہوں جو میرا فرض ہے۔" میں نے درشت لہجے میں کہا "لیکن اس سے بہت کم کر رہا ہوں جتنا میں کرنا چاہتا تھا۔ جتنا مجھے کرنا چاہیے۔"

"اور میرے لیے کچھ نہیں کرنا چاہیے تمہیں؟"

میں نے کہا "دیکھو۔ تم پھر اسی بحث میں الجھ رہی ہو جس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔"

وہ چلا کے بولی "مجھے تمہاری نیت میں فتور محسوس ہوتا ہے۔"

"اس میں قصور میرا ہے یا تمہاری الٹی کھوپڑی کا؟" میں نے بھی چلا کے کہا "آخر میں کیسے سمجھاؤں تمہیں۔ کیسے قائل کروں، کوئی حلف نامہ داخل کروں یا عدالتی ضمانت فراہم کروں کہ پاکستان پہنچتے ہی ہم شادی کر لیں گے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ چکر دے رہے ہو مجھے۔ آخر کیا فرق ہے یہاں کے نکاح میں اور پاکستان کے نکاح میں؟ یہی مولوی ہمارا نکاح کیوں نہیں پڑھا سکتا جو عینی اور عاقل کا نکاح پڑھائے گا۔ میں تو کچھ مانگ بھی نہیں رہی ہوں۔ نہ کوئی شرط رکھ رہی ہوں کہ مجھے دلہن بنانے کے لیے زیور کپڑے لاؤ۔ اور خود بھی دولہا بن کے آؤ۔ جیسا کہ عینی کی ضد تھی۔"

میں نے چراغ پا ہو کے کہا "عینی کی بات مت کرو۔"

وہ اسی طرح بولتی رہی "میں تو کہتی ہوں کہ میں اور تم انہی کپڑوں میں شادی کر سکتے ہیں۔"

شیری دروازے میں نمودار ہوئی "باجی۔ میں نے کیا سمجھایا تھا آپ کو؟"

روشنی نے اسے ڈانٹ دیا "تو مت دخل دے۔ مت بول بیچ میں۔"

"کیسے نہ بولوں۔ تم جو بولتی چلی جا رہی ہو۔ آخر کیا جلدی ہے تمہیں اپنی شادی کی؟"

"شیری، کیا مجھے نظر نہیں آتا، یہ آدمی مجھے ٹال رہا ہے۔ دو دن بعد کراچی میں شادی کے لیے تیار ہے مگر آج نہیں۔ آخر کیوں؟" روشنی نے کہا۔

میں نے کہا "جب ایک بات طے ہو گئی تھی ــ تو پھر" وہ چیخ کے بولی "پھر کیا شاہ جی۔ تم گولی دے رہے ہو مجھے۔ کراچی پہنچ کے بھی تم شادی نہیں کرو گے مجھ سے۔"

میں نے دھاڑ کے کہا "اچھا فرض کر و میری نیت ہے میری ــ پھر؟ کیا تم زبردستی شادی کر سکتی ہو مجھ سے؟"

"ہاں۔ یہاں کر سکتی ہوں، پاکستان میں نہیں۔"

میں نے کہا "اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی۔ میرے تمہارے درمیان صرف ایک ایگریمنٹ تھا کہ تم دنیا کے سامنے میری بیوی بن کے رہو گی۔"

"اب میں اچھی طرح جان گئی ہوں کہ اس ایگریمنٹ کے پیچھے تمہارا مقصد کیا تھا۔ تم نے ساٹھ ہزار پاؤنڈز دے کر مجھے بھی شریک جرم کر لیا۔ اب مطلب نکل جانے کے بعد تم مجھے چھوڑنا چاہتے ہو۔"

"میں تم سے شادی کا پابند نہیں تھا۔ یہ تو میں نے حالات کو دیکھتے ہوئے اس خیال سے شادی کے لیے کہا تھا کہ تم اکیلی تھیں۔ میں نے تمہیں سہارا دیا تھا۔ ایک جذباتی حماقت سرزد ہوئی بھی مجھ سے کہ تمہیں پرپوز کر دیا۔"

"تم اس وقت بھی مجھے بے وقوف بنا رہے تھے۔"

میں نے جھنجلا کے کہا "چلو یوں ہے تو ایسے ہی سمجھ لو۔"

"اب یہ ممکن نہیں رہا شاہ عالم!"

"کیوں ممکن نہیں رہا۔ میں انکار کرتا ہوں شادی سے۔ ہم پرانے ایگریمنٹ کے مطابق چلیں گے۔"

شیری نے کہا "دیکھا تو نے؟ میں نے کیا سمجھایا تھا، ایک لاکھ پاؤنڈز کا ایگری منٹ کر لے۔ شادی کے چکر میں مت پڑ۔"

"بکواس بند کر اس سے تو میں نمٹ لوں گی۔"

میں نے کہا "کیا نمٹ لو گی ــ جاؤ پولیس کے پاس۔ جو کہنا ہے کہ دو۔ کون یقین کرے گا تمہاری بکواس پر۔ تمہاری اوقات کیا ہے شاہ عالم کے سامنے۔"

روشنی مجھے خوں آشام نظروں سے گھورتی رہی۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو میں بھی پیچھے ہٹنے والی نہیں ہوں۔ تمہارے ساتھ میں بھی جیل جاؤں گی۔"

میں نے کہا "میں تو اچھے سے اچھا وکیل کروں گا۔ بڑی سے بڑی عدالت میں اپیل کروں گا۔ اگر فیصلہ میرے خلاف ہوا۔ تم کیا کرو گی؟ میں تو جیل سے نکل کے بھی شاہ عالم ہی رہوں گا۔ پہلے بھی جیل کاٹ چکا ہوں ... اپنے ملک میں۔ تمہارا جیل میں اور جیل سے نکل کے کیا انجام ہوگا۔ اس پر بھی غور کیا ہے تم نے بے وقوف عورت؟"

میرے پیچھے سے عینی نے کہا "چھوڑیں بھیا! اچھا ہوا ــ کی اصلیت جلدی ہی کھل کے سامنے آ گئی۔ ابھی تو آپ ــ کریں عاقل کو۔ شادی اب یہاں نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا "بالکل ٹھیک۔ میں اسے منع کر دیتا ہوں ــ یہ عورت تقریب میں بھی گند گھولے گی۔ عاقل برات ــ سیدھا ہوٹل آ جائے۔"

"میں وہاں بھی ہنگامہ کر سکتی ہوں" روشنی نے کہا لیکن ــ اس کے لہجے میں شکست کی ساری خجالت آ گئی تھی۔

میں نے کہا "تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں ہوگی" ــ نے کہا اور اگر تم نے زبردستی گھسنے کی کوشش کی تو دربان ــ روک دیں گے۔ ہو سکتا ہے دخل اندازی پر پولیس ــ لے کر دیں۔"

وہ بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹتی رہی اور مجھے ٹیلی فون پر ــ سے بات کرتا دیکھتی رہی۔ وہ یقین اور بے یقینی، امید ــ میدی۔ محبت اور نفرت کے متضاد جذبوں کے درمیان ــ دبختی کا شکار ہونے والی عورت تھی جو نہ خود اپنی ــ بھروسا کر سکتی تھی نہ کسی دوسرے کے وعدے پر۔ وہ تو ــ قدم جمانے کے لیے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کے ــ تھی اور پھر یہی حرکت کرتی تھی۔

میں اب فیصلہ کر چکا تھا کہ اس عورت کا کردار ــ جائے۔ اس سے شادی کر کے مجھے اپنی مشکلات ــ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر وہ ــ کے مطابق اپنا رول نبھاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ــ کی کوئی مجبور یا ضرورت مند عورت بھی کر لے ــ ہزار پاؤنڈز روپے میں ایک نہیں دس بیویاں مل جائیں گی جو شاہ عالم کو مرنے کے بعد اپنے شوہر کی حیثیت سے شناخت کریں اور پچاس ہزار وصول کر کے اپنی راہ لیں۔ مجھے روشنی پر یا اس کے حالات پر ترس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پولیس کے پاس جانے کی دھمکی وہ پہلے بھی دے چکی تھی مگر مجھے معلوم تھا کہ یہ کام اس کی لیے اتنا آسان نہیں ہوگا۔ اس سے وقتی طور پر میرے لیے پریشانی کے اسباب پیدا ہو سکتے تھے مگر روشنی کو فائدے کے بجائے نقصان ہو سکتا تھا۔

اب تک دونوں بہنوں کا کردار بھی کھل کے سامنے آ چکا تھا۔ شیری دوغلے پن کی قائل نہیں تھی اور اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارتی تھی تو برملا اس کا اعتراف بھی کرتی تھی اور کسی اخلاق و کردار کے سماجی ٹھیکے دار سے نہیں ڈرتی تھی۔ اس کے برعکس روشنی کو زندگی میں تلخ تجربات ضرور ہوئے تھے مگر اس کے بعد وہ آ ہوئے صیاد دیدہ کی طرح اپنے خوف کے حصار میں چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے ایک اچھے کردار والی پاکباز لڑکی کے کردار کا نقاب اوڑھ لیا تھا اور

فلم کے نواب نجم الدین نواب کا ایک طویل ناول
قیمت فی حصہ 150 روپے
انتقام گیری
ایکشن اور سسپنس کا نہ رکنے والا سلسلہ آپ کی رگوں میں لہو گرما دے گا۔
سیاست کے سانپ اور ان کی زہریلی سازشوں کا حال۔
پوری دنیا پر حکمرانی کرنے والے "خفیہ ہاتھ" کی سازشوں کا حال۔
بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کی پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کی داستان۔
پاکستان کو گدھوں کی طرح نوچنے والے سیاستدانوں کی شرمناک داستان
سندھ کے وڈیروں کی "خدائی" کی ناقابل یقین داستانیں۔
اپنے ہاکر یا قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں
ناشر: الرفاعی پبلشرز اینڈ بکسیلرز، لاہور
اسٹاکسٹ: علی میاں پبلیکیشنز 20۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 37247414

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود کو محفوظ تصور کرلیا تھا۔ شیری جتنی باہمت تھی' خواہ ایک منفی انداز میں سہی' روشنی اتنی ہی بزدل اور خود فریب تھی۔

آٹھ بجے عینی پوری تیاری کے ساتھ میرے سامنے آئی تو میں اسے دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ دلہن بن کے تو چڑیل بھی پری لگتی ہے۔ عینی ویسے بھی حسنِ مجسم تھی۔ لندن کی آب و ہوا اور بے فکری کی زندگی نے اس کے رنگ روپ کو سونے سے کندن بنادیا تھا۔

عینی نے شرما کے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا "ایسے کیا دیکھ رہے ہیں بھیا!"

میں نے آگے بڑھ کے اسے گلے لگالیا اور اس کے سر کو چوما "خدا تجھے نظرِ بد سے بچائے۔ عاقل کی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے مجھے۔"

وہ اپنا سر میرے سینے پر رکھ کے رونے لگی "بھیا۔۔!"

میں خود اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ میں نے اپنے آنسوؤں کو بڑی مشکل سے روکا اور ٹھوڑی پکڑ کے اس کا چہرہ اوپر کیا "یہ کیا۔۔ رونا ابھی سے۔۔؟"

شیری نے سر پر ہاتھ مارا "سارا میک اَپ غارت ہوجائے گا۔"

عینی نے ایک سسکی لی "روکہاں رہی ہوں میں۔"

"پھر یہ کیا ہے؟" میں نے اسے پیار سے ڈانٹا اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا "خوشی کا موقع ہے۔ ہنستی ہوئی جا زندگی کے نئے سفر پر۔ خوش نصیبی تیری بھی کم نہیں۔ دیکھ' آج تو کہاں ہے۔ کل کہاں تھی؟ اور تجھے شریکِ سفر بھی وہ ملا ہے کہ تو اس پر جتنا ناز کرے' کم ہے۔"

"یہ سب آپ کے طفیل ہے بھیا۔ آپ نے مجھے فرش سے اٹھا کے عرش پر بٹھادیا۔"

میں نے ہنس کے کہا "فلمی ڈائیلاگ مت بول۔ اس کے لیے وہ میڈ جو کر کافی ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میرے تیرے خوابوں کو تعبیر دی۔ میں آج بہت خوش ہوں' تو خوش ہے یا نہیں؟"

اس نے شرما کے آہستہ سے اقرار میں سر ہلایا۔

میں نے کہا "خوش ہے تو پھر ہنس کے دکھا۔ چل ہنس جلدی سے۔ نہیں تو میں گدگدی کرتا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ شیری نے فوراً اس کی آنکھوں کے آس پاس میک اپ کو ری ٹچ کیا اور نو بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ ہم گھر سے نکل گئے۔ میں نے فون کر کے ایک وڈیو ٹیکسی منگوانے کا سوچا تھا مگر اسی وقت عاقل کی گاڑی آگئی۔ جو شخص اسے ڈرائیو کر رہا تھا وہ بعد میں اس کا فوٹوگرافر دوست ثابت ہوا اور اسی نے تقریب کو بہترین کور یج دی۔

شیری نے کوشش کی کہ روشنی کو بھی شریک کرے مگر میں کوئی رسک لینے پر راضی نہیں تھا۔ وہ خود بھی منہ لپیٹے کمرا بند کر کے سو رہی تھی اور شاید اس بات کی خواہش مند تھی کہ میں اس کو مناؤں اور اس کی منت سماجت کروں لیکن میں اب جھکنے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اسے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتی ہے تو میں اس کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔

اندر سے کسی حد تک میں اب خوف زدہ ضرور تھا کہ کہیں اس نے پاگل پن کے دورے میں پولیس سے سب کچھ کہہ دیا تو میرے لیے حالات فوری طور پر انتہائی سخت ہوجائیں گے۔ پولیس کی تفتیش نہ جانے کس رخ پر چل پڑے۔ یہ پاکستان کی پولیس نہیں تھی جس سے مک مکا کے لیے نقد سودا ہوسکے۔ میری گرفتاری کے امکانات بہت روشن تھے اور تفتیش کے دوران میں حقائق سامنے آجاتے تو شاہ عالم کو شاید دو چار سال کے لیے ولایت کی جیل کی ہوا بھی کھانی پڑتی۔ کچھ بھی نہ ہوتا تو بھی پانچ دس ہزار پاؤنڈز ایک اچھا وکیل کرنے پر خرچ ہوجاتے اور ضمانت پر رہائی سے مقدمے کے فیصلے تک مجھے برطانیہ میں ہی رکنا پڑتا۔

میں اپنے خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ شیری نے کہا "مجھے روشنی کی طرف سے بہت تشویش لاحق ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "فکر مت کرو۔ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ میں اس کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔"

"وہ شدید ڈیپریشن کا شکار ہے" شیری نے کہا۔

"خود کردہ را علاج نیست۔"

"وہ کوئی ایسا ویسا قدم نہ اٹھالے۔ اس نے ایک بار پہلے بھی ایسی ہی کوشش کی تھی۔"

میں نے چونک کے پیچھے دیکھا "کیسی کوشش؟"

"خودکشی کی۔ اس کی جان تو بچ گئی مگر بعد میں ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ وہ ماں کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی اور انہیں نفسیاتی اسپتال میں داخل کرادیا جائے۔ ماں کو بھی اور بیٹی کو بھی۔ روشنی وہاں تین مہینے رہی تھی۔"

میں نے کہا "یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بتانے سے کیا ہوتا؟" شیری نے مایوسی سے کہا۔

اتنا وقت نہیں تھا کہ میں عینی کو ہوٹل میں چھوڑ کے واپس گھر جاتا اور روشنی کو اصرار کر کے اپنے ساتھ لے آتا۔ اصولاً ہمیں پہلے سے ہوٹل میں برات کے استقبال کے لیے موجود ہونا چاہیے تھا مگر ہوا اس کے برعکس کہ عاقل دولہا

طرح سج بن کے سہرا باندھے ہوٹل پہنچ گئے اور اس کے دوستوں نے اس کا خوب ریکارڈ لگایا کہ دلہن تو آئی نہیں اور شاید آئے بھی نہیں۔ خدا نے اسے بروقت برے وقت سے بچالیا۔ وہ بھاگ گئی کسی اور کے ساتھ۔ لڑکی والوں نے تجھے بنی میں اپریل فول بنایا ہے۔ اچھا مذاق کیا ہے تیرے ساتھ۔ چل اب کسی اور کو ہنگامی طور پر دلہن بنا کے لاتے ہیں تاکہ تو نامراد واپس نہ جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے پہنچنے کے بعد یہ ہنگامہ فرو ہوا۔ دس منٹ بعد قاضی نے جو کہ ایک کلین شیو نوجوان آدمی تھا نکاح پڑھادیا۔ انتظامات دونوں طرف سے مکمل تھے۔ عاقل نے روایت کے مطابق چھوارے تقسیم کرنے کا انتظام بھی کرلیا تھا۔ فوٹوگرافر نے ہر زاویے سے ہر موقع کی تصاویر بنانے میں بڑی محنت کی۔ پھر دولھا دلہن نے مل کے شادی کا کیک کاٹا اور مبارک سلامت کے شور میں کھانا شروع ہوا۔ ساڑھے دس بجے عینی کی رخصتی ہوگئی۔

ہرچند کہ یہ روایتی انداز میں بابل کے انگنا سے ڈولی بٹھانے والا سین نہیں تھا۔ لندن میں یہ تقریب بے حد سادہ اور INFORMAL ہوگئی تھی مگر اس کے باوجود جب میں اس ہال میں اکیلا رہ گیا۔ میز پر اور فرش پر سہرے کے پھولوں کی بکھر جانے والی پتیاں رہ گئیں۔ آدھا بچا ہوا کیک رہ گیا۔ جلتی بجھتی موم بتیاں رہ گئیں۔ جانے والوں کی خوشبو رہ گئی اور ان کے روپ میں سجائی شرماتی' آنسوؤں کو چھپاکے زیرِ لب مسکرانے کی کوشش کرتی عینی کا تصور رہ گیا تو میں نے خود کو بہت ہی اکیلا سی دست اور دل زدہ محسوس کیا جتنا اپنی آخری بیٹی کو رخصت کرانے کے بعد کوئی بوڑھا باپ خالی گھر میں محسوس کرتا ہوگا۔

شیری اب اپنی بہن کی طرف سے پریشان تھی کیونکہ اس نے ایک بار ہوٹل سے فون پر رابطے کی کوشش کی تھی تو فون کا ریسیور کسی نے بھی نہیں اٹھایا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ شاید روشنی سو رہی ہوگی مگر شیری کا خیال تھا کہ اس شدید اعصابی دباؤ اور ذہنی انتشار میں وہ بغیر نہیں سو سکتی۔ کچھ کھا کے نہ سو گئی ہو۔

میں نے جلدی جلدی بل ادا کیا اور شیری کے ساتھ گھر کی طرف چل پڑا۔ میں نے راستے میں پھر اسے سمجھایا۔ "تم بلاوجہ پریشان ہو۔"

"بلاوجہ نہیں۔ میں اسے بچپن سے جانتی ہوں۔ وہ ضدی اور منتقم مزاج ہے۔ کسی کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو خود کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ خواب آور گولیاں ہر وقت اس کے بیگ میں رہتی ہیں۔"

میں نے چونک کے کہا "یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

وہ تلخ لہجے میں بولی "اور اب تک تمہیں کیوں معلوم نہیں ہوا۔ کتنے عرصے سے تم اس کے ساتھ ہو۔"

میں نے وضاحت کی "ہم ساتھ رہ کے بھی الگ ہیں۔"

"وہ اس نے مجھے بہت پہلے بتادیا تھا کہ تم کتنے "شریف" ہو" اس نے شریف کو بڑے بامعنی لہجے میں ادا کیا۔

میں نے کہا "تم جو چاہو سمجھو لیکن میرا اور اس کا ایک خالص کاروباری تعلق تھا۔"

"پھر تم جذباتی کیوں ہوگئے تھے اتنے کہ اسے پرپوز کردیا۔"

میں نے کہا "وہ ایک فطری بات ہے۔ ساتھ رہ کے مجھے اچھی لگنے لگی تھی مگر اچھی لگنے کا مطلب بھی میرے نزدیک وہ نہیں' جو تم سمجھتی ہو کہ جب میاں بیوی راضی تو کیا ضرورت ہے قاضی کی۔"

"شاید تم مردوں کی اس قسم سے ہو' جس سے میرا کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ میں تمہیں سمجھ نہیں پائی۔"

"میری تمہاری دو دن کی ملاقات ہے۔ لوگ ایک عمر گنوا دیتے ہیں۔ ساتھ رہ کے اور ایک دوسرے کو نہیں جان پاتے۔ جیسے میں روشنی کو نہیں سمجھ پایا۔"

"کیوں؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ ماں کی بیماری کے دوران اور اس سے پہلے وہ کتنے شدید دباؤ میں تھی۔ کتنی ڈیپریس تھی۔ وہ سکون آور گولیاں کھاتی رہتی تھی' خواب آور گولیاں بھی لیتی تھی۔ ڈاکٹرز نے اسے خبردار کیا تھا کہ ان کے استعمال میں محتاط رہے۔ از خود مقدار نہ بڑھائی جائے مگر ان دواؤں کے ساتھ اگر حالات ناسازگار ہوں تو سکون حاصل کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے۔ دوا اثر نہیں کرتی تو آدمی پھر دوا کی طرف لپکتا ہے۔ جیسے شراب میں اپنے غم کو ڈبونے والا شراب پی پی کے بالآخر خود اس میں ڈوب جاتا ہے۔

میں نے کہا "آئی ایم سوری۔ میں نے اس کے معمولات پر اتنی سختی سے نظر نہیں رکھی۔"

"سختی نہیں' انسانیت کہو۔ وہ سچ مچ تمہاری بیوی ہوتی تو تم کو اس کے پل پل کی خبر ہوتی۔"

میں نے کہا "تم کون سا اس کا بروقت خیال رکھتی تھیں۔ ماں کے لیے اس کی پریشانی کو تم نے کب اپنی پریشانی سمجھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میری غلطیاں گنوا کے تم اپنی غلطی کو نہیں چھپا سکتے" وہ تیز ہو کے بولی "تم نے میری بہن کو تماشا بنا دیا۔ نروس بریک ڈاؤن اور ڈیپریشن کا شکار وہ پہلے ہی تھی' تم نے اسے پاگل کر دیا۔"

"میں نے کسی کو پاگل نہیں کیا۔"

وہ چلانے لگی "تم نے کیا ہے۔ پہلے اسے میاں بیوی کا جھوٹا کھیل کھیلنے پر اکسایا۔ یہ جانتے ہوئے کہ تمہارے قریب رہ کے وہ جذبات کے جال میں الجھ جائے گی کیونکہ تم بڑے زبردست لیڈی کلر ہو۔ تمہارے پاس سب کچھ ہے' دولت' عزت' شہرت اور ایک پرنس چارمنگ والی شخصیت' یہی نہیں۔۔۔ تم نے ظاہر کیا کہ تم اس سے متاثر ہو۔ وہ تو پہلے ہی پاگل تھی تمہارے لیے۔ وہ تم پر دل و جان سے فدا ہو گئی۔ بے وقوف لڑکی۔ سراب کے پیچھے بھاگنے والی۔"

"اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"اور کس کا قصور ہے۔ شادی کی بات کر کے شادی نہ کرنے سے کہیں بہتر یہ ہوتا اگر تم اس کے ساتھ سو جاتے۔ کم سے کم اس کے ناآسودہ جذبات کی تسکین تو ہو جاتی۔"

"میرے نزدیک یہ کمینہ پن ہوتا۔"

"اور یہ کمینہ پن نہیں ہے۔ اس کے جذبات کی آگ بھڑکا کے اب ہاتھ سینک رہے ہو۔ کبھی اگیجمنٹ کی بات کرتے ہو' کبھی شادی کی۔ ایک بات صاف بتا دو مجھے۔ تم اس سے واقعی شادی کرنا چاہتے ہو' اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے۔ اپنے ایمان اور اپنے ضمیر کی قسم کھا کے کہو۔"

میں بڑی مشکل میں پھنس گیا۔ میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا اور سچ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

"میں سمجھ گئی۔" اس نے نفرت کے زہر میں بجھے ہوئے لہجے میں کہا "تمہاری خاموشی ہی میرے سوال کا جواب ہو سکتی تھی۔ زبان سے تم کیا کہو گے' میری ایک درخواست ہے۔"

میں نے کہا "کیا؟"

"روشنی کی زندگی سے نکل جاؤ' ہمیشہ کے لیے۔ پھر وہ اکیلی جینا چاہے گی تو جی لے گی اور مرنا چاہے گی تو مر جائے گی۔ اسے یوں دوزخ اور جنت کے درمیان امید اور ناامیدی کے عذاب میں معلق مت رکھو۔ ختم کر دو اس کا اگیری منٹ۔ اس کے ساتھ اپنا یہ جھوٹ سچ کا رشتہ۔"

میں نے کہا "اوکے۔ میں اسے چھوڑ دوں گا۔"

"چھوڑو گے نہیں' چھوڑ دو۔ ابھی اور اسی وقت۔ تم اسے پوری ادائیگی کر چکے ہو۔ میں اسے بتا دوں گی کہ تم چلے گئے۔ روز روز کے مرنے جینے سے بہتر ہے کہ وہ ایک مرتبہ مرے یا جی لے۔ اگر جی سکتی ہے تو۔"

میں نے کہا "تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ روشنی کا ردِعمل اس کے برعکس' خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"خطرناک کس کے لیے؟ تمہارے لیے؟"

"ہاں۔۔۔ وہ کئی بار دھمکی دے چکی ہے مجھے۔"

وہ بولی "یہ میرا ذمہ۔۔۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ وہ تمہارا نام بھی نہیں لے گی۔ بھول جائے گی زندگی کے اس تلخ تجربے کو۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتی کہ آگے اسے زندگی میں کتنے تلخ تجربات ہوں گے۔ مشکل یہ ہے کہ وہ زندگی کے حقائق سے سمجھوتا نہیں کر سکتی۔ ارے بابا تو پاکستان میں نہیں ہے لندن میں ہے۔ تیرا کوئی خاندان نہیں ہے جس کی ناک کٹے۔ کوئی غیرت مند بھائی نہیں ہے' ماں باپ نہیں ہیں جو کہیں کہ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ خوش رہ' عیش کر۔ کھا پی اور موج اڑا۔ کوئی تیری شرافت کی سند کو نہیں دیکھتا۔ دیکھتا ہے تیری جوانی کو اور تیرے جسم کو۔ کوئی یہاں آنے والا نہیں ہے جو تیرا ہاتھ تھام کے اپنے ساتھ ان خوابوں کے نگر میں لے جائے جس میں تو اپنے احساسِ خود فریبی کے ساتھ رہتی ہے۔ تم حیران ہو رہے ہو نا میرے منہ سے ایسی باتیں سن کے۔ میں تمہارے نزدیک ایک آبروباختہ اور بے کردار لڑکی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مگر تم اپنی دنیا سے جہاں مجھے دیکھ رہے ہو وہ دوسری دنیا ہے۔"

"تم ایک ذہین لڑکی ہو۔"

"ذہین ہوں اسی لیے دنیا کو بے وقوف بنا رہی ہوں۔ دنیا کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بن رہی ہوں۔"

ٹیکسی رک گئی "یہی جگہ ہے سر جو آپ نے بتائی تھی" ڈرائیور بولا۔

شیری نے میری طرف دیکھا "پھر لیا ہے تمہارا فیصلہ؟"

میں نے کہا "میں بتا چکا ہوں۔ میں ابھی چلا جاؤں گا لیکن مجھے گھر سے کچھ ضروری چیزیں اٹھانی ہیں۔ آج رات میں کسی ہوٹل میں رک سکتا ہوں۔"

"کل صبح میں روشنی کو لے جاؤں گی اپنے ساتھ۔"

میں اور وہ خاموشی سے دروازے تک گئے۔ میں نے چابی لگا کے قفل کھولا۔ اندر مکمل خاموشی تھی۔ روشنی اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کیے سو رہی تھی۔ بظاہر ایسی کوئی بات نہیں تھی لیکن شیری کے دل میں ایک وہم تھا۔ اس نے قریب جا کے دیکھا اور پھر ایک دم جھپٹ کے وہ لفافہ اٹھا لیا جو تکیے کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اس نے کانپتی انگلیوں سے

لفافے میں سے ایک کاغذ نکالا اور چند سطریں پڑھتے ہی چلانے لگی۔ "دیکھو۔۔۔ دیکھو یہ کیا ہے۔ روشنی نے خودکشی کر لی ہے۔ یہ نوٹ چھوڑا ہے اس نے تمہارے لیے۔"

میں نے کاغذ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اس میں لکھا تھا "میں اپنی مرضی سے یہ دنیا چھوڑ رہی ہوں۔ اپنی موت کی ذمہ دار میں خود ہوں۔ میرے لیے زندگی میں صرف ناامیدی ہے۔ کوئی کشش نہیں۔۔۔ روشنی' جو تاریکی تھی۔"

شیری چلا چلا کے اسے آواز دینے لگی۔ "روشنی۔۔۔ روشنی۔۔۔ روشنی!" اور اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگی "آنکھیں کھولو' میری طرف دیکھو۔ روشنی۔۔۔ روشنی!"

وہ زندہ تھی۔ میں ٹیلی فون کی طرف دوڑا۔ ایمرجنسی سروس والوں کی ایمبولینس آنے تک میں اور شیری پوری کوشش کرتے رہے کہ روشنی جاگ جائے مگر وہ ہمارے ہاتھوں میں بے سدھ رہی۔

ایمبولینس میں ایک ڈاکٹر بھی ساتھ آیا تھا۔ اس نے فوری طور پر روشنی کو دو انجکشن لگائے پھر اسے ایمبولینس میں ڈال دیا گیا اور ایمبولینس لندن کی سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ آدھی رات کے وقت سڑکوں پر نسبتاً کم ٹریفک تھا۔ دس منٹ سے بھی کم وقت میں ہم اسپتال پہنچ گئے۔

شیری کا رو رو کے برا حال تھا۔ ویٹنگ لاؤنج میں وہ مسلسل ایک ہی بات کہتی رہی "اچھا ہے مر جائے کم بخت۔ کیا کرے گی جی کے۔"

میں خود کو بے حد مجرم محسوس کرتا رہا اور کچھ بولنے سے گریز کرتا رہا۔ پھر میں نے ایک ڈاکٹر سے بات کی اور اس نے بہت اصرار سے شیری کو ایک سکون بخش گولی کھلا دی۔ اس کے بعد قانونی اور ضابطے کی کارروائی کا آغاز ہو گیا۔ شیری نے اپنی بہن کا تحریر کردہ خودکشی کا نوٹ پیش کر دیا اور تصدیق کی کہ یہ ہینڈ رائٹنگ اس کی بہن کی ہے۔ اس نے اپنی بہن کی ذہنی حالت زندگی کے ڈیپریس کرنے والے حالات کے بارے میں بھی بتایا لیکن ایک بار بھی میرا نام نہیں لیا کہ اس کا ایک سبب میں بھی ہوں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ روشنی نے بڑی مقدار میں خواب آور گولیاں کھائی تھیں' چونکہ وہ پہلے سے خواب آور گولیاں لینے کی عادی تھی اس لیے روشنی کا جسم ان دواؤں کے اثر سے کافی حد تک مامون IMMUNE ہو چکا تھا۔ اس کا معدہ واش کر دیا گیا ہے اور امید ہے وہ ایک گھنٹے بعد ہوش میں آ جائے گی لیکن ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا اثر روشنی کے دماغ پر کتنا باقی رہے گا۔

شیری نے پوچھا "وہ بچ جائے گی نا ڈاکٹر؟"

"آف کورس۔ وہ زندہ رہے گی۔ لیکن ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہو گا کہ وہ بالکل نارمل ہو گی۔"

میں نے کہا "ایسی قسم کے صدمے اثرات باقی رہ سکتے ہیں اور کب تک؟"

ڈاکٹر نے سوچ کے کہا "دیکھیے' یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی یادداشت جزوی طور پر متاثر ہو۔ اسے یاد نہ آئے کہ وہ یہاں کیسے پہنچی؟ یا وہ فوری طور آپ کو شناخت نہ کر پائے۔"

"لیکن۔۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی؟"

"آئی ہوپ سو۔ چند گھنٹے بعد یا چند دن بعد وہ آہستہ آہستہ نارمل ہو جائے" ڈاکٹر نے کہا۔

میرا ذہن اور پریشان ہو گیا۔ یہ نئی افتاد تھی جس نے میرے احساسِ جرم کے آزار میں اضافہ کر دیا تھا۔ اب مجھے اپنی لاحاصل کوشش کے بے تکے پن کا احساس بھی پہلے سے زیادہ ہو رہا تھا۔ میں نے کیا سوچ کے روشنی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کیا توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ شاید مجھے یہ سب کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مجھے روشنی کو اپنے قریب آنے کے موقع نہیں دینا چاہیے تھا۔ ملک رب نواز کے سامنے میں کسی بھی لڑکی کو بیوی بنا کے پیش کر دیتا۔ دو چار سو پاؤنڈ دے کر کوئی بھی لڑکی یہ کام کرنے پر راضی ہو جاتی۔

لیکن روشنی نے میری بیوی کا کردار بڑے قائل کرنے والے انداز میں کیا تھا۔ اس نے میری عدم موجودگی میں بھی فون ریسیو کیے تھے اور سب کو یہ بتاتی رہی تھی کہ میں شاہ عالم کی وائف بول رہی ہوں۔ آپ پیغام دے دیں یا پھر فون کر لیں۔ اس نے جمی اور جولی کے سامنے بھی میرے جھوٹ کو سچ بنایا تھا اور ہر موقع پر میری بیوی کی حیثیت سے اپنی قانونی گواہی دی تھی۔ میرا پلان غلط نہیں تھا۔

خرابی اس وقت سے شروع ہوئی جب میں نے اس کی بیمار ماں کو اپنے گھر لانے کی جذباتی خواہش پوری کرنے کی ہامی بھری۔ اگر میں اسے یہ پیشکش نہ کرتا کہ وہ اپنی قریب المرگ ماں کو اسپتال سے میرے گھر شفٹ کر سکتی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ وہ اسپتال ہی میں مر جاتی۔ جب روشنی میرے سامنے رونے لگی کہ میں آخری وقت میں ماں کی خدمت کرنا چاہتی ہوں' تو یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اس پر ترس نہ کھاتا اور اس کی یہ معمولی سی خواہش جسے پورا کرنا میرے اختیار میں تھا' اسے خوشی کے ساتھ نہ ٹھکرا دیتا۔

لیکن روشنی کے یوں گھر میں میرے ساتھ رہنے سے ہی سارے مسائل کا آغاز ہوا۔ روشنی نے میرے قریب آنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کوشش میں میری بیوی ہونے کا کردار زیادہ خلوص اور محنت کے ساتھ نبھایا اور ہر موقع پر یہ ثابت کرتی رہی کہ میں شاہ عالم ہوں اور وہ میری بیوی ہے۔ پھر ماں کی موت کے بعد اس کے لیے واپس پاکستان جانا ایک قانونی ضرورت بن گیا کیونکہ اسے صرف ماں کے علاج کے لیے برطانیہ میں رہنے کی اجازت ملی تھی۔ دریں اثنا روشنی نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ شاید وہ کبھی حقیقی زندگی میں میری شریکِ حیات نہیں بن سکتی، مجھے حاصل کرنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے آزمانے کی کوشش کی جو استحصالی تھے۔ وہ جسمانی طور پر میرے قریب آ کے مجھے اپنانے میں ناکام رہی تو اس نے بلیک میلنگ کا حربہ آزمایا اور میں مجبور ہو گیا کہ اپنا مقصد حاصل ہونے تک اسے خود فریبی اور خوش فہمی میں مبتلا رکھوں۔ اسے یقین دلاؤں کہ میں بھی اسے چاہنے لگا ہوں اور اس سے شادی کرنے کے معاملے میں سیریس ہوں۔ میرا مقصد پاکستان پہنچنے تک اس کی زبان بند رکھنا تھا کیونکہ چوری چھپے ہماری گفتگو سن کے اور میری نقل و حرکت پر نظر رکھ کے وہ بہت کچھ جان چکی تھی اور اگر وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے پر تل جاتی تو میرے لیے سنگین قسم کے قانونی مسائل پیدا کر دیتی۔

گزبرینی کی شادی سے شروع ہوئی جب میں نے اس کے ساتھ ہی روشنی سے شادی کرنے کی خواہش کو مسترد کیا۔ اس سے روشنی کا یہ شک قوی سے قوی تر ہو گیا کہ میں اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے اسے الو بنا رہا ہوں اور پاکستان جا کے بھی اس سے شادی نہیں کروں گا۔ وہ شدید جذباتی بحران میں مبتلا ہو گئی۔ وہ سمجھتی تھی کہ پاکستان کے مقابلے میں وہ لندن میں اپنا مقابلہ منوانے کی بہتر پوزیشن میں ہے۔ جہاں قانون اپنی راہ چلتا تھا اور میرا سیاسی اثر و رسوخ یا میرا پیسہ مجھے قانونی کارروائی سے نہیں بچا سکتا تھا۔ پاکستان میں قانون کی پوزیشن جنگل کے قانون جیسی تھی کہ وہ طاقتور کا ساتھ دیتا تھا۔ روشنی نے دھمکی دینے کی آخری بازی کھیلی اور ہار گئی۔ لیکن بعد میں اسے احساس ہوا کہ ایک ٹرمپ کارڈ ابھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ نفسیاتی مریض پہلے سے تھی، اس نے جان کی بازی لگا کے مجھے حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اب میں بڑی مشکل میں تھا۔ میرے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد روشنی کا ردِ عمل کیا ہو گا۔ اگر اس نے مجھے نہ پہچانا پھر تو مجھے اتنی مہلت مل جائے گی کہ میں اسے شیری کے حوالے کر کے نکل جاؤں اور جاتے جاتے تلافی کے طور پر اس کے لیے کچھ اور رقم چھوڑ جاؤں۔ لیکن اس نے مجھے پہچان لیا اور یہ دیکھا کہ اس کی جان دینے کی کوشش بھی ناکامی کا شکار ہو گئی ہے تو وہ مایوسی کے انتقامی ردِ عمل کا شکار ہو کے پولیس کے سامنے وہ بیان دے سکتی ہے جس سے میری تباہی یقینی ہو جائے۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

شیری نے میرا بازو کھینچا "شاہ جی!"

میں چونکا "یس۔"

شیری اب دوا کے اثر سے زیادہ پُرسکون تھی "اب کیا تم خودکشی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔"

میں نے کہا "تھینک یو شیری!"

وہ مسکرائی "کس بات پر؟"

میں نے کہا "تمہارے بارے میں میری رائے بہت غلط تھی اور میں نے تمہارے ساتھ بہت توہین آمیز رویہ رکھا۔"

"ہر شریف آدمی میرے بارے میں ایسا ہی سوچتا ہے جیسے تم نے سوچا" وہ تلخی سے بولی۔

"اس کے باوجود تم نے مجھے بچا لیا۔"

"میں نے۔؟ وہ کیسے؟"

"میرے خلاف تمہارا ایک بیان مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیتا۔ تم نے روشنی کے اس انتہائی اقدام کا ذمے دار مجھے نہیں ٹھہرایا۔"

"اگر میں ایسا کرتی تو یہ خلافِ حقیقت ہوتا۔ تم نے روشنی کے حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ روشنی نے تمہارے حالات سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ دنیا میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ روشنی بے وقوف تھی کہ اس نے تمہارے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی۔"

میں نے کہا "اگر وہ مر جاتی تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا۔"

وہ تلخ لہجے میں بولی "سب کہنے کی بات ہے شاہ عالم۔ ایک مہینے بعد تمہیں روشنی کا خیال تک نہ رہتا۔ تمہاری زندگی کی مصروفیات میں یہ حادثہ بھی گم ہو جاتا۔"

"میں واقعی تمہارا شکر گزار ہوں۔ اس لیے بھی کہ تم نے اس بحران میں بھی ہوش مندی کا ثبوت دیا۔ تم نے مجھے صائب مشورہ دیا اور قطعی غیر جذباتی رہتے ہوئے اس مسئلے کا حل بتایا۔ میں اب واقعی سوچ رہا ہوں کہ یہاں سے صورتِ حالات کو مزید خراب نہ کروں۔"

"میری مانو تو تم فوراً نکل جاؤ۔ یہ ایک بدکردار لڑکی کا مخلصانہ مشورہ ہے۔ سب کی بہتری کے لیے۔"

میں نے خفت سے کہا "میں نے تمہارے کردار پر ناحق

تہمت لگائی۔ دراصل یہ انسان کی فطری کمزوری کا المیہ ہے کہ وہ دوسروں کی آنکھ میں تنکا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔ ہمیں کردار کو حالات کے آئینے میں دیکھے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہیں کرنا چاہیے۔"

اس نے بے تکلفی سے اور عادت کے مطابق میری کمر میں ہاتھ ڈال کے کہا "چلو۔ ایک کپ کافی کا پیتے ہیں۔ یہاں کیفے ٹیریا تو ہو گا۔"

میں اسے کیفے ٹیریا میں لے گیا جہاں اس وقت بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم سب سے الگ میز پر بیٹھ گئے۔

میں نے کہا "شیری۔ اگر میں روشنی کو یہاں چھوڑ جاؤں؟"

"تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔ تم پاکستان جا کے اسے چھوڑ دو گے تو وہ کیا کرے گی، وہ بالکل اکیلی ہے۔"

"یہاں تم اسے سنبھال لو گی؟"

"مجبوری ہے۔ اس نے بھی تو میری ماں کو سنبھالا تھا۔ اس وقت میں نے اپنی جان بچائی تھی اور سارا بوجھ اس پر آن پڑا تھا۔" وہ بولی۔

"زیادتی میں نے کی یا روشنی نے خود اپنے ساتھ کی۔ اب میں تلافی کرنا چاہوں تو مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

شیری نے سوچ کے کہا "ماں کی موت کے بعد لندن میں اس کے قیام کا قانونی جواز ختم ہو گیا۔ اصولاً اسے واپس جانا چاہیے مگر وہ غائب ہو سکتی ہے۔ میں اسے کہیں نہ کہیں چھپا سکتی ہوں۔ لاکھوں لوگ برسوں سے ایسے ہی رہ رہے ہیں مگر اس کے پاس زندہ رہنے کے وسائل ہونے چاہئیں۔"

میں نے کہا "میں اسے کچھ رقم اور دینا چاہتا تھا۔"

وہ بولی "اس بے وقوف سے میں نے بھی کہا تھا کہ ساٹھ پونڈز کے بجائے ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ ڈالرز کی ڈیل کر لے۔ مگر وہ ناخواندہ پوربی تھی کہ وہ ساٹھ ہزار بھی تمہارے حوالے کرنا پاپ سمجھتی تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ ایسی جذباتی حرکتوں سے وہ تمہارا دل جیت لے گی۔"

"میرا دل اب کوئی لڑکی نہیں جیت سکتی۔"

شیری نے مجھے غور سے دیکھا "اس لیے کہ دل تم پہلے کسی لڑکی کو ہار چکے ہو؟"

میں نے کہا "رائٹ۔"

"مجھے کبھی یہ ناممکن لگتا تھا کہ اب تک تم نے کسی کو یا کسی لڑکی نے اپنایا نہ ہو۔ کون ہے وہ خوش نصیب لڑکی؟"

"اس کا صرف نام جان کے تم کیا کرو گی لیکن وہ پاکستان میں ہے۔ اور میں اس سے COMMITED ہوں۔ میری فطرت اور مزاج کو تم نے دیکھ لیا ہے۔ میں اس معاملے میں واقعی نہایت کٹر ہوں۔ اپنے یقین اور اپنے ایمان کے معاملے میں کہیں خود اپنے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتا۔"

وہ مسکرائی "چلو۔ میں کہہ تو سکتی ہوں کہ آج کی دنیا میں کم سے کم ایک انسان ضرور دیکھا ہے میں نے اور وہ مسلمان تھا، پاکستانی تھا۔"

میں نے کہا "ایک پرسنل سوال پوچھوں؟"

"مجھے معلوم ہے تم کیا پوچھو گے" وہ بولی "جواب بھی سن لو۔ نہیں، مجھے آج تک وہ شخص نہیں ملا جس نے مجھے نیک نیتی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہا ہو۔ اگر کسی نے ایسا ظاہر کیا تو وہ جھوٹ ثابت ہوا۔ ایک بار نہیں، تین بار میں نے محبت کا فریب کھایا۔ پھر دکھی ہونا بھی چھوڑ دیا اور یہ سمجھنا بھی چھوڑ دیا کہ میری عزت کسی کی امانت ہے۔ نہیں، میرا جسم میری دولت ہے۔ جسے چاہیے وہ میری شرائط پر مجھے حاصل کر سکتا ہے۔"

میں نے کہا "آئی ایم سوری مگر میں یہ سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

وہ کچھ حیرانی سے بولی "پھر کیا پوچھنا چاہتے تھے؟"

"سوال روشنی کے بارے میں تھا۔ اس نے تو نہیں بتایا مجھے لیکن تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے بھی زندگی میں اعتماد کے بڑے فریب کھائے ہیں۔ تم نے کسی صنعتکار کا ذکر کیا تھا۔ جس نے روشنی کے لیے خودکشی کا ڈراما رچایا تھا۔"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "ہاں۔"

میں نے کہا "اور یہ حمید شاہ بھروانی کون تھا؟"

"اندازہ تو تم کر ہی چکے ہو گے۔ انہوں نے روشنی کے ساتھ محبت کا ناٹک کھیلا۔ اسے شادی کا جھانسا دیا اور ظاہر ہے اس کے بعد وہی ہوا جو عام طور پر ایسی ہر بے وقوف اور جذباتی لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے جو آنکھیں بند کر کے وعدوں کو سچ مان لیتی ہے اور جاگتے میں خواب دیکھتے دیکھتے اندھیروں میں اپنا راستہ بھول جاتی ہے۔ یہی میرے ساتھ ہوا۔ یہی روشنی کے ساتھ ہوا۔ ایسا ہر روز ہوتا ہے۔ سیکڑوں ہزاروں لاکھوں لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ بچپن سے جوانی تک اپنی آبرو کے خزانے کی حفاظت میں بڑی مستعد رہتی ہے۔ اسے بتا دیا جاتا ہے کہ خبردار، کسی مرد کا سایہ تک جسم پر مت پڑنے دو ورنہ سایہ تو اندھیرے میں گم ہو جائے گا اور اس کی نشانی تمہارے وجود میں اس گناہ کی سند بن کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرورش پانے لگے گی جس کی سزا سنگساری ہے۔ خاندان کی رسوائی ہے' کبھی نہ جانے والا داغ ملامت ہے۔"

میں نے کہا "تم بڑی روانی سے بات کرتی ہو۔"

وہ ہنسی "میں اپنے کالج میں DEBATOR تھی بلکہ تقریری مقابلوں میں حصہ لینے والی ٹیم کی لیڈر تھی۔ بہت انعام لیے تھے میں نے کتابی دلائل سے کالے کو سفید اور کسی سفید کو کالا ثابت کرکے۔"

میں نے کہا "یہاں تو رسوائی کا کوئی تصور ہی نہیں۔"

"ہاں۔ مگر اپنے پاکستان میں' اپنے خاندان میں اور معاشرے میں تو ہے۔ زیادہ تر لڑکیاں اسی خوف کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ماری جاتی ہیں۔ جب ان کا جسم جوان ہوتا ہے تو ان کے اندر سنسنی خیز خواہشوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ فلمی کہانیاں' ڈرامے اور رومانی ناولوں کے سین ان کے خواب بن جاتے ہیں۔ پھر وہ سامنے والے عزت کے دروازے کو مقفل رکھ کے کسی چور دریچے سے باہر جھانکنے لگتی ہیں اور وہیں تاک میں کھڑا ہوا کوئی چور ہوتا ہے جو اس دریچے سے اندر کود آتا ہے۔ سمجھ لو ایسا ہی روشنی کے ساتھ ہوا تھا۔ ابھی تم نے بھی کہا تھا کہ نام جان کے تم کیا کروگی۔ تم بھی کیا کروگے تفصیلات جان کے۔ وہ دیکھنے میں تم جیسے ہی مرد تھے۔ جن پر روشنی نے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اور سب کچھ لوٹنے والے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے چلے گئے۔ روشنی روتی رہی اور ان کا چھوڑا ہوا مردانگی کا بارِ گناہ اٹھائے سوچتی رہی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اپنی کوکھ سے جنم لینے والے کو کسی کی انگشت نمائی کی پروا کیے بغیر پالنا چاہیے یا ماں کی ممتا کا خون کردینا چاہیے۔ بالآخر میں نے ہی اسے عقل کی راہ دکھائی کہ پاگل' تو بھی حالات سے فائدہ اٹھا۔ یہاں کوئی مشکل نہیں اور کسی رسوائی کا ڈر نہیں۔ بعد میں تو پھر عفت مآب دوشیزہ بن کے رہ سکتی ہے۔ اس کا نیچر مجھ سے ذرا مختلف ہے۔ وہ صنعت کار نہیں تھا۔ صنعت کار کا بیٹا تھا جو اعلیٰ تعلیم کے لیے ولایت آیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد روشنی سال بھر روتی رہی اور اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ روشنی کے عشق میں خودکشی کا جھوٹا ڈراما بھی اسی نے کیا تھا۔ اگر میں اسکا نام لوں تو شاید تم چونک پڑو گے۔ وہ پاکستان کے سب سے نامور بزنس ٹائی کون کا بیٹا تھا۔ اگر آج کوئی اس کے سامنے جاکے روشنی کا نام لے تو پہلے بالکل معصوم اور انجان بن کے وہ پوچھے گا کہ کون روشنی۔ میری زندگی میں تو جو آتی ہے روشنی بن کر ہی آتی ہے مگر اندھیرے میں نکل جاتی ہے۔ اور اگر میرے جیسی کوئی بے وقوف لڑکی انہیں ڈرانے کی کوشش کرے کہ میں سب کو بتادوں گی تو وہ واقعی اندھیرے میں گم ہوجاتی ہے۔ روشنی نے اسے خط لکھے اور فون کیے۔ اس کی منت سماجت کی اور اسے دھمکی دینے کی کوشش بھی کی مگر نتیجہ وہی صفر رہا۔ اس کے انتظار میں روشنی ایک ساتھ دو بچوں کی ماں بن گئی۔

میں چونک پڑا "روشنی... ماں بن چکی ہے۔"

"ہاں۔ اب چونکہ تم اسے چھوڑ کے جارہے ہو اس لیے تمہیں بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے دونوں بچے یہیں لندن میں پرورش پا رہے ہیں۔ روشنی انہیں ایک چرچ میں چھوڑ آئی تھی۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ روشنی میرے ساتھ ضرور گئی تھی مگر آخری وقت میں اس کی ممتا اسے کمزور کرنے لگی تھی۔ پھر یہ نیک کام میں نے کیا۔ ان دو بچوں کو میں چرچ کے دروازے پر لٹا کے بھاگ آئی۔ شاید اب ان کے نام بھی جارج اور جینرز وغیرہ ہوں گے اور بڑے ہوکے وہ بڑے اچھے عیسائی بنیں گے۔ دوسری مرتبہ روشنی تجربہ کار تھی۔ وہ ماں تو نہیں بنی لیکن حمید بھروانا نے اسے ایک فلم میں ہیروئن کا رول آفر کیا۔ پھر خود ہیرو بن گیا اور جب یہ ثابت ہوا کہ وہ ولن تھا تو روشنی کے پاس کچھ نہیں بچا تھا جس کے لیے وہ آتا۔"

ہر جگہ نصب پبلک ایڈریس سسٹم کے اسپیکرز اچانک پکارنے لگے۔ ایک اسپیکر کیفے ٹیریا میں بولنے لگا "مس روشنی کے اٹینڈنٹ فوری طور پر استقبالیہ سے رجوع کریں۔"

شیری اٹھ کے بھاگی۔ میں نے کاؤنٹر پر ادائیگی کی اور گھڑی دیکھی تو صبح کے چار بج رہے تھے۔ میں ذہنی طور پر بہت آپ سیٹ اور اکیلا تھا۔ عام حالات میں شاید میں عاقل کو بلا لیتا لیکن یہ ان کی سماگ رات تھی اور انہیں ڈسٹرب کرنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

استقبالیہ آفس میں پولیس کے دو نمائندے موجود تھے اور روشنی کے اقدامِ خودکشی کے سلسلے میں شیری کا بیان لینا چاہتے تھے۔ عمداً میں نے خود کو اس معاملے سے دور رکھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک اور قانونی معاملے میں میرا نام کسی طرح بھی ملوث نظر آئے۔

شیری نے اپنی بہن کے بارے میں بتایا کہ کس طرح ماں کی طویل بیماری کے باعث خود بھی ایک نفسیاتی مریض ہوگئی تھی۔ وہ سکون بخش اور خواب آور گولیاں لینے کی عادی تھی۔ شیری نے اس نفسیاتی اسپتال کا حوالہ بھی دیا تھا جہاں اس کی ماں داخل رہی تھی۔ وہیں کے ایک ڈاکٹر کا نسخہ دکھا کے روشنی وہ گولیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتی

تھی جن کی بھاری مقدار نگل کے اس نے خودکشی کی ناکام کوشش کی تھی۔ پولیس نے شیری سے خود اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑے فخر سے بتایا کہ وہ فلاں نائٹ کلب کی لیڈ ڈانسر ہے۔ پولیس مین اس سے متاثر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے قدرے حیرانی سے شیری کے پاکستانی لباس کو دیکھا جس کا ایک نائٹ کلب کی ڈانسر کے حلیے یا لباس سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

جاتے جاتے انہوں نے بڑی شائستگی سے کہا "فکر کی کوئی بات نہیں مس۔"

"اگر آپ کبھی ہماری مدد کی ضرورت محسوس کریں تو ضرور فون کریں" دوسرا بولا۔

بالفاظِ دیگر اس کیس میں فی الحال پولیس کوئی قانونی کارروائی کرنے سے قاصر تھی۔ اگر کچھ کرنا تھا تو روشنی کے نفسیاتی معالجوں کو کرنا تھا۔ مجھے پھر خواہ مخواہ اپنے وطن کی پولیس یاد آئی۔ یہ ایک ایسا ذہنی ردِعمل تھا جو میرے اختیار میں نہیں تھا۔ بات صرف پولیس کے رویے تک محدود نہیں تھی۔ پاکستان میں بھی بعض پولیس افسران کا رویہ قابلِ تعریف ہوتا ہے۔ مجھے برطانیہ آکے برطانوی ہوجانے والوں اور خود کو پاکستانی نہ سمجھنے والوں کا کوئی کمپلیکس نہیں تھا۔ میں آنکھ بند کرکے ہر چیز میں صرف برائی یا صرف اچھائی تلاش نہیں کرتا تھا۔ میری اپنی ذہنی تربیت اور معاشرتی تعلیم نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا وہ میرے لیے ایک معیار بن گیا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ پاکستان میں ایسا ہی اقدامِ خودکشی کا کیس ہوتا تو کیا ہوتا۔ پولیس جو چوری ڈکیتی کی ایف آئی آر کبھی درج نہیں کرتی ایسے معاملے میں قانون کے مطابق کارروائی پر کمربستہ نظر آتی ہے کیونکہ خاندان کی کوئی لڑکی یہ قدم اٹھائے تو اس کے اوصافین کو سب سے زیادہ فکر اپنی رسوائی کی ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بات نہ پھیلے اور معاملہ دبا دیا جائے ورنہ اس لڑکی کی زندگی تو خراب ہوگئی ہی ہوگی' اس کی دوسری بہنوں کا کیا بنے گا؟ لوگ سو باتیں بنائیں گے اور پھر ایسے گھر میں رشتہ لے کر کون جائے گا جہاں کی لڑکیاں خودکشی کرتی ہوں۔ اس کی وجوہ دو ہی ہوسکتی ہیں' دماغی خرابی یا کردار کی خرابی۔ دونوں صورتوں میں وہ کسی شریف گھر کی بہو بننے کے لائق نہیں رہتی چنانچہ اس صورتِ حال میں پولیس معاملے کو دبانے کا نذرانہ لیتی ہے ورنہ ایسے سوالات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جن کا گھر والوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ لڑکی کا کسی سے یارانہ تھا یا کیا ناجائز تعلقات کا نتیجہ ظاہر ہونے والا تھا۔ گھر میں کون کون آتا جاتا تھا۔ پڑوس میں کون لڑکے مشکوک ہیں۔ غیرت میں ماں باپ نے تو زہر نہیں دیا؟ بھائی نے تو قتل کی کوشش نہیں کی۔

یہاں دو پولیس والوں نے اپنی صوابدید پر طے کیا تھا کہ غلطی اگر ہے تو خود لڑکی کی اور اس کا مناسب علاج ڈاکٹر کرسکتے ہیں۔ پولیس اس معاملے میں کچھ نہیں کرسکتی چنانچہ تفتیش ختم۔

پولیس کے جانے کے بعد ہماری ملاقات ڈاکٹر سے ہوئی "وہ ہوش میں آگئی ہے۔ آپ چاہیں تو اس سے مل سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "شی از نارمل؟"

ڈاکٹر نے نفی میں سر ہلایا "اتنی جلدی نارمل کیسے ہوسکتی ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مجھے یہاں کون لایا۔ میں نے بتایا کہ تمہاری بہن تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری بہن کا نام کیا ہے تو وہ نہیں بتا سکی۔ پھر میں نے کہا کہ اس کا نام جیکولین ہے یا شیری۔ پھر اسے یاد آگیا کہ اس نے کہا شیری مگر وہ پوچھ رہی تھی کہ شیری مجھے یہاں کیوں لائی تھی' مجھے کیا ہوا تھا؟"

"کیا اس کی یادداشت ختم ہوگئی ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا "مس شیری یہ مکمل نہیں' جزوی AMNESIA ہے۔ اس میں دماغ اپنی بہتری اسی میں سمجھتا ہے کہ ناخوشگوار اور تلخ یادوں کو بھلا دے۔ یہ دماغ کا ایک دفاعی میکنزم ہے ورنہ ہوش آنے پر کسی ناخوشگوار حادثے کی یاد پھر اعصاب کو متاثر کرے گی۔ یہ عارضہ مستقل بھی ہوسکتا ہے۔ میں آپ کو ایک مثال سناتا ہوں۔ ایک عورت کا اپنے بیٹے کے بارے میں کامل یقین تھا کہ وہ بے حد معصوم اور بھولا بھالا ہے۔ شرارت تو سب بچے کرتے ہیں مگر اس کا بیٹا کوئی غلط کام نہیں کرتا۔ جو لوگ اس کے غلط رویے کی شکایت لے کر آتے ہیں الٹا وہ انہی کو قصوروار ٹھہراتی تھی کہ سب کو اپنے بچوں جیسا سمجھتے ہیں۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ وہ لڑکا ایک کار ٹرانسفورمر کو لوٹتے ہوئے پکڑا گیا اور فرار کی کوشش میں پولیس کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ پھر انکشاف ہوا کہ وہ ایک مطلوب جرائم پیشہ گروہ کا رکن تھا۔ مگر اس عورت نے بیٹے کی لاش دیکھ کے اور ساری بات سن کے صاف انکار کردیا کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ لاش کسی اور کی ہے۔ یہ دماغ کی کارستانی تھی۔ اس نے ماں کو اس انکشاف کے صدمے سے بچالیا ورنہ وہ عورت ہوش کھو بیٹھتی یا صدمے سے اس کا ہارٹ فیل ہوجاتا۔ پہلے پولیس نے بھی سمجھا کہ عورت ڈراما کررہی ہے مگر وہ عورت آج بھی سمجھتی ہے کہ اس کا بیٹا مارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں گیا۔ وہ کہیں چلا گیا ہے۔ اس نے ایک عورت سے یہ بھی کہا کہ اس کا بیٹا ذرا مذہبی ذہن رکھتا تھا چنانچہ مشن والوں نے اسے تبلیغ پر ساؤتھ افریقہ بھیج دیا ہے اور وہاں وہ خداوند یسوع مسیح کی تعلیم عام کر رہا ہے اور بہت مقبول ہے۔"

میں نے کہا "آپ نے بہت اچھی طرح سمجھایا۔ کیا اب ہم اس سے مل لیں۔"

"ضرور" ڈاکٹر نے کہا اور ہمیں کمرے میں لے گیا۔

شیری کو دیکھتے ہی روشنی کی ویران بجھی ہوئی آنکھوں میں شناسائی کی ایک چمک آگئی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی "شیری۔ کیا بات ہے کہاں تھی تو؟"

شیری نے کہا "میں باہر تھی۔"

"مجھے بتا آخر ہوا کیا ہے۔ مجھے اسپتال کیوں لائی تھی تو؟"

شیری نے کہا "تمہیں یاد نہیں' چکر آنے سے تم بے ہوش ہو کے گر گئی تھیں۔ تمہارا بی پی بہت نیچے چلا گیا تھا۔ سیونٹی فورٹی۔"

وہ ایک دم میری طرف پلٹی "کیا یہ ٹھیک ہے ڈاکٹر!"

میں سمجھ گیا کہ وہ ڈراما نہیں کر رہی ہے۔ اس کے دماغ نے شاہ عالم اور اس سے منسوب تلخ یاد کو یادداشت سے ایسے صاف کر دیا ہے جیسے گیلا کپڑا پھیرنے سے بلیک بورڈ پر چاک کی تحریر مٹ جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک ماں نے اپنے بیٹے کو شناخت نہیں کیا تھا' روشنی مجھے پہچان نہیں پا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل سپاٹ اور ہر جذبے سے عاری تھیں۔

میں نے آہستہ سے سرہلایا "ویٹ از رائٹ۔"

روشنی سوچ میں پڑ گئی "لیکن میرا بلڈ پریشر تو نارمل رہتا ہے ہمیشہ۔"

شیری نے کہا "کیا کل کوئی ایسی بات ہوئی تھی..... جس نے تمہیں ڈسٹرب یا ڈیپریس کیا ہو۔"

اس نے نفی میں سرہلایا "نہیں۔"

میں نے کہا "مس روشنی۔ کیا آپ سکون بخش یا خواب آور گولیاں استعمال کرتی ہیں؟"

وہ چونکی "تمہیں کس نے بتایا ڈاکٹر؟"

میں نے کہا "تمہاری بہن نے۔"

"مگر میں بہت کنٹرول رکھتی ہوں۔ غیر ضروری طور پر اضافی خوراک کبھی نہیں لیتی۔ خواہ مجھے نیند بالکل نہ آئے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ مقررہ خوراک سے زیادہ لینے میں رسک ہوگا۔ میں کوئی رسک نہیں لیتی" روشنی نے بڑے اعتماد کے ساتھ جھوٹ بولا۔

اس نے اپنی خودکشی کی کوشش اور اس کے اسباب اور اس سانحے سے منسوب ہر یاد اور ہر چہرے کو بھلا دیا تھا۔

اسے آزمانے کے لیے میں نے پوچھا "کل تم کسی شادی میں شریک ہوئی تھیں؟"

اس نے حیرانی سے کہا "شادی! کس کی شادی؟"

میں نے کہا "مس قرۃ العین اور عاقل دہلوی کی شادی۔"

اس نے زیر لب دونوں نام لیے "یہ کون ہیں؟"

میں نے کہا "سوری۔ دراصل کل میں اس تقریب میں شریک تھا۔ وہاں ایک خاتون تھیں بالکل آپ کی ہم شکل۔"

شیری نے زیادہ ہمت سے کام لیا "میں نے سنا تھا کہ تم شادی کر کے پاکستان جا رہی ہو؟"

روشنی ہنسنے لگی "کیا تو یا گل ہو گئی ہے؟"

شیری نے کہا "مجھے کسی نے بتایا تھا' کوئی شاہ عالم ہے۔"

"میں کسی شاہ عالم کو نہیں جانتی" وہ برہمی سے بولی۔

میں نے کہا "اوکے مس روشنی۔ آپ آرام کریں۔"

"ڈاکٹر' مجھے یہاں سے کب چھٹی ملے گی؟" وہ بولی۔

میں نے کہا "فوری طور پر یہ ممکن نہیں۔"

شیری میرے ساتھ ہی باہر آگئی "بالآخر وہی ہوا۔"

میں نے سرہلایا "خدا جو کرتا ہے' بہتر کرتا ہے۔"

"ہاں۔ اسے خیال ہے اپنے بندوں کا" وہ تلخی سے بولی "مارنے والے سے بچانے والا ہاتھ یقیناً زبردست ہے۔"

میں نے کہا "اب تم اسے کہاں لے جاؤ گی؟"

"اپنے اپارٹمنٹ میں اور کہاں؟"

میں نے کہا "میرا خیال ہے اب میرا یہاں کوئی کام نہیں۔"

وہ بولی "تم روشنی کا سارا سامان میرے اپارٹمنٹ میں پہنچا دو تو بڑی مہربانی۔"

میں نے کہا "مزید چالیس ہزار پاؤنڈز میں اس کے حساب میں جمع کرا دوں۔ یا یہ رقم تمہیں دے دوں؟"

"جیسے تم مناسب سمجھو۔"

میں نے کہا "کیا یہ بات روشنی کو کنفیوز نہیں کرے گی کہ اس کے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ پاؤنڈز ہیں۔"

"اس کی زندگی میں آگے جا کے کیا ہوگا' یہ سوچنا بھی اب تمہارا کام نہیں رہا۔ تم جاؤ' خدا کرے روشنی کو یہ وقت کبھی یاد نہ آئے جو اس نے تمہارے ساتھ گزارا۔ تم ملاقات سے اقدام خودکشی تک وہ سب کچھ ہمیشہ کے

بھول جائے۔"

میں نے کہا "میں اس خواہش میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ایک بات یاد رکھنا۔ اتنی خرابی کے بعد یہ جو تم اپنا دامن صاف بچا کے جا رہے ہو' تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں نے کسی مجبوری میں تمہارا لحاظ کیا۔ یہ میں نے ایک احسان کا بدلہ چکایا ہے۔ جو تم نے میری ماں کی بیماری سے موت تک اپنے گھر میں رکھ کے کیا تھا۔ اب نہ مجھ پر تمہارا کوئی قرض ہے نہ روشنی پر۔"

میں کچھ کہے بغیر اسپتال سے نکل آیا اور پیدل چلنے لگا۔ زندگی کی بساط پر تقدیر کے ہاتھ کیسے مہرے سجاتے اور بساتے ہیں۔ ناصر عظیم نامی پیادے کو آگے بڑھاؤ۔ شاہ عالم کو شہ دے دو۔ چندا کو پیچھے کرو' شبنم کو آگے بڑھاؤ۔ اگلی چال میں روشنی کو آگے لاؤ۔ شبنم کو وہیں رہنے دو۔ چندا کو ڈھائی گھر آگے لے چلو۔ اب روشنی نامی مہرے کو پیٹ دو۔ بساط سے باہر کرو۔ بازی چلنے دو۔

کاتب تقدیر کا ہاتھ ہر عمر کی کتاب لکھتا ہے۔ حرف آغاز سے اختتام تک زندگی کے ہر دور کا ایک باب ہے۔ ہر نام ایک داستان در داستان در داستان ہے۔ داستانوں کے سلسلے ہیں آپس میں مل جاتے ہیں جیسے نالے دریا میں اور دریا سمندر میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے جیسے روشنی کے ساتھ ہوا۔ لکھنے والے ہاتھ نے کتاب زندگی سے ایک باب کو پھاڑ کے الگ کر دیا۔ یہ اس داستان کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ پھر فلاں صفحے سے فلاں صفحے تک کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں ہوگا' صفحات کے نمبر بدل دو۔

میں اپنے خیالوں میں محو چلتا جا رہا تھا۔ ایمبولینس نے بھی فاصلہ دس منٹ میں طے کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں آدھے گھنٹے میں گھر پہنچ جاؤں گا۔ نہ جانے کیوں اس وقت ٹیکسی لینے کو دل نہ چاہا۔ صبح کاذب سے کچھ پہلے کی ہوا میں بڑی تازگی اور سکون آور فرحت تھی۔ دھوئیں اور شور کی آلودگی کا لیول کم سے کم تھا اور گردش وقت بھی کچھ مدھم محسوس ہوتی تھی۔

میں نے اب طے کر لیا تھا کہ پہلی دستیاب فلائٹ سے پاکستان روانہ ہو جاؤں گا۔ شاہ عالم کی موت پر آنسو بہانے والی اور اپنے شوہر کی لاش کو شناخت کی سند دینے والی روشنی نہیں تو نہ سہی۔ شاہ عالم کو پہچاننے والے بہت ہوں گے۔ اصل پہچان ہوئی قانونی اور قانون میرے حق میں گواہی دے گا۔ ایک رات میں میرے سر سے دو بوجھ ہٹ گئے تھے۔ میں نے بینی کو عاقل کے سپرد کر دیا تھا اور روشنی کو شیری کے حوالے کر دیا تھا۔ بے شک ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق' نوحہ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی یا دونوں سہی۔

میں گلی سے کچھ دور تھا جب اچانک میری نظر نے اندھیرے میں کھڑی ہوئی ایک گاڑی کو پہچان لیا۔ یہ ہوگر کی عجیب الخلقت جیپ تھی۔ میں ایک طرف رک گیا اور ایک کھمبے کی اوٹ میں یوں کھڑا ہو گیا جیسے میں کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ ونڈ اسکرین کے پیچھے میں نے ایک چنگاری کو فروزاں ہوتے اور بجھتے دیکھا۔ کوئی گاڑی میں بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ ہوگر تو مر گیا تھا مگر اس کے والی وارث مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ گئے تھے۔

مجھے یاد آیا کہ گلی سے نکل کے ٹھیک اسی جگہ سے ہم ٹیکسی میں بیٹھے تھے۔ ہوگر اور برٹ نے مجھے روشنی' شیری اور بینی کے ساتھ جاتے دیکھا تھا اور ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہیں یہ تو علم نہیں تھا کہ ہم کس گھر سے نکلے تھے مگر وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے بالکل صحیح جگہ پر مورچا بند ہو گئے تھے۔ اگر میں ٹیکسی میں آتا تو سیدھا گلی میں جاتا اور ان کی نظروں کے سامنے ٹیکسی سے اتر کے اپنے گھر کا دروازہ کھولتا۔ یہ ان کے یقین کی کامیابی ہوتی۔ یہاں وہ اس امید میں آئے تھے کہ کبھی نہ کبھی میں باہر نکلوں گا تو اسی راستے سے گزروں گا۔

گاڑی میں برٹ بھی ہو سکتا تھا اور اس کا باپ بھی۔ دور سے شیشے کے پیچھے اس کی پرچھائیں تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر گلی میں سے ایک سایہ طلوع ہوا اور میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ برٹ تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور زیادہ خطرناک قسم کا سیاہ فام تھا۔

میں نے اگلے قدم واپسی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور کچھ دور آ کے مجھے ایک ٹیکسی خالی مل گئی۔ میں نے اسے بڑی بی کے مکان کا پتا دیا جو ہم نے کرائے پر لیا تھا لیکن ابھی تک اس میں رہائش اختیار نہیں کی تھی۔

منہ اندھیرے جگائے جانے پر بڑی بی نے خاصی ناگواری کا اظہار کیا "آخر تم ایسے بے تکے وقت پر کیوں آتے ہو؟"

میں نے بڑی شرمندگی ظاہر کی "میں سخت شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں مگر اتفاق ہے کہ میری بیوی کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ میں اسے اسپتال لے گیا اور بدحواسی میں چابیاں کہیں گر گئیں۔ اب میں خود اپنے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صبح کسی کو ساتھ لے جا کے چابیاں بنواؤں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے چابی میرے ہاتھ پر رکھ دی "تم میری عدم موجودگی میں بھی ایک بار آئے تھے۔"

میں نے کہا "جی' آپ کو اپنی بہن کے انتقال کی وجہ سے جانا پڑا تھا۔ مجھے بہت ہی افسوس ہوا۔"

بڑی بی نے ایک آہ بھری "زندگی اسی کا نام ہے۔ تم بتاؤ' کب تک شفٹ ہو رہے ہو؟ میں نے گودام بنانے کے لیے تو گھر تمہیں نہیں دیا تھا کہ تم سامان رکھ کے چلے گئے۔ مجھے کمپنی کے لیے انسانوں کی ضرورت ہے۔"

میں نے پھر معذرت کی "انشاء اللہ ایک دو دن میں میری بہن اور اس کا شوہر آپ کے ساتھ رہنے کے لیے آجائیں گے۔"

"اور تم؟"

میں نے کہا "میں تو آتا جاتا رہتا ہوں۔ ابھی چلا جاؤں گا' پھر آؤں گا۔"

بڑی بی پھر سونے کے لیے اوپر چلی گئیں تو میں بھی ایک کمرے میں گرد آلود بستر پر دراز ہو گیا۔ میں اتنا تھک گیا تھا کہ لیٹتے ہی سو گیا۔ چار گھنٹے بعد میری آنکھ بڑی بی کے جگانے پر کھلی۔ "ینگ مین! تم جوتوں سمیت سو گئے۔ کیا اپنی بیوی کو دیکھنے اسپتال نہیں جانا۔ جاکے دیکھو اس بے چاری کی کیا حالت ہے؟"

میں اٹھ بیٹھا "آپ نے بڑا اچھا کیا کہ مجھے اٹھا دیا۔ میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا' پتا نہیں کب تک سوتا رہتا۔"

وہ بولی "میں تمہیں ایک کپ چائے پیش کر سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "اس سے پہلے اگر آپ مجھے اپنا باتھ روم استعمال کرنے کی اجازت دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔"

"تو احسان۔ اوپر والے تمہارے کمرے کے ساتھ جو باتھ روم ہے' وہ تمہارا ہی ہے۔ ہاں تولیہ میں فراہم کردوں گی۔"

نہا دھو کے میں نے ایک کپ بلیک ٹی پی لی تو مجھ میں جیسے نئی جان آگئی۔ اب میں دن بھر کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے بالکل تیار تھا خواہ ان مسائل میں برٹ جیسے بدمعاشوں سے نمٹنا بھی شامل ہو۔ اب مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہوگر کے قتل کا معاملہ قانونی طور پر نہیں بلکہ اپنی بدمعاشی سے خود طے کرنے کے موڈ میں ہیں۔ یہ الفاظ دیگر ان کالے بدمعاشوں کی لاقانونی فورس مجھے قتل کرنے کے لیے تلاش کر رہی ہے اور اگر میں ان کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ کوئی سوال کیے بغیر مجھے گولی مار کے بھاگ جائیں گے۔

دس بجے میں نے عاقل کے اپارٹمنٹ کا دروازہ بجایا۔

اندر سے عاقل نے کہا "کون بدنصیب ہے؟"

پھر عینی نے دروازہ کھولا اور خوشی سے چیخ مار کے مجھ سے لپٹ گئی "بھیا۔ آپ یہاں' ہم تو بس آپ کی طرف ہی جا رہے تھے' سلام کرنے۔"

میں نے اسے پیار کر کے دیکھا۔ وہ نہا دھو کے تیار ہو چکی تھی اور اس کے چہرے پر خوشی کے گلاب اپنی بہار پر تھے۔ "اللہ تجھے بری نظر اور برے وقت سے بچائے۔"

اندر سے عاقل نمودار ہوا "اچھا آپ ہیں۔ سر' آداب بجالاتا ہوں۔"

"تمہارا آداب عرض میں نے دروازے کے پیچھے سن لیا تھا۔" میں نے کہا۔

وہ دانت نکالنے لگا "گستاخی معاف! گھنٹی کے ہوتے بھی کوئی دروازہ پیٹے تو اسے کیا کہا جائے گا؟"

"اسے تم اپنا ایکٹنگ سسر کہو گے اور کیا" میں نے بیٹھ کے کہا۔

"وہی تو کہا تھا" عاقل آہستہ سے بولا۔

عینی نے کہا "آپ خود آگئے بھیا۔ بہت اچھا کیا۔ ہم اتنی دیر سے فون کر رہے تھے۔ آپ کہاں تھے آخر؟"

میں نے کہا "یہ بھی ناشتا کرنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"عاقل۔ تم بناؤ گے ناشتا" عینی نے کہا۔

عاقل دھاڑنے لگا "اس لیے لایا تھا میں تمہیں بیاہ کے۔ اگر ہانڈی چولھا مجھے ہی کرنا تھا۔"

عینی نے کہا "بھیا۔ اسے بتاؤ کہ نئی دلہن گھر میں فوراً کام شروع نہیں کر دیتی۔"

"تم پرانی ہو چکی ہو۔ کل ہوئی تھی ہماری شادی۔ وہ کیا محاورہ ہے آج مرے کل دوسرا دن۔"

عینی نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا ورنہ لڑائی شروع ہو جاتی "میں کام کروں گی کھیر میں ہاتھ ڈالنے کی رسم کے بعد' کیوں بھیا!"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک کیسے نہیں ہوگا۔ ساری خدائی ایک طرف' جورو کا بھائی ایک طرف" عاقل نے ٹھنڈی سانس لی "چل بیٹے عاقل' سمجھ لے تو ابھی تک وہی لاوارث گدھا ہے۔"

ناشتا اور میری بات ختم ہونے تک گیارہ بج گئے۔

"تم نے بڑی غیریت کا اظہار کیا بھیا۔ رات ہی فون کر کے کچھ نہیں بتایا" عینی نے برا مان کے شکوہ کیا۔

میں نے اسے ٹال دیا "ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ تم

اسپتال آ کے کیا کر لیتے۔ خیر اب آج کے دن مجھے بہت سارے کام ہیں۔ سب سے پہلے تو مجھے واپس پاکستان جانے کے لیے کسی فلائٹ پر ریزرویشن حاصل کرنی ہے۔ اگر آج نہیں تو کل مجھے بہرحال نکل جانا ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ کام ہیں۔"

"یہ ناچیز آپ کے کسی کام آسکتا ہے؟"

میں نے کہا "ناچیز جائے میرے گھر۔ اور دیکھے کہ محاصرہ اٹھا لیا گیا ہے یا جاری ہے۔ اگر برٹ اور اس کا باپ ابھی تک وہاں موجود ہیں تو تم جاؤ۔ اطمینان سے میرا اور روشنی کا سارا سامان پیک کرو اور اپنے نئے گھر میں لے جاؤ۔ میں بڑی بی سے چابیاں لے آیا ہوں۔"

"تم ہمارے ساتھ ہی چلو نا بھیا!"

میں نے کہا "مجھے ساتھ لے جا کے مروائے گی۔ پاگل' میں تمہارے فون کا انتظار کروں گا' اسی جگہ۔"

عاقل کا فون تقریباً چالیس منٹ بعد آیا "اب یہاں کوئی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے' میں جا کے مکان بروکر کے حوالے کرتا ہوں اور اس کا حساب کتاب کلیئر کرتا ہوں۔ تم چابیاں اس کے حوالے کر دینا۔ پھر میں روشنی کا سامان اس کے اپارٹمنٹ میں چھوڑنے جاؤں گا۔ تم میرا سامان اپنے گھر میں پہنچا کے واپس آؤ اور آج ہی اپنا اپارٹمنٹ چھوڑ دو۔"

"اوکے۔ مگر یہاں جمی کا فون آیا تھا۔ وہ سخت مشتعل تھا۔ کل سے وہ تمہیں تلاش کر رہا ہے۔ عدالت نے اسے ضمانت پر رہا کر دیا ہے۔"

میں نے کہا "اس سے پوچھنا تھا کہ مسئلہ کیا ہے۔"

"بہتر ہے تم خود اس سے بات کر لو" عاقل نے مشورہ دیا۔

میں نے نارٹن بار فون کیا تو جمی کی آواز سنائی دی "ہیلو!"

"تم..." وہ چھوٹتے ہی مجھے گالیاں بکنے لگا "تم کہاں غائب ہو۔"

میں نے کہا "میں نے گالیاں سننے اور گالیاں دینے کے لیے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ کہو کیا کام ہے مجھ سے؟"

"کیا تم یہاں آسکتے ہو؟"

"نہیں۔ اگر یہ ممکن ہوتا تب بھی میں نہ آتا۔ میرا اور تمہارا ساتھ ختم ہوا۔"

وہ چلانے لگا "تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

شاید ہمارے سامنے والوں کو بھی یہ آواز سنائی دی ہو۔ اس لیے فون پر جو کہنا ہے کہو' ورنہ میں فون بند کر رہا ہوں۔"

وہ بولا "پرسوں رات تم کہاں تھے؟"

میں چونکا "کہاں تھا؟ اپنے گھر میں تھا اور کہاں تھا۔"

"شٹ اپ یو باسٹرڈ! تم کو ایک زمانے نے جولی کے ساتھ دیکھا تھا۔ تم یہاں آئے تھے اس کو لینے۔ وہ تمہارے انتظار میں تیار بیٹھی تھی۔ پھر تم دونوں لو برڈز۔ عاشق معشوق کی طرح بانہوں میں بانہیں ڈالے کہیں گئے تھے۔"

میں نے کہا "اوکے۔ میں تمہاری بیوی کو ڈنر پر لے گیا تھا۔"

"اور اس کے بعد؟"

میں نے کہا "میں نے اسے تمہارے گھر چھوڑ دیا تھا۔"

وہ چیخ کے بولا "کس وقت؟ دیکھو شاعلام۔ مجھے سب معلوم ہو گیا ہے۔ مجھے نائٹ واچ مین نے سب بتا دیا ہے۔"

میں نے کہا "ٹو ہیل ود نائٹ واچ مین۔ جو میں تمہیں بتا رہا ہوں' وہی سچ ہے۔"

"وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

پھر پیچھے سے جولی کے چیخنے کی آواز سنائی دی "شاعلام۔ یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔"

جمی نے فون پھینک دیا اور چلایا "ہاں۔ اب تجھے مرنا ہوگا کتیا۔ تیرے اس یار نے سب قبول کر لیا ہے۔"

فون بند ہونے کے باوجود میں کمرے میں ہونے والی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ اگرچہ آواز دور سے آ رہی تھی مگر واضح تھی۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ جمی نے غصے میں ریسیور پٹخا تھا۔ وہ شاید کریڈل پر بیٹھا نہیں اور میز پر پڑا ہوا ہے یا نیچے جھول رہا ہے۔

"یہ غلط ہے جمی۔ جھوٹا الزام ہے تمہارا۔ تمہیں مجھ پر شک نہیں کرنا چاہیے" جولی چلا چلا کے رو رہی تھی۔

"شک... شک کیسے نہ کروں... میں سب اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ وہ کتا تجھ پر ڈورے ڈال رہا تھا۔ تو اسپتال میں بھی اس کے کمرے میں گئی تھی۔"

"نہیں جمی۔ یہ غلط ہے..." جولی نے ایک چیخ ماری۔

یہ اس کی آخری چیخ تھی۔

میں ریسیور سے کان لگائے بیٹھا رہا۔ میرے لیے شک شبے کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔ جولی نے اپنے شوہر کو مجھ سے باتیں کرتے سنا تو اس نے براہ راست مجھے چیخ کے بتا دیا تھا کہ جمی اس کے قتل پر آمادہ ہے اور خود جمی کی ذہنی کیفیت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واضح طور پر قاتلانہ عزائم کی نشاندہی کرتی تھی۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے سوچا۔ کیا مجھے جولی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بلا تاخیر اس کو بچانے کے لیے دوڑ پڑنا چاہیے؟ یا پولیس کو بتا دینا چاہیے کہ فلاں جگہ ایک بے وفا بیوی کو اس کا نامرد شوہر شک اور حسد کی بنا پر قتل کر دینا چاہتا ہے چنانچہ وہ فوراً اس پتے پر پہنچ کے ایک زندگی کو بچا سکتے ہیں تو بچالیں۔

سوال استحقاق کا ہرگز نہیں تھا کہ کیا جولی کو ایسے شوہر کے ساتھ یہ سلوک کرنے کا حق حاصل ہے اور جواب میں کیا جمی کو اپنی قانونی بیوی کو یہ سزا دینے کا اختیار ہے۔ احساس محرومی کا انتقامی ردِعمل دونوں طرف اپنا جواز رکھتا تھا مگر جیسے جولی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کی جان لے' ایسے ہی جمی کو جولی کی جان لینے کا اختیار نہیں تھا۔ کم سے کم قانون یہی کہتا تھا۔

اصولاً میاں بیوی کو' جو دنیا کی نظروں کے سامنے ایک دوسرے کو قانونی طور پر بہ رضا و رغبت اور بلا جبر و کراہ قبول کرتے ہیں' اس قسم کی صورتِ حالات میں اپنی زندگی کے راستے الگ کر لینے چاہئیں مگر جب جذبات کے آتش فشاں پھٹتے ہیں تو اصول اور قانون کی ٹھنڈی دیواریں سب سے پہلے جل کے راکھ ہوتی ہیں۔

جمی کی آواز سن کے میں چونکا۔ "وہ غصے میں اپنے دل کی بات دیواروں سے کہہ رہا تھا یا شاید جولی کی لاش سے۔ فاحشہ! خود کو بہت چالاک سمجھتی تھی۔ میں اندھا نہیں ہوں اور معذور ہوں تو کیا۔ تیرے دس آشناؤں کے ٹکڑے کر کے اپنے کتوں کو کھلا سکتا ہوں۔"

آواز مدھم تھی کیونکہ وہ ریسیور سے دور تھا لیکن صاف تھی۔ مجھے یہ بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ جمی کی سانس پھولی ہوئی ہے۔ کیا اس نے جولی کا گلا گھونٹ دیا ہوگا؟ میں نے سوچا۔ جولی صحت مند عورت تھی۔ اس نے بھی مزاحمت کی ہوگی۔ اس جدوجہد میں جمی کی سانس پھول گئی ہوگی مگر ایک شخص جو وہیل چیئر کے بغیر حرکت نہ کر سکتا ہو۔ کسی عورت کا گلا کیسے گھونٹ سکتا ہے۔ شاید اس نے پہلے جولی کو خواب آور گولیاں دے دی ہوں یا کوئی زہریلا ڈرنک ہو دھوکے سے۔ گولی چلنے کی آواز میں نے کوئی نہیں سنی تھی۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ جولی اب زندہ نہیں ہوگی۔

اچانک جمی نے ریسیور میں کہا۔ "ہیلو۔ شاعرا!"

میں خاموش رہا۔ غالباً جمی نے دیکھ لیا تھا کہ فون کا ریسیور صحیح نہیں رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنے ریسیور میں اس کی ساری گفتگو سنی ہوگی۔

وہ دہاڑا "تم سن رہے ہو۔ آئی ڈیم کیئر" اس نے مجھے چند گالیاں دیں اور ریسیور پٹخ دیا۔ لائن منقطع ہو گئی۔

میں نے ریسیور نیچے رکھا تو میرے ذہن میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ لاشعور کے اندھیرے سے ایک یاد نے ذہن کے اسکرین کو روشن کر دیا۔ جمی اپنی بیوی کو روایتی طریقے سے قتل کرنے والا نہیں ہے۔ وہ اسے پستول کی گولی سے' زہر دے کر یا گلا گھونٹ کر ہلاک نہیں کرے گا۔

اس نے بہت پہلے جولی کو بتا دیا تھا کہ اگر اس نے بے وفائی کی تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کہاں ہوگا؟

چشم تصور سے میں نے وہ تہ خانہ دیکھا جس کے بارے میں مجھے خود جولی نے بتایا تھا۔ اس میں دو فولادی سلاخوں والے پنجرے تھے جو ساتھ ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ ہر پنجرے میں ایک پنجر تھا۔ ایک مکمل استخوانی ڈھانچا۔ ایک مرد کا ایک عورت کا جو سلاخوں سے لگے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے مرگئے تھے مگر مل نہ پائے تھے۔ عورت جمی کی پہلی بیوی تھی اور مرد اس کا آشنا۔ جمی نے صاف دھمکی دی تھی کہ کبھی جولی نے کسی سے یاری کی تو جمی کی تیسری بیوی کو یہاں دو نہیں چار ڈھانچے دیکھنے کو ملیں گے۔

میرا ذہن ایک دم مستعد ہو گیا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ تہ خانہ کہاں ہوگا مگر تفتیش اور جستجو کا معاملہ میں پولیس پر چھوڑ سکتا تھا۔ سوال یہ تھا کہ میں کس حیثیت میں جمی کے خلاف رپورٹ کروں۔ اس طرح تو جمی کے شک کی تصدیق ہو جائے گی کہ جولی کے ساتھ میرے ناجائز مراسم تھے۔ ورنہ یہ بات مجھے کیسے معلوم ہو سکتی تھی۔ جمی یقیناً مجھے بھی جولی کے ساتھ ہی مارنا چاہے گا۔

تو کیا محض اس ڈر کی وجہ سے میں بے حس اور لاتعلق اختیار کر لوں گا اور جولی کو بھوکا پیاسا انتہائی اذیت کے ساتھ مرجانے کے لیے چھوڑ کے پاکستان بھاگ جاؤں گا؟ جولی سے میرے تعلق کی نوعیت سے قطع نظر' کیا میری یہ بزدلانہ حرکت اخلاقی اور قانونی تقاضوں سے روگردانی نہیں ہوگی۔

مزید تذبذب اور سوچ بچار کا حاصل تھا۔ میں نے جولی کو بچانے اور خود سامنے نہ آنے کا فیصلہ کیا۔ میں خود کو مزید کسی قانونی الجھن میں ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ جولی ابھی محفوظ تھی۔ اس وقت تک محفوظ تھی جب تک جمی مجھے بھی قید نہ کر لے۔ اس کی دلی خواہش ہوگی کہ وہ اپنی دوسری بیوی

اور اس کے چاہنے والے کو بھی ویسے ہی تصویرِ عبرت بنا دے۔ جیسے اس نے پہلی بیوی کے ساتھ اس کے آشنا کی بنائی تھی۔

یکلخت مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ جمی مجھے گھر پر فون کر رہا تھا۔ اگر میں اسے مل جاتا تو وہ خود آتا یا اپنے حکم کے غلاموں کو بھیجتا کہ مجھے دست و پا بستہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ وہ میری فرد جرم پڑھنے کے بعد مجھے اور جولی کو ایک ساتھ سزائے موت سنائے اور اس فیصلے پر فوری عمل درآمد کا حکم دے۔

جمی چالاک آدمی تھا اور خطرناک بھی۔ اس وقت وہ اشتعال میں پاگل ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود جمی کا دماغ مستعد ہوگا۔ وہ فون نمبر سے پتا معلوم کرے گا یا شاید اب تک کر چکا ہوگا۔ اور اس کی غنڈا فورس کے نمائندے میری گرفتاری کے لیے یہاں کسی بھی لمحے نمودار ہو سکتے ہیں۔

میں نے دروازے کو لاک کیا اور نیچے اتر گیا۔ عین اس وقت جب میں ہال سے گزر رہا تھا' میں نے تین افراد کو اندر آتے دیکھا۔ میں فوراً سائڈ میں ہو گیا کیونکہ ان میں سے دو چہرے میرے دیکھے بھالے تھے۔ وہ نارتن بار کے محافظ تھے اور یقیناً میری تلاش میں تھے۔ وکیل کے سیاہ گاؤن اور ڈاکٹر کے سفید ایپرن کی طرح بدمعاشی کی سند رکھنے والوں نے بھی اپنی الگ ہی پہچان بنا رکھی ہے۔ اس طرح وہ زبان سے اقرار کیے بغیر خود اپنا اشتہار بنے پھرتے ہیں کہ ہم کرائے کے بدمعاش ہیں اور جسے ہمارے خدمات کی ضرورت ہو وہ ہم سے بات کرے۔ اور کوئی ہم سا ہو تو سامنے آئے۔

ان دونوں نے بھی چست زرد بنیانیں پہن رکھی تھیں۔ ایک چوڑے سینے پر ایک حسینہ اسٹرپ ٹیز کر رہی تھی۔ دوسرے کی بنیان پر کوبرا پھن اٹھائے ایک ویسی ہی بے لباس حسینہ کی ناف کو چوم رہا تھا اور وہ اسے بڑی وارفتگی سے دیکھ رہی تھی۔ آستینوں سے ان کے فولادی بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ کر باہر آنے کے لیے بے قرار تھیں۔ انہوں نے سر کے لمبے بالوں پر زرد ہی بینڈ باندھ رکھے تھے اور ان کی جینز جیسے ان کی ٹانگوں پر منڈھ دی گئی تھیں۔ نیچے ان کی اونچی ہیل والے بے ہنگم جوتوں پر پیتل کے بکل چمک رہے تھے۔ وہ جگالی کرنے کے انداز میں بیل کی طرح جبڑے ہلا رہے تھے اور دنیا کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس کا وجود اس قابل ہی نہ ہو کہ اس پر حقارت کی نگاہ بھی ڈالی جائے۔ چنانچہ انہوں نے میری طرف بھی نہیں دیکھا اور سیدھے عمارت کے چوکیدار JENITOR کی طرف چلے گئے۔

منہ ٹیڑھا کر کے اور چیونگم چباتے ہوئے ایک نے کہا "وہ لڑکی۔ شیری۔ پس جولی۔ کس اپارٹمنٹ میں ہوگی۔"

دوسرے نے اسی انداز میں کہا "برادر۔ دن کے وقت وہ اپنے ہی اپارٹمنٹ میں ہوتی ہے لیکن تم غلط آدمی سے غلط سوال کر رہے ہو۔"

پہلے نے اپنے ساتھی کو دیکھا "پھر صحیح سوال تم کرو۔"

"اوکے۔ وہ باسٹرڈ۔! آکل کہاں رہتا ہے' آکل ڈلوی۔"

چوکیدار نے سرہلایا "سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر تم انگلش ہی بول رہے ہو تو منہ سے چیونگم نکال کے بات کرو۔"

پہلے نے ریوالور نکال لیا "میں اسے چیونگم کہتا ہوں۔"

چوکیدار کی حالت غیر ہو گئی "آخر۔ کیا چاہتے ہو تم؟"

"ہم تو بہت کچھ چاہتے ہیں مگر وہ سب ہوتا نہیں۔ ابھی صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں آکل ڈلوی کے اپارٹمنٹ میں لے چلو۔"

"ہم اس میں آگ لگانے آئے ہیں۔" دوسرے نے مطلع کیا۔

"واٹ؟" چوکیدار کا منہ خوف سے کھل گیا "کیا تم پاگل ہو؟"

پہلے نے چوکیدار کی ناک پر ایک باکسنگ کا پنچ مارا "ایک بار پہلے بھی مجھے کسی نے پاگل کہا تھا۔ اب وہ خود پاگل خانے میں ہے۔"

چوکیدار چکرا کے گرا مگر دوسرے نے اسے پھر پیروں پر کھڑا کر دیا "پہلے ہمیں وہاں پہنچا دو پھر بے ہوش ہونا یا مرنا۔ جیسی تمہاری مرضی۔"

چوکیدار کے منہ سے خون نکلنے لگا "اس شریف آدمی نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اور تم کیا سمجھتے ہو تم پولیس سے بچ جاؤ گے؟"

"نہیں' پولیس ہمیں پکڑ لے گی اور پھر شناخت کے لیے تمہیں بلائے گی کیونکہ تم واحد چشم دید گواہ ہو" پہلے نے اس کے بال پکڑ کے سرہلایا۔

دوسرے نے ریوالور اس کے منہ میں ڈال دیا "لیکن تم ایک امن پسند شریف شہری کی طرح ہمیں شناخت نہیں کرو گے۔ کیونکہ تمہاری گواہی سے اگر ہم اندر ہو گئے تو باہر بہت خرابی ہوگی تمہارے لیے" دوسرا بولا۔

پہلے نے کہا "کیونکہ باہر ہمارے بہت سے اچھے دوست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ وہ تمہاری فیملی کو مصیبت میں ڈال دیں گے اور کیا پتا کسی دن ایسے ہی تمہارے غریب خانے میں آگ بھڑک اٹھے۔"

"شارٹ سرکٹ سے؟" دوسرے نے کہا۔

"آف کورس۔ حادثاتی طور پر" پہلا بولا۔

میں نے بے بس اور مجبور و مظلوم چوکیدار کو رومال سے خون صاف کرتے ہوئے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اوپر جاتے دیکھا۔ میں ان دونوں کے نام نہیں جانتا تھا مگر ان کے عزائم کو سمجھ گیا تھا۔ وہ مجھے عاقل کے اپارٹمنٹ میں ہی مار کے میری لاش جلانے آئے تھے۔

وقت بہت کم تھا۔ میں نے ان کے زینے کے موڑ پر غائب ہونے کا انتظار کیا اور پھر اس فون کی طرف لپکا جو ایک دیوار کے ساتھ بنے ہوئے کاؤنٹر پر رکھا گیا تھا۔ پولیس ایمرجنسی کا نمبر ملاتے ہی میں نے کہا "دو بدمعاشوں نے ایک اپارٹمنٹ میں آگ لگادی ہے' پتا نوٹ کرو۔"

دوسری طرف سے فضول سوال کسی نے نہیں کیا "بولو۔"

پتا بتا کے میں نے کہا "یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بدمعاش تمہیں وہیں پڑے مل جائیں۔ ورنہ وہ ٹارگٹ بار میں نظر آئیں گے۔ ان کے نام مجھے نہیں معلوم مگر یہ بتا سکتا ہوں کہ ٹارگٹ بار کا مالک جیمس پونڈ عرف جمی ہے۔"

"تم کون ہو؟"

میں نے فون کا ریسیور نیچے رکھا اور دوڑ کے آخری زینے کے پیچھے چھپ گیا۔ میں نے پوزیشن سنبھالی ہی تھی کہ دھماکا ہوا۔ دھماکے سے دس سیکنڈ قبل کسی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ ان دونوں نے کھڑکی سے کوئی دستی بم یا آگ لگانے والا بم عاقل کے اپارٹمنٹ میں پھینک دیا ہے۔

دس سیکنڈ میں وہ دوڑ کے زینے تک پہنچ گئے تھے۔ یہ وقت ایسا تھا جب لوگ اپنے اپنے کام پر گئے ہوئے تھے۔ بچے اسکولوں میں تھے اور خواتین شاید گھر کے کام کاج سمیٹ رہی تھیں کہ اتنی دیر میں کوئی بھی آیا نہ گیا۔ وہ دونوں قہقہے مار کے ہنستے ہوئے زینے سے اتر رہے تھے کہ میں نے ایک دم اپنی ٹانگ آگے کردی۔ جو آگے تھا' وہ سیدھا منہ کے بل گیا۔ اس کے پیچھے والا اپنے ساتھی سے ٹکرا کے گرا۔

میں نے انہیں اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ میرے پاس وقت بہت کم تھا۔ شاید چند سیکنڈ بھی نہیں۔ اس کے بعد کوئی ریوالور نکال لیتا اور فائٹ بھی ہو جاتی' پھر کوئی آجاتا اور میں نہ چاہنے کے باوجود ایک اور قانونی جھگڑے میں ملوث ہوجاتا۔ بم پھینکنے اور آگ لگانے کا معاملہ بے حد سنگین تھا۔ پولیس مجھے گواہ بناتی تو ان پر انکشاف ہوتا کہ چشم دید گواہ پھر وہی طوفانی مسٹر شاہ عالم ہیں اور اس بار انہوں نے دو پیشہ ور بدمعاشوں کو ایک منٹ میں ناک آؤٹ کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پولیس کو بھی انہوں نے ہی طلب کیا تھا چنانچہ وہ استغاثے کے سب سے اہم گواہ ہیں اور خود ہی عدالت میں وضاحت کریں گے کہ وہ ہرجائے واردات پر کیسے موجود ہوتے ہیں؟

میں نے پہلے اٹھنے والے کے سینے پر بوٹ سے فل کک ماری اور جب وہ پھر نیچے گرا تو شاید اس کا سانس رک گیا تھا کہ وہ بے حس و حرکت ہوگیا۔ دوسرا اٹھتے ہی ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے ایک کک اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ماری اور اس کی کلائی ٹوٹنے کی دل خوش کن آواز سنی۔ پھر میں نے اس کی کنپٹی پر کھڑی ہتھیلی سے چاپ کیا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اب پہلا ریوالور نکال کے مجھے شوٹ کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ہاتھ ریوالور نکال چکا تھا اور وہ لیٹے لیٹے نشانہ بنانے کے لیے مجھے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ میں نے اس کے ہاتھ پر پیر رکھ دیا۔

وہ چیخ مار کے تڑپا کیونکہ دباؤ سے اس کی انگلیاں کرش ہوگئی تھیں۔ پھر میں نے ایک کک اس کی گردن پر ماری اور وہ سوکھی زمین پر پڑی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اس وقت تک بلڈنگ کے اندر اور باہر افراتفری مچ گئی تھی۔ میں نے بہت سی عورتوں کی چیخ و پکار سنی جو آگ آگ چلا رہی تھیں اور بچوں کے ساتھ دوڑتی آرہی تھیں۔

میں اطمینان سے باہر نکل کے فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ اب چند منٹ میں فائر بریگیڈ اور پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی آجائیں گی۔ بلڈنگ کے اندر سے نکلتے ہوئے مجھے کسی نے نہیں دیکھا تھا ورنہ شاید شبے میں مجھے ہی پکڑ لیا جاتا۔ آس پاس کی عمارات سے کچھ چوکیدار قسم کے لوگ بعد میں وہاں پہنچے۔

باہر سے آگ کے شعلے دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ آگ اپارٹمنٹ کے اندر تھی اور اپارٹمنٹ اسٹریٹ سائڈ پر نہیں تھا۔ میں اس بلڈنگ سے کچھ دور جاچکا تھا جب وہاں سے گزرنے والی دو کاریں افراتفری اور چیخ پکار پر متوجہ ہوکے عین دروازے کے سامنے رک گئیں۔

دیکھتے دیکھتے وہاں خوف زدہ مردوں عورتوں کا مجمع لگ گیا جو دھماکا ہوتے ہی بدحواسی میں اپنے اپنے اپارٹمنٹ سے

نکل بھاگے تھے۔ ٹھیک چار منٹ بعد میں نے سائرن سنے اور پھر بلڈنگ کو پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں نے گھیر لیا۔ فائرمین گاڑیوں پر سے دوڑ دوڑ کے اترنے لگے اور چرخیوں پر لپٹے ہوئے لمبے لمبے پائپ کھینچ کر اوپر لے جانے لگے۔

تمام ترقی یافتہ ممالک میں یہ انتظام ہوتا ہے کہ جب آگ بجھانے والی گاڑی آئے تو انہیں ضرورت کے مطابق پانی دستیاب ہو۔ اس کے لیے پانی کی مین لائن یا ذخیرے سے ایک والو منسلک کردیا جاتا ہے جس پر FH لکھا ہوتا ہے یعنی فائر ہائیڈرنٹ۔ آگ بجھانے والے اس والو سے پائپ جوڑ کے جتنا پانی چاہیں لے سکتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ملک میں فائر بریگیڈ کی گاڑی کا پانی ختم ہوجائے تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب وہ کس گھر کے انڈر گراؤنڈ واٹر ٹینک کو استعمال کریں۔ بیشتر صورتوں میں انڈر گراؤنڈ پانی کا ذخیرہ چند منٹ میں ختم ہوجاتا ہے۔ ٹینک خشک پڑا ہوتا ہے یا ٹینک ہوتا ہی نہیں۔ میں نے خود ایک بار آگ بجھانے والوں کو بے بسی سے سڑک پر کھڑے دیکھا تھا کیونکہ گاڑی تنگ گلی میں نہیں جاسکتی تھی اور گلی کا راستہ بھی تماشائی ہجوم نے روک رکھا تھا۔ کچھ لوگ بالٹیاں بھر بھر کے ریت اور پانی اچھال رہے تھے مگر ان کی کوشش مضحکہ خیز حد تک لاحاصل تھی۔

غصے سے زیادہ مجھے دکھ نے بے حال کردیا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں ابھی سیدھا جمی کے سامنے جاکے کہوں کہ بول ــ نامرد' بدمعاش بنتا ہے کرائے کے بدمعاشوں کی طاقت پر۔ اسلحے کے زور پر۔ دیکھ' میں تیرے سامنے کھڑا ہوں اور میں جولی کے ساتھ ناجائز مراسم کا اعترافِ جرم بھی کررہا ہوں۔ ہمت ہے تو میرا کچھ بگاڑ کے دکھا۔ اور پھر اسے اتنا ماروں اتنا ماروں کہ وہ تڑپ تڑپ کے ہلاک ہوجائے۔ اس نے میری بہن کے گھر کو آگ لگائی تھی۔ مجھے جلا کے راکھ کردینا چاہا تھا۔ وہ جولی کو قتل کرچکا تھا۔ اس کے جرائم کی جتنی بھی سزا تھی' کم تھی۔

ایک شب کے دولھا دلہن کا بڑے ارمانوں سے سجایا ہوا گھر عروسی خاکستر ہوگیا تھا۔ وہ سب جو عینی نے اور عاقل نے کے بڑی چاہ سے خریدا تھا' تباہ ہوگیا تھا۔ نیلم نے کہا تھا کہ سب میری طرف سے جہیز شمار ہوگا۔ سامان کی کوئی بات نہیں ہوتی' آدمی زندگی میں دس بار فرنیچر' پردے اور قالین رکھتا ہے لیکن کسی بھی لڑکی کے لیے جہیز میں ملنے والی ہر چیز ایک جذباتی قیمت رکھتی ہے۔ جو سکہ رائج الوقت کے پیمانے سے ناپی نہیں جاسکتی۔ اس چیز کا بدل دنیا کی کوئی دوسری دلہن کی چیز نہیں ہوتی۔

عینی اور عاقل کو ویسے ہی یہ اپارٹمنٹ چھوڑنا تھا لیکن ان کو اپنے آشیاں کا تنکا تنکا چن کے لے جانا تھا اور نیا آشیاں بنانا تھا۔ اب ان کے پاس لے جانے کو کیا رہ گیا تھا' صرف راکھ۔ وہ خالی ہاتھ یہاں سے جائیں گے اور ایک اجنبی گھر کو نئے سرے سے فرنشڈ کریں گے تو احساسِ زیاں انہیں مالی نقصان کے خیال سے کہیں زیادہ ملول کرے گا۔

اپنے گھر کے نزدیک پہنچ کے میں نے گردوپیش کا غور سے جائزہ لیا۔ ہوگر تو مرچکا تھا مگر اس کا بھائی برٹ اور بدمعاشوں کا باپ زندہ تھے اور آتش انتقام میں جل رہے تھے۔ انہوں نے قانون کی مدد لینے سے گریز کیا تھا۔ اس کے دو مطلب لیے جاسکتے تھے۔ ایک یہ کہ پولیس کے پاس جاتے ہوئے انہیں خود مشکل میں پڑجانے کا ڈر تھا۔ دوسرا یہ کہ ایک بھائی نے بھائی کے ساتھ اور باپ نے بیٹے کے ساتھ ہونے والے ظلم کا معاملہ خود اپنی عدالت انصاف میں طے کرکے خود ہی مجھے دی جانے والی سزائے موت کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کی قسم کھالی تھی۔ چنانچہ میرا محتاط نہ رہنا خودکشی کے مترادف تھا۔

مجھے ہوگر کی مخصوص حلیے والی گاڑی کہیں دکھائی نہ دی۔ اس کے باوجود میں نے قریب کے ایک کال آفس سے گھر فون کیا۔

عاقل نے پوچھا "کہاں ہو تم۔ سب ٹھیک تو ہے نا؟"

میں نے کہا "سب تو ٹھیک نہیں ہے لیکن میں ٹھیک ہوں۔"

"پھر گھر کیوں نہیں آئے؟"

میں نے کہا "میں آتا ہوں چند منٹ میں۔ یہ بتاؤ خطرے کی بات تو کوئی نہیں؟"

"اس وقت تو کوئی نہیں مگر میں اگلے لمحے کی گارنٹی نہیں دے سکتا' وہ کیا شعر ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا' اب وہ کون سا شعر پڑھے گا۔ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ چند منٹ بعد میں نے کال بیل بجائی تو عینی سامنے آئی اور ہنسنے لگی "کہاں سے آرہے ہو بھیا!"

"دانت نکالنے والی کون سی بات ہے آخر؟"

وہ بولی "تمہاری شکل ایسی ہورہی ہے جیسے تم نے سچ مچ کا بھوت دیکھ لیا ہو۔"

عاقل نے کہا "بھوت خود چیخ مار کے بھاگ گیا ہوگا۔"

عینی نے کہا "ہم نے سارا انتظام کردیا ہے' تمہاری رخصتی کا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لندن سے گویا۔ ویسے تو بہت لوگ تمہاری مستقل رخصتی کی فکر میں ہیں" عاقل بولا "آج رات کی فلائٹ سے تم جاسکتے ہو۔ بیک ٹو دی پویلین۔ تمہاری یہاں کی دھواں دھار اننگ ختم ہوئی۔"

میں نے بیٹھ کے ایک گہری سانس لی "تھینک یو۔ اب عینی کو تشویش ہوئی "کیا بات ہے بھیا!"

عاقل بولا "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا بفضل خدا!"

میں نے کہا "یہاں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے ایک بری خبر لایا تھا۔"

عینی اور عاقل نے پُرتفکر انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اس نے کہا "بتاتے کیوں نہیں' اب کیا ہوگیا۔"

میں نے انہیں بتادیا۔ اس کے بعد وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ عاقل نے بڑی ہمت سے کام لیا اور مسکراتا رہا مگر عینی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی "یہ تو بڑا برا شگون ہے۔ آج پہلا دن تھا ہماری نئی زندگی کا۔"

عاقل نے اسے پیار سے ڈانٹا "بے وقوفی کی بات مت کرو۔ ہماری زندگی کا ہر دن ایک نیا دن ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "ہاں اور ایک چھوٹی مصیبت سو بڑے مصائب کا صدقہ سمجھ کے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ سوچو اگر ہم آج گھر میں ہوتے تو۔۔۔"

عینی نے آنسو پونچھ لیے "خدا نے تمہیں بال بال بچایا لیکن اب تم اس حرامی جمی کو مت چھوڑنا۔"

عاقل نے خفگی سے کہا "اپنی خالی کھوپڑی ایسے احمقانہ مشوروں کے لیے مت استعمال کیا کرو۔ جانے دو اپنے بھیا کو خیروعافیت کے ساتھ واپس۔"

میں نے کہا "عینی کی بات احمقانہ نہیں ہے۔"

عاقل نے اپنا سر پکڑلیا "یعنی تم پہلے سے ادھار کھائے بیٹھے تھے' انتقام لینے کے لیے۔"

میں نے کہا "انتقام میں لے نہیں سکتا۔ اس کا افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا لیکن میں بزدلوں کی طرح جان بچا کے بھاگوں گا نہیں۔"

"کیا کرو گے تم آخر؟"

میں نے کہا "میں جولی کو بچانے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

عینی نے کہا "لعنت بھیجیں اس عورت پر بھیا۔"

میں نے کہا "کاش یہ میرے لیے ممکن ہوتا مگر میں قتل کا خاموش تماشائی بن کے نہیں رہ سکتا۔ جولی میرے لیے ایک وسیلہ بن سکتی ہے۔ جمی کو تختۂ دار تک پہنچانے کا۔"

"یہاں پھانسی نہیں دی جاتی" عاقل بولا۔

میں نے کہا "جمی کی ساری عمر جیل میں کٹے' یہ موت سے بدتر سزا ہوگی۔ وہ آدھے دھڑکا آدمی کتنے دن جئے گا جیل میں! باہر تو اس نے اپنی دولت سے ہر سہولت خرید رکھی ہے۔ وہ عیاشی کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کے علاوہ جولی نے میری جو مدد کی تھی' اب میں اس کا بدلہ چکا سکتا ہوں۔"

"اوکے۔ مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے؟" عاقل نے کہا۔

میں نے کہا "تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ بس اپنا اور میرا سامان اٹھانا ہے۔ اور اس کرائے کے گھر میں جاکے میرا انتظار کرنا ہے۔ میں مکان بروکر کے حوالے کرنے کے بعد پولیس کے ساتھ ناردن بار جاؤں گا۔"

"وہ کس لیے۔"

"جولی کو برآمد کرانے کے لیے۔ مجھے یقین ہے جمی نے اسے تہ خانے کی قید میں ڈال دیا ہوگا۔ وہ اتنی جلدی مر نہیں سکتی۔ بھوک پیاس سے مرنے میں آدمی کو دو چار دن لگ جاتے ہیں۔ مجھے تو خیر حیرانی بھی ہے کہ جمی نے تمہارے فلیٹ میں بم پھینک کر آگ کیوں لگوائی۔ شاید وہ مجھے زندہ گرفتار کرکے ساتھ لے جانے کے لیے ہی آئے ہوں گے مگر انہوں نے دیکھا کہ دروازہ مقفل ہے تو جھنجلاہٹ میں اندر پٹرول بم پھینک دیا۔ پولیس ان سے سب پوچھ لے گی۔ ان دونوں میں سے ایک یقیناً زندہ ملے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ عینی کو نئے گھر میں چھوڑ کے میں بھی اپنے جلے ہوئے گھر کا جائزہ لینے جاؤں" عاقل بولا "دیکھوں کہ راکھ میں کیا بچا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی نہیں۔ پہلے مجھے لندن سے ٹیک آف کرنے دو۔ پولیس تم سے صرف پوچھے گی کہ تمہارا جمی سے کیا تعلق ہے اور تمہیں بتانا پڑے گا کہ براہِ راست تو نہیں مگر میری بیوی شاہ عالم کی چھوٹی بہن ہے اور شاہ عالم کے جمی کے ساتھ کاروباری مراسم تھے۔ اس کاروبار کی تفصیل پولیس بھی جانتی ہے۔ لیکن جمی کی تم سے صورت آشنائی بھی نہیں تو دشمنی کا کیا سوال۔ تم کھل کے کہہ سکتے ہو کہ ممکن ہے کاروباری رقابت کی بنا پر جمی نے شاہ عالم پر قاتلانہ حملہ کیا ہو۔ وہ گزشتہ رات یہیں تھے۔"

"بہن کے ساتھ خود بھی رخصت ہو کے یہاں آئے تھے۔"

میں نے کہا "ہے تو یہ ذرا معیوب سی بات مگر تم واضح کرسکتے ہو کہ شاہ عالم کو اپنے گھر میں خطرہ محسوس ہوتا تھا۔"

"پولیس یہ بھی پوچھے گی کہ ان کی بیوی کیوں ساتھ نہیں تھیں۔"

میں نے کہا "میرے نکل جانے کے بعد تم سارے حقائق پولیس کے سامنے رکھ دو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم بتاسکتے ہو کہ ان کی بیوی نے خواب آور گولیاں کھا کے خودکشی کی ناکام کوشش کی تھی اور وہ اسپتال میں تھیں۔ شاہ عالم کے گھر نہ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔"

"پولیس وجہ جاننا چاہے گی۔"

"وجہ صاف ظاہر ہے۔ جمی اور شاہ عالم کے درمیان کاروباری معاملات بگڑ گئے تھے اور عناد کی ایک وجہ پیدا ہوگئی تھی۔ اس لیے میرے برادر ان لا۔"

"اوور ایکٹنگ فادر ان لا!" عاقل بولا۔

"ہاں بھائی۔ قاتلانہ حملہ میری جان لینے کے لیے تھا مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جمی خواہ مخواہ میری اور بیوی کی جان کا دشمن ہوجائے۔ شاہ عالم کو ذہنی اذیت کی سزا دینے کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے لیکن ذاتی طور پر میرے اور جمی کے درمیان عناد کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔"

"اور میں پولیس کو یہ اطلاع بھی دے سکتا ہوں کہ گزشتہ شب موصوف پاکستان پرواز کرگئے اس لیے اب کسی قانونی کارروائی میں ان کی شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تم کچھ دن بعد شاہ عالم کے انتقال پُرملال کی خبر بھی لانا تاکہ یہاں جس کیس میں بھی شاہ عالم کا نام ہے وہاں اس کے آگے مرحوم لکھ دیا جائے۔ وہ عالم بالا سے گواہی کے لیے بھی حاضر نہیں ہوسکتا" اس نے کہا۔

ان دونوں نے سامان بڑے سلیقے سے پیک کردیا تھا۔ ایک حصہ اس سامان کا تھا جو روشنی کی ملکیت تھا۔ یہ سب بیگز کے حوالے کیا جاتا تھا۔ سوفی نے اپنے استعمال کی چیزیں الگ رکھ لی تھیں اور میرا سامان الگ کردیا تھا۔ میرے سامان میں وہ بیگ بھی شامل تھا جو مجھے لارڈ پرائس نے دیا تھا اور جمی کی امانت تھا۔

عینی اور عاقل میرا اسباب سفر لے گئے۔ شیری کے حوالے کیا جانے والا سامان وہیں رہا۔ میں نے شیری کو فون پر کہہ دیا کہ وہ جب چاہے بروکر سے چابی حاصل کرکے یہ سامان لے جاسکتی ہے۔

میں نے رسمی اخلاق کے ساتھ سوال کیا "روشنی اب کیسی ہے؟"

"چند گھنٹوں میں اسے کیا فرق پڑ سکتا ہے" وہ تلخی سے بولی۔

میں نے کہا "آئی ایم سوری لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔"

"ابھی تو وہ خود بھی اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتی۔"

میں نے کہا "میں آج رات وطن واپس جارہا ہوں۔"

"پھر کبھی لندن آؤ تو مجھ سے ملنا۔"

میں نے کہا "میری خواہش ہے کہ ایسا کبھی نہ ہو۔ میں ہمیشہ کے لیے جارہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ روشنی جلدی ٹھیک ہوجائے۔"

"ورنہ مرجائے' آمین۔" شیری بولی۔

میں نے فون بند کردیا اور پروفیسر کے اس گھر پر آخری نظر ڈال کے دروازے کو مقفل کردیا۔ میری زندگی کے دو مہینے جو میں نے اس گھر میں گزارے' یادوں کا ایک جداگانہ باب ہوگئے تھے۔ روشنی اور اس کے ساتھ گزرے ہوئے شب وروز کے کسی نقش کو ذہن سے مٹادینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

گھر سے باہر قدم رکھتے ہی میں نے پھر آگے پیچھے دیکھا لیکن مجھے خطرے کی کوئی بات نظر نہ آئی۔ میں مستعد رہتے ہوئے ایک کنارے پر چلنے لگا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر بڑی سڑک تھی جہاں سے مجھے ٹیکسی مل سکتی تھی لیکن میں نے چابی دینے کے لیے بروکر کے آفس تک پیدل جانا بہتر سمجھا۔ وقفے وقفے سے میں کسی دکان کے سامنے رک کر شوکیس میں جھانکنے لگتا تھا۔ مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کوئی میرا تعاقب کررہا ہے تو اندازہ ہوسکے مگر تعاقب کرنے والے میری توقع سے بڑھ کر چالاک ثابت ہوئے۔

میں بروکر کے آفس سے نکلا تو دو افراد میرے دائیں بائیں مجھ سے بالکل لگ کے ساتھ ہوگئے۔ وہ نہ گورے تھے اور نہ کالے۔ ان میں ایک واضح چینی نقوش رکھتا تھا مگر دوسرا ایشیائی تھا۔

ایشیائی نے اردو میں بات کی "شاہ جی' کیا حال ہے؟"

میں نے کہا "میرا نام تو تمہیں معلوم ہے' اب اپنا تعارف بھی کرادو۔"

وہ دوستانہ انداز میں ہنسا "میرا نام ہے موت کا فرشتہ اور یہ میرے ساتھ ہے عزرائیل۔"

"ایک عام آدمی کی جان لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کبھی دو اجل کے فرشتوں کو زحمت نہیں دی۔"

"دراصل ہم اس کے اناڑی ہیں۔"

میں نے کہا "مشہور یہ ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکھے؟"

اس نے ایک طرف سے مجھے دبایا "یہ کیا ہے؟"

میں نے کہا "ریوالور ہی ہوگا' توپ تو ہو نہیں سکتی۔"

پھر دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا "میں بھی خالی ہاتھ نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ ہوگر کے باپ نے ہمیں بتادیا تھا کہ کوئی رسک مت لینا۔ وہ سور کا بچہ یعنی تم جو ڈوکراٹے جانتے ہو۔"

پہلے نے کہا "موت تم سے دو انچ کے فاصلے پر ہماری انگلی کی ایک حرکت کے انتظار میں ہے۔ ہم آدھے سیکنڈ میں تمہیں گولی مار کے فرار ہوسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "تم یہاں پیسہ کمانے آئے ہو گے مگر کرائے کے قاتل بن گئے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

اس نے ایک آہ بھری "سچ کہتے ہو مگر دنیا میں بہت کچھ ہونا چاہیے مگر نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا "صرف پیسے کے لیے تم نے ایک ہم وطن کی زندگی کا سودا کرلیا ہے۔"

وہ بولا "کون' کو کا پٹھا کس کا ہم وطن ہے؟"

میں نے کہا "کیا تم پاکستانی نہیں ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نہ پاکستانی ہوں نہ انڈین۔ میں ان دونوں کے درمیان تومین لینڈ کی طرح ہوں۔ میرا باپ پاکستانی تھا اور ماں انڈین تھی۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔"

میں نے کہا "میں تمہیں اس سے دگنی رقم دے سکتا ہوں۔"

اس نے میری بات کاٹ دی "یہ اصول کا معاملہ ہے۔ ہم نے تمہیں زندہ ڈیلور کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔"

دوسرا بولا "اگر ہم نے تمہیں قتل کردیا تو رقم آدھی رہ جائے گی۔ یہ بتانے کا مقصد تمہاری سمجھ میں آجانا چاہیے۔ ہم تمہیں قتل کرنا ہرگز نہیں چاہتے۔"

پہلے نے کہا "ہاں۔ اپنا نقصان کون کرتا ہے لیکن مجبوری کی بات اور ہے۔ اب تمہیں اپنے سامنے جو گاڑی نظر آرہی ہے۔ وہ جو ٹریکٹر' کار اور جیپ کی ناجائز اولاد لگتی ہے' تم شرافت سے اس میں بیٹھ جاؤ تو اچھا ہے۔"

"اچھا تمہارے لیے ہے۔ میرے لیے شرافت سے قتل ہونے کے لیے جانے میں کون سی اچھائی ہے؟" میں نے کہا۔

"یعنی تم مزاحمت کرو گے؟"

میں صرف مناسب وقت اور موقع کے انتظار میں تھا۔ فٹ پاتھ پر لوگ آجارہے تھے اور سڑک پر گاڑیوں کا ایک سیل رواں دونوں جانب سے جاری تھا۔ میں نے ہوگر کی گاڑی کو دیکھا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ خطرہ مول لیے بغیر مجھے جان بچانے کا کوئی ریڈی میڈ موقع شاید نہیں ملے گا۔ موقع مجھے پیدا کرنا پڑے گا۔

میں نے آگے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی تو پہلے نے مجھے خبردار کیا "اگر تم کوئی چالاکی سوچ رہے ہو۔"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے میں ان کے درمیان سے غائب ہوگیا۔ میں اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ہی جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا بلکہ گر پڑا۔ ایک خودکار مشینی انداز میں میرے دونوں ہاتھوں نے دونوں طرف ساتھ چلنے والوں کے ٹخنوں سے کچھ اوپر وار کیا۔ یہ وار دو طاقتور ہتھوڑوں کی بھرپور ضرب کے برابر تھا۔ ان دونوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اس درخت کی طرح آگے گرے جس کا تنا کلہاڑی کی ایک ہی کاٹ سے الگ ہوجائے۔ وہ آپس میں ٹکرائے اور پھر منہ کے بل فٹ پاتھ پر گر گئے۔

تاہم میں نے ان کو گرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ میں وار کرتے ہی اسپرنگ کی طرح اچھلا اور پلٹ کے سڑک کی طرف دوڑا۔ سڑک پر گاڑیوں کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔ اچانک میں نے خود کو ایک منہ زور اور تیز رفتار گاڑی کے سامنے پایا۔ ڈرائیور کے لیے میرا وجود ایسے ہی تھا جیسے میں سڑک سے اگا ہوں۔ وہ اس کے لیے بالکل تیار نہ تھا مگر پھر بھی اس نے پوری قوت سے بریک لگائے۔ میں اگر بریک لگانے والے کی صلاحیت اور بریک کی کارکردگی پر انحصار کرتا تو گاڑی میرے اوپر سے گزر جاتی۔

میں جسم کے REFLAX ایکشن میں از خود زمین سے اوپر اٹھ گیا۔ اگلے لمحے میں نے اپنے جسم کو بونٹ پر گرکے پھسلتا محسوس کیا۔ میں ونڈ اسکرین کو توڑے بغیر ایسے چھت پر پہنچ گیا جیسے میں ایک سو ساٹھ پاؤنڈ وزن کا انسان نہیں' کاغذ کا لفافہ ہوں۔ میں چھت کی چکنی چکنی سطح پر سے پھسل کر ڈکی پر گرا اور اس سارے عمل میں ایک سیکنڈ ہی صرف ہوا۔ لیکن اتنی دیر میں مجھے اپنے حواس مجتمع کرنے اور توازن پر قابو پانے کا موقع مل گیا تھا۔

میں ڈکی سے سڑک پر اترا تو کار کے بریکس کی چیخ سنائی دی پھر کار گھوم کے فٹ پاتھ سے ٹکرائی لیکن تب تک میں کاروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ میرا یہ فعل کاروالوں کے نزدیک دیوانگی اور اقدام خودکشی ہوگا لیکن میں یہ چانس نہ لیتا تو میرے زندہ رہنے کا کوئی چانس نہ ہوتا۔

نہ جانے کتنے ڈرائیوروں نے بریک لگائے اور کتنی گاڑیاں اسی افراتفری میں آپس میں ٹکرائیں۔ دو جگہ میرے کپڑے بمپر سے لگے اور ایک جگہ مجھے چھلانگ مار کے بونٹ پر چڑھنا پڑا اور پھر اگلی لین میں اترنا پڑا۔ ایسا لگتا تھا جیسے سڑک لامحدود جان لیوا رکاوٹوں والا ریس کا میدان بن گئی ہے اور میں جان کی بازی لگا کے وہ ریس جیتنا چاہتا ہوں جس کے انعام کی ٹرافی زندگی ہے۔

جب اچانک میں نے خود کو دوسری طرف کی فٹ پاتھ پر پایا تو مجھے یقین نہ آیا کہ میں نے زخمی ہوئے بغیر ان دونوں بدمعاشوں کے عزائم کو ناکام کردیا ہے جو خود کو فرشتہ اجل کا اوتار کہتے تھے اور اپنی بات کو سچ ثابت کردیا ہے کہ واقعی جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

فٹ پاتھ پر پہنچ کے میں نے اپنی ریس جاری رکھی۔ میں بالکل مخالف سمت میں دوڑتا رہا۔ میں نے ٹریفک کے ڈسٹرب ہونے پر غور نہیں کیا۔ یہ نہیں دیکھا کہ کتنے غضبناک ڈرائیوروں کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ گاڑیوں کے آپس میں ٹکرانے سے کتنا نقصان ہوا ہے۔ یہ نقصان معمولی تھا۔ کاروں پر خراشیں آئی تھیں یا ان کے بمپر ٹوٹ گئے تھے۔ اس نقصان کو کاروں والے ناگواری سے سہی مگر برداشت کرسکتے تھے۔ میری جان مجموعی نقصان سے کہیں زیادہ قیمتی تھی۔

ایک بار میں نے سر گھما کے دیکھا تو وہ دونوں سڑک کے دوسرے کنارے کی فٹ پاتھ پر دوڑ رہے تھے مگر مجھ سے شاید سو قدم پیچھے تھے۔ میں بہت سے پیدل چلنے والوں سے ٹکرایا جن میں خواتین بھی تھیں مگر معذرت کرنے نہیں رکا۔ میں نے کئی جگہ ہسٹریا زدہ چیخوں کے ساتھ گالیاں سنیں اور ایک نوجوان اپنی گرل فرینڈ کے گر جانے سے مشتعل ہوکے چند قدم میرے پیچھے بھی دوڑا مگر پھر شاید اس نے گرل فرینڈ کو اٹھانا زیادہ ضروری سمجھا اور واپس ہوگیا۔

بالآخر مجھے ایک سپر اسٹور مل گیا جس کے گھومنے والے شیشے کے دروازے مسلسل کھل اور بند ہو رہے تھے اور شفاف شیشے کی دیواروں کے پیچھے میں دو برقی سیڑھیاں دیکھ سکتا تھا۔ ایک پر مجسموں کی طرح کھڑے لوگ اوپر حرکت کررہے تھے اور دوسری سے نیچے آرہے تھے۔ میں دروازے سے ایک ہجوم کے درمیان سے بچتا بچاتا سوری اور ایکسکیوزمی کہتا ہوا آگے نکل گیا اور اوپر جانے والے زینے پر سوار ہوگیا۔

فرسٹ فلور پر اترکے میں ہال کے چاروں طرف بنی ہوئی شاپس کے کوریڈور میں چلنے لگا۔ میری ایک آنکھ شاپس کے اندر لوگوں کا اور اسباب کا جائزہ لینے میں مصروف تھی اور دوسری نیچے ہال میں آنے والوں پر تھی۔ پھر مجھے ایک ایسی کافی شاپ نظر آگئی جہاں سے میں مشین میں سکے ڈال کے اپنی پسند کی کافی لے سکتا تھا۔ بدقسمتی سے میری جیب میں سکے نہیں تھے لیکن کافی شاپ کی واحد مالکن' فیجیریا ویٹریس نے میرے لہجے کی مظلومیت سے متاثر ہوکے مجھے ایک نوٹ کے بدلے کچھ سکے عنایت کردیے۔ اس وقت بھی جب میں نوٹ دے کر سکے لے رہا تھا' میری نظر نیچے ہال میں آنے والوں پر تھی اور لڑکی کے جذبات اس سے مجروح ہونے لگے کہ میں نے اسے قابل توجہ نہیں سمجھا حالانکہ وہ بے حد متوجہ کرنے والی چیز تھی اور وہ جلوہ حسن کی فراوانی کو ارزاں کرنے کی پوری کوشش کررہی تھی اور سیل بڑھانے میں کامیاب بھی تھی۔

بلیک کافی ایک پیپر کپ میں میرے سامنے آگئی مگر نیچے دیکھ رہا تھا۔ میرے پیچھے کھڑی ہوئی بڑی بی نے مجھے چھتری کے ہینڈل سے ٹھوکا دیا اور کہا "ینگ مین۔ چلو کھسکو یہاں سے۔"

اس وقت میں نے ان دونوں کو اندر آتے اور سرچ لائٹ کی طرح اوپر نیچے دائیں بائیں گھماتے دیکھا۔ میں نے کافی کا مگ اٹھایا اور آگے چل پڑا۔ فوری طور پر مجھے حلیہ بدلنے کا خیال آیا۔ آگے ایک شاپ میں ہر طرح کے کپڑے دستیاب تھے اور میں ڈریسنگ روم میں جاکے لباس بدل سکتا تھا لیکن میں نے ایک رین کوٹ اور ایک فیلٹ ہیٹ خریدنا کافی سمجھا۔ رین کوٹ کا رنگ آسمانی نیلا تھا اور فلیٹ ہیٹ کا کنارہ اتنا بڑا تھا کہ سامنے سے میرے چہرے کو واجبی حد تک چھپا سکتا تھا۔ پھر میں نے ایک سستے سے سن گلاسز لگائے' لوگ مجھے افسوسناک حیرانی اور دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ ان کے نزدیک میں خبطی تھا۔ میں ایک محفوظ چھت کے نیچے بھی ایسے پھر رہا تھا جیسے موسلادھار بارش ہورہی ہے اور تیز دھوپ بھی ہے۔

تاہم یہ فینسی ڈریس میرے حق میں بڑا مددگار ثابت ہوا۔ میرے قاتلوں نے یقیناً مجھے اسٹور میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا اور اب وہ بھی میری طرح اوپر نیچے دیکھتے جارہے تھے کہ کہیں میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر باہر نہ نکل جاؤں۔

بیضوی سپر مارکیٹ کی لمبائی شاید سو گز ہوگی۔ اس کی چوڑائی نصف سے بھی کم تھی۔ کوریڈور میں سیکڑوں افراد ونڈو شاپنگ کررہے تھے۔ صرف میں تھا جو مخالف سمت کے کوریڈور پر نظر رکھے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ دونوں ہر دکان میں جھانکتے ہوئے چل رہے تھے اور بار بار نیچے جانے والی برقی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیڑھی کو بھی دیکھ رہے تھے۔ میں انہیں دیکھ رہا تھا اور ظاہری حلیہ بدل کے خود کو خاصا محفوظ تصور کر رہا تھا۔ کئی بار مجھے ایسا لگا جیسے ان دونوں نے مجھے تاڑ لیا ہے مگر یہ صرف میرا خوف تھا۔ میرے نیلے رین کوٹ' ہیٹ اور چشمے کی وجہ سے جب تک وہ مجھے قریب آ کے غور سے نہ دیکھتے' وہ مجھے پہچان نہیں سکتے تھے۔

کوریڈور کے آخر میں مجھے ایک کیپسول لفٹ نظر آئی جو اوپر کی جانب رواں تھی۔ میں ویسی ہی دوسری لفٹ میں سوار ہو گیا۔ ساتویں فلور پر لفٹ رکی تو میں نے اپنے مقابل ایک لمبی دودھ چھت دیکھی جس پر کوئی ایک درجن مختلف سائز کی ڈشیں لگی ہوئی تھیں۔ چھوٹے بڑے ٹرانسمیشن ٹاور نصب تھے اور اینٹینا لگے ہوئے تھے۔ سینٹرل ائرکنڈیشنگ کے بڑے بڑے جہازی پنکھے بڑی آواز کے ساتھ گھوم رہے تھے اور مختلف درویوں میں بہت سے تکنیکی شن ٹائپ لوگ پھر رہے تھے۔

کسی نے میری طرف نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا۔ یہ روپوشی کے لیے اچھی جگہ تھی مگر یہ ہو سکتا تھا کہ تعاقب کرنے والے یہاں بھی پہنچ جائیں اور کسی گوشے میں اچانک ان کا میرا سامنا ہو جائے۔ میں چھت پر سیدھا چلتا گیا۔ پھر میں نے آخری حصے میں ایک اور لفٹ کو رکتے دیکھا اور اس میں سوار ہونے کے لیے دوڑا۔ یہ سوچے بغیر کہ لفٹ مجھے کہاں لے جائے گی' میں اس میں گھس گیا۔

لفٹ مجھے گراؤنڈ فلور سے بھی نیچے بیس منٹ کے پارکنگ ایریا میں لے گئی۔ وہاں سیکڑوں کاریں کھڑی تھیں۔ ایک اٹینڈنٹ نے غالباً میرا ہونق چہرہ دیکھ کے میری مدد کرنے کی کوشش کی "آپ کا ٹکٹ پلیز!"

میں نے کہا "ٹکٹ!"

"یس۔ پارکنگ انٹری ٹکٹ۔ میں بتا سکتا ہوں کہ آپ کی گاڑی کہاں ہے؟"

میں نے کہا "تم نہیں بتا سکتے۔"

"کیا اس بات پر آپ شرط لگائیں گے؟"

میں نے کہا "نہیں' کیونکہ میں نے یہاں گاڑی کھڑی ہی نہیں کی تھی۔ میں تو غلط لفٹ میں سوار ہونے کی وجہ سے یہاں اتر گیا ہوں۔ کیا تم مجھے باہر کا راستہ دکھا سکتے ہو؟"

وہ مسکرانے لگا "راستہ تو آپ خود بھی دیکھ سکتے ہیں" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے چل پڑا۔ چند قدم چلنے کے بعد میں نے پلٹ کے دیکھا۔ وہ مجھے بڑی شک بھری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ سب سے زیادہ شک پیدا کرنے والی چیز سیاہ چشمہ تھا۔ تہ خانے میں واجبی سی روشنی تھی اور دروازے کی طرف کچھ دھندلکا سا محسوس ہوتا تھا۔ یہاں تاریک شیشوں والا چشمہ وہی لگا سکتا تھا جسے آشوب چشم ہو یا جو اپنی آنکھیں چھپانا چاہتا ہو۔

باہر آ کے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اب خطرہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ شاید دونوں فرشتہ اجل کے اتارنی ابھی تک مجھے سپر اسٹور کے ہجوم میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ایک وقت آئے گا جب وہ مایوس ہو کے سوچیں گے کہ انہوں نے خواہ مخواہ لالچ میں مجھے زندہ سلامت لے جانے کا رسک لیا۔ اس سے تو بہتر ہوتا کہ وہ مجھے مار کے لے جاتے اور آدھی رقم وصول کر لیتے۔

اب یہ ضرور ہو گیا تھا کہ میں خود پولیس کے پاس جا کے قانونی تحفظ کی درخواست کروں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اب لندن میں میرے قیام کی مدت دنوں سے محدود ہو کر گھنٹوں تک رہ گئی ہے تو مجھے قانونی پیچیدگیوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہرٹ اور اس کا ساتھی اتنی جلدی مجھے دوبارہ تلاش نہیں کر سکتے۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات گیارہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کہانی وطن کے پُرآشوب حالات کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔

آسماتھ مرے اور دیکھ ذرا جس دنیا میں تُو رہتا ہے
یہ دنیا اک تماشا ہے اور سب انسان مداری ہیں

کیا کہتے ہیں، کیا کرتے ہیں، کیا کیا کھیل دکھاتے ہیں
یہ لیڈر، ووٹر، پیر مرید، شاگرد اُستاد مداری ہیں

آ دیکھ ذرا آنکھوں سے انہیں ان سب کے ہاتھ میں جھنڈا ہے
یہ قوم کے خادم، دانشور، فن کار، وزیر مداری ہیں

ان چہرہ بدلنے والوں کو ایمان اصول وفا سے کیا
یہ ڈاکو تاجر، چور افسر، عاشق معشوق مداری ہیں

آئین، الیکشن، یو این او، انصاف، حقوق انسانی
لے نچے جمہورا یہ باتیں جو کرتے ہیں وہ مداری ہیں

احمد اقبال

PDFBOOKSFREE.PK

Rs.60/-

ISBN 969-517-084-6